

ایسا نسخہ کیسیا جسے دینی مدارس، کالجز و یونیورسٹیز کے طلباء
اور عربی کے عام شائق یکساں مفید پائیں گے۔

15793

ثناویہ عامہ کے پرچہ نحو میں یقینی کامیابی حاصل کرنے اور کافیہ جیسی
عظیم و دقیق کتاب صحیح معنوں میں حل کرنے کے لئے نہایت ضروری

یعنے

وَقَايِمًا لِّلْحَمْدِ

شرح اردو

هَدَايَا لِّلْحَمْدِ

تصنيف

عَلَّامَةُ الْحَاجِّ نَذِيرِ أَحْمَدِ مَهْرَوِي مَدَّ ظِلَّهُ

بانی و مہتمم دارالعلوم غوثیہ مہریہ چوک شاہ عباس ملتان

ناشران

مکتبہ مہریہ

دارالعلوم غوثیہ مہریہ چوک شاہ عباس ملتان
0300-6344297

مکتبہ مہریہ کاظمیہ

متصل جامعہ الفوار العلوم نیو ملتان
6560699

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

وقایہ النحو اور شرح ہدایۃ النحو	نام کتاب
علامہ حاجی نذیر احمد مہروی	مؤلف
شیخ الحدیث علامہ سید ارشد سعید کاظمی	تقریب الطیف
مولانا محمد اعظم چشتی، مولانا سعید احمد سعیدی	نظر ثانی
علامہ الحاج نذیر احمد مہروی	پروف ریڈنگ
حافظ عبدالعزیز سعیدی، حافظ محمد سعید سعیدی، سید محمد نعمان بخاری	لیپوزنگ
۲۳۲	صفحات
گیارہ سو (ذیقعدہ ۱۴۲۵ھ / ۲۰۰۵ء)	تعداد اشاعت اول
گیارہ سو (صفر المظفر ۱۴۲۶ھ / 2005ء)	تعداد اشاعت ثانی
۲۰۱ روپے	قیمت مجلد
۱۰۰ روپے	قیمت غیر مجلد
مکتبہ مہریہ کاظمیہ متصل جامعہ انوار العلوم ٹی بلاک نیو ملتان	ناشر
مشاق بک بانڈنگ ہاؤس قلعہ کہنہ قاسم باغ ون وے روڈ	بانڈنگ
حسین آگاہی ملتان فون نمبر 0304/6113676	

81009

ملنے کے پتے

- ☆ مکتبہ مہریہ کاظمیہ متصل جامعہ انوار العلوم ٹی بلاک نیو ملتان، فون نمبر 061/560699
- ☆ مکتبہ مہریہ دارالعلوم غوثیہ مہریہ چوک شاہ عباس ملتان فون نمبر 0300/6344297
- ☆ مکتبہ اہل سنت جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور فون نمبر 042/7634478
- ☆ مکتبہ حسنیہ بیرون ملتان گیٹ نزد سبزی منڈی بہاولپور فون نمبر 0621/880935
- ☆ مکتبہ ضیاء السنۃ جامع مسجد شاہ سلطان کالونی ریلوے روڈ ملتان، فون نمبر 061/544368
- ☆ کاظمی کتب خانہ داتا گنج بخش روڈ رحیم یار خان فون نمبر 0731/71361
- ☆ مکتبہ ضیائیہ D-325 بوہڑ بازار راولپنڈی فون نمبر 051/5552781, 5550649
- ☆ مکتبہ اسلامیہ سعیدیہ عثمان آباد مانسہرہ، فون نمبر 0987/550115
- ☆ فاروقی کتب خانہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان فون نمبر 061/541809

فہرست مضامین و فایۃ النحو

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار	صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
13	اقسام تنوین	۲۲	الف	فہرست	۰۱
14	اسم کی وجہ تسمیہ میں نکات کا اختلاف	۲۳	۰	انتساب	۰۲
15	فعل کی تعریف اور علامات	۲۳	ز	ناشئین بات	۰۳
17	حرف کی تعریف اور فوائد	۲۵	ح	تقریباً لطیف از علامہ ارشد سعید کاظمی	۰۴
19	کلام کی تعریف اور اقسام	۲۶	ط	تقریباً از علامہ عبدالعزیز چشتی	۰۵
20	معرب کی تعریف اور وجہ تسمیہ	۲۷	ی	تقریباً از علامہ فظ عبدالعظیم چشتی	۰۶
21	وحدہ کی ترکیب	۲۸	ل	محسوسات از مولانا سعید احمد سعیدی	۰۷
22	اعراب کی تعریف اور اسم کے اعراب کے انواع	۲۹	م	تاثرات از مولانا محمد اعظم چشتی	۰۸
23	اعراب کے اقسام	۳۰	ن	مؤلف کتاب کا مختصر تعارف	۰۹
24	اسماء ستہ کو اعراب بحرف کیوں دیا گیا	۳۱	ق	انہما رشید از شرح	۱۰
25	اسماء ستہ کے احوال	۳۲	1	بحث اسم اللہ و تحقیق اسم اللہ	۱۱
26	بحث لفظ کلا	۳۳	3	بحث مشتق لفظی و معنوی	۱۲
27	نون تشبیہ اور جمع کے متعلق مذاہب	۳۳	4	لفظ آل اور اہل میں فرق	۱۳
28	مصنف کے قول پر اعتراض	۳۵	6	حال متراوفا اور حال متداخلة کی تعریف	۱۴
29	غیر منصرف کی تعریف اور اسباب منع صرف	۳۶	6	مثال اور شاہد میں فرق	۱۵
30	فعل کے ساتھ اسم کی مشابہت کی قسمیں	۳۷	8	علم نحو کی تعریف اور لفظ نحو کے معانی	۱۶
31	عدل کے اوزان اور لفظ اضلا کی ترکیب و معنی	۳۸	9	موضوع کی تعریف اور علم نحو کا موضوع	۱۷
32	وصف کے لغوی اور عرفی معنی	۳۹	10	کلمہ کی بحث	۱۸
34	لفظ البتۃ کی ترکیب	۴۰	10	معنی، مفہوم، مدلول اور مستی کے درمیان فرق	۱۹
35	انبیاء کرام علیہم السلام کے اسماء جو منصرف ہیں	۴۱	11	حرف کو طرف میں لانے کی علت	۲۰
36	ترکیب کی تعریف و اقسام	۴۲	12	حرف تعریف کے متعلق بحث	۲۱

فہرست مضامین وقایع النحو

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار	صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
58	ابن حاجب نے اسم کان کا ذکر کیوں نہیں کیا	۶۴	37	کن امور میں الف و نون، الف تانیث کے مشابہ ہے	۴۳
59	محققین کے نزدیک مبتدا کا معرفہ ہونا ضروری نہیں	۶۵	39	اوزان فعل کی قسمیں	۴۴
60	مفعول مطلق کی تعریف اور وجہ تقدیم	۶۶	40	علمہ کو نکرہ کرنے کی صورتیں	۴۵
61	لفظ خیر کس اعتبار سے مصدر ہے؟	۶۷	40	ایب ایچپ مکالمہ	۴۶
63	تحدیر کی تعریف و اقسام اور کلمہ تحدیر کی ترکیب	۶۸	41	فاعل کی تعریف اور فاعل و اسم فاعل میں فرق	۴۷
64	منادئ کے ناصب میں اختلاف نجات	۶۹	42	تعریف میں کلمہ او کا ذکر	۴۸
64	کیا یا زید میں دو آلہ تعریف جمع ہیں؟	۷۰	43	فاعل کے رافع میں اختلاف	۴۹
65	یا الزید کلام کس کے متعلق ہے؟	۷۱	45	قرینہ کی تعریف اور قسمیں	۵۰
66	ترخیم کی تعریف اور منادئ مرخم کے اقسام	۷۲	46	حذف فاعل کے مواضع	۵۱
67	ظروف کے منصوب و مجرور ہونے کے متعلق عمدہ اشعار	۷۳	46	بحث تنازع فعلان	۵۲
68	مفعول معذ کے ناصب میں اختلاف	۷۴	47	کتنی جہاد ضمائر قبل الذکر جائز ہے؟	۵۳
71	تمیز کی تعریف اور اقسام	۷۵	47	تنازع کی صورتیں	۵۴
71	کیا تمیز کا نکرہ ہونا ضروری ہے؟	۷۶	51	مبتدا اور خبر کی بحث	۵۵
72	مستثنیات اربعہ کیا ہیں؟	۷۷	52	مبتدا اور خبر کے عامل میں اختلاف نجات	۵۶
72	تمیز عن النسبت کی اقسام	۷۸	52	تخصیص نکرہ کے مواضع	۵۷
73	مستثنیٰ کے ناصب میں اختلاف نجات	۷۹	53	کبھی نکرہ بھی مبتدا ہوتا ہے	۵۸
74	چار صورتوں میں مستثنیٰ کو نصب واجب ہے	۸۰	54	اقسام جملہ اور طرف لغو و مستقر کی تعریف	۵۹
75	لفظ غیر کے احوال	۸۱	55	خبر میں اصل تاخیر کیوں ہے؟	۶۰
76	الّا بمعنی غیر اسم ہے یا حرف؟	۸۲	56	مبتدا ان قسم ثانی میں اعتماد کیوں ضروری ہے؟	۶۱
78	ما اور لا کا عمل کب باطل ہو جاتا ہے؟	۸۳	56	حروف مشابہ بفعال کن امور میں فعل کے مشابہ ہیں	۶۲
78	مجرور کی تعریف	۸۴	57	ابن عیین کا شکوہ	۶۳

فہرست مضامین وقایع النحو

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۸۵	اضافت معنویہ کی تعریف اور اضافت معنویہ کی کل صورتیں	79	۱۰۶	اقسام ترکیب کی رباعی	101
۸۶	اضافت معنویہ کا فائدہ اور اقسام	80	۱۰۷	تثانیہ کی تعریف اور قسمیں	102
۸۷	اضافت لفظیہ کا فائدہ اور تخفیف کی کل صورتیں	81	۱۰۸	اسم استفہامیہ کی تمیز منصوب کیوں ہوتی ہے؟	103
۸۸	تابع ہفت کے فائدہ	83	۱۰۹	محل اعراب کے اعتبار سے لفظ کم کی کتنی صورتیں ہیں؟	104
۸۹	ضمیر صفت یا موصوف کیوں نہیں ہوتی؟	84	۱۱۰	ظروف مبنیہ کی بحث	105
۹۰	ضمیر مجرور پر صفت کے لئے ماہر اور کیوں نہیں ہوتی؟	84	۱۱۱	عند اور لدی کے درمیان فرق	107
۹۱	تکررہ کی طرف راجع ضمیر تکررہ ہوتی ہے	86	۱۱۲	معرفہ کے اقسام	108
۹۲	تاکید کی تعریف اور قسمیں	87	۱۱۳	تکررہ کی تعریف اور علامات	109
۹۳	بدل کی تعریف اور اقسام	89	۱۱۴	اسم عدد کی تمیز کے متعلق رباعی	111
۹۴	کس صورت میں بدل کی لغت نہ ہوتی ہے اور کیوں؟	90	۱۱۵	تانیث اور اس کی علامات کی بحث	112
۹۵	جن کی تعریف اور قسمیں، مناسبت وغیرہ میں فرق	91	۱۱۶	تثنیہ کی تعریف اور وجہ تقدیم	113
۹۶	معرب اور مثنی کے حرکات کے نام	92	۱۱۷	جمع کی تعریف و اقسام	114
۹۷	ضمیر مجرور منفصل کیوں نہیں آتی؟	93	۱۱۸	جمع قلت کے اوزان	117
۹۸	ضمیر متصل کے تعذر کے مواضع	94	۱۱۹	مصدر جب مفعول مطلق ہو تو عمل نہیں کرتا	118
۹۹	ضمیر شان و ضمیر قصد کی بحث	95	۱۲۰	مصدر کب عمل کرتا ہے؟	119
۱۰۰	اسم اشارہ کی تعریف اور الفاظ	96	۱۲۱	اسم فاعل بمعنی ماضی بھی عمل کرتا ہے	120
۱۰۱	حرف خطاب (کاف) میں کردار کیوں ہے؟	97	۱۲۲	کن امور میں صفت مشبہ اسم فاعل کے مشابہ ہے؟	121
۱۰۲	موصول کا صلہ جملہ کیوں ہوتا ہے؟	98	۱۲۳	بحث اسم تفضیل	123
۱۰۳	اسم فاعل میں صلہ کیا ہوتا ہے؟	99	۱۲۴	بحث فعل	125
۱۰۴	اسماء افعال کا نام افعال کیوں نہیں؟	100	۱۲۵	واؤ کے بعد الف لہجے کی شرطیں	126
۱۰۵	اسم صوت کی تعریفات	100	۱۲۶	کن امور میں مضارع اسم فاعل کے مشابہ ہے؟	127

فہرست مضامین وقایہ النحو

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار	صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
140	افعال قلوب کے خواص	۱۳۷	128	مضارع معرب کیوں ہے؟	۱۲۷
140	افعال قلوب کا عمل کب باطل ہوتا ہے	۱۳۸	129	ماطل معنوی کی تعریف	۱۲۸
141	افعال ناقصہ کی بحث	۱۳۹	129	مضارع کا عمل معنوی سے مراد ہونا کاذب ہے	۱۲۹
142	کان کی قسمیں	۱۵۰	130	ان حرف فیہ کی قسمیں	۱۳۰
142	کان تامدا اور زائدہ کو افعال ناقصہ میں کیوں ذکر کیا گیا	۱۵۱	130	کلمہ کسی کے متعلق نجات کا اختلاف	۱۳۱
143	لیس کے فعل ہونے کی دلیل	۱۵۲	131	اذن بسیط ہے یا مرکب	۱۳۲
143	افعال مقاربتہ کی بحث	۱۵۳	131	کلمہ ان مضارع کے ساتھ مصدر کی تالیف میں ہوا ہے	۱۳۳
144	کلام باری میں عسی کس معنی کے لئے آتا ہے؟	۱۵۴	132	کون سا ان نصب نہیں دیتا؟	۱۳۴
145	فعل تعجب کی بحث	۱۵۵	133	کن فمات کے ساتھ ان اور مضارع میں فعل کیوں ہوتا ہے؟	۱۳۵
146	تعجب کے صیغے فعل ہیں یا اسم؟	۱۵۶	133	جواز میں کی بحث	۱۳۶
147	افعال مدح و ذم کی بحث	۱۵۷	134	شرط و جزا کے جزم ہونے کی صورتیں	۱۳۷
148	حروف جارہ کی قسمیں	۱۵۸	134	جزا پر فاعل داخل کرنا آب جائز نہیں	۱۳۸
149	حروف جارہ جو مشہور نہیں	۱۵۹	135	جزا میں فاعل ان آب ضروری ہے؟	۱۳۹
150	من زائدہ کی شرطیں	۱۶۰	135	جزا میں فاعل ان کے یا ان کے کا ضابطہ	۱۴۰
151	کلمہ حتی کی قسمیں	۱۶۱	136	ان شرطیہ کہاں مقدر ہوتا ہے؟	۱۴۱
151	حتى اور الی میں فرق	۱۶۲	136	امر میں ہمزہ وصلی مفتوح کیوں نہیں آتا؟	۱۴۲
152	کلمہ فی کے معانی	۱۶۳	137	فعل مجہول کی بحث	۱۴۳
153	بائے الصاق و مصاحبت میں فرق	۱۶۴	138	مضارع نہیں میں حرف مضارع مضموم کیوں ہوتا ہے	۱۴۴
153	سماعا و قیاسا کی ترکیب	۱۶۵	139	الزم اور متعدی کی تعریف	۱۴۵
154	زیادت باء کے مواضع	۱۶۶	139	فعل متعدی کی قسمیں	۱۴۶

فہرست مضامین وقایہ النحو

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار	صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
179	حرف روع کی بحث	۱۹۰	155	بحث قلم رزب	۱۶۷
180	تائے تائیت کی بحث	۱۹۱	156	واو زب کس کے نزدیک جرو تیا ہے؟	۱۶۸
181	توین کی تعریف و اقسام	۱۹۲	157	جواب ترمذی تفصیل	۱۶۹
182	نون تاکید کی بحث	۱۹۳	158	عن اور علی اسم بھی ہوتے ہیں	۱۷۰
183	نون تاکید کے ما قبل کے احوال	۱۹۴	159	بحث حروف مشبہ بفعال	۱۷۱
184	خاتمہ کتاب - حل تراکیب مشکلہ	۱۹۵	160	ان کسورہ کے مواضع	۱۷۲
185	لا تظنن وکن باللہ محتسبا	۱۹۶	161	ان مفتوحہ کے مواضع	۱۷۳
185	ساترک مہرتی رجل فتیر	۱۹۷	162	ان کی خبر پر لام انا جائز ہے	۱۷۴
186	قل قال زید رب عمرو قانما	۱۹۸	163	لکن مرآب ہے یا بسیط؟	۱۷۵
186	لتذطاف عبد اللہ بالبيت سبعة	۱۹۹	164	تمنی اور تری میں فرق	۱۷۶
187	شوی جعفر بالوعد حمسة اکتش	۲۰۰	165	بحث حروف عاطفہ	۱۷۷
187	من سعید ابن دعلج یا ابن عند	۲۰۱	166	ثمة اور حتی کے مابین فرق	۱۷۸
187	وفی کتب الحجاج امثال معشر	۲۰۲	167	ام، متصد کے استعمال کی شرطیں	۱۷۹
188	وانتم معشر لنام	۲۰۳	168	ام، منقطعہ کا معنی	۱۸۰
188	ستعلم انه یاتیک بکر	۲۰۴	169	کلمہ لا، ان خصوصیات	۱۸۱
188	لقد قال عبد اللہ قولاً عرفته	۲۰۵	170	بحث حروف تنبیہ	۱۸۲
189	رايت عبد اللہ یضرب خالد	۲۰۶	171	ان، زائدہ کے مقامات	۱۸۳
189	فرعون مالی وھامان الأولى	۲۰۷	172	کلمہ لا، ان مواضع میں زائدہ ہوتا ہے؟	۱۸۴
190	ابلکوذ تشرب قهوة بابلية	۲۰۸	173	بحث حروف تفضیض	۱۸۵
190	حدیث بخاری "لو کان ذاک وانا حُر"	۲۰۹	174	بحث حرف توقع	۱۸۶
191	النور العظیم فی حل سوالات النظم	۲۱۰	175	وہ مقامات جہاں فعل نہیں آسکتا	۱۸۷
193	شرح مائتة عامل ۱۹۸۱ء	۲۱۱	176	علامہ زنجبیری کا دلچسپ سوال اور جواب	۱۸۸
195	هدایة النحو ۱۹۸۲ء	۲۱۲	178	کلمہ اما کے فائدے	۱۸۹

انتساب

اپنی فروتنی اور کم مائیگی کے اعتراف کے ساتھ اس حقیر کوشش ”وقایۃ النحر“
شرح ہدایۃ النحر کو اس جلیل القدر بستی کے نام منسوب کرتا ہوں

جن جن کے وجود مسعود کی برکت سے بلاشبہ ہزاروں مشام ایمان معطر رہے۔

جن جنہوں نے زندگی بھر شفقت و محبت بانٹی۔

جن جن کی نظرِ کیمیا اثر نے آلودہ ذہنوں کو پاکیزگی فکر و خیال بخشی۔

جن جن کی روحانی توجہ آج بھی اپنے وابستگان کی یادری کرتی ہے۔

پیشہ

میرے محسن، میرے ہادی و مرشد، شیخ طریقت

قُدْوَةُ السَّالِكِينَ، زُبْدَةُ الْوَاصِلِينَ

حضرت پیر سید امام علی شاہ قدس سیرۃ العزیز

(مہر آباد شریف)

رُزْر

میرے دادا جان، فخر الصلحاء و المدرسین

حضرت علامہ مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ

جن کی تمناؤں کا علس جمیل بننے کی آرزو میں زندگی بسر ہو رہی ہے

رُزْر

میرے والد گرامی حضرت علامہ مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ

جنہی تربیت سے علم کی محبت اور بزرگوں کے احترام کا سلیقہ نصیب ہوا

خاکسار نذیر احمد مہروی

ناشر کی بات

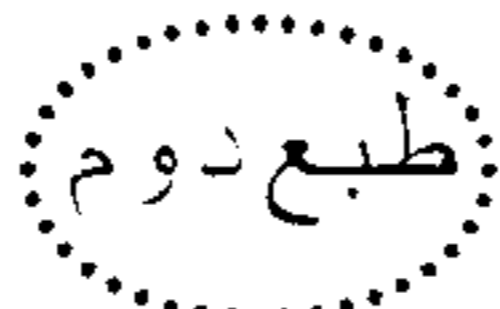
الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين وعلى آله واصحابه اجمعين
 اما بعد، تو زمین آرام میں اپنی قسمت پر نازاں ہوں کہ میں آپ کی خدمت میں ایک اور علمی تحفہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں، آج سے تقریباً ایک
 سال اور پچھراہ ماہ قبل جب طلبہ و مددکارین صرف اپنے تعلیم اور بے مثال کتاب "معین الابواب جلد اول" پیش کرنے کی سعادت حاصل کی تو میں سوچتا تھا "تعلیمی
 انجمن کا مطالعہ کے لیے قیمتی ہمت و مشقت کے لیے زاری اور مدد فرماتے ہیں بجا مدد خواہی کے اس دور میں پتائیں کوئی اس کتاب کا کبھی نظر سے مطالعہ
 کر کے اپنی قیمتی وقت کے وارنے کی ذمہ داری نہیں"۔

اس کتاب کے مضمون میں آج کے پچھریں جلد دوم "انداز و نقطہ کا" اور علم و دست حلقوں کی طرف سے معین الابواب جلد دوم اور تیسرا استاد العلماء، علامہ
 مفتی محمد اسحاق صاحب تصنیف "زبدۃ التوضیحات علی السبع المعلقات" شائع کرنے کا پرزور اور بار بار مطالبہ ہونے لگا ساتھ ہی پتہ
 دستیوں کے ناسرین اور مدرسین کے سر پر کیا کہ آپ اس میدان میں وہی پاس ہیں تو یہی فرصت میں بخوبی بنیادی کتاب "ہدایۃ النحو" آسان، جامع اور مختصراً جامع
 شرح بخوبی کے شائع کریں۔ اس میں اس مطالبہ کو پورا کرنے سے مکتبہ مہریہ کاظمیہ کے اراکین نے استاذ العلماء، حضرت علامہ مولانا حاجی نذیر احمد صاحب مہری
 مکتبہ مہریہ کے صدر مدرسین اور اعلیٰ مدرسین نے یہ رابطہ کیا تو انہوں نے نہ صرف وعدہ فرمایا بلکہ تھوڑے ہی عرصہ میں شرح کے مسودات میوزک اور طباعت کیلئے اراکین
 مکتبہ مہریہ کے پاس پہنچے۔ یہ سب سے پہلے میں تھا، ان فراہم کرنے کیلئے آپ کے دارالعلوم میں "مکتبہ مہریہ" قائم کرنے کا اہتمام بھی کیا چنانچہ
 مکتبہ مہریہ کاظمیہ کے اراکین نے یہ سب کیا کہ معین الابواب جلد دوم اور سب معلقہ کی شرح شائع کرنے سے پہلے "ہدایۃ النحو" کی شرح شائع کی
 جائے۔ اس نتیجے پر زمین آرام آپ کے مطالعہ اور خوبوں کی قیام، خوبوشوں کی ترجمان اور تنظیم المدارس (الہلسنت) پاکستان کے امتحان ثانویہ عام کے پرچہ
 نحو میں کامیابی و خدمات وقایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو تمام تصوری اور معنوی خوبیوں کے ساتھ طبیعتی حسن سے آراستہ، ملاحظہ و مطالعہ کیلئے پیش خدمت
 ہے اور اس کا اہم جزو جلد سب معلقہ کی شرح "زبدۃ التوضیحات علی السبع المعلقات" انوار المسائل از تصنیفات استاذ العلماء، علامہ مفتی غلام
 مصطفیٰ صاحب رنجوی، دار معین الابواب جلد دوم تصنیف حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز صاحب سعیدی، شائع کی جا رہی ہیں۔ امید ہے ہمارے محترم
 دوست قرین اور صاحب سابق اپنے قیمتی مشوروں اور سفیہ آراء سے استفادہ فرمائیں گے۔

طالب دعا

حافظ محمد سعید سعیدی

مکتبہ مہریہ کاظمیہ نیولمان



احمد مدنیہ عرفیہ، ۱۰۲۵ اجراءات و وقایۃ النحو چھپی اور دیکھتے ہی دیکھتے پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا۔ عزت آج جناب حاجی
 نذیر احمد صاحب (رحمت اللہ علیہ) نے درجہ ثانویہ عام اور اوپر کے درجات میں زیر تعلیم فریب طلبہ میں یہ کتاب مفت تقسیم فرمادی اور جن
 مدارس میں وقایۃ النحو میں پیش کی تھی ان مدارس کی انتظامیہ طلبہ اور علماء کے کتاب کے حصول کیلئے جب مکتبہ مہریہ کاظمیہ نیولمان
 اور مکتبہ مہریہ دارالعلوم مہریہ میں یہ چوک شاہ عباس ملتان سے رابطہ کیا تو کتاب برائے فروخت موجود تھی لہذا فوری طے کیا گیا کہ اس کا دوسرا
 ایڈیشن مع تصحیح و اضافہ چھپا جائے۔ حضرت قبلہ علامہ نذیر احمد مہری صاحب کی مہربانی سے اس ایڈیشن میں تراکیب مشکل اور درجہ ثانویہ عام
 (تنظیم المدارس) پر چھپاتے ہوئے حل کا اضافہ کیا جا رہا ہے امید ہے قارئین پسند فرمائیں گے۔
 غلام العلماء،

حافظ محمد سعید سعیدی

مکتبہ مہریہ کاظمیہ نیولمان

تقریظ لطیف

استاذ العلماء فخر المدرسین جگر گوشہ غزالی زماں حضرت علامہ

صاحبزادہ سید ارشد سعید کاظمی شاہ صاحب

شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدک اللہم علی ما وجهت نحونا من سوابغ النعم ان انت الفاعل
المختار والمحکم لكل مفعول من الکائنات ونصلی ونسلم علی سیدنا
ومولینا محمد المفرد مصدر الفضائل وعلی الہ وصحبہ ومن نحا نحوہم
من الاواخر والاوائل۔ اما بعد.....

علم نحو ان بنیادی اور ضروری علوم میں سے ہے جنکا پڑھنا، پڑھانا قرآن مجید اور حدیث رسول
کے سمجھنے کیلئے نہایت ضروری ہے۔ علم نحو کی مشہور و معروف کتاب ”ہدایۃ النحو“ جو ہمیشہ سے
داخل نصاب رہی ہے اسکی متعدد شروح لکھی گئی ہیں۔ زیر نظر کتاب ان شروح میں ایک قابل
قدر اضافہ ہے جس کے مصنف حضرت العلام الحاج مولانا حافظ نذیر احمد صاحب مہروی ہیں۔
مولانا موصوف ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔

تین روز قبل فاضل مصنف میرے پاس تشریف لائے اور تقریظ لکھنے کے بارے میں
ارشاد فرمایا۔ اہل علم پر یہ امر مخفی نہیں کہ اسی کتاب پر تقریظ لکھنے سے قبل اس کا مطالعہ ضروری ہے اور ایسی
عظیم الشان کتاب کو تو تین روز میں مکمل طور پر کما حقہ دیکھا بھی نہیں جاسکتا جبکہ دیگر مصروفیات بھی اپنے
شباب پر ہوں۔

اس کتاب کو دیکھنا تو چیدہ چیدہ جگہ سے ہی ہوا ہے مگر جہاں سے بھی ملاحظہ کیا بہترین پایا۔ حضرت الحاج حافظ نذیر احمد صاحب مہروی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے یہ اہم کام سرانجام دیا مزید برآں قارئین کرام کو اس بات کا اندازہ بھی بطریق احسن ہوگا کہ اس شرح (وقایة النحو) کی صورت میں دنیا کی حسین لائبریریوں میں ایک بہترین نگینے کا اضافہ ہوا۔ میری دلی دعا ہے کہ اللہ رب العالمین مولانا کو دینی خدمات کیلئے طویل زندگی عطا فرمائے اور ان کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرما کر نافع خلائق بنائے، آمین۔

سید ارشد سعید کاظمی

شیخ الحدیث جامعہ انوار العلوم ملتان

تقریظ

جامع المعقول والمنقول الحضرة العلامة مولانا عبد العزيز الجشتی
مدرس الجامعة الاسلامیة العربیة انوار العلوم ببلدة ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد فیقول العبد
الحقیر عبد العزیز الجشتی قد رأیت وقایة النحو فی شرح هداية النحو للعلامة
الفهامة الحاج الحافظ نذیر احمد المہروی دامت برکاتہم العالیة من مواضع
متعددة فوجدته شیئا عجیبا مفیدا للمحصلین من الطلاب والعالمین
ومشتملا علی فوائد كثيرة بترتیب انیق لا شک ان هذا الشرح مرآة لکمالات
الشارح اللہم اجعل الشارح الفاضل مظهر الابیہ وجدہ بجاء نیک الکریم
علیہ الصلوٰة والتسلیم

العبد الضعیف

خوبنبر / انس، عبد العزیز الجشتی عفی عنہ

تقریظ

از استاذ العلماء زینت المدرسین حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عبد الحکیم چشتی مدظلہ مدرس جامعہ انوار العلوم ملتان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى. اما بعد، علم صرف ونحو کی ضرورت اور اہمیت کو اہل علم نے ہمیشہ محسوس کیا۔ لغت عربیہ کے افہام و تفہیم میں ان دونوں فنون کو بنیادی حیثیت حاصل ہے "الصرف أم العلوم والنحو أبوها" کے الفاظ سے علماء ملت نے ان کی ضرورت کو ظاہر فرمایا۔

ملت اسلامیہ کے جلیل القدر فضلاء نے قرآن مجید اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو علی قدر الطاقۃ البشریہ سمجھنے کیلئے ادب عربی کے ساتھ ساتھ دوسرے فنون ادبیہ اور عقلیہ کی تعلیم و تعلم کو بھی ضروری قرار دیا۔ مگر اولین حیثیت ہمیشہ صرف و نحو کو دی جاتی رہی۔ اجلہ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے بعد تمام مفسرین، اور جلیل القدر محدثین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سب اپنے اپنے وقت میں حضرات نجات کی طرف رجوع فرماتے رہے۔

جب نحو کی تدوین ہو چکی اور اہم کتب نحو منظر عام پر آ گئیں تو رجوع کا یہ سلسلہ بام عروج کو پہنچ گیا چنانچہ اس دور کے ماہرین نحو خصوصاً علامہ امام سیبویہ (متوفی ۱۹۶ھ) علامہ امام فراء (متوفی ۲۰۷ھ) علامہ امام خلیل بن احمد (متوفی ۳۰۷ھ) علامہ زجاج (متوفی ۳۱۱ھ) علامہ ابوعلی الحسن بن احمد الفارسی (متوفی ۳۲۷ھ) علامہ سید شریف جرجانی (متوفی ۸۱۶ھ) اور علامہ عبدالرحمن جامی (متوفی ۸۹۸ھ) جیسے حضرات کے اقوال اور تقاسیم کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ تمام اجلہ مفسرین ان کے اقوال کو بطور سند پیش کرتے ہیں بلاشبہ علماء صرف و نحو علوم قرآنیہ کے اولین خدام میں سے ہیں۔ اسی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے عزیز محترم، فاضل جلیل حضرت علامہ الحاج حافظ نذیر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے پہلے علم صرف کی اہم اور بنیادی کتاب علم الصیغہ کی ایک بہترین شرح "تحفہ سعیدیہ" تصنیف فرمائی، جو علم صرف کی کتب میں ایک گراں قدر اضافہ اور اہل علم و فضل کے نزدیک قابل پزیرائی ہے (اس کا چوتھا ایڈیشن جلد شائع کیا جا رہا ہے) اور اب موصوف نے علم نحو کی مختصر، جامع اور اہم ترین کتاب "ہدایۃ النحو" جو اپنے عظیم مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کی

یادگار ہے اور جسے ہر دور کے اہل فضل و کمال نے داخل نصاب رکھ کر علم نحو کی تمام بنیادی کتب سے زیادہ اہمیت دی ہے، اس کی **وقایہ النحو** کے نام سے ایسی عمدہ اور مفید شرح لکھی ہے جسے دیکھ کر طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔
جز او اللہ تعالیٰ احسن اجزا۔۔

عزیز محترم علامہ حافظ نذیر احمد صاحب مدظلہ العالی حافظ قرآن، بہترین قاری، علوم عقلیہ اور نقلیہ کے ماہر اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں بلاشبہ آپ جامع معقول و منقول ہیں۔ قبل ازیں جامعہ رضویہ مظہر العلوم اور جامعہ غوثیہ ہدایت القرآن میں پڑھاتے رہے ہیں اس وقت دارالعلوم غوثیہ مہرہ کے مہتمم اعلیٰ اور شیخ الحدیث ہیں، ہزاروں کی تعداد میں مشہور علماء کرام آپ سے فیض یافتہ ہیں۔

اس قدر علم و فضل کے باوجود انتہائی منکسر المزاج ہیں بلاشبہ علم و فضل کے باوصف انکسار، تواضع اور منکسر المزاجی کی صورت میں اپنی ذات کی نفی کر کے رہنا ہمارے آباء اجداد کا طرہ امتیاز رہا ہے اجداد کرام حضرت قبلہ مولانا غوث بخش صاحب، حضرت قبلہ مولانا احمد بخش صاحب، خصوصاً سیدی وجدی حضرت علامہ مولانا خدابخش صاحب، مہم محترم حضرت علامہ مولانا غلام رسول صاحب اور والد گرامی حضرت قبلہ علامہ مولانا فیض احمد صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ سب کے سب جید علماء اور صالحین میں سے تھے ان کے علم و فضل کو بیان کرنا شاید ”پدرم سلطان بود“ والی بات سمجھی جائے۔ ان حضرات نے ہمیشہ نمود و نمائش سے اپنا دامن بچا کے رکھا بندہ نے تو ان صالح حضرات کا ذکر بھی صرف اظہار تشکر کے ساتھ ساتھ برکت حاصل کرنے کیلئے کیا اور اس لئے بھی کہ **وقایہ النحو** سے استفادہ کرنے والے ان حضرات کیلئے دعاء مغفرت کریں۔ ہمارے لئے تو تدریس کی ذمہ داری اور پاکیزہ علمی ماحول میں رہنے کا موقع یہ سب کچھ ان عظیم ہستیوں کی دعاؤں کا ثمر ہے۔ یقیناً ہر عظیم کام میں کچھ ایسے حضرات کی دعاؤں کا دخل ضرور ہوتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو طلبہ کیلئے زیادہ سے زیادہ مفید بنائے اور عزیز محترم علامہ حافظ نذیر احمد صاحب مہروی سلمہ اللہ تعالیٰ کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے مقاصد حسنہ کے حصول میں کامیابی ان کا مقدر بنے۔ امین بحرمتہ سید المرسلین۔

حما و العناء الزمزمین

حافظ محمد عبد الحکیم چشتی

مدرس جامعہ انوار العلوم ملتان

محسوسات:

از عمدۃ المدرسین حضرت علامہ مولانا سعید احمد سعیدی کی صاحب صدر مدرس جامعہ غوثیہ مہریہ لودھراں شہر

حضرت استاذ العلماء، فخر المدرسین، علامہ مولانا الحاج حافظ محمد نذیر احمد مہروی زید مجدہ، آقائے نعمت سیدی و مرشدی غزالی زماں رازی دواں امام اہلسنت حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی قدس سرہ العزیز کے ان فاضل اور پیکر اخلاق و سادگی شاگردوں میں سے ہیں جن کی تدریس میں اللہ تعالیٰ نے بہت فیض اور تحریر میں بڑی برکت رکھی ہے۔ تدریس میں تو ایک عرصہ سے آپ کا لوہا مانا ہی جا رہا تھا اب تحریر خصوصاً درسی کتب کی شرح و توضیح میں بھی آپ کا سکہ خوب جما ہے۔ آپ کی تازہ ترین کاوش تو بہت ہی قابل قدر ہے..... اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

زیر نظر تصنیف ”وقایۃ النحو اردو شرح ہدایۃ النحو“ کو راقم نے مبنی کی بحث سے آخر تک بالاستیعاب پڑھا ہے۔ بلا خوف تردید یہ کہنا بجائے کہ ہدایۃ النحو کی ایسی مختصر اور جامع شرح اب تک نظروں سے نہ نثری تھی۔

حضرت علامہ مہروی صاحب دَامِ ظِلِّہ کی خوبیوں میں یہ بہت اہم ہے کہ آپ نے درسی کتب کی شرح و توضیح کیلئے اس وقت قدم اٹھایا جب تجربہ کمال کی بلندیوں کو چھو رہا تھا تو پختگی خیال اپنے عروج پر تھی تحفہ سعید یہ شرح علم الصیغہ اور حاشیہ میزان الصرف اگر ابتداء ہے تو ”وقایۃ النحو“ حسن تحریر کا سنورا، نکھر روپ۔ پوری شرح کا انداز..... تفہیم کا مکمل آئینہ دار، ہر مشکل مقام کا حل ایسا شافی اور سادہ و سلیس کہ کیا مجال جو قاری کا ذہن اکتائے، پھر اسباب و علل کا بیان ہو یا ترکیب اور سوال و جواب کا موقع سب کچھ ایسا جامع اور مربوط و منظم کہ اس نے ”وقایۃ النحو“ کو ہدایۃ النحو کی دیگر شروح میں بہت بلند اور پر وقار مقام عطا کیا ہے۔

یہ بجا کہ حضرت شارح مدظلہ اپنی یا شرح کی اس تعریف و توصیف کو مبالغہ قرار دیں گے مگر راقم کو اس حقیقت کے اعتراف و اظہار میں ذرا بھی تاثر نہیں کہ اہل علم طبقہ میں تحفہ سعید یہ اور حاشیہ میزان الصرف کو جو شاندار پذیرائی ملی ”وقایۃ النحو“ کی اشاعت انشاء اللہ اس کو چار چاند لگائے گی۔

اللہ تعالیٰ استاذ العلماء کی اس پر خلوص کاوش کو قبول فرما کر علماء و طلبہ کیلئے نافع اور حضرت شارح کیلئے ذخیرہ آخرت بنائے، آمین۔

سعید احمد سعیدی عبد

رابع ۱۹۹۷ء

صدر مدرس جامعہ غوثیہ لودھراں

تأثرات

از فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا محمد اعظم چشتی صاحب صدر المدرسین دارالعلوم غوثیہ شہبازیہ
جھوک اتر تحصیل ضلع ڈیرہ غازی خان

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حَامِدًا وَ مُصَلِّیًّا

فقیر عاجز نے محترم و فاضل شارح اور ماہر و تجربہ کار استاذ علامہ حاجی نذیر احمد صاحب مہروی مدظلہ العالی کی کتاب **وقایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو** کو ابتداء سے تا آخر بحث غیر منصرف بلا استیجاب لفظ لفظاً، سطر اسطر پڑھا ہے۔ بحمد اللہ زیر نظر کتاب عصری تقاضوں کے مطابق ان تمام خوبیوں سے آراستہ ہے جو شرح ہونے کے حوالے سے نحو کی کسی کتاب میں ہونی چاہئیں مثلاً ترکیب، احتمالات، ترکیب، حل لغات اور شافی و وافی فوائد کثیرہ جو اساتذہ اور طلبہ کے لئے مفید سمجھے جاتے ہیں بلکہ یہ شرح مبتدی اور انتہی دونوں کیلئے یکساں مفید و نافع ہے۔ ترجمہ و تشریح کی زبان رواں اور ثقل سے پاک ہے جو عموماً انسانی طبع اور ذوق سلیم پر گراں گزرتا ہے چنانچہ اس تسہیل اور لطافت نے ترجمہ و شرح کی عمدگی میں مزید نکھار پیدا کر دیا ہے۔ فاضل محترم حضرت علامہ حاجی نذیر احمد مہروی صاحب مدظلہ العالی نے بلاشبہ اہل علم کیلئے **”وقایۃ النحو“** کی صورت میں اپنی تعلیمی و تدریسی خوبیوں کا نہایت موثر اور قابل قدر تعارف پیش کیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شارح کو اجر عظیم اور فضل جزیل سے نوازے اور اس شرح **(وقایۃ النحو)** کو مستفیضین کیلئے نافع تر بنائے، آمین۔

طالبِ دعا محمد اعظم چشتی

ڈیرہ غازی خان

حضرت علامہ الحاج مولانا نذیر احمد مہروی صاحب

ایک نامور علمی شخصیت اور بے مثال استاذ

قابل رشک ہیں وہ حضرات جنہیں منعم حقیقی اور فیاض ازلی نے علم و تحقیق کے ذوق سے بہرہ ور فرمایا ہے اور لائق صد تحسین ہیں وہ لوگ جن کی راتیں قرآن و حدیث اور کتب فقہ و تفسیر کے مطالعہ میں بسر ہوتی ہیں، تو دن درس و تدریس میں گذرتے ہیں۔۔۔ انہیں مبارک اور لائق تقلید علماء و اساتذہ کی جماعت سے تعلق رکھنے والی ایک عظیم شخصیت حضرت استاذ العلماء علامہ الحاج مولانا نذیر احمد صاحب مہروی دامت مکارم العالیہ ہیں جو ایک طویل عرصہ سے مسند تدریس کی زینت بن کر اپنے علمی سرچشمہ سے تشنگان علم و حکمت کو سیراب فرما رہے ہیں۔

پیدائش

آپ ۱۹۳۳ء/۱۳۶۳ھ میں بستی میاں پور تحصیل ضلع لودھراں میں پیدا ہوئے۔۔۔۔۔ آج کل بیہی والا باغ بیرون چوٹا گیت شجاعباد شہر میں رہائش پذیر ہیں۔ آپ کے والد گرامی کا نام حضرت مولانا غلام رسول (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) ہے جو علم و عمل کے پیکر، اخلاص و تقویٰ کے حسین مرقع اور اپنے دور کے عمدہ مدرس تھے۔

خاندانی شرف

علامہ الحاج نذیر احمد صاحب مہروی ایک معروف علمی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں چنانچہ آپ کے جد امجد زبدۃ الاصفیاء حضرت علامہ مولانا خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ علوم عربیہ کے ماہر ترین اساتذہ میں شمار ہوتے تھے بالخصوص علم نحو اور منطق کی تدریس ان کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔۔۔۔۔ تدریس سے شغف کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ عمر کے آخری حصہ میں آپ کی بینائی ختم ہو گئی تھی مگر پھر بھی تادم واپس سلسلہ تدریس جاری رکھا۔ بقول علامہ مہروی زید شرفہ ”اس دور میں میں نے خود ان کو عبد الغفور اور قطبی جیسی کتابیں پڑھاتے ہوئے دیکھا۔“ علامہ خدا بخش رحمۃ اللہ علیہ کی اس دلی خواہش اور دیرینہ تمنا کو بڑی شہرت حاصل ہے کہ ”اللہ تعالیٰ میری اولاد میں مدرسین پیدا کرے“ کہتے ہیں وہ شب و روز یہی دعا کرتے اور اولاد کو محنت و لگن کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے کی تلقین فرماتے رہے۔ ایک مرتبہ ایک بزرگ سے ملاقات کے دوران انہوں نے فرمایا ”آپ یہ دعا کریں کہ میرے بعد میری اولاد دین متین کی خدمت میں مشغول رہے اور رب کریم میری اولاد میں مدرسین پیدا کرے“ آپ کی دعا مستجاب ہوئی

اور آپ کے بڑے فرزند حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ (والد کرامی حضرت علامہ نذیر احمد مہروی صاحب) اور چھوٹے فرزند حضرت مولانا فیض احمد رحمۃ اللہ علیہ (والد کرامی حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عبدالحکیم صاحب چشتی) پیدا ہوئے اور اس طرح اپنے والد ماجد کے عظیم مشن کو بڑی خوش اسلوبی سے جاری رکھا اور اپنی اولاد کی علمی، دینی اور اخلاقی تعلیم و تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ بحمد اللہ ہمارے مدون علامہ مہروی صاحب کے جد امجدین دعاؤں کا فیضان، آپ کے والد کرامی اور عم مکتہ مکی پر خلوص کاوشوں کا نتیجہ و ثمرہ ہے کہ آج آپ کے خاندان اور جد امجد کی اولاد میں درجنوں حفاظ کرام اور علوم و فنون دینیہ کے ماہر اساتذہ خدمت دین میں مصروف نکلے ہیں، ایسے قابل رشک افراد میں حضرت علامہ مولانا محمد عزیز صاحب چشتی، حضرت علامہ مولانا حافظ عبدالحکیم صاحب چشتی (مدرسین جامعہ انوار العلوم ملتان) حضرت علامہ مولانا سعید احمد سعیدی صاحب صدر مدرس جامعہ غوثیہ مہربہ لودھراں اور حضرت علامہ مولانا حافظ عبد الرشید صاحب صدر مدرس جامعہ غوثیہ ہدایت القرآن ملتان قابل ذکر ہیں۔

تعلیم کا آغاز ----- آپ نے قرآن مجید حفظ کرنے کی سعادت حضرت استاد الحافظ حافظ پیر بخش رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی جو نابینا تھے اور آپ کے دادا جی کے شاگرد رشید۔ اس کے بعد گھر پر ہی اپنے والد کرامی حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ سے مروجہ نصاب کے مطابق فارسی کے اسباق پڑھے۔ بلاشبہ انہوں نے بڑی توجہ اور محنت شاقہ سے اپنے عزیز بیٹے کو تعلیم دی۔

استاذہ کرام ----- بعد ازاں آپ نے علوم اسلامیہ کی عظیم درس گاہ اور علمی و روحانی مرکز جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں داخلہ لے لیا اور مختلف علوم و فنون میں مہارت رکھنے والے اپنے دور کے ماہر ترین شیوخ و استاذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر کے اکتساب علم کیا، ان قابل قدر استاذہ کرام کے اسماء کرامی یہ ہیں: انا غزالی زماں رازی دوران امام اہلسنت حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی قدس سرہ العزیز، آپ سے بخاری شریف، شرح عقائد، علم العلوم، ارفان کی کتب پر ہمیں تلمذ شایع الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد شریف رضوی صاحب، آپ سے دورہ حدیث شریف کے دوران بعض کتب حدیث پڑھنے کا شرف حاصل کیا، انہیں مدرسین حضرت علامہ مولانا مفتی امجد علی خاں رحمۃ اللہ علیہ، سے ابن ماجہ، تفسیر بیضاوی، شرح جامی اور کافیہ وغیرہ جیسی اہم کتب پڑھیں، حضرت

علامہ مولانا عبدالکریم جام پوری سواگی رحمۃ اللہ علیہ سے حسامی وغیرہ کا درس لیا ☆ حضرت علامہ مولانا مفتی سید مسعود علی قادری رحمۃ اللہ علیہ سے جامع ترمذی اور فن کی بعض کتب پڑھنے کا موقع ملا، جبکہ فنون کی دیگر کتب مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا محمد جعفر ☆ حضرت علامہ مولانا منظور احمد پٹیالوی رحمۃ اللہ علیہما ☆ حضرت علامہ مولانا محمد یوسف صاحب تونسوی نظامی ☆ حضرت علامہ مولانا فقیر محمود صاحب سدیدی مدرس مدرسہ محمودہ محمودیہ تونسہ شریف اور حضرت علامہ مولانا حافظ عبدالکلیم صاحب چشتی مدرس جامعہ انوار العلوم ملتان سے پڑھیں۔

تدریس

آپ کو درس و تدریس کا ذوق و شوق چونکہ وراثت میں ملا ہے اس لئے ۱۹۶۵ء میں دورہ حدیث شریف سے فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان میں پڑھانے کا آغاز کیا جو یقیناً آپ کی دورانِ تعلیم استعداد و قابلیت کی عکاسی اور استاذہ کی نگاہوں میں بلند اور اہم مقام کو نمایاں کرتا ہے۔ چھ ماہ تک جامعہ انوار العلوم میں تدریس کے فرائض انجام دینے کے بعد درجہ، تخصص فی التفسیر والحديث کے لئے حضرت غزالی زماں رحمۃ اللہ علیہ (سابق شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ بہاولپور) کے ساتھ جامعہ اسلامیہ بہاولپور چلے گئے اور مقصد حاصل کیا۔ جامعہ اسلامیہ بہاولپور سے تخصص کرنے کے بعد چھ سال تک جامعہ رضویہ مظہر العلوم ملتان میں بطور استاذ فرائض انجام دیئے پھر جامعہ غوثیہ ہدایت القرآن ممتاز آباد ملتان میں صدر المدرسین کے عہدہ پر فائز ہوئے اور متواتر ۲۲ سال تک نہایت جانفشانی اور عرق ریزی سے تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے خصوصاً یہاں آپ نے تدریس کا خوب جادو جگایا اور ایسے تلامذہ تیار کئے جو اس وقت ملک کے متعدد سرکاری اور غیر سرکاری تعلیمی اداروں میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ (جن کا ذکر آئندہ سطروں میں آ رہا ہے) پھر دو سال تک جامعہ غوثیہ دارالقرآن جامع مسجد درس والی اندرون دولت یہ ملتان میں پڑھاتے رہے اور اب عرصہ چار سال سے دارالعلوم غوثیہ مہربانہ چوک شاہ عباس ملتان میں مقیم اور صدر المدرسین کی حیثیت سے خدمت دین مصطفیٰ کا بیڑہ اٹھایا ہوا ہے اور یہ ادارہ ”دارالعلوم غوثیہ مہربانہ“ آپ ہی کی کاوشوں سے ۲۰۰۱ء کو معرض وجود میں آیا اور نہایت قلیل عرصہ میں قابل ذکر ترقی کی اس وقت سو (۱۰۰) سے زائد طلبہ شعبہ درس نظامی اور تحفیظ القرآن کے ساتھ یہ ادارہ اہلسنت کے اہم اداروں میں شمار ہونے لگا ہے۔

روحانی نسبت

آپ کو روحانی نسبت قدوة السالکین، عمدة الواصلین حضرت پیر سید امام علی

شاہ رحمۃ اللہ علیہ (مہر آباد شریف ضلع لودھراں) سے حاصل ہے۔ اس سعادت کا باعث ایک تو خاندان کے بزرگوں کی حضرت سے عقیدت اور دوسرے حضرت کا زہد و ورع تھا چنانچہ آپ سے متاثر ہو کر ۱۹۶۰ء میں ہی بیت کا شرف حاصل کر لیا۔

تلامذہ ----- یوں تو آپ کے تلامذہ اور شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع ہے مگر یہاں آپ کے چند اہم تلامذہ اور فیض یافتہ حضرات کا ذکر کیا جاتا ہے تاکہ پتہ چلے کہ آپ کا علمی فیضان کہاں کہاں تک پہنچا ہے اور وہ حضرات مہتمم، ناظم، مدرس، مفتی اور خطیب جیسے کن کن اعلیٰ مناصب پر فائز ہیں۔

حضرت علامہ مولانا ظہور احمد صاحب نظامی شیخ الحدیث جامعہ غوثیہ ہدایت القرآن ملتان، حضرت علامہ مولانا غلام حسین صاحب رضوی دارالعلوم غوثیہ رضویہ گلور کوٹ بھکر، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب رضوی مہتمم مظہر العلوم ملتان، حضرت مولانا محمد اقبال صاحب لیکچرار بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، حضرت مولانا خواجہ عبدالحی صاحب سجادہ نشین سندیلہ شریف، حضرت مولانا سید عتیق الرحمن سولنج بلوچستان، علامہ رحمت اللہ لیکچرار گورنمنٹ کالج مظفر گڑھ، علامہ مولانا سید حسین احمد مدنی چوک منڈان، مولانا سید احمد کمال مدرس فیض العلوم فقیر والی ہارون آباد، مولانا مفتی محمد اقبال چشتی صاحب (ناظم اعلیٰ جماعت اہلسنت پاکستان پنجاب) لاہور، حضرت مولانا قاری احمد یار صاحب سعیدی مہتمم مدرسہ سعیدیہ کاظمیہ فیض العلوم ملتان، حضرت مولانا محمد شفیع چشتی صاحب مدرس جامعہ خیر المعاد ملتان، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سلیمانی مدرس مدرسہ فخریہ ذریہ غازی خاں، حضرت مولانا فیض احمد فیضی صاحب سبہ سلطان پور، مولانا قاضی قاری عطاء اللہ مہروی صاحب مہتمم مدرسہ عربیہ ضیاء الاسلام جامع مسجد غوثیہ گلبرگ کالونی ملتان، حضرت مولانا غلام حسین صاحب، حضرت مولانا عطا محمد صاحب، حضرت مولانا عبدالمجید صاحب، حضرت مولانا محمد کلیم صاحب، مولانا قاری محمد رمضان صاحب، مولانا قاری خدابخش صاحب مدرسین مدرسہ ہدایت القرآن ملتان، مولانا محمد رفیق صاحب مدرس مدرسہ فیضان رسول ملتان، مولانا حافظ رب نواز سعیدی صاحب مہتمم و صدر مدرس جامعہ سعیدیہ حسان بن ثابت قاسم پور کالونی ملتان، مولانا محمد ہاشم صاحب نقشبندی، مولانا حبیب الرحمن صاحب عاصی مدرس دارالعلوم غوثیہ مہربہ ملتان، مولانا غلام مصطفیٰ قادری صاحب، مولانا محمد اسماعیل صاحب فیضی مدرسین دارالعلوم غوثیہ

شہ مہربہ ملتان ☆ مولانا بشیر احمد صاحب اویسی خطیب مسجد دربار حضرت خواجہ اویس ملتان ☆ مولانا قاری فقیر محمد صاحب لاہور ☆ قاری محمد رمضان صاحب ایم، اے خطیب پاکستان آرمی ☆ مولانا فیاض احمد صاحب خطیب پاکستان آرمی ☆ مولانا عبدالرسول صاحب ☆ مولانا عبدالرزاق صاحب مدرسین مدرسہ سراج الاسلام لودھراں ☆ مولانا محمد اکرم سعیدی صاحب مدرس مدرسہ رحمت العلوم ملتان ☆ مولانا بشیر احمد صاحب معصومی مدرس مدرسہ فیض القرآن نکلر منڈی ملتان اور مولانا گل حسن صاحب بیہ سلطان پور (عربی ٹیچر)

ان کے علاوہ بھی آپ کے تلامذہ کی ایک بڑی تعداد ہے جو علمی حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

ذوق تصنیف ----- اللہ تعالیٰ نے آپ کو تدریس کے ساتھ ساتھ ذوق تصنیف و تالیف سے بھی خوب نوازا ہے حالانکہ جو شخص تدریس کی بھاری ذمہ داریاں نبھار رہا ہو اس کیلئے تصنیف و تالیف کیلئے وقت نکالنا آسان کام نہیں ہوتا مگر حضرت علامہ نذیر احمد مہروی صاحب تدریس کے ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف کیلئے وقت نکال لیتے ہیں چنانچہ آپ مختلف موضوعات پر کتب، رسائل، فتاویٰ اور مقالات سپرد قلم کر کے عوام و خواص سے داد تحسین وصول کر چکے ہیں اور یہ سلسلہ تا حال جاری ہے۔ آپ کی تحریری خدمات اور قلمی کاوشوں میں تازہ ترین **وقایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو** ہے اس سے قبل **تحفہ سعیدیہ اردو شرح علم الصیغہ، حاشیہ میزان الصرف** مطبوعہ ہیں اور **شرح صرف میر** تکمیل کے مراحل میں ہے جبکہ کافیہ، شرح ملا جامی جیسی اہم فنی کتب کی شرح و تسہیل مستقبل کے عزام میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تصدق ان خوابوں کو جلد شرمندہ تعبیر فرمائے، آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ (2005ء، 1/1)

خواجہ (العلم والعلما)

حافظ عبد العزیز سعیدی

مدرس جامعہ انوار العلوم ٹی بلاک نیو ملتان

اظہارِ تشکر

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد : فقیر ناچیز، اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور اُسکے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت خاص پر بے حد مسرور و مطمئن ہے کہ **وقایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو** پیش کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔ فقیر ان تمام اکابر اور محسنین کا ممنون احسان ہے جنہی شفقت و تعاون سے یہ اہم مرحلہ سر ہوا۔ اس موقع پر راقم جگر گوشہ غزالی زماں فاضل جمیل حضرت علامہ صاحبزادہ سید ارشد سعید شاہ صاحب کاظمی مدظلہ العالی کا تہ دل سے سپاس گزار ہے کہ آپ نے انوار العلوم کے ایک پرانے گوشہ چین کیلئے اپنے قیمتی محات میں سے چند، وقف فرمائے اور تقریظ لکھی۔ نیز اپنے خاندان کے بزرگ اور علمی عظمتوں کے وارث بحر العلوم حضرت علامہ مولانا عبدالعزیز صاحب چشتی اور سند مدرسین حضرت علامہ مولانا حافظ محمد عبدالکیم صاحب چشتی (مدرسین جامعہ انوار العلوم ملتان) کا شکر گزار ہے کہ انہوں نے اپنی بزرگ عمری اور تدریسی مصروفیات کے باوجود **وقایۃ النحو** پر تقریظ لکھی۔ اس ناچیز کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ فاضل محترم حضرت علامہ مولانا محمد اعظم چشتی صاحب (ڈیرہ غازیخان) نے **وقایۃ النحو** کو ابتدا سے تا آخر بحث غیر منصرف بالاستیعاب پڑھ کر نہ صرف زبانی اپنے جذبات تحسین کا اظہار کیا بلکہ قلمی تاثرات بھی ارسال فرمائے۔ عزیز محترم حضرت علامہ مولانا سعید احمد سعیدی صاحب (صدر مدرس جامعہ غوثیہ مہریہ لودھراں) نے نہایت توجہ سے کتاب کو مبنی کی بحث سے آخر تک پڑھ کر پر خلوص اور مفید مشوروں کے قابل سمجھا، اُنکے محسوسات قارئین کے ملاحظہ کیلئے کتاب کا حصہ ہیں۔ راقم جامعہ انوار العلوم کے نوجوان و فعال مدرس علامہ حافظ عبدالعزیز صاحب سعیدی کا بے حد ممنون ہے جنہوں نے اپنے رفیق مولانا محمد سعید سعیدی صاحب (مدرس جامعہ انوار العلوم) طلبہ سید محمد نعمان بخاری اور محمد مقصود کے تعاون سے نہایت احتیاط کے ساتھ کتاب کی کمپوزنگ کی، طباعت کے تمام مراحل اپنی کمرانی میں مکمل کرائے اور **مکتبہ مہریہ کاظمیہ** کی طرف سے اشاعت کا اہتمام کیا۔ فقیر اس فریضہ سپاس میں بالخصوص اپنے مخلص و عزیز دوست عزت مآب جناب حاجی نذیر احمد صاحب (رحمت اللہ آئل ٹریڈرز پرانی سبزی منڈی روڈ ملتان) کا ممنون و تشکر ہے جن کے مافی تعاون سے یہ کتاب آپ تک پہنچی۔ قارئین کرام! اس پیش کش میں اغلاط کی تصحیح اور پروف ریڈنگ کی احتیاط کے باوجود اغلاط رہ گئی ہوں گی، اہل علم کسی سہو و خطا پر مطلع ہوں تو ضہور آگاہ فرمائیں۔ انشاء اللہ تعمیل ہوگی۔

نذیر احمد مہروی عمر ۶۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ

عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ

وَعَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ

قَدْ ضَاقتْ حِيلَتِيْ اذْ رَكِنِيْ

يَا رَسُوْلَ اللهِ

صلى الله عليه وسلم

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

۰ **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ** : حامداً و مُصلیاً و مُسْلِماً و بَعْدُ سوال : ہدایۃ النحو کس نے لکھی ہے؟ جواب : اس کے متعلق دو قول ہیں۔ (۱) صاحب درایۃ النحو کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایۃ النحو مشہور نحوی ملامہ ابو حیان نے لکھی ہے۔ (۲) غلام غلام جیلانی میرٹھی لکھتے ہیں کہ اس کے مصنف ملامہ ابی الدین ہیں جو حضرت خواجہ نظام الدین دہلوی کے خلیفہ تھے۔ فائدہ : ”سیر ملامہ“ میں ہے کہ ابو حیان نحوی کا فیہ ابن حاسب کو بالکل پسند نہیں کرتا تھا اور ”ہدایۃ النحو للفقہاء“ کہہ کر اس کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ اگر یہ نقل درست ہے تو ملامہ غلام جیلانی میرٹھی کی بات قوی ہے اس لئے کہ مصنف ہدایت النحو نے کافیہ اور اسکی ترتیب کو پسند کیا ہے۔ سوال : مصنف نے کتاب کا آغاز تسمیہ اور تحمید سے کیوں کیا ہے؟ جواب : ایسا کرنے میں کلام مجید کا اتباع ہے بایں طور کہ کلام پاک کی ابتدا تسمیہ اور تحمید سے ہے اور حدیث شریفہ بھی اقتدا ہے یونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اِیْمَانِیُّ ہے ”کُلُّ امْرِئٍ بِمَا لَمْ یَبْدَأْ فِیْهِ بِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ ابْتِرَ“ اور ایک حدیث میں ”بِسْمِ اللّٰهِ“ کی جَد ”بِحَمْدِ اللّٰهِ فَهُوَ اِقْطَعُ وَاجِزٌ“ ہے۔ نیز اسلاف کا طریقہ بھی یہی رہا ہے۔ قولہ بِسْمِ اللّٰهِ : بِسْمِ اللّٰهِ کی باء جارہ براے تبرک یا براے استعانت ہے جو ”مُتَبَرِّکًا و مُسْتَعِیْنًا“ مقدر کے متعلق ہو کر ”الشرع“ فعل مقدر کی ضمیر سے حال ہے، تقدیر عبارت اس طرح ہے ”مُتَبَرِّکًا و مُسْتَعِیْنًا بِسْمِ اللّٰهِ الشَّرْعُ“ اور لفظ اسم بروزن اِفْعَ ہے اس کا ہمزہ وصلی ہے یعنی ہمزہ سے پہلے آ کر حرف متحرک ہو تو یہ صرف لکھا جاتا ہے پڑھا نہیں جاتا اور اس جَد ہمزہ لکھا بھی نہیں جاتا یونکہ بِسْمِ اللّٰهِ کا اکثر استعمال ہونا تخفیف و چاہتا ہے اور باء کے شوشہ کو ذرا سا لمبا کر کے لکھتے ہیں تاکہ الف محذوف پر دلالت کرے۔ لفظ اللہ معبود برحق کا نام ہے جو واجب الوجود اور تمام صفات کمالیہ کا جامع ہے۔ فائدہ : لوگ جس طرح کہ ذات باری تعالیٰ اور صفات باری میں حیران ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اسم (اللہ) کی تحقیق کے بارے میں حیران اور مختلف خیال ہیں۔ (۱) قدما فلاسفہ تو اللہ کے اسم ذاتی ہو نیکا انکار کرتے ہیں۔ (۲) بعض کا خیال ہے کہ لفظ اللہ، علم ہے۔ (۳) بعض کے نزدیک یہ اسم مشتق ہے۔ (۴) چھ حضرات کہتے ہیں کہ اللہ، صفت مشتقہ ہے۔ (۵) بعض کے نزدیک یہ عربی نہیں بلکہ سریانی زبان کا لفظ ہے۔ راق یہ ہے کہ یہ معبود برحق کا علم ہے۔ قولہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ : یہ دونوں صفت مشبہ ہیں جن میں مبالغہ کے معنی پائے جاتے ہیں اور رحمن میں رحیم کی نسبت زیادہ مبالغہ ہے لیکن ابن ہشام کے نزدیک یہ علم ہیں لہذا اس جلد (تسمیہ میں) یہ دونوں لفظ اللہ سے بدل ہو گئے۔ سوال : بِسْمِ اللّٰهِ میں باء جارہ لفظ اللہ پر داخل کر کے ”باللہ“ کیوں نہیں کہا؟ جواب : تاکہ یسین اور تیمن میں فرق ہو جائے یعنی یہ واضح ہو جائے کہ بِسْمِ اللّٰهِ کی باء تسمیہ نہیں بلکہ تبرک و استعانت کی باء ہے۔ سوال : تسمیہ میں اللہ تعالیٰ کے تین نام کیوں ہیں؟ جواب : گذشتہ زمانے میں تین قومیں گذری ہیں جو اللہ تعالیٰ کو ان ناموں سے یاد کیا کرتی تھیں اس لئے تسمیہ میں وہ تینوں نام جمع کر دیئے ہیں۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

قولہ الحمد لله: حمد کے لغوی معنی ہیں ستودن یعنی تعریف کرنا اور حمد کی تعریف یہ ہے "الثناء باللسان علی الجمیل الاختیاری من نعمۃ او غیرھا" یعنی زبان سے ذکر حسن کرنا جمیل اختیاری پر خواہ وہ نعمت کے مقابلہ میں ہو یا نعمت کے مقابلہ میں نہ ہو اور الحمد کے لام میں تین احتمال ہیں۔ (۱) لام جنسی ہو، اس وقت معنی ہونگے جنس حمد اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ (۲) لام استغراقی ہو، معنی ہونگے تمام افراد حمد ذات باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہیں۔ (۳) یہ لام مہمدا ہو اور اس سے مراد وہ حمد ہو جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنی ذات کی فرمائی ہے۔ سوال: مصنف نے تسمیہ کو تحمید پر مقدم کیوں کیا؟ جواب: قرآن مجید کی موافقت کے لئے اور اس لئے کہ بوقت اجتماع تسمیہ و تحمید، تسمیہ کی تقدیم پر اسلاف کا اجماع و اتفاق ہے۔ نیز اس لئے کہ تسمیہ، حمد پر مشتمل ہے کیونکہ حمد کے معنی ہیں کمال اور خوبی کو بیان کرنا۔ سوال: الحمد لله میں اسم جلالہ کو مقدم کیوں نہیں کیا؟ جبکہ وہ مستحق تقدیم ہے۔ جواب: کیونکہ یہ مقام، حمد کا مقام ہے تو مقام کی رعایت سینے حمد کو اسم جلالہ پر مقدم کر دیا گیا ہے کہ رعایت مقام اولیٰ ہے۔ قولہ رَبِّ الْعَالَمِينَ: لفظ رَبِّ میں تین احتمال ہیں (۱) یہ رَبُّ یُرَبُّ سے مصدر ہے جس کے معنی ہیں کسی چیز کو بتدریج حد کمال تک پہنچادینا، اس صورت میں "رَبُّ" کا اطلاق ذات باری تعالیٰ پر بطور مبالغہ از قبیل "زَيْدٌ عَدْلٌ" ہوگا یا مصدر بمعنی اسم فاعل ہوگا یعنی تربیت کرنے والا۔ (۲) یہ صفت مشبہ ہے صفت کی طرح۔ (۳) رَبُّ اسم فاعل کا مخفف ہے۔ سوال: "رَبُّ" اگر صفت مشبہ یا اسم فاعل ہے تو "رَبِّ الْعَالَمِينَ" کو لفظ اللہ کی صفت بنانا درست نہیں کیونکہ "رَبُّ" کی اضافت از قبیل اضافت لفظیہ ہوگی جو مفید تعریف نہیں ہوتی جبکہ لفظ اللہ معروف ہے؟ جواب: صیغہ صفت کے عمل کیلئے زمانہ حال یا استقبال شرط ہے اور یہاں وہ شرط مفقود ہے اس لئے کہ "رَبُّ" میں استمرار ہے لہذا "رَبُّ" کی اضافت از قبیل اضافت معنویہ ہوگی جو مفید تعریف ہوتی ہے۔ جواب نمبر ۲: اضافت لفظیہ کی مطلقاً ہیئت ترکیبی اگرچہ تعریف کا فائدہ نہیں دیتی لیکن اس جگہ یہ ترتیب خاص معنی کے اعتبار سے مفید تعریف ہے اس لئے کہ "رَبِّ الْعَالَمِينَ" کا بصدق ذات پاک کے سوا کوئی نہیں۔ قولہ: "الْعَالَمِينَ" یہ "عالم" (اسم آلہ) کی جمع ہے بمعنی "مَا يُعْلَمُ بِهِ الشَّيْءُ" یعنی جس چیز سے دوسری جانی جائے اور عرف مام میں عالم سے مراد جمیع ماسوی اللہ ہے۔ سوال: جب عالم بمعنی جمیع ماسوی اللہ ہے تو اسلوب جمع کیوں لیا گیا ہے؟ جواب: اس کے مابعد یعنی متقیین کے ساتھ رعایت جمع کیلئے اور رعایت جمع مابعد اور مابعد دونوں میں ملحوظ ہوتی ہے۔ سوال: جمع تو ممنوع ہے تو شئی ممنوع کی رعایت کیوں کی گئی؟ جواب: ہر جمع ممنوع نہیں بلکہ ایسی جمع ممنوع ہے جس میں تکلف ہو اور یہ جمع تکلف سے خالی ہے۔

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ وَالصَّلَاةُ عَلَى رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ

قوله والعاقبة للمتقين - عاقبت کے معنی "انجام" میں خواہ انجام خیر ہو یا شر، اس لئے اس کا مضاف مقدر مانا جاتا ہے اسی خیر العاقبة یعنی اچھا انجام متقین کے لئے ہے۔ یہ جملہ معترضہ ہے اور حمد و صلوة کے درمیان اس نکتہ پر تنبیہ ہے کہ اعمال میں عمدہ عمل تقویٰ ہے۔ قوله والصلوة - صلوة باب تفعیل کا اسم مصدر ہے یہ اصل میں صلوة تھا قال کے قاعدے سے واؤ، الف ت بدل گیا تو صلوة ہو گیا۔ فائدہ - اسکی کتابت میں قیاس یہ تھا کہ الف کے ساتھ (صلوة) لکھا جاتا جسے عصا، لیکن چونکہ تفخیم کے وقت اس الف واؤ کی طرف مائل ہو جاتا ہے اس لئے اس کے الف کو واؤ کے ساتھ لکھتے ہیں اور واؤ کے بغیر الف کے ساتھ بھی لکھتے ہیں بالخصوص جب اس کی اضافت خمیر کی طرف ہو جسے صلاحی۔ فائدہ - لفظ صلوة، درج ذیل معانی اربعہ میں مشترک لفظی یا مشترک معنوی ہے۔ رحمت، دعا، استغفار اور تسبیح۔ اور بوقت قرینہ کسی ایک معنی کیلئے ہوگا مثلاً اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگی تو معنی رحمت یعنی فضل و احسان ہونگے جیسے صلوة اللہ میں۔ جب اس کی نسبت مؤمنین کی طرف ہوگی تو معنی دعا، ہوں گے یعنی طلب رحمت اور جب ملائکہ کی طرف ہوگی، تو معنی استغفار ہونگے اور جب وحوش و طیور کی طرف ہوگی تو معنی تسبیح ہونگے۔ سوال - مشترک لفظی و معنوی کس کو کہتے ہیں؟ جواب - مشترک لفظی یہ ہے کہ ایک لفظ متعدد معانی کے لئے ابتداً الگ الگ وضع کیا گیا ہو جسے لفظ عین، آنکھ و سونا وغیرہ بہت سے معانی کے لئے موضوع ہے اور مشترک معنوی یہ ہے کہ لفظ ایک معنی کلی کے لئے وضع کیا گیا ہو جس کے بہت سے افراد ہوں جیسے لفظ انسان، دیوان ناطق کیلئے موضوع ہے جس کے بہت سے افراد ہیں۔ فائدہ - اگر یہ لفظ صلوة اس جگہ معانی اربعہ کے لئے الگ الگ موضوع ہے تو یہ مشترک لفظی ہوگا اور اگر معنی کلی یعنی افاضۃ الخیر کیلئے موضوع ہے جس کے معانی اربعہ افراد ہیں تو مشترک معنوی ہوگا۔ قوله علی رسولہ - رسول لغت میں بمعنی فرسل ہے یعنی بھیجا ہوا اور اصطلاح شرع میں رسول، وہ انسان ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف تبلیغ احکام کے لئے بھیجا ہوا اور اسکے پاس کتاب ہو یا نئی شریعت ہو۔ قوله محمد - لفظ محمد تمید سے ہے جس کے معنی ہیں وہ ذات جس کے فضائل محمود و شیر ہوں، کیونکہ باب تفعیل کا خاصہ تکثیر ہے، آپ کو اس نام کے ساتھ بالہام خداوندی موسوم کیا گیا یہ نام تمام ناموں کی اصل ہے جس طرح کہ اس نام کا سنی "خلم حدیث" "کُلُّ الْخَلَائِقِ مِنْ نُورِي" سارے عالم کی اصل ہے۔

وَالِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ

قولہ والہ: ال، اسم جمع ہے جس کے اصل میں دو قول ہیں، نمبر ۱- سیبویہ کے نزدیک ال کی اصل اہل ہے کیونکہ اس کی تصغیر اہیل ہے اور قاعدہ ہے کہ ہر شے کی تصغیر شے کو اس کی اصل کی طرف لوٹا دیتی ہے، اہل کی ہاء کو خلاف قیاس ہمزہ یا پھر امن کے قاعدہ سے ال ہوا۔ نمبر ۲- کسائی کے نزدیک اسکی اصل اول ہے قال کے قاعدہ سے واؤ کو الف یا تو ال ہوا، کسائی نے یہ دلیل دی ہے کہ میں نے ایک فصیح اعرابی کو یہ کہتے ہوئے سنا ”ال وَاوَيْلٌ، اَهْلٌ وَاَهْيَلٌ“ یعنی اس اعرابی نے ال کی تصغیر اوئیل اور اہل کی تصغیر اہیل ذکر کی جس سے معلوم ہوا کہ ال اور اہل مستقل دو لفظ ہیں۔

فائدہ: کسائی کا قول قیاساً بہتر معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس سے خلاف قیاس کوئی امر لازم نہیں آتا۔ فائدہ: ال اور اہل میں فرق (۱) ال، صرف ذوی العقول کی طرف مضاف ہوتا ہے اس لئے ”ال الْعِلْمِ يَالِ الْمِصْرِ“ نہیں کہتے اور اہل، ذوی العقول اور غیر ذوی العقول کو عام ہے۔ (۲) ال، کی اضافت ذوی العقول میں صرف مذکر کی طرف ہوتی ہے بخلاف اہل کے کہ وہ مذکر ہے۔ (۳) ال کی اضافت ذوی العقول مذکر میں اشراف کے ساتھ خاص ہے ال حَجَّامٍ نہیں کہتے۔ اور لفظ اہل عام ہے۔ سوال: آپ نے کہا کہ ال اسم جمع ہے تو کیا جمع اور اسم جمع میں کوئی فرق ہے؟ جواب: ہاں ان میں تین طریقوں سے فرق کیا گیا ہے (۱) اسم جمع وہ ہے جو دو سے زائد پر دلالت کرے اور جمع کے کسی وزن پر نہ ہو خواہ اس کا کوئی مفرد من لفظہ ہو یا نہ ہو۔ جبکہ جمع کیلئے اوزان جمع میں سے کسی وزن پر ہونا نیز اسکا مفرد پایا جانا ضروری ہے۔ (۲) اسم جمع کی تصغیر اسے کیلئے اس کو مفرد کی طرف لوٹانا ضروری نہیں بخلاف جمع کے کہ اسکو لوٹانا ضروری ہے۔ (۳) اسم جمع خلاف قیاس ہوتی ہے اور جمع قیاس کے مطابق ہوتی ہے۔ قولہ وَاَصْحَابِهٖ: مشہور نحوی سیبویہ نے صراحت کی ہے کہ اصحاب، صاحب کی جمع ہے جیسے اطہار، طاہر کی جمع ہے۔ صحابی وہ شخص ہے جس نے ایمان کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو اور ایمان ہی پر اسکا خاتمہ ہوا ہو۔ ال میں اگرچہ اصحاب بھی داخل ہیں کیونکہ ال ہر متقی پر ہیزگار کو شامل ہے لیکن چونکہ ال کا یہ معنی عوام میں غیر مشہور ہے اور رافضی صحابہ کرام کو سب کرتے ہیں اس لئے اہلسنت نے اطہارِ حق کیلئے ال کے بعد صحابہ کے ذکر کا التزام کیا ہے۔ قولہ اَجْمَعِيْنَ: یہ ال اور اصحاب کی تاکید ہے اور اس سے رافضیوں پر رد مقصود ہے جو بعض صحابہ کرام کو صلوة کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں اور خوارج پر بھی رد ہے جو ال سے دشمنی رکھتے ہیں اور ان پر صلوة نہیں بھیجتے۔ قولہ اَمَّا بَعْدُ: یہ لفظ علم بدیع میں فصل خطاب کے نام سے موسوم ہے مصنفین حمد و صلوة کے بعد مقصود کی طرف انتقال کرتے وقت یہ لفظ لاتے ہیں تاکہ کلام مقدم و موخر میں فصل احسن پیرایہ میں ظاہر ہو جائے۔ کلمہ بعد اصل میں ظرف مکان ہے جو بعد میں ظرف زمان کے لئے استعمال ہونے لگا۔

فہذا مختصر مضبوط فی النحو جمعت فیہ مہمات النحو علی ترتیب الکافیۃ مبوباً ومفصلاً

قوالہ فہذا :- ہذا کا مشارا یہ وہ مضامین مرتبہ ہیں جو مصنف کے ذہن میں حاضر و موجود ہیں خواہ خطبہ الحاقیہ ہو۔ ابتدائیہ یونکہ موجود یعنی جب کشف و ظہور میں محسوس کے مشابہ ہو تو موجود یعنی محسوس مان کر اس کی طرف بھی اسم اشارہ کے راجع اشارہ کرتے ہیں۔ چونکہ اس کتاب کے مضامین محسوس کی طرح ظاہر و منکشف ہیں اس لئے مصنف نے ان مضامین کو محسوس فرض کر کے ان کی طرف ہذا سے اشارہ کیا ہے اور طلبہ کو تسلی دی ہے کہ ہدایۃ النحو کے مسائل مشکل نہیں ہیں بلکہ محسوس کی طرح واضح ہیں۔ فائدہ :- بعض شروع میں جو یہ کہا گیا ہے کہ خطبہ الحاقیہ ہو تو مشارا یہ معانی ہونگے اور ابتدائیہ ہو تو الفاظ ہونگے درست نہیں۔ اس لئے کہ الفاظ و معانی کا وجود خارج میں نہیں ہے اور جو خارج میں موجود ہیں وہ نقوش ہیں۔

قوالہ مختصر مضبوط :- مختصر باب افتعال سے صیغہ اسم مفعول ہے۔ اصطلاح میں مختصر اس کو کہتے ہیں جسکی عبارت قلیل اور معانی شیر ہوں۔ مضبوط، بھی اسم مفعول کا صیغہ ہے بمعنی محفوظ اور مختصر کی صفت اول ہے اور فی النحو صفت ثانی اور موصوف، صفت سے ملکر مبتدا (ہذا) کی خبر ہے۔ قوالہ جمعت فیہ :- یہ جملہ بھی مختصر کی صفت ہے یعنی ایسی مختصہ کہ جسمیں میں نے نحو کے مقاصد جمع کئے ہیں "مہمات" مہمہ یا مہمۃ کی جمع ہے جو ہمت بمعنی قصدت سے مہمہ "اگرچہ بمعنی رنج بھی ہے لیکن پہلا معنی بہت مناسب ہے۔ قوالہ علی ترتیب الکافیۃ :- یہ "جمعت" کے متعلق ہے یا کائن مقدر کے متعلق ہو اور مختصرون چوتھی صفت ہے اور موصوف صفت کے درمیان فاصلہ اگر جنہوں کے ساتھ نہ ہو تو یہ سد جائز ہے، نیز "مشملة" کے متعلق ہے کہ مہمات سے حال بھی بنایا جاسکتا ہے اسی حال کون تلک المہمات شمسلة علی ترتیب الکافیۃ اور ثابتاً کے متعلق کر کے مفعول مطلق مقدر کی صفت بنانا بھی درست ہے اسی جمعت سے معانی ثابتاً علی ترتیب الکافیۃ۔ ترتیب لغت میں معنی ساختن شئی ہے یعنی کوئی چیز بنانا اور اصطلاح میں معنی وضع شئی فی مرتبہ (یعنی ہر چیز کو اسے مرتبہ میں رکھنا) مصنف فرماتے ہیں کہ میں نے اس مختصہ کی ترتیب کافیہ کے مطابق کی ہے جیسے کافیہ میں پہلے بحث اسم پھر بحث فعل اور آخر میں بحث حرف ہے یہی ترتیب اس مختصہ میں بھی ہے یعنی جو مسائل نحو اس مختصہ میں مذکور ہیں وہ کافیہ کی طرز پر ہیں۔ قوالہ مبوباً ومفصلاً :- یہ دونوں یا تو جمعت کی تفسیر سے حال ہیں اور بصیغہ اسم مطلق ہیں یعنی میں نے اس مختصہ میں مقاصد نحو جمع کیا اس حال میں کہ ان مقاصد کو باب باب اور فصل فصل کرنے والا ہوں یا نہ تفسیر مجرور سے حال ہیں اور بصیغہ اسم مفعول ہیں یعنی میں نے اس مختصہ میں نحو کے مقاصد کو جمع کیا اس حال میں کہ وہ مختصہ باب باب اور فصل فصل کی ہوئی ہے۔ فائدہ :- مصنف کے قول علی ترتیب الکافیۃ میں اگر کافیہ سے اس کی نفس عبارت اور جو مصنف کا قول مبوباً ومفصلاً بمنزلة استثناء کے ہوگا یعنی یہ مختصہ میں نے کافیہ کی ترتیب پر جمع کی ہے مگر یہ مبوب فصل ہے اور کافیہ میں ابواب و فصول قائم نہیں کئے گئے اور اگر کافیہ کے قواعد کلیہ مراد ہیں جو مبوب اور مفصل ہیں تو اس صورت میں ترتیب و تفصیل کا ذکر محض مدنی کے انکشاف کیلئے ہوگا۔ (تسہیل الحمایہ)

بِعْبَارَةٍ وَأَصْحَةٍ مَعَ إِرَادِ الْأَمْثَلَةِ فِي جَمِيعِ مَسَائِلِهَا مِنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ لِلْإِدْلَالِ

قوله بِعْبَارَةٍ وَأَصْحَةٍ :- "عبارت" لغت میں بمعنی خواب کی تعبیر بیان کرنا اور اصطلاح میں عبارت ان الفاظ کو کہتے ہیں جو معنی پر دلالت کرتے ہیں چونکہ یہ الفاظ دل میں پوشیدہ چیز کو ظاہر کرتے ہیں اس لئے انکو عبارت کہا جاتا ہے اور واضحہ کے لغوی معنی ظاہر کرنے والی۔ عبارت واضحہ، ایسی عبارت کا نام ہے جو اپنے معنی پر دلالت کرنے میں واضح ہو (ای غیر صغیبة) عبارت واضحہ سے مصنف نے اس وہم کا ازالہ کیا ہے کہ جب یہ مختصر کافیہ کی ترتیب پر جمع کی گئی ہے تو اس کی عبارت بھی کافیہ کی طرح مغلط اور غیر واضح ہوگی فقال بِعْبَارَةٍ وَأَصْحَةٍ۔ فائدہ :- بِعْبَارَةٍ وَأَصْحَةٍ کی ترکیب میں چند احتمال ہیں (۱) یہ جار مجرور جمعٹ کے متعلق ہو۔ (۲) کائین مقدر کے متعلق ہو کہ مختصر کی صفت بنے۔ (۳) فیہ کی ضمیر سے حال مترادف بنے۔ (۴) مُبَوَّبٌ وَ مُفْصَّلٌ (بصیغہ اسم مفعول) کی ضمیر سے حال متداخلہ بنے۔ سوال :- حال مترادف اور حال متداخلہ کی تعریف کریں؟ جواب :- ایک ذوالحال سے دوبارہ جو حال بنایا جائے اس کو حال مترادف کہتے ہیں جیسے هدایة النحو کی عبارت جمعٹ فیہ کی ضمیر مجرور سے مُبَوَّبًا وَ مُفْصَّلًا حال ہے اور اس کے بعد بِعْبَارَةٍ وَأَصْحَةٍ بھی ضمیر مجرور سے حال ہے تو یہ حال مترادف ہے اور حال متداخلہ وہ ہے جو پہلے حال کے معمول سے حال واقع ہو جیسے مُبَوَّبًا وَ مُفْصَّلًا، فیہ کی ضمیر مجرور سے حال ہے پھر مُبَوَّبٌ وَ مُفْصَّلٌ کی ضمیر سے بِعْبَارَةٍ وَأَصْحَةٍ حال واقع ہو رہا ہے تو یہ حال متداخلہ ہے۔ قوله مَعَ إِرَادِ الْأَمْثَلَةِ :- یہ ظرف مع مضاف الیہ واضحہ کے متعلق ہے یا کائینہ کے متعلق ہو کر عبارت کی صفت ہے۔ إِرَادِ، باب افعال کا مصدر ہے جو اپنے مفعول کی طرف مضاف ہے الأمثلة، مثال کی جمع ہے۔ مثال، بغرض انکشاف مسائل لائی جاتی ہے اور دلیل و برہان اثبات مدعی کے لئے لائی جاتی ہے۔ فائدہ :- مثال اور شاہد میں یہ فرق ہے کہ مثال اس کو کہتے ہیں جو قاعدہ کی وضاحت کے لئے لائی جائے اور شاہد اس کو کہتے ہیں جو قاعدہ کے اثبات کے لئے ذکر کیا جائے، پس مثال عام اور شاہد خاص ہے کہ شاہد قرآن حدیث یا عربی کے ماہر کے کلام سے لایا جاتا ہے جبکہ وضاحت اور مثال کے لئے یہ ضروری نہیں ہے۔ قوله فِی جَمِيعِ مَسَائِلِهَا :- کلمہ فی بمعنی لام ایراد کے متعلق ہے۔ مسائل جمع مَسْئَلَةٌ کی ہے لغت میں مسئلہ کے معنی ہیں سوال کی جگہ سوال کا وقت، یہاں مراد قواعد ہیں اور اصطلاح میں کسی امر کا اسناد کرنا اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) یا کسی مجتہد کی طرف۔ مسائلہا کی ضمیر کا مرجع، مہمات ہے یا مختصر، بتاویل رسالہ۔ اور تمام مسائل سے مراد اکثر وغالب مسائل ہیں لان للا کثیر حکم الكل۔ قوله مِنْ غَيْرِ تَعَرُّضٍ :- تَعَرُّضٌ باب تفاعل کا مصدر ہے بمعنی کسی چیز کے درپے ہونا، ادلہ دلیل کی جمع ہے کسی چیز کی دلیل وہ ہے جس سے وہ چیز پہچانی جائے، قیاس اس امر کا مقتضی ہے کہ مصنف ادلہ، جمع قلت کی جگہ دلالتاً بصیغہ جمع کثرت لاتے کہ مقام اسی کو چاہتا ہے لیکن صیغہ جمع کثرت و جمع قلت ایک دوسرے کی جگہ استعمال ہوتے ہیں اس لئے مصنف صیغہ جمع قلت لاتے جو بمعنی جمع کثرت ہے۔

وَالْعِلَلُ لِئَلَّا يُشَوِّشَ ذَهْنَ الْمُبْتَدِي عَنْ فَهْمِ الْمَسَائِلِ وَسَمِّيَتْهُ بِهَدَايَةِ النَّحْوِ
جَاءَ أَنْ يُهْدِيَ اللَّهُ تَعَالَى بِهِ الطَّالِبِينَ وَرَتَّبَتْهُ عَلَى مُقَدِّمَةِ وَثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ وَخَاتِمَةٍ

قولہ والعلة :- یہ علة کی جمع ہے جیسے ہمہ، ہمۃ کی جمع ہے، اصطلاح میں علت اس کو کہتے ہیں جس پر جو معمول موقوف ہو، دلیل اور علت علمائے عربیت کے نزدیک مترادف ہیں اور مصنف کا یہ قول بھی اغلب پر محمول ہے۔
رنہ بعض مواضع میں ملل کا بیان کیا گیا ہے۔ قولہ لئلا يشوش :- لئلا، اصل میں لان لائھا، نون کو لام کر کے اس میں او نام کیا اور ہمزہ مستقیمہ کو ہمزہ منحنیہ سے بدل دیا تو لئلا ہوا یہ جار مجرور جمعۃ کے متعلق ہے اور من غیر تعرض علی علت ہے۔ يشوش، صیغہ مضارع ہے تشویش، بمعنی پریشان کرنا سے یہ معلوم بھی پڑھا جاسکتا ہے اس صورت میں اس کا فاعل ضمیر مستتر ہوگی اور ذہن المبتدی بنا بر مفعول منصوب ہوگا اور معنی ہونگے تاکہ یہ تعرض مبتدی کے ذہن کو پریشان نہ کرے۔ اور مجہول بھی پڑھا جاسکتا ہے اس صورت میں ذہن المبتدی نائب فاعل ہوگا اور معنی ہونگے تاکہ مبتدی کا ذہن پریشان نہ کیا جائے۔ مبتدی، لغت میں بمعنی آغاز کنندہ ہے اور اصطلاح میں مبتدی وہ ہے جس نے کسی چیز کے اول جز کو شروع کیا ہو اور باقی اجزاء کے حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ قولہ عن فهم المسائل :- مسائل، مسئلۃ کی جمع ہے اور اس میں لام عہد کا ہے جس سے اس مختصر کے مسائل مراد ہیں یا لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور مل عبارت ہے عن مسائل المختصر یعنی میں نے دلائل و ملل ترک کر کے صرف بیان مسائل پر اکتفا کیا ہے تاکہ بیان مسائل کے بعد دلائل و ملل کا بیان مبتدی اکتسابی کے ذہن کو پریشان نہ کرے۔ قولہ وسميته بهداية النحو :-
ر میں نے اس مختصر کا نام ہدایۃ النحو رکھا۔ باب سَمِي يُسْمِي، بنفسه دو مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے اس لئے ہدایۃ کی باء، زائدہ خلاف قیاس ہے اس لئے کہ باء قیاسا استفہام بھل اور لیس اور نفی بما کی خبر میں زائد ہوتی ہے اور ہاں ان تین میں سے کوئی صورت نہیں ہے۔ کلمۃ ہدایۃ کی اضافت میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ یہ از قبیل اضافت مصدر الی المفعول فیہ ہو اور فاعل و مفعول بہ دونوں مقدر ہوں اور تقدیر عبارت اس طرح ہو بہدایتہ المبتدی فی النحو،
دوم یہ کہ یہ از قبیل اضافت مصدر الی المفعول بہ ہو اور فاعل محذوف ہو۔ قولہ رجاء :- یہ را کی فتح اور آخر میں ہمزہ کے ساتھ بمعنی امید رکھنا ہے یہ مصدر تاویل کی طرف مضاف ہے اور فاعل اس کا محذوف ہے رجائی ہدایۃ اللہ اور کتب میں سَمِيَتْهُ کا مفعول لہ ہے یعنی میں نے اس کتاب کا نام ہدایۃ النحو اس امید پر رکھا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ طلبہ کی رہنمائی فرمائے گا۔ قولہ ورتبته :- اور میں نے اس مختصر کو ایک مقدمہ اور تین اقسام پر مرتب کیا۔ رتبت، ترتیب سے ہے ترتیب کے لغوی معنی ہیں برشتی کو اس کے مرتبہ میں رکھنا اور اصلاح میں یہ کہ چند اشیاء کو اس طرح سے رکھنا کہ ان پر ایک نام بولا جائے۔ فائدہ :- بعض نسخوں میں خاتمہ کا بھی ذکر ہے یعنی کتاب کو ایک مقدمہ اور تین اقسام اور خاتمہ پر مرتب کیا ہے، صاحب الہامیۃ کہتے ہیں کہ یہ نسخ کی غلطی ہے کتاب میں خاتمہ کا کوئی وجود نہیں۔

بِتَوْفِيقِ الْمَلِكِ الْعَزِيزِ الْعَلَامِ أَمَّا الْمُقَدِّمَةُ فَفِي الْمَبَادِي الَّتِي يَجِبُ تَقْدِيمُهَا لِتَوْقُفِ الْمَسَائِلِ عَلَيْهَا وَفِيهَا فُصُولٌ ثَلَاثَةٌ فَفصل النُّحُو عِلْمٌ

قولہ بتوفیق الملک العزیز :- یہ جار مجرور جمع تیار تبت کے متعلق ہے۔ توفیق، کے لغوی معنی ہیں کسی کے کام میں معاونت کرنا، اور اصطلاح میں بندہ کے نیک مقصود کے مطابق اسباب پیدا کر دینا توفیق کہلاتا ہے (الهامیہ) فائدہ :- الملک، بمعنی بادشاہ۔ العزیز، بمعنی غالب۔ العلام، بمعنی بہت جاننے والا۔ مصنف نے ان تینوں اسماء کو اس لئے ذکر کیا کہ یہ بڑی صفات الہی پر دلالت کرتے ہیں پھر صرف تین کا ذکر اس لئے کیا کہ اللہ وتر یحب الوتر۔ ایک اور پانچ بھی اتر چہ وتر ہیں لیکن مصنف نے خیر الامور اوسطها پر عمل کیا ہے۔ قولہ المقدمہ :- مقدمہ کا اطلاق معانی کثیرہ پر آیت :- (۱) مقدمۃ الجیش یعنی جماعۃ متقدمۃ علی الجیش۔ (۲) جزید لیل پر جیسے صغریٰ یا کبریٰ۔ (۳) جس پر دلیل کی صحت موقوف ہو۔ (۴) مقدمۃ العلم، یعنی وہ معانی جن پر علم کا شروع کرنا موقوف ہو جیسے علم کی تعریف، غرض، موضوع وغیرہ۔ (۵) مقدمۃ الكتاب، یعنی وہ مجموعہ کلام جو مقصود سے پہلے لایا جائے جس کے ساتھ مقصود کا ارتباط ہو اور انتظام کی وابستگی ہو اور اس جگہ یہی مراد ہے۔ قولہ وفيها فصول :- فصول کی جمع ہے جس کے لغوی معنی ہیں کاٹنا، جدا کرنا اور اصطلاح میں دو حصوں کے درمیان حاجز اور فاصل کو فصل کہتے ہیں۔ قولہ ثلاثۃ :- یہ فصول کی صفت ہے اور ان میں معنوی مطابقت پائی جاتی ہے اور وہ اس طرح کہ ثلاثۃ باعتبار معنی جمع ہے تو مطابقت معنوی، مطابقت لفظی کے قائم مقام کر دی گئی۔ قولہ فصل النحو :- لفظ فصل کو اگر غیر مرکب مانیں تو یہ معنی علی السکون ہوگا اور اگر مرکب مانیں تو یہ مبتدا محذوف کی خبر ہے گا ای ہذا فصل، مصنف نے اس فصل میں امور اربعہ میں سے تین کو بیان کیا ہے جن کا جاننا شارع فی العلم کے لئے ضروری ہے یعنی تعریف، غرض اور موضوع اور برائے اختصار واضح نحو کا ذکر نہیں کیا جو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ نو کے لغوی معنی سات ہیں۔

بذات معنی درمیان نحو ای جانم بگو قصد، مقدار و قبیلہ، صرف، مثل، شبہ سو

اور یہ تمام معانی اس رباعی میں آگئے ہیں۔

نحونا نحو نحوک یا حبیبی	نحونا نحو الف من رقیبی
وجدناہم مریضا نحو قلبی	تمنوا منک نحو من زبیبی

اور نحو کے اصطلاحی معنی ہیں، علم بأصول الخ۔ سوال :- علم کے لغوی معنی ہیں دانستن (جاننا) اور اصطلاحی معنی ہیں حصول صورۃ الشینی فی العقل، کسی شئی کی صورت کا عقل میں آنا جو امر ذہنی ہے اور نحو قواعد ملفوظہ مکتوبہ کا نام ہے لہذا نحو پر علم کا اطلاق صحیح نہیں؟ جواب :- اصطلاح میں علم کا اطلاق درج ذیل معانی پر ہوتا ہے۔ (۱) حصول صورۃ الشینی فی العقل۔ (۲) قواعد ملفوظہ مکتوبہ۔ (۳) قواعد منقولہ از مجتہدین اور اس جگہ علم دوسرے یا تیسرے معنی میں ہے۔

بِأَصُولٍ يُعْرِفُ بِهَا أَحْوَالَ أَوَاخِرِ الْكَلِمِ الثَّلَاثِ مِنْ حَيْثُ الْإِعْرَابِ
وَالْبِنَاءِ وَكَيْفِيَّةِ تَرْكِيْبِ بَعْضِهَا مَعَ بَعْضٍ وَالْغَرَضُ مِنْهُ صِيَانَةُ الذِّهْنِ
عَنِ الْخَطَاةِ اللَّفْظِيَّةِ فِي كَلَامِ الْعَرَبِ وَمَوْضُوعَةُ الْكَلِمَةِ وَالْكَلامُ

قولہ باصول :- اصول، اصل کی جمع ہے اور لفظ اصل متعدد معانی پر بولا جاتا ہے (۱) مابینتی علیہ غیراً۔
وہ چیز جس پر غیر قائم ہو۔ (۲) راجح، يقال الاصل في الكلام الحقيقة۔ (۳) دلیل، يقال الاصل في هذه
السلسلة قوله عليه السلام۔ اور اصطلاح میں اصل اس قاعدہ کلیہ کو کہتے ہیں جو اپنے تمام جزئیات پر منطبق ہو۔
فائدہ :- قاعدہ، قانون، ضابطہ اور اصل تمام ہم معنی الفاظ ہیں۔ قولہ والغرض :- غرض، اسکو کہتے ہیں جس کے سبب
فاعل سے فعل کا صدور ہو اور غایت، وہ ہے جو فعل کے صدور پر مرتب ہو۔ ان میں اتحاد ذاتی اور اتنی یا اعتباری ہے۔ مثلاً
ذہن لفظ منطقی سے پہچانا اس اعتبار سے کہ علم نحو کی تحصیل پر مرتب ہے غایت ہے اور اس اعتبار سے کہ یہ علم نحو کی تحصیل کا
بہت ہے غرض ہے اور علم نحو کی غرض ذہن کو کلام عرب میں خطا لفظی سے پہچانا ہے کیونکہ فکری منطقی سے پہچانا علم منطقی
کا کام ہے اور معنوی منطقی سے پہچانا علم معانی کا کام ہے۔ سوال :- منطقی تلفظ میں ہوتی ہے جو زبان کا فعل ہے ہذا علم نحو
غرض صیانة اللسان ہونی چاہیے نہ صيانة الذهن۔ جواب :- منطقی اصل میں ذہن سے ہوتی ہے کہ وہی درحقیقت
تلفظ کرنے والے زبان تو محض مبین و مفسر ہوتی ہے۔ اصل عبارت اس طرح ہے صيانة فمیں الذهن الخ یا
صيانة الة الذهن وهو اللسان۔ قولہ و موضوعہ :- کسی علم کا موضوع وہ ہوتا ہے جس کے عوارض ذاتیہ سے اس
علم میں بحث کی جائے۔ نحو کا موضوع کیا چیز ہے اس میں چار قول ہیں (۱) اللفظ الموضوع، یعنی بامعنی لفظ، علم نحو کا
موضوع ہے اور یہی مختار ہے۔ (۲) علم نحو کا موضوع کلمہ اور کلام ہے اور مرکب غیر مفید بوجہ عدم افادہ، کلمہ میں داخل ہے یا
بوجہ ترکیب کلام میں داخل ہے۔ سوال :- دو موضوع تعدد علم پر دلالت کرتے ہیں لہذا دو چیزوں کو نحو کا موضوع قرار دینا
صحیح نہیں کہ علم نحو ایک ہے۔ جواب :- متعدد دلالت میں ہیں۔ اول لفظ و معنی دونوں لحاظ سے متعدد ہوجیسے ما قبل اور باع۔
دوم صرف لفظ سے اعتبار سے جیسے قاعدہ اور جاس اور کلمہ و کلام سے صرف لفظ سے اعتبار سے متعدد ہیں معنی دونوں کا ایک ہے
یعنی اللفظ الموضوع۔ جواب نمبر ۲ :- موضوع کا تعدد علم کے تعدد پر اس وقت دلالت کرتا ہے جب ان کے درمیان
کوئی امر مشترک نہ ہو اور یہاں متعدد یعنی کلمہ اور کلام کے درمیان امر مشترک (اللفظ الموضوع) موجود ہے لہذا یہ
تعدد موضوع، تعدد علم کو مستلزم نہیں ہے جس طرح کہ علم اصول فقہ کے موضوع قرآن، حدیث، اجماع اور قیاس میں
امر مشترک موجود ہے یعنی احکام دین کا اثبات لہذا یہ تعدد موضوع، علم کے تعدد کو مستلزم نہیں۔ علم اصول فقہ ایک علم ہے۔
(۳) نحو کا موضوع کلمہ ہے کیونکہ علم نحو میں کلمہ کی بحث بالذات ہوتی ہے اور کلام کی بحث بالتبع ہوتی ہے۔ (۴) نحو کا موضوع
کلام ہے کیونکہ علم نحو میں کلام کے احوال بالذات بیان کئے جاتے ہیں اور کلمہ کے احوال بالتبع۔

فصل الکلمة لفظ وضع لمعنى

سوال :- مصنف نے کلمہ کو کلام پر کیوں مقدم کیا ہے؟ جواب :- اس لئے کہ افراد کلمہ، افراد کلام کے جز ہوتے ہیں اور مفہوم کلمہ مفہوم کلام کا جز ہوتا ہے اور جز، فہم میں کل پر مقدم ہوتا ہے تو مصنف نے ذکر میں بھی جزء (کلمہ) کو مقدم کر دیا تاکہ کلمہ کا ذکر اس کی طبع کے موافق ہو جائے۔ فائدہ :- لفظ الکلمة کے تین جز ہیں اول الف لام، دوم کلم، سوم تاء۔ اس کا الف لام جنس کے لئے ہے اور کلم اسم جنس ہے۔ اسم جنس وہ ہوتا ہے جو واحد اور کثیر سب کے لئے وضع کیا گیا ہو جیسے تمر۔ اور تاء، وحدت کی ہے کیونکہ اسم جنس ذی عقل نہ ہو تو وحدت پر دلالت کے لئے اس کے آخر میں تاء بڑھا دیتے ہیں جیسے تمرة۔ سوال :- الکلمة میں الف لام جنسی اور تاء وحدت ماننا درست نہیں کیونکہ جنس اور وحدت کے درمیان منافات ہے۔ جواب نمبر ۱ :- تاء اس جگہ وحدت کے معنی سے خالی ہے اور صرف تانیث کے لئے ہے۔ جواب نمبر ۲ :- وحدت کی چار قسمیں ہیں (۱) وحدت جنسی (۲) وحدت نوعی (۳) وحدت صنفی (۴) وحدت شخصی۔ وحدت کی آخری قسم یعنی وحدت شخصی اور جنس کے درمیان منافات ہے اور یہاں تاء وحدت شخصی کے لئے نہیں کہ منافات لازم آئے۔ فائدہ :- تاء چند معنی کے واسطے آتی ہے۔ (۱) وحدت جیسے الکلمة میں۔ (۲) تانیث جیسے قائمة۔ (۳) تذکیر جیسے ثلاثة۔ (۴) عوض جیسے علة جو اصل میں وعد تھا اول سے واو حذف کر کے اس کے عوض آخر میں تاء لائی گئی۔ (۵) نقل جیسے کافية۔ (۶) مصدریہ جیسے فاعلیۃ۔ (۷) مبالغہ جیسے علامة۔ قولہ لفظ :- لفظ، لغت میں بمعنی رسمی ہے یعنی پھیلنا اصطلاح میں مایلفظ بہ الانسان یعنی جس کے ساتھ انسان تکلم کر سکے۔ فائدہ :- کلمہ کی تعریف میں لفظ کا معنی اصطلاحی مراد ہے اور اسی معنی کے اعتبار سے کلمہ پر اس کا حمل ہے۔ سوال :- مبتدا اور خبر کے درمیان تذکیر و تانیث میں مطابقت واجب ہے لہذا مصنف کو الکلمة لفظہ ”ة“ کے ساتھ لکھنا چاہیے تھا؟ جواب :- یہاں خبر مشتق نہیں اس لئے مطابقت واجب نہیں۔ قولہ وضع :- یہ وضع مصدر بمعنی رکھنا سے صیغہ ماضی مجہول ہے۔ اصطلاح میں وضع کے معنی ہیں ایک چیز کو دوسری کے ساتھ اس طرح خاص کر دینا کہ جب شئی اول کا اطلاق یا احساس کیا جائے تو شئی ثانی سمجھ میں آجائے۔ پہلی شئی کو موضوع اور دوسری کو موضوع لہ کہتے ہیں۔ قولہ لمعنى :- لفظ معنی، لغت میں بمعنی مراد مقصود ہے اور اصطلاح میں مايقصد من اللفظ کو معنی کہتے ہیں اور یہ قول بواسطہ لام وضع کا مفعول بدہ ہے۔ فائدہ :- معنی، مفہوم، مدلول اور مستمی، متحد بالذات ہیں کہ تمام ما حصل فی الذہن سے عبارت ہیں اور مختلف بالاعتبار ہیں۔ معنی، وہ ہے جو لفظ سے مستفاد ہو اس اعتبار سے کہ لفظ سے مراد لیا گیا ہے۔ مفہوم، وہ ہے جو لفظ سے مستفاد ہو اس اعتبار سے کہ لفظ سے سمجھا گیا ہے۔ مدلول، وہ ہے جو لفظ سے مستفاد ہو اس اعتبار سے کہ لفظ اس پر دلالت کرتا ہے۔ مستمی، وہ ہے جو لفظ سے مستفاد ہو اس اعتبار سے کہ لفظ اس کے لئے وضع کیا گیا ہے۔

مُفْرَدٌ وَهِيَ مُنْحَصِرَةٌ فِي ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ اسْمٌ وَفِعْلٌ وَحَرْفٌ لِأَنَّهَا إِمَّا أَنْ لَا تَدُلَّ عَلَى مَعْنَى فِي نَفْسِهَا وَهُوَ الْحَرْفُ أَوْ تَدُلَّ عَلَى مَعْنَى فِي نَفْسِهَا وَيَقْتَرِنُ مَعْنَاهَا بِأَحَدِ الْأَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ وَهُوَ الْفِعْلُ أَوْ تَدُلَّ عَلَى مَعْنَى فِي نَفْسِهَا وَلَمْ يَقْتَرِنُ مَعْنَاهَا بِهِ وَهُوَ الْاسْمُ

قوله مفرد :- لفظ مفرد یا تو معنی کی صفت کی بنا پر مجرور ہے یا لفظ کی صفت کی بنا پر مرفوع ہے یا حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے اور یہ وضع کی ضمیر مستتہ یا معنی سے حال ہے اس لئے کہ معنی بواسطہ لام وضع کا مفعول ہے۔ سوال :- مفرد کو معنی سے حال ماننا غلط ہے اس لئے کہ ذوالحال جب نکرہ ہو تو حال کی تقدیم واجب ہوتی ہے یہاں ذوالحال نکرہ ہے لیکن حال اس پر مقدم نہیں ہے؟ جواب :- حال کی تقدیم اس وقت واجب ہے جب ذوالحال نکرہ ہو اور مجرور نہ ہو یہاں ذوالحال مجرور ہے اس لئے حال کی تقدیم واجب نہیں۔ فائدہ :- حال، ذوالحال کا تابع ہوتا ہے اس لئے جہاں ذوالحال کی تقدیم ممنوع ہو تو وہاں حال کی تقدیم بھی ممنوع ہوتی ہے اور لمعنی میں مجرور کی تقدیم جار پر ممنوع ہے اس لئے مفرد کی تقدیم بھی حرف جار پر ممنوع ہے۔ قولہ وہی منحصرہ :- ہی ضمیر مرفوع کا مرجع لفظ کلمہ ہے اور تقسیم مفہوم کلمہ کی ہے یعنی کلمہ اپنے مفہوم کے اعتبار سے تین قسموں میں منحصر ہے۔ قولہ اسم و فعل و حرف :- اس عبارت میں اعراب کی اقسام ثلاثہ یعنی رفع، نصب اور جر کا احتمال ہے۔ رفع مبتداء، محذوف کی خبر کی بنا پر انی اخذھا و ثانیھا و ثالثھا اور نصب اغنی مقدر کا مفعول ہونے کی بنا پر اور جر بنا بر بدل از اقسام اور یہی اولی ہے کیونکہ حذف خلاف اصل ہے۔ قولہ لانہا :- یہ جار مجرور منحصرہ کے متعلق ہے اور کلمہ کے اقسام ثلاثہ میں منحصر ہونے کی دلیل ہے یعنی اگر کلمہ اپنے معنی پر بذات خود دلالت نہیں کریگا تو وہ حرف ہے۔ فائدہ :- مصنف کا قول ان لا تدل، اسم تاویلی مبتداء ہے اور من صفتھا اس کی خبر محذوف ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے لانہا اما من صفتھا ان لا تدل الخ، پھر یہ حمد حرف مشبہ بالفعل کی خبر ہے یا ان کے اسم سے پہلے مضاف مقدر ہے یعنی لان حالہا اما ان لا تدل، اور حال کلمہ وصف ہے لہذا یہ وصف کا حمل وصف پر ہے۔ فائدہ :- اما ان تدل میں کلمہ، اما تردید یہ ہے جو او سے قبل جواز اور اما عاطفہ سے قبل وجوب الایا جاتا ہے۔ سوال :- اقسام ثلاثہ کی تعریف سے پہلے مصنف نے دلیل حصر کیوں بیان کی ہے جبکہ تعریف کی تقدیم واجب ہے؟ جواب :- تعریف کی تقدیم اس وقت واجب ہے جب وجہ حصر تعریف کو متضمن نہ ہو اور اس جگہ وجہ حصر تعریف کو متضمن ہے۔ قولہ وهو الحرف :- لفظ الکلمۃ بقرینہ تقسیم بتاویل القسم ہے اور یہی القسم، هو ضمیر کا مرجع ہے یعنی قسم اول حرف ہے۔ فائدہ :- چونکہ حرف لغت میں بمعنی طرف ہے اس لئے مصنف نے تقسیم کلمہ میں حرف کے مرتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو طرف آخر میں ذکر کیا ہے کہ اس کا مرتبہ اسم و فعل سے کم ہے اور دلیل حصر میں حرف کے معنی کا لحاظ کرتے ہوئے اس کو طرف اول میں ذکر کیا ہے کیونکہ حرف کا معنی عدی ہے اور کائنات میں عدم وجود پر مقدم ہے۔ قولہ وهو الفعل :- اور وہ قسم ثانی فعل ہے یہاں فعل کو بنا بر شرافت اسم پر مقدم کیا گیا ہے کیونکہ فعل کی تعریف وجودی ہے اور وجود، عدم سے اشرف ہے۔

فَحَدُّ الْإِسْمِ كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلَى مَعْنَى فِي نَفْسِهَا غَيْرِ مُقْتَرِنٍ بِأَحَدِ الْأَزْمِنَةِ الثَّلَاثَةِ
أَعْنَى الْمَاضِي وَالْحَالِ وَالْأَسْتِقْبَالِ كَرَجُلٍ وَعِلْمٍ وَعَلَامَتُهُ صِحَّةُ الْإِخْبَارِ
عَنْهُ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَالْإِضَافَةُ نَحْوُ غُلَامٌ زَيْدٌ وَدُخُولُ لَامِ التَّعْرِيفِ كَالرَّجُلِ

قوله فحدُّ الاسم: یہ عبارت شرط محذوف کی جزا ہے، تقدیر عبارت اس طرح ہے اِذَا بَيَّنَّا دَلِيلَ الْخَصْرِ فَحَدُّ الْإِسْمِ
الْح، فحدُّ الاسم مبتدا ہے اور کلمة اس کی خبر ہے چونکہ مبتدا مصدر ہے اس لئے خبر کو مؤنث لانا درست ہے۔ فائدہ: حد کے
معنی میں روکنا چونکہ تعریف دخول غیر سے مانع ہوتی ہے اس لئے اس کو حد کہتے ہیں اور یہاں حد سے مراد جامع و مانع تعریف ہے۔ قوله
غیر مقترن: کلمہ غیر اضافت کے باوجود مکرمہ ہے اس لئے یا تو معنی کی صفت کی بنا پر مجرور ہے یا معنی سے حال ہے یا مبتدا کی خبر ہے
اور عدم اقتران سے مراد عدم اقتران بحسب الوضع ہے لہذا ان اسماء سے اعتراض نہیں ہو سکے گا جو استعمال میں مقترن بالزمان ہوتے ہیں۔
فائدہ: ابن النجاشی کہتے ہیں کہ ازمنہ ثلاثہ پر دلیل یہ ارشاد ہے مَا بَيْنَ أَيْدِينَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذَلِكَ۔ قوله كَرَجُلٍ وَعِلْمٍ: یہ
مبتدا محذوف کی خبر ہے اسی ہو کر جُل وَعِلْمٍ، پہلی اسم جامد کی مثال ہے اور دوسری اسم مصدر کی۔ قوله وَعَلَامَتُهُ: مصنف نے اسم
کی علامتیں اگرچہ بہت سی ذکر کی ہیں لیکن صیغہ مفرد لائے ہیں اس لئے کہ لفظ علامت جنس ہونے کی وجہ سے اپنے تمام انواع و اقسام کو
شامل ہے نیز مصنف نے جو علامتیں ذکر کی ہیں اسم کی صرف یہ علامتیں نہیں بلکہ اور بھی ہیں، صاحب الہامیہ نے کل بتیس علامتیں ذکر کی
ہیں۔ قوله اَنْ يَصِحَّ: اسم کی علامت یہ ہے کہ اس سے خبر دینا درست ہو یعنی اس میں یہ صلاحیت ہو کہ محکوم علیہ بن سکے چونکہ محکوم علیہ وہ
کلمہ ہوتا ہے کہ جس کے معنی مطابقی مستقل ہوں اور فعل و حرف کے معنی مطابقی مستقل نہیں ہیں اس لئے محکوم علیہ ہونا اسم کا خاصہ ہے نیز فعل
کی وضع اس لئے ہے کہ وہ ہمیشہ مسند ہو اور حرف کی وضع اس لئے کہ وہ نہ مسند الیہ ہو اور نہ مسند ہو تو مسند الیہ ہونا اسم کے ساتھ مخصوص ہو گیا۔
قوله وَالْإِضَافَةُ: اور اسم کی علامت مضاف ہونا ہے یہاں اضافت سے مراد اضافت بتقدیر حرف جر ہے غالباً مصنف نے تقدیر حرف
جر کی قید اس لئے ذکر نہیں کی کہ مطلق اضافت بولیں تو یہی اضافت بتقدیر حرف جر مراد ہوتی ہے ورنہ حرف جر ملفوظ کے ساتھ فعل بھی
مضاف ہوتا ہے جیسا کہ مرزٹ بزید میں فعل (مَرُوثٌ) زید کی طرف مضاف ہے۔ فائدہ: اضافت کے لوازم یعنی تعریف، تخصیص
اور تخفیف اسم کے ساتھ ہیں اس لئے اضافت بھی اسم کے ساتھ خاص ہے یا اس لئے کہ اضافت تنوین اور قائم مقام تنوین کو گرا دیتی ہے اور
یہ دونوں اسم میں ہوتے ہیں۔ قوله دُخُولُ لَامِ التَّعْرِيفِ: چونکہ یہ لام رفع ابہام کے لئے آتا ہے اور ابہام صرف اسم میں ہوتا ہے
اس لئے یہ لام اسم کے ساتھ مختص ہے۔ فائدہ: حرف تعریف کے متعلق تین قول ہیں جو درج ذیل رباعی میں مذکور ہیں۔

حرف تعریف ال نزد خلیل دو میں نزد سیبویہ جلیل

اولیں مذہب مبروداں پس تو خیر الامور اوسط داں

یعنی خلیل نحوی کے نزدیک حرف تعریف الف اور لام ہے وہ کہتا ہے کہ اَنْ هَلْ کی مثل ہے یعنی جس طرح حرف
استفہام هَلْ ہے ویسے ہی حرف تعریف ال ہے اور سیبویہ کے نزدیک حرف تعریف صرف لام ہے اسی کو مصنف نے اختیار
کیا ہے جو خیر الامور ہے اور مبرود کے نزدیک صرف ہمزہ مفتوحہ حرف تعریف ہے اور اس کے ساتھ لام اس لئے لازم کر دیا گیا
کہ ہمزہ تعریف اور ہمزہ استفہام میں فرق ہو جائے۔

وَالْجُرَّوَالْتَّنْوِينَ نَحْوُ بَرِيدٍ وَالتَّنْبِيْئَةِ وَالْجَمْعِ وَالنُّعْتِ وَالتَّصْغِيرِ وَالنِّدَاءِ فَإِنَّ كُلَّ هَذِهِ خَوَاصُّ الْأَسْمِ

قوله والجرجر: چونکہ جر (کسرہ) حرف جار کا اثر ہے اور حرف جار صرف اسم پر داخل ہوتا ہے اس لئے اس کا اثر بھی اسم کے ساتھ مختص کر دیا گیا ہے اور الجرجر مصنف کے قول لام التصغیر پر معطوف ہے یعنی اسم کی علامت جرجر کا داخل ہونا ہے۔ فائدہ: لوق کا معنی ہے کسی شئی کا آخر میں آنا اور کبھی بمعنی دخول بھی آتا ہے جیسے اسماء اشارات کی بحث میں ہے ویکلفها حرف التنبیہ، حالانکہ حرف تنبیہ اول میں آتا ہے اور دخول عام ہے اول میں ذکر کرنے یا آخر میں ذکر کرنے کو، لہذا مصنف کے قول الجرجر کا عطف اللام پر درست ہے کہ دخول عام ہے۔ قوله والتنوين: تنوین لغت میں بمعنی نون دینا اور اصطلاح میں تنوین، وہ نون ساکن ہے جو تاکید کیلئے نہ ہو اور کلمہ کے آخر کی حرکت کے تابع ہو۔ تنوین کی پانچ اقسام ہیں۔

زتنوین، تنکیر باشد غرض ترنم، تملن، تقابل، عوض

تنوین ترنم کے علاوہ باقی چاروں قسمیں اسم کے ساتھ خاص ہیں اس لئے کہ ان کے محل اسم ہی ہوتے ہیں مثلاً تنوین تملن کا محل اسم منصرف ہے اور تنکیر کا محل اسم نکرہ ہے اور تنوین عوض کا محل اسم مضاف اور تنوین مقابلہ کا محل جمع مؤنث سالم ہے اور اس لئے بھی کہ تنوین علامت انفصال ہے جبکہ فعل اپنے فاعل کے ساتھ اتصال کا خواہاں ہے اگر یہ فعل کی علامت ہو تو اجتماع متنافسین لازم آئے گا جو کہ صحیح نہیں۔ قوله والتشبيہ والجمع: اور تشبیہ و جمع ہونا بھی اسم کی علامت ہے اس لئے کہ یہ دونوں تعدد پر دلالت کرتے ہیں اور تعدد اسم میں ہوتا ہے اور فعل کو تشبیہ و جمع مجازاً کہا جاتا ہے، حقیقتہ فاعل تشبیہ یا جمع ہوتا ہے کیونکہ فعل ماہیت پر دلالت ہے جو قلت و کثرت سے خالی ہوتی ہے۔ فائدہ: فاضل مدقق فرماتے ہیں کہ فعل کے ساتھ ضمیر متصل برائے تشبیہ و جمع ہوتی ہے اگر فعل بھی تشبیہ و جمع ہو تو کلمہ واحدہ میں دو علامت تشبیہ و جمع پائی جائیگی اور یہ ممنوع ہے۔ قوله والنعت: نحو میر وغیرہ کتب نحو میں موصوف ہونا اسم کی علامت و خاصہ ذکر کیا گیا ہے نہ صفت ہونا اس لئے کہ صفت فعل بھی ہوتی ہے جیسے جاء نبي رجل يضرب في يضرب صفت ہے، مصنف نے صفت ہونا اسم کا خاصہ قرار دیا ہے لہذا جاء نبي رجل يضرب، مصنف کے نزدیک بتاویل جاء نبي رجل ضارب ہے۔ قوله والتصغير: تصغیر اس لئے اسم کی علامت ہے کہ زیادہ تر یہ قلت و حقارت پر دلالت کرتی ہے اور معنی فعل و حرف قلت و حقارت کو قبول نہیں کرتا۔ قوله والنداء: اور اسم کی علامت منادی ہے کیونکہ ندا اسم کو کی جاتی ہے اور ارشاد باری تعالیٰ يَا لَيْتِنَا نُرَدُّ مِنْ مَنَادِي مَقْدَرٍ هِيَ أَيْ يَا قَوْمَنَا لَيْتِنَا نُرَدُّ، یا کلمہ یا اس میں برائے تشبیہ ہے۔ قوله فَإِنَّ كُلَّ هَذِهِ: یہ شرط محذوف کی جزا ہے چونکہ مصنف نے اشیاء معدودہ بالا کو اسم کی علامت قرار دیا ہے اور کسی چیز کی علامت اس سے جدا نہیں ہوتی جبکہ بہت سے اسماء ایسے ہیں کہ مذکورہ بالا علامتوں میں سے کچھ ان میں نہیں پائی جاتیں مثلاً ضمائر اور اسماء اشارات پر تنوین نہیں آتی لہذا ان کو علامت قرار دینا درست نہ ہو۔ مصنف نے فرمایا علامت بمعنی خاصہ ہے اور کسی شئی کا خاصہ وہ ہوتا ہے جو اس چیز کے غیر میں نہ پایا جائے خواہ اس شئی کے تمام افراد میں پایا جائے یا بعض میں اور تنوین اسم کے بعض افراد میں پائی جاتی ہے۔

وَمَعْنَى الْإِخْبَارِ عَنْهُ أَنْ يَكُونَ مَحْكُومًا عَلَيْهِ لِكَوْنِهِ فَاعِلًا أَوْ مَفْعُولًا أَوْ مُبْتَدَأً، وَيُسَمَّى اسْمًا لِسُمُوهِ عَلَى قِسْمِيهِ لَا لِكَوْنِهِ وَسَمًا عَلَى الْمَعْنَى

فائدہ:- مصنف علیہ الرحمۃ نے یہاں اسم کی گیارہ علامتیں بیان کی ہیں ان میں سے محکوم علیہ ہونا، مضاف ہونا اور

صفت ہونا یہ تینوں معنوی علامتیں ہیں جو پڑھنے میں نہیں آتیں کیونکہ یہ ذہنی حکم ہیں باقی آٹھ لفظی علامتیں ہیں جو پڑھنے میں آتی ہیں۔ قولہ ومعنى الاخبار عنه:- اسم کے پہلے خاصہ کے علاوہ باقی تمام خواص ظاہر المراد تھے اس لئے مصنف نے

انکو دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور پہلا خاصہ چونکہ مخفی المراد تھا لہذا اس کی وضاحت کر دی کہ اخبار عنه کے معنی یہ ہیں کہ اسم کا محکوم صیغہ بنا درست ہو کیونکہ اسم یا توفاعل یا مفعول مالم یسم فاعله یا مبتدأ ہوگا اور یہ تمام محکوم علیہ ہوتے ہیں۔

سوال:- یہ کہنا کہ محکوم علیہ ہونا اسم کا خاصہ ہے درست نہیں اس لئے کہ شرح مائة عامل میں ہے وَعَنْ اللَّبْعِدِ فَلَا يُقَالُ حَتَاهُ اور کہا جاتا ہے يَعْلَمُ مَرْفُوعٌ، پہلی مثال میں حرف عن مبتدأ ہے، دوسری مثال میں حرف حتى نائب فاعل ہے اور

تیسری مثال میں فعل يعلم مبتدأ ہے؟ جواب:- اسم کی تین اقسام ہیں (۱) حقیقی جیسے مصدر، جامد وغیرہ (۲) حکمی جب فعل پر حرف مصدر یہ میں سے کوئی حرف داخل ہو جیسے ان تَصَوُّمُوا خَيْرٌ لَّكُمْ۔ (۳) اسم تاویلی، وہ فعل اور حرف جس سے لفظ

مراد ہو یعنی مراد نہ ہو اور ذرا کردہ مثالوں میں لفظ عن، حتى اور يعلم سے لفظ مراد ہے اور اسم تاویلی ہونے کی بنا پر یہ محکوم علیہ بن رہے ہیں۔ قولہ ویسمى اسما:- اسم کا نام اسم اس لئے رکھا گیا کہ وہ اپنے قسیمین یعنی فعل اور حرف پر بلند ہے باس

طور کہ تنہا اسم کے افراد سے کلام مرکب ہو جاتا ہے بخلاف فعل اور حرف کے کہ تنہا ان کے افراد سے کلام مرکب نہیں ہوتا۔ فائدہ:- کسی چیز کی قسم وہ ہوتی ہے جو اس چیز سے خاص ہو جیسے اسم، فعل اور حرف کہ ہر ایک کلمہ سے خاص ہے لہذا ہر ایک کلمہ کی

قسم ہے۔ اور کسی شئی کا قسم وہ ہوتا ہے جو اس کا مقابل ہو اور وہ دونوں امر عام کے تحت ہوں جیسے اسم، فعل اور حرف آپس میں ایک دوسرے کے مقابل ہیں اور کلمہ کے تحت ہیں اس لئے یہ آپس میں قسم ہیں۔ قولہ لا لكونه وسماء:- اس قول سے

مصنف نے نحاۃ کوفہ پر رد کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسم کو اسم اس لئے کہتے ہیں کہ وہ سُمُو پر علامت ہے۔ فائدہ:- نحاۃ بصرہ وکوفہ کے مابین اسم کی وجہ تسمیہ میں اختلاف ہے نحاۃ بصرہ کے نزدیک اسم سُمُو بمعنی بلندی سے ماخوذ ہے کیونکہ اسم کو فعل اور

حرف پر بلندی و برتری حاصل ہے کہ وہ مسند اور مسند الیہ ہوتا ہے اس لئے اس کو اسم کہتے ہیں۔ اور نحاۃ کوفہ کے نزدیک اسم وسم، بمعنی علامت سے ماخوذ ہے چونکہ اسم اپنے سُمُو کی علامت ہے اس لئے اس کو اسم کہتے ہیں۔ سوال:- سُمُو کا وزن

کونسا ہے؟ جواب:- سُمُو یا بکسر سین بروزن قَنُو ہے یا بضم سین بروزن قُفْل ہے کہ ان کی جمع بروزن اَفْعَالٌ آتی ہے۔ اور فتح سین نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کی جمع بروزن اَفْعَالٌ نہیں آتی حالانکہ اسم کی جمع اَسْمَاءٌ آتی ہے (عقد الزامی)۔

وَحَدُّ الْفِعْلِ كَلِمَةٌ تَدُلُّ عَلَى مَعْنَى فِي نَفْسِهَا دَلَالَةٌ مُقْتَرِنَةٌ بِزَمَانٍ ذَالِكِ الْمَعْنَى كضرب
يَضْرِبُ إِضْرِبٌ وَعَلَامَتُهُ أَنْ يُصِحَّ الْإِخْبَارُ بِهِ، لَا عَنْهُ وَدُخُولُ قَدْ، وَالسَّيْنِ، وَسَوْفَ

قولہ دلالتہ مقترنہ: یعنی فعل وہ کلمہ ہے جو اس معنی پر دلالت کرتا ہے جو کلمہ کی ذات میں ہے اور یہ معنی کسی ایک زمانہ کے ساتھ مقترن ہو۔ قولہ علامتہ: یعنی فعل کی علامت یہ ہے کہ اس کا مخبر بہ ہونا یعنی مسند اور مفعول بہ ہونا درست ہو یونہی فعل حدث اور عرض ہوتا ہے اور احداث اور اعراض مسند ہی ہوتے ہیں۔ سوال: مسند اور مفعول بہ تو اسم بھی ہوتا ہے لہذا مخبر بہ اور مسند ہونا اسم کا خاصہ ہوا؟ جواب: مخبر بہ ہونا دو قسم پر ہے، اول یہ کہ مخبر بہ ہونے کی صلاحیت کے ساتھ مخبر عنہ ہونے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو یہ اسم کا خاصہ ہے۔ ثانی، یہ کہ صرف مخبر بہ کی صلاحیت رکھتا ہو اور مخبر عنہ کی صلاحیت نہ رکھتا ہو یعنی صرف مسند ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو مسند الیہ ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو یہ فعل کا خاصہ ہے۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے لا عنہ کہہ کر اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فائدہ: اقتران زمانہ کی دو صورتیں ہیں۔ اول، یہ کہ وجود میں اقتران ہو جیسے معنی مصدری کہ اس معنی کا وجود کسی نہ کسی زمانہ میں ہوتا ہے۔ ثانی، یہ کہ فہم میں اقتران زمانہ ہو یعنی معنی کے ساتھ زمانہ بھی سمجھ آئے، فعل کی تعریف میں اقتران کی یہی قسم ثانی مراد ہے۔ سوال: بعض حضرات کا مسلک یہ ہے کہ مضارع کی وضع حال اور استقبال کے لئے ہے لہذا ان کے نزدیک مضارع ایک زمانہ سے مقترن نہ ہونے کی وجہ سے فعل نہ ہوا؟ جواب: اول تو مضارع میں اشتراک وضعی تسلیم نہیں، اگر اشتراک ہو بھی تو مضارع فعل ہونے سے نہیں نکلتا اس لئے کہ جب کلمہ ایک زمانہ کے ساتھ اقتران کی وجہ سے فعل قرار پائے گا تو دو زمانوں کے اقتران سے تو بطریق اولیٰ فعل قرار پائے گا جیسے معتل کی تعریف کی گئی کہ جس کے حروف اصلیہ میں ایک حرف مت ہو لہذا جس کے حروف اصلیہ میں دو حرف مت ہوں گے تو وہ بطریق اولیٰ معتل ہوگا۔ قولہ ودخول قد: لفظ قد کے اختصاں بالفعل کی وجہ یہ ہے کہ قد ماضی و حال کے قریب کرنے کے لئے آتا ہے یا مضارع کی تحقیق یا تنقیح کے لئے اور یہ معنی فعل کے علاوہ کلمہ کی کسی قسم میں نہیں پائے جاتے۔ قولہ والسین وسوف: ان کے اختصاں بالفعل کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں استقبال وضعی کے لئے آتے ہیں اول قریب کے لئے اور ثانی بعید کہنے اور استقبال صرف فعل میں ہوتا ہے۔ فائدہ: لفظ سین، چھ معنوں کے لئے آتا ہے (۱) طلب کے لئے جیسے استعجلت میں نے غلات طلبی۔ (۲) کسی چیز کو کسی صفت پر پانے کے لئے جیسے استعظمتہ میں نے اسکو صفت عظمت کے ساتھ متسلف پایا۔ (۳) تمویل کے لئے جیسے استخرج الطین مٹی پتھر بن گئی۔ (۴) استقبال کے لئے جیسے سیضرب زیند، زید مارے گا۔ (۵) سین زائد جیسے استطاع۔ (۶) سین سکتہ، یہ سین کاف مؤنث کے بعد بحالت وقف آتا ہے جیسے اکر متکس۔ یہاں سین سے سین استقبال مراد ہے اس لئے السین معرفہ ذکر کیا ہے۔

وَالْجَزْمِ وَالتَّصْرِيفِ إِلَى الْمَاضِي وَالْمُضَارِعِ وَكَوْنُهُ أَمْرًا وَنَهْيًا وَاتِّصَالُ
الضَّمَائِرِ الْبَارِزَةِ الْمَرْفُوعَةِ نَحْوُ ضَرَبْتُ وَتَاءِ التَّانِيثِ السَّاكِنَةِ نَحْوُ ضَرَبْتُ
وَنُونِي التَّأَكِيدِ فَإِنَّ كُلَّ هَذِهِ خَوَاصُّ الْفِعْلِ وَمَعْنَى الْأَخْبَارِ بِهِ أَنْ يَكُونَ مَحْكُومًا بِهِ

قولہ و الجزم :- اور جزم بھی فعل کی علامت ہے اس لئے کہ جزم جوازم کا اثر ہے اور جوازم فعل کے ساتھ خاص ہیں لہذا جزم بھی فعل کے ساتھ خاص ہوگی۔ قولہ و التصریف :- التصریف میں لام مضاف الیہ کے عوض میں ہے۔ ائی تصریف الفعل یعنی فعل کی علامت اس کا ماضی و مضارع کی طرف متصرف ہونا ہے اور وجہ تخصیص یہ کہ ماضی یا مضارع ہونا زمانہ سے سمجھا جاتا ہے اور زمانہ صرف فعل میں ہوتا ہے لہذا التصریف الی الماضی و المضارع بھی فعل کا خاصہ ہوگی۔ قولہ و کونہ امر :- امر یا نہی ہونا فعل کی علامت ہے اس لئے کہ یہ دونوں طلب کے لئے آتے ہیں ایک میں طلب فعل اور دوسرے میں طلب ترک فعل ہوتی ہے اور طلب کلمہ کے اقسام ثلاثہ میں سے صرف فعل میں ہوتی ہے اس لئے امر اور نہی جو دال علی الطلب ہیں فعل کی علامت ہیں۔ فائدہ :- مصنف نے یہ نہیں فرمایا کہ فعل کی علامت امر اور نہی کی طرف اس کی تصریف ہے اس لئے کہ بعض حضرات امر اور نہی کو ماضی و مضارع کی طرح اقسام فعل میں شمار کرتے ہیں اور بعض یہ کہتے ہیں کہ فعل کی صرف دو قسمیں ہیں ماضی اور مضارع۔ اور امر و نہی مضارع سے مشتق ہیں اور کچھ حضرات یہ کہتے ہیں کہ فعل کی تین اقسام ہیں ماضی، مضارع اور امر۔ مصنف نے تمام مذاہب کی رعایت کرتے ہوئے و کونہ امرًا و نہیًا کہا۔ قولہ و اتصال الضمائر :- ضمائر بارزہ مرفوعہ کا فعل کے ساتھ اتصال، علامت فعل اس وجہ سے ہے کہ یہ ضمائر فاعل ہوتی ہیں اور فاعل فعل کا ہوتا ہے یا فعل کی فرع کا یعنی شبہ فعل کا۔ فائدہ :- ضمیر مستتر اخف ہوتی ہے اس لئے وہ فعل اور اس کی فرع میں آتی ہے لیکن ضمیر بارز فعل کے ساتھ خاص ہے تاکہ فرع یعنی شبہ فعل اپنی اصل کے برابر نہ ہو جائے۔ قولہ و تاء التانیث :- یہ الضمائر پر معطوف ہے یعنی فعل کی علامت یہ کہ اس کے آخر میں تاء تانیث ساکنہ آتی ہے جیسے ضربت اور تاء ساکنہ کے فعل کے ساتھ اختصاص کی وجہ یہ ہے کہ یہ تفاعل کے مؤنث ہونے کی علامت ہے اور فاعل فعل کا ہوتا ہے اور اسم فاعل وغیرہ میں یہ تاء اس لئے نہیں ہوتی کہ ان میں علامت تانیث تاء متحرکہ ہوتی ہے۔ قولہ و نون التاکید :- نون تاکید کے اختصاص کی وجہ یہ ہے کہ یہ امر اور مضارع کی تاکید کے لئے آتے ہیں جب کہ اس میں طلب کے معنی ہوں اور معنی طلب، فعل کے ساتھ خاص ہیں۔ فائدہ :- مصنف نے فعل کی گیارہ علامتیں بیان کی ہیں جن میں بعض علامتیں معنوی ہیں اور بعض لفظی، حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ "البشیر" شرح نحو میرٹھی فرماتے ہیں کہ فقیر کی نظر قاصر میں نہیں ہونا فعل کی علامت لفظی ہے اس لئے کہ حرف لا کلمہ کے نہی ہونے پر دال ہے اور وہ لا ملفوظ ہے۔ قولہ و معنی الاخبار بہ :- کچھ افعال ایسے بھی ہیں جو مخبر بہ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے جیسے امر، نہی وغیرہ کہ یہ از قبیل انشاء ہیں اس لئے مصنف نے مخبر بہ کے ایسے معنی بیان کر دیئے جو امر وغیرہ کو بھی شامل ہیں یعنی مخبر بہ سے مراد یہ ہے کہ وہ محکوم بہ ہو سکتا ہو اور امر وغیرہ محکوم بہ ہو سکتے ہیں۔

وَيُسَمَّى فِعْلًا بِاسْمِ أَصْلِهِ وَهُوَ الْمَصْدَرُ لِأَنَّ الْمَصْدَرَ هُوَ فِعْلُ الْفَاعِلِ حَقِيقَةً وَحَدُّ
 الْحَرْفِ كَلِمَةٌ لَا تَدُلُّ عَلَى مَعْنَى فِي نَفْسِهَا بَلْ تَدُلُّ عَلَى مَعْنَى فِي غَيْرِهَا نَحْوُ مَنْ
 فَإِنَّ مَعْنَاهَا الْإِبْتِدَاءُ وَهِيَ لَا تَدُلُّ عَلَيْهِ إِلَّا بَعْدَ ذِكْرِ مَامِنُهُ الْإِبْتِدَاءُ كَالْبَصْرَةِ
 وَالْكُوفَةِ مَثَلًا تَقُولُ سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ إِلَى الْكُوفَةِ وَعَلَامَتُهُ أَنْ لَا يَصِحَّ الْإِخْبَارُ عَنْهُ
 وَلَا بِهِ وَأَنْ لَا يَقْبَلَ عِلَامَاتِ الْأَسْمَاءِ وَلَا عِلَامَاتِ الْأَفْعَالِ، وَلِلْحَرْفِ فِي كَلَامِ
 الْعَرَبِ فَوَائِدٌ كَالرَّبْطِ بَيْنَ الْأَسْمَاءِ نَحْوُ زَيْدٌ فِي الدَّارِ أَوِ الْفِعْلَيْنِ نَحْوُ أَرِيدُ أَنْ تَضْرِبَ
 أَوْ اسْمٍ وَفِعْلٍ كَضَرَبْتُ بِالْخَشْبَةِ أَوِ الْجُمْلَتَيْنِ نَحْوُ أَنْ جَاءَنِي زَيْدٌ أَكْرَمْتُهُ

قولہ ویسَمی فعلاً :- فعل کی تعریف اور علامات بیان کرنے کے بعد مصنف علیہ الرحمۃ فعل کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ فعل اصطلاحی کی اصل مصدر ہے جس سے یہ فعل مشتق ہوتا ہے لہذا مصدر کا جو نام تھا وہ فعل اصطلاحی کا رہ گیا اور مصدر کا نام فعل اس لئے ہے کہ حقیقت میں مصدر ہی فاعل کا فعل ہوتا ہے یہ از قبیل تَسْمِیَةُ الشَّيْءِ بِاسْمِ أَصْلِهِ ہے۔ فائدہ :- مصنف کے قول ویسَمی فعلاً باسمِ اصلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک نحاۃ بصرہ کا مذہب مختار ہے جو یہ کہتے ہیں کہ فعل اصطلاحی فعل لغوی یعنی مصدر سے مشتق ہے۔ قولہ وَحَدُّ الْحَرْفِ :- اور حرف کی تعریف، حرف وہ کلمہ ہے جو اپنے معنی پر بذات خود دلالت نہ کرے بلکہ غیر کے ساتھ ملکر دلالت کرے جیسے کہ لفظ "مَنْ" حرف ہے اور اس کے معنی ابتداء ہیں تو جب تک مامِنُهُ الْإِبْتِدَاءُ، مثلاً بصرہ سے نہ ملایا جائے اس کے معنی نہیں سمجھے جاتے۔ قولہ وَعِلَامَةُ الْحَرْفِ :- اور حرف کی علامت یہ ہے کہ اس کا مخبر عنہ اور مخبر بہ ہونا درست نہ ہو یعنی حرف مبتدایا فاعل یا نائب فاعل نہیں بن سکتا اور نہ ہی مبتدا کی خبر۔ فائدہ :- حرف مخبر عنہ یا مخبر بہ اس لئے نہیں ہوتا کہ مخبر عنہ یا مخبر بہ وہ ہوتا ہے جس کا معنی مستقل بالمفہومیۃ ہو اور حرف کا معنی مستقل بالمفہومیۃ نہیں ہے۔ قولہ وَأَنْ لَا يَقْبَلَ :- اور حرف کی علامت یہ ہے کہ وہ اسما اور افعال کی علامتیں قبول نہ کرے، مصنف کا یہ قول ان کے قول ان لَا يَصِحُّ عَلَى مَعْطُوفٍ ہے۔ قولہ وَلِلْحَرْفِ :- یہ سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تقریر یہ ہے کہ حرف اگر مسند الیہ اور مسند نہیں ہوتا اور نہ ہی اسم اور فعل کی علامت قبول کرتا ہے تو اس کو زیر بحث لانا بے فائدہ ہے؟ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ حرف کے کلام عرب میں کثیر فائدے ہیں مثلاً ربط وغیرہ۔ فائدہ :- فوائد جمع ہے فائدا کی اور فائدہ اس کو کہتے ہیں جو علم، جاہ یا مال و منال سے حاصل کیا جائے، مصنف نے فوائد صیغہ جمع کثرت لاکر ان کے کثیر ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے جن میں سے بعض کو اپنے قول کا الربط سے بیان کیا ہے۔

وغير ذلك من الفوائد التي تعرفها في القسم الثالث انشاء الله تعالى
ويسمى حرفاً لوقوعه في الكلام حرفاً أي طرفاً إذ ليس مقصوداً
بالذات مثل المسند والمُسند إليه فصل الكلام لفظاً تضمن كلمتين
بالإسناد والإسناد نسبة إحدى الكلمتين إلى الأخرى بحيث تُفيد
المخاطب فائدة تامة يصح السكوت عليها نحو زيد قائم وقام زيد

قوله وغير ذلك :- اور اس ربط کے علاوہ مثلاً تنبیہ مخاطب جس کے کیلئے حروف تنبیہ ہیں اور کلام سابق کا اثبات جس کے لئے حروف ایجاب وضع کئے گئے ہیں اور مخاطب کو کسی کام پر ابھارنا جس کے لئے حروف تخصیص موضوع ہیں۔
قوله ويسمى حرفاً :- لغت میں حرف بمعنی طرف و جانب ہے چونکہ حرف مسند اور مسند الیہ نہیں بنتا اس لئے اسکو حرف کہتے ہیں۔
قوله اذ ليس :- یہ سوال مقدر کا جواب ہے، تقریر سوال یہ ہے کہ تمہارا یہ کہنا کہ حرف، طرف کلام میں واقع ہوتا ہے درست نہیں کیونکہ حرف تو وسط کلام میں بھی ہوتا ہے جیسے الحمد لله میں؟ جواب :- طرف سے ہماری مراد جانب مقابل ہے یعنی اسم اور فعل مقصود بالذات ہوتے ہیں یعنی مسند اور مسند الیہ ہوتے ہیں اور حرف ان کی طرف مقابل ہے یعنی مسند اور مسند الیہ نہیں ہوتا۔
قوله الكلام :- کلمہ اور کلام کے لغوی معنی ایک ہیں یعنی مایت کلم بہ خواہ قلیل ہو یا کثیر۔ اور اصطلاح حاقہ میں کلام وہ لفظ ہے جو مازم و مکملوں پر بطریق اسناد مشتمل ہو۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے تعریف میں لفظ تضمن اختیار فرمایا، ترکب نہیں کہا ایک تو اس لئے کہ یہ مختصر ہے کہ اسکے صلہ کی ضرورت نہیں، دوم مثل اکرم کو شامل کرنے کے لئے کیونکہ یہ دو کلموں کو متضمن تو ہے مگر مرکب نہیں کہ دوسرا کلمہ مستتر ہے اور غیر ملفوظ بھی۔ اور ملفوظ وغیر ملفوظ باہم مرکب نہیں ہوتے البتہ متضمن ہو سکتے ہیں۔
قوله والاسناد :- اسناد، باب افعال کا مصدر ہے لغت میں اسناد کے معنی ہیں ایک چیز کو دوسری سے رابطہ دینا اور متعلق کرنا اور اصطلاح میں الاسناد نسبة الخ یعنی ایک کلمہ کو دوسرے کے ساتھ قصد اس طرح نسبت دینا اور ملانا کہ وہ نسبت مخاطب کو ایسا فائدہ تامہ دے کہ اس فائدہ پر متکلم کا سکوت صحیح ہو جائے یعنی اہل نحو کے نزدیک اس متکلم کا کلام فائدہ میں قاصر قرار نہ پائے اور متکلم کے سکوت کے بعد مخاطب کو مقصود اصلی سمجھنے کے لئے لفظ آخر کے سننے کا انتظار نہ رہے مثلاً ضرب زید میں مقصود اصلی زید کے مارنے کی خبر دینا ہے جو ضرب زید سے سمجھا جاتا ہے۔
رہی یہ بات کہ کس کو مارا اور کہاں مارا وغیرہ تو یہ عارضی بات ہے مقصود اصلی کا سمجھنا اس پر موقوف نہیں ہے۔
قوله يصح السكوت عليها :- یہ اسناد کی تعریف میں داخل نہیں بلکہ مصنف کے قول فائدة تامة کی تفسیر ہے۔ فائدہ :- اسناد کا اطلاق دو معنوں پر لیا جاتا ہے ایک اسناد اصلی یعنی کلمہ کو دوسرے کے ساتھ قصد اس طرح ملانا کہ مخاطب کو فائدہ تامہ دے۔ دوم اسناد بمعنی مطلق نسبت خواہ مخاطب کو فائدہ تامہ ہو یا نہ کلام کی تعریف میں معنی اول مراد ہیں اور اسم فاعل یا اسم مفعول اور ان کے مرفوع میں جو نسبت ہوتی ہے اس سے قسم دوم یعنی مطلق نسبت مراد ہوتی ہے خواہ اس سے فائدہ تامہ حاصل ہو یا نہ ہو۔

وَيُسَمَّى جُمْلَةً فَعْلِمٌ أَنَّ الْكَلَامَ لَا يَخْضُلُ إِلَّا مِنْ إِسْمَيْنِ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ
وَيُسَمَّى جُمْلَةً إِسْمِيَّةً أَوْ مِنْ فِعْلِ وَإِسْمٍ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَيُسَمَّى جُمْلَةً فِعْلِيَّةً
إِذَا لَا يُوجَدُ الْمُسْنَدُ وَالْمُسْنَدُ إِلَيْهِ مَعَا فِي غَيْرِهِمَا وَلَا بُدَّ لِلْكَلامِ مِنْهُمَا

تنبیہ:- ہدایۃ النحو کی بعض شروع میں ضرب اور لا تضرب کے متعلق لکھا ہے کہ ان میں ایک حقیقی کلمہ ہے اور دوسرا حکمی اور وہ انت ہے جو ان میں مستقر ہے لیکن یہ غلط ہے اس لئے کہ ضمیر مستقر پر کلمہ حقیقی کی تعریف صادق آتی ہے البتہ ضمیر مستقر کا تلفظ حکمی ہے۔ فائدہ:- مصنف کے قول بالاسناد میں باء سببیہ ہے اور جار مجرور تضمن کے متعلق ہے یا جار مجرور ظرف مستقر ہو کر بتقدیر موصوف تضمن کا مفعول مطلق ہے ای تضمننا حاصل بالاسناد، یا ظرف مستقر تضمن سے حال ہے یا کلمتین کی صفت ہے۔ قوله وَيُسَمَّى جُمْلَةً :- اور کلام کا نام جملہ رکھا جاتا ہے، نجات کا اس امر میں اختلاف ہے کہ جملہ اور کلام باہم مترادف ہیں یا کلام اخص اور جملہ عام ہے حضرت علامہ غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فقیر کی نظر قاصر میں مترادف کا قول صحیح ہے۔ قوله فَعْلِمٌ أَنَّ الْكَلَامَ :- یہ شرط محذوف کا جواب ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے اِذَا كَانَ الْإِسْنَادُ مُعْتَبَرًا فِي تَعْرِيفِ الْكَلَامِ فَعْلِمٌ الخ، یعنی جب کلام کی تعریف میں اسناد معتبر سمجھی تو معلوم ہوا کہ کلام یا تو دو اسموں سے حاصل ہوگا جیسے زید قائم اور اس کا نام جملہ اسمیہ رکھا جاتا ہے یا فعل اور اسم سے حاصل ہوگا جیسے قام زید اور اس کا نام جملہ فعلیہ رکھا جاتا ہے۔ قوله إِذَا لَا يُوجَدُ :- یہ لا یخضل کی صفت ہے یعنی کلام صرف دو اسموں یا ایک فعل اور ایک اسم سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ کلام کے لئے مسند اور مسند الیہ ہونا ضروری ہے اور یہ اکٹھے ان دو ترکیبوں کے علاوہ میں نہیں پائے جاتے۔ قوله معاً :- بمعنی جمیعاً ہے یہ بنا برظرفیہ منصوب ہے اور اس کی تئوین مضاف الیہ کے عوض میں ہے اور یہ کائنات کے متعلق ہے جو لا یوجد کے نائب قائل سے حال ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے إِذَا لَا يُوجَدُ الْمُسْنَدُ وَالْمُسْنَدُ إِلَيْهِ كَانَا كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا مَعَ صَاحِبِهِ فِي غَيْرِهِمَا يَأْتِجْتَسَعِينَ کے معنی میں ہو کر حال ہے۔ فائدہ:- مصنف نے کلام کی تعریف کے بعد اس کی دو قسمیں بیان کی ہیں ایک جملہ اسمیہ، دوم فعلیہ اور اس تقسیم میں کلمہ الا الا کر اس شخص پر رد کیا ہے جس کے نزدیک کلام ایک اسم اور ایک حرف سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ قوله وَلَا بُدَّ الخ :- لا بُدَّ، لانا فیہ اور بُدَّ، بمعنی چارہ سے مرکب ہے پس لا بُدَّ کے معنی ہوئے کہ نہیں کوئی چارہ یعنی کلام کے لئے مسند اور مسند الیہ ہونا ضروری ہے۔ فائدہ:- الا بُدَّ کی ترکیب میں دو احتمال ہیں۔ پہلا یہ کہ الافی جنس کا ہے اور بد اس کا اسم ہے اور منہما خبر ہے اور للکلام بُدَّ کے متعلق ہے۔ دوسرا احتمال یہ کہ یہ مرکب شدت اتصال کی وجہ سے جبذ الی مثل کلمہ واحد ہو گیا ہے لہذا یہ مبتدا ہے اور ما بعد اس کی خبر کی ہے۔

فان قيل قد نوقض بالنداء نحو يا زيد قلنا حرف النداء قائم مقام ادعوا
 واطلب وهو الفعل فلا نقض عليه واذا فرغنا من المقدمة فلنشرع في
 الاقسام الثلاثة والله الموفق والمعين **القسم الاول** في الاسم وقد مر
 تعريفه وهو ينقسم الى المغرب والمبني فلنذكر احكامه في بابين وخاتمة
الباب الاول في الاسم المغرب وفيه مقدمة وثلاثة مقاصد وخاتمة هما
المقدمة ففيها فصول **فصل** في تعريف الاسم المغرب وهو كل اسم ركب
 مع غيره ولا يشبه مبني الاصل اعني الحرف والا مر الحاضر والماضي

قوله فان قيل - یعنی اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تمہارا یہ دعویٰ کہ کلام دو اسموں یا ایک فعل اور ایک اسم سے
 مرکب ہوتا ہے ترکیب ندائی یعنی یا زید سے نوٹ کیا اس لئے کہ یا زید بالاتفاق کلام ہے مگر حرف ندا اور اسم منادى
 سے مرکب ہے۔ قلنا۔ ہم جواب دیتے کہ یا زید میں حرف ندا، فعل ادعویا اطلب کے قائم مقام ہے اس لئے کہ
 اسکی تقدیر عبارت ادعویا زید یا اطلب زید ہے لہذا یہ کلام بھی فعل اور اسم یعنی فاعل سے مرکب ہے۔ **قوله** اذا
 فرغنا۔ جب ہم فارغ ہو چکے۔ کلمہ اذا میں اکثر اور اغلب یہ ہے کہ مستقبل کے لئے آتا ہے مگر کبھی ماضی کے لئے بھی
 آتا ہے اور یہاں اذا ماضی کے لئے ہے۔ **قوله** فلنشرع۔ یہ صیغہ متکلم مع الغير فعل امر ہے، فاء کی وجہ سے لام امر
 ساکن ہو گیا ہے باین قاعدہ کہ لام امر واؤ کے بعد و جوبا اور فاء کے بعد جوازا ساکن ہو جاتا ہے۔ **قوله** فی تعريف
 المغرب۔ معرب، اعراب سے مشتق ہے اور صیغہ اسم ظرف ہے بمعنی محل اظہار معانی چونکہ یہ معنی فاعلیت، مفعولیت
 اور معنی اضافت کے اظہار کا محل ہے اس لئے اس کو معرب کہتے ہیں، یا اعراب بمعنی ازالہ فساد سے ماخوذ ہے چونکہ یہ
 معرب بعض معانی کے بعض کے ساتھ التباس کے فساد کو دور کرتا ہے اس لئے اس کو معرب کہتے ہیں۔ **فائدہ**۔ مصنف
 علیہ الرحمۃ نے بیان معرب کو اس لئے مقدم کیا کہ اسماء میں اصل معرب ہونا ہے اور اس لئے کہ معرب پر لفظی و تقدیری
 دونوں اعراب آتے ہیں اور مبنی پر اعراب محلی ہوتا ہے اور اعراب میں اصل اعراب لفظی ہے یا اس لئے کہ معرب امر
 وجودی اور مبنی عدوی ہے اور وجود بوجہ شرافت عدم پر مقدم ہے یا اس لئے کہ معرب کی دلالت معنی فاعلیت وغیرہ پر مبنی کی
 نسبت بہت واضح ہے۔ **قوله** وهو كل اسم۔ معرب وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہو اور مبنی الاصل کے
 ساتھ مشابہ نہ ہو اور مبنی الاصل تین چیزیں ہیں، جملہ حروف، ماضی اور امر حاضر معروف۔

نَحْوُ زَيْدٍ فِي قَامَ زَيْدٌ لَا زَيْدٌ وَحَدَهُ لِعَدَمِ التَّرْكِيبِ وَلَا هُوَ لَاءٌ فِي قَامَ هُوَ لَاءٌ
لِوُجُودِ الشَّبْهِ وَيُسَمَّى مُتَمَكِّنًا فَضْلُ حُكْمِهِ أَنْ يَخْتَلِفَ آخِرُهُ بِاخْتِلَافِ
الْعَوَامِلِ اخْتِلَافًا لَفْظِيًّا نَحْوُ جَاءَ نِي زَيْدٌ وَرَأَيْتُ زَيْدًا وَمَرَرْتُ بِزَيْدٍ
أَوْ تَقْدِيرِيًّا نَحْوُ جَاءَ نِي مُوسَى وَرَأَيْتُ مُوسَى وَمَرَرْتُ بِمُوسَى

قولہ نحو زید :- نحو مبتدا محذوف یعنی ہو کی خبر ہے جس کا مرجع اسم معرب ہے اور فی زید الخ جار
مجرور الکاتب کے متعلق ہو کر زید کی صفت ہے۔ فائدہ :- نحو زید میں زید مضاف الیہ ہے چونکہ یہ حکایت ہے اور
حکایت میں دو مذہب ہیں۔ (۱) مبنی، لہذا زید محلاً مجرور ہوا۔ (۲) معرب لہذا یہ تقدیراً مجرور ہوا۔ حکایت، اس لفظ کو کہتے
ہیں جو ایک کلام سے اٹھا کر دوسرے کلام میں ذکر کیا جائے مگر اسی حالت کے ساتھ جو پہلے کلام میں تھی، چونکہ قَامَ زید میں
زید مرفوع تھا تو اس کو حالت سابقہ (رفع) کے ساتھ نقل کر دیا گیا۔ قولہ لا زید و حدہ :- یہ نحو، پر معطوف ہے اور
وحدہ میں دو احتمال ہیں (۱) بتاویل نکرہ زید سے حال ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے لا زید فتو حد یعنی زید معرب
نہیں اس حال میں کہ متوحد اور منفرد ہے یعنی مرکب نہیں ہے اس لئے کہ معرب میں ترکیب شرط ہے اور اکیلا زید مرکب
نہیں ہے۔ (۲) فعل مقدر کا مفعول مطلق ہے اسی یسفر ذ انفراداً پھر جملہ حال ہے۔ قولہ ولا هو لاء :- اور هو لاء جو
قَامَ هو لاء میں ہے معرب نہیں اس لئے کہ یہ مبنی الاصل کے مشابہ ہے۔ قولہ وحکمہ :- یہاں حکم کے لغوی معنی مراد ہیں
یعنی شئی کا اثر جو اس شئی پر مرتب ہوتا ہے لہذا عبارت کا ترجمہ یہ ہوگا کہ معرب کا اثر جو اس پر مرتب ہوتا ہے یہ ہے کہ اس کے
آخر کی ذات عوامل کے بدلنے سے بدل جائے یا آخر کی صفت بدل جائے۔ قولہ العوامل :- یہ عوامل کی جمع ہے اگرچہ
عامل بروزن فاعل اسم مشتق ہے اور فاعل، مشتق کی جمع فواعل نہیں آتی مگر چونکہ عامل کا اشتقاقی معنی مراد نہیں بلکہ یہ ماہیہ
یقوم المعنی المقتضی للاغراب کی طرف منقول ہو گیا ہے اس لئے اسکی جمع عوامل درست ہے اور عوامل پر الف لام
جنس ہے، جس سے جنس عامل مراد ہے اور جمعیت کے معنی باطل ہو گئے ہیں۔ قولہ اختلافاً لفظیاً :- اختلافاً بنا بر
مفعول مطلق منصوب ہے اور لفظیاً اس کی صفت ہے اور تقدیر یا بھی بطریق عطف اختلافاً کی صفت ہے یعنی مختلف
ہونا آخر کا لفظ یا تقدیراً، اختلاف لفظی حقیقی جیسے جاء نی زید الخ اور اختلاف لفظی حکمی جیسے مررت باحمد کہ اس
میں احمد کا آخر صما بدلا ہے اور یہ فتح اس فتح کا غیر ہے جو حالت نصب میں تھا اس لئے کہ حالت جر کا فتح کہہ کے قائم مقام ہے
اور اختلاف تقدیری جیسے جاء نی موسیٰ۔

الإعراب ما به يختلف آخر المغرب كالضمة والفتحة والكسرة والواو والألف والياء وأعراب الاسم على ثلاثة أنواع رفع ونصب وجر والعامل ما به رفع أو نصب أو جر ومحل الإعراب من الاسم هو الحرف الأخير مثال الكل نحو قام زيد فقام عامل وزيد مُعرب والضمة إعراب والذال محل الإعراب

قوله الإعراب ما به :- لفظ ما سے مراد حرکت یا حرف ہے اور باسبیت کے لئے ہے یعنی اعراب وہ حرکت یا حرف ہے جس کے سبب سے اسم معرب کا آخر بدل جائے۔ فائدہ :- اعراب کی تین اقسام ہیں۔ اول اعراب بالاصالة جیسے اسم کا اعراب، دوم اعراب بالمشابہة جیسے مضارع کا اعراب، سوم اعراب بالتبعیت جیسے توابع کا اعراب اور بنا کی بھی تین اقسام ہیں، اول بالاصالة جیسے حروف کی بنا، دوم بالمشابہت جیسے اسماء مبنیہ، سوم بالتبعیت جیسے منادی کے توابع کی بنا۔

قوله كالضمة :- ضم، فتح اور کسہ یہ اعراب بالحرکت کی مثالیں ہیں۔ جب یہ تاء کے ساتھ ہوتے ہیں تو یہ حرکات اعرابیہ و بنا کی دونوں پر اطلاق کئے جاتے ہیں اور جب تاء کے بغیر ہوں جیسے ضم، فتح اور کسہ تو حرکات بنا کی پر بولے جاتے ہیں اور واو، الف اور یاء یہ اعراب بالآخر کی مثالیں ہیں۔

قوله وأعراب الاسم :- اور اسم معرب کے اعراب تین ہیں رفع، نصب اور جر اس لئے کہ اسم معرب پر وارد ہونے والے معانی بھی تین ہیں۔ معنی فاعلیت، معنی مفعولیت اور معنی اضافت۔

قوله رفع :- یہ یا تو مرفوع ہے مبتدا محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے یا مجرور ہے اور انواع سے بدل ہے۔ فائدہ :- رفع اور نصب اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا مرتبہ اخوین سے بلند ہے یا اس لئے کہ اس کے تلفظ کے وقت نیچے کا ہونٹ اوپر واہتتا ہے۔ نصب، کو نصب اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے تلفظ کی وقت دونوں لب اپنی جگہ برقرار رہتے ہیں یا اس لئے کہ فضلة و نصب دیتا ہے اور جر، کو جر اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے تلفظ کے وقت لب زیریں نیچے کھینچتا ہے یا اس لئے کہ اس کا محل (حرف جر) فعل کو اسم کی طرف کھینچتا ہے۔ اور جر بصرین کی اصطلاح ہے، کو فین اس کو خفض کہتے ہیں۔

قوله والعامل :- اور عامل وہ ہے جس کی وجہ سے رفع، نصب یا جر آئے۔ فائدہ :- فضلات کے عامل میں اختلاف ہے (۱) فراء کے نزدیک فعل مع الفاعل فضلات میں عامل ہوتا ہے۔ (۲) ہشام کے نزدیک صرف فاعل عامل ہوتا ہے۔ (۳) نحاة بصرہ کے نزدیک فضلات میں عامل فعل ہوتا ہے اور یہی مختار ہے کیونکہ فاعل اقویٰ ہے جب اس میں عامل فعل ہے تو فضلات میں بھی عامل فعل ہی ہوگا۔

قوله ومحل الإعراب :- اور اسم کا محل اعراب آخر حرف ہوتا ہے چونکہ یہ اسم کی بحث ہے اس لئے مصنف نے من الاسم کہا اور نہ فعل مضارع کا بھی محل اعراب آخر کا حرف ہوتا ہے اور الحرف کی صفت الاخيرة نہیں اس لئے کہ لفظ اخیر مذکور اور مؤنث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔

و اعلم انه لا يعرب في كلام العرب إلا الاسم المتمكن و الفعل المضارع و سيجي حكمه في القسم الثاني ان شاء الله تعالى **فصل في اصناف اعراب الاسم وهي تسعة** اصناف الأول ان يكون الرفع بالضمة والنصب بالفتحة والجرب بالكسرة ويختص بالمفرد المنصرف الصحيح وهو عند النحاة ما لا يكون في آخره حرف علة كزيد وبالجاري مجزئ الصحيح وهو ما يكون في آخره واو او ياء ما قبلهما ساكن كذا و ظبي

قوله اعلم انه لا يعرب :- کلمہ اعلم ابتدائے کلام میں سامع کو کلام کی طرف مائل کرنے کے لئے لایا جاتا ہے یعنی کلام عرب میں صرف دو معرب ہیں ایک اسم متمکن اور دوسرا فعل مضارع۔ مصنف علیہ الرحمۃ نے اسم متمکن و مضارع پر مقدم کیا اس لئے کہ اسم متمکن اعراب میں اصل ہے اور مضارع سے وہ مضارع مراد ہے جو نون تاکید اور نون جمع مؤنث سے خالی ہو اور مصنف نے یہ قید اس لئے ذکر نہیں کی کہ یہ قید بحث فعل میں آرہی ہے اس پر اکتفاء کر لیا ہے۔ **قوله** فی اصناف الاعراب :- یہ فصل اعراب اسم کے اقسام کے بیان میں ہے، اصناف بمعنی اقسام ہے اور اس کا مفرد صنف ہے۔ لفظ صنف، قسم اور نوع ذات کے اعتبار سے مختلف ہیں لیکن استعمال میں متحد و متفق ہیں، صنف امر خارج کے اعتبار سے ہوتی ہے جیسے ہندی، سندھی اور یہ نوع سے خاص ہے اور نون باعتبار ذات کے ہوتی ہے جیسے انسان، بقر اور غنم اور قسم دونوں سے عام ہے جیسے حیوان۔ **قوله** يختص بالمفرد :- اور اعراب کی مذکورہ بالا صنف، مفرد منصرف صحیح کے ساتھ مختص ہے مفرد کے چار معانی ہیں، اول مقابل مرکب جیسے کلمہ کی تعریف میں، دوم مقابل مضاف و شبہ مضاف جیسے بحث منادی میں، سوم مقابل جملہ جیسے بحث تمیز میں، چہارم مقابل تشبیہ و جمع۔ اس جگہ یہی قسم چہارم مراد ہے اس لئے کہ مقابلہ میں تشبیہ اور جمع کا اعراب آرہا ہے۔ **فائدہ** :- اعراب کی دو قسمیں ہیں (۱) اعراب بالحرکت (۲) اعراب بالحرکات نسبت اعراب بالحرک کے اصل ہے کیونکہ اس میں خفت ہے اور اعراب بالحرک میں ثقل ہے، پھر اعراب بالحرکات میں اصل یہ ہے کہ تینوں حالتوں میں تینوں حرکات کے ساتھ ہو کہ اس میں ہر تین معنی ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں چونکہ مفرد منصرف بدو معنی اصل ہے لہذا بنظر تناسب اسکو یہ اعراب بحرکات ثلاثہ دیا گیا۔ **قوله** وهو عند النحاة :- نحاة جمع ہے نحاح کی، اور نحوین کے نزدیک صحیح وہ ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو جیسے زید۔

دانی کہ صحیح چست بنزدیک نحویاں **شعر** ما لا یكون فی آخره حرف علة

قوله وبالجاری :- اس کا عطف بالمفرد پر ہے یعنی یہ اعراب جاری مجزئ صحیح کے ساتھ مختص ہے اور جاری مجزئ صحیح وہ ہے جس کے آخر میں واو یا یا ما قبل ساکن ہو جیسے دلو بمعنی ڈول اور ظبی بمعنی ہرن۔ **فائدہ** :- اسم کی اس قسم کو جاری مجزئ صحیح اس لئے کہتے ہیں کہ حرف ساکن کے بعد واو یا یا، پر حرکت ثقیل نہیں ہوتی اس لئے اسکو جاری مجزئ اور ملحق بالصحیح کہتے ہیں۔

وَبِالْجَمْعِ الْمَكْسَرِ الْمُنْصَرِفِ كِرِجَالٍ نَحْوُ جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ وَدَلُّوْا وَظَنَبِيُّ وَرِجَالٌ
 وَرَأَيْتُ زَيْدًا وَدَلُّوا وَظَنَبِيًّا وَرِجَالًا وَمَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَدَلُّوْا وَظَنَبِيٍّ وَرِجَالٍ الثَّانِي
 أَنْ يَكُونَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْكَسْرَةِ وَيُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمُؤَنَّثِ
 السَّالِمِ تَقُولُ هُنَّ مُسْلِمَاتٌ وَرَأَيْتُ مُسْلِمَاتٍ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمَاتٍ الثَّلَاثُ
 أَنْ يَكُونَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْفَتْحَةِ وَيُخْتَصُّ بِغَيْرِ
 الْمُنْصَرِفِ كَعُمَرَ تَقُولُ جَاءَ نَبِيٌّ عُمَرُ وَرَأَيْتُ عُمَرَ وَمَرَرْتُ بِعُمَرَ الرَّابِعُ أَنْ
 يَكُونَ الرَّفْعُ بِالْوَاوِ وَالنَّصْبُ بِالْأَلِفِ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ وَيُخْتَصُّ بِالْأَسْمَاءِ السِّتَةِ

قولہ وبالجمع المكسر المنصرف :- یہ بھی بالمفرد پر معطوف ہے یعنی اعراب کی یہ قسم جمع مکسر کے ساتھ مختص ہے
 معنی لفظ جمع کی دو صفتیں ذکر کریں، صفت اول سے جمع صحیح سے احتراز کیا ہے اور صفت ثانی سے جمع مکسر غیر منصرف
 سے احتراز ہے۔ سوال :- الجمع المكسر کے معنی ہیں توڑی ہوئی جمع اور کوئی جمع ایسی نہیں جو توڑی گئی ہو؟
 جواب :- المكسر جمع کی صفت بحالہ نہیں بلکہ بحال متعلقہ ہے یعنی وہ جمع جس کے واحد کا وزن توڑا گیا ہو۔ قولہ ويختص
 بجمع المؤنث :- جمع مؤنث سالم سے مراد وہ جمع ہے جس کے آخر میں الف اور تاء ہو خواہ اس کا مفرد مذکر ہو یا مؤنث،
 جمع مؤنث سالم چونکہ جمع مذکر سالم کی فرع ہے اس لئے اس میں بھی نصب، جر کے تابع ہے اور فرع ہونے کے باوجود اس کو
 جمع مذکر پر مقدم کیا گیا ہے اس لئے کہ اس کا اعراب بالحرکت ہے۔ قولہ السالم :- سیبویہ کے نزدیک السالم، جمع کی
 صفت ہے اس لئے کہ لفظ جمع معرفہ بالام کی جانب مضاف ہونے کی وجہ سے معرفہ بالام کی مثل معرفہ بن گیا ہے لیکن مبرد
 کے نزدیک السالم، بدل ہے کیونکہ اس کے نزدیک معرفہ بالام کی طرف مضاف ہونے والے میں مضاف الیہ کی نسبت
 تعریف کم ہوتی ہے۔ قولہ ويختص بغير المنصرف :- اور اعراب کی یہ چوتھی قسم غیر منصرف کے ساتھ مختص ہے چونکہ
 غیر منصرف فعل کے مشابہ ہے اور فعل پر کسرہ نہیں آتا اس لئے غیر منصرف پر بھی کسرہ نہیں آتا بلکہ کسرہ فتح کے تابع ہوتا ہے اس
 لئے کہ یہ دونوں علامت فضلہ ہیں۔ قولہ ويختص بالاسماء الستة :- مفرد کو بوجہ اصالت اعراب، حرکت اور تشبیہ و جمع
 کو بوجہ فرع، اعراب بحرف دیا گیا تو ان میں منافرت تامہ ہوگئی جس کو ختم کرنے کے لئے بعض مفردات کو اعراب بحرف دیا
 گیا چونکہ تشبیہ و جمع کی چھ حالتیں ہیں تو ہر حالت کے مقابلہ میں ایک اسم کو اعراب بحرف دیا تو ایسے مفردات چھ ہو گئے پھر
 اعراب بحرف کے لئے اب وغیرہ کو اس لئے منتخب کیا گیا کہ ان کے آخر میں ایسا حرف ہے جس کو اعراب قرار دیا جاسکتا ہے نیز
 تشبیہ و جمع کی طرح ان اسماء کے معانی سے تعدد سمجھا جاسکتا ہے مثلاً ابوک سے باپ بیٹا دونوں سمجھے جاتے ہیں۔

مُكْبِرَةٌ مُوَحَّدَةٌ مُضَافَةٌ إِلَى غَيْرِيَاءِ الْمُتَكَلِّمِ وَهِيَ أَخُوكَ وَأَبُوكَ وَهَنُوكَ وَحَمُوكَ
وَفُوكَ وَذُومَالُ تَقُولُ جَائِنِي أَخُوكَ وَرَأَيْتُ أَخَاكَ وَمَرَرْتُ بِأَخِيكَ وَكَذَا الْبَوَاقِي

قولہ مکبرہ موحدہ مضافہ :- یہ تینوں لفظ اسماء سے حال میں یعنی اسماء ستہ کا یہ اعراب اس وقت ہے جب مکبر ہوں یعنی فصغر نہ ہوں اور جب یہ موحد ہوں یعنی تشبیہ و جمع نہ ہوں اور غیر یا کے متکلم کی طرف مضاف ہوں یا ان کی طرف مضاف نہ ہوں۔ فائدہ :- اعراب کے اعتبار سے اسماء ستہ کے پانچ حال ہیں، اول یہ اسماء، مفرد مکبر مضاف الی غیر یا، المتکلم ہوں تو انکا اعراب بالحرف ہوگا جیسے جاء ابوک، رأیت اباک، مررت بائیک۔ دوم، جب یہ اسماء تشبیہ و جمع ہوں تو انکا اعراب تشبیہ و جمع کی طرح بحرف ہوگا جیسے جاء نی ابوان الخ۔ سوم، یا متکلم کی طرف مضاف ہوں تو انکا اعراب تقدیری ہوگا جیسے جاء ابی، رأیت ابی، مررت بابی۔ چہارم، مفرد مکبر مقطوع عن الاضافة ہوں تو انکا اعراب بحرکت ہوگا جیسے جاء نی اب، رأیت ابا، مررت باب۔ پنجم، مُصَغَّرٌ ہوں تو ان کا اعراب بحرکت ہوگا جیسے جاء نی ابی، رأیت ابیا، مررت بابی۔ قولہ وہی اخوک :- اب، باپ، اخ، بھائی، هن، شرمگاہ، حم، مرد کی جانب سے عورت کا رشتہ دار جیسے سر، دیور۔ یہ تمام ناقص واوی ہیں اصل میں ابو، اخو، هنو، حمو تھے (بفتح اول و سکون ثانی) واؤ کی حرکت ماقبل کو دیکر اس کو بوجہ اجتماع سائنین گرا دیا اور فم اجوف واوی سے اصل میں فوۃ تھا، ہاء خلاف قیاس حذف ہوگئی تو فو رہ گیا۔ فائدہ :- یہ اسم مضاف نہ ہو تو اسکے واؤ کو جو بامیم سے بدل دیتے ہیں تو فم ہو جاتا ہے اور اگر مضاف ہو تو واؤ کو میم سے بدلنا اور نہ بدلنا دونوں طریقے جائز ہیں اور اس تبدیلی کے وقت فاء کو فتح الفح ہے اور جب واؤ کو میم سے نہ بدلا جائے اس وقت فاء کی حرکت حروف اعراب سے تابع ہوگی یعنی واؤ کے ساتھ فاء، کو ضمہ اور الف کے ساتھ فتح اور یا، کے ساتھ فاء، کو کسرہ ہوگا لہذا فوک، فاک اور فیک پڑھا جائیگا۔ فائدہ :- کلمہ هن کا اعراب بوقت اضافت واؤ وغیرہ کے ساتھ لغت غیر فصیحہ اور قلیل الاستعمال ہے اسی وجہ سے فراء اور زجاج نے لفظ هن کو ان اسماء میں ذکر نہیں کیا جن کا اعراب بالحرف ہے اور انہوں نے ایسے اسماء پانچ شمار کئے ہیں اور اس لغت کے غیر فصیح ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جو کلمہ افراد کی حالت میں ناقص ہو وہ بحالت اضافت بھی ناقص استعمال کیا جاتا ہے جیسے لفظ ید جو اصل میں یدی تھا، یا، حذف ہونے کے بعد یہ حالت افراد میں ناقص (بغیر یا، کے) آتا ہے جیسے ہذہ ید اور حالت اضافت میں بھی ناقص آتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ید اللہ فوق ایدیہم۔ چونکہ لفظ هن حالت افراد میں ناقص ہے کیونکہ اصل میں هنو تھا لہذا بحالت اضافت بھی ناقص استعمال ہوگا اور غیر ناقص یعنی هنوک لغت غیر فصیحہ ہے۔ قولہ و ذو :- ذو لفیف مقرون ہے اصل میں ذو و تھا ایک واؤ کو برائے تخفیف حذف کر دیا تو ذو رہ گیا اس میں بھی ذال کی حرکت حروف اعراب کے تابع ہوتی ہے اور اس کو ضمیر کی طرف مضاف نہیں کیا جاتا کیونکہ اسکی اضافت اسم جنس کی طرف ہوتی ہے اور ضمیر اسم جنس نہیں ہے۔ اس کا مؤنث ذات ہے جو اصل میں ذوات تھا۔ فائدہ :- لفظ ذو کا اعراب اسماء ستہ والا اس وقت ہوگا جب یہ بمعنی صاحب ہوگا ذو بمعنی الذی کی صورت میں یعنی ہوگا جیسے جاء نی ذو قام ورأیت ذو قام ومررت بذو قام۔

الْخَامِسُ أَنْ يَكُونَ الرَّفْعُ بِالْأَلِفِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ الْمَفْتُوحِ مَا قَبْلَهَا
وَيُخْتَصُّ بِالْمُثَنِّيِّ وَكَلَا مُضَافًا إِلَى مُضْمَرٍ وَائْتِنَانٍ وَائْتِنَانٍ تَقُولُ جَائِنِي
الرَّجُلَانِ كِلَاهُمَا وَائْتِنَانٍ وَائْتِنَانٍ وَرَأَيْتُ الرَّجُلَيْنِ كِلَيْهِمَا وَائْتِنَانٍ وَائْتِنَانٍ
وَمَرَرْتُ بِالرَّجُلَيْنِ كِلَيْهِمَا وَائْتِنَانٍ وَائْتِنَانٍ السَّادِسُ أَنْ يَكُونَ الرَّفْعُ
بِالْوَاوِ الْمَضْمُومِ مَا قَبْلَهَا وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ الْمَكْسُورِ مَا قَبْلَهَا

قولہ و یختص بالمشئی :- اور اعراب کی یہ قسم تشنیہ اور اس کے ملحقات کے ساتھ مختص ہے۔ مشئی، وہ اسم ہے جس کے مفرد کے آخر میں الف یا یا، ما قبل مفتوح اور نون مکسورہ لاحق کیا گیا ہو، کلا اور ائنان ملحق بالمشئی ہیں کہ انکا مفرد نہیں ہے چونکہ مشئی کی طرح ان کا مدلول دو ہے اور ان کی صورت مشئی جیسی ہے اس لئے ان کا اعراب مشئی جیسا ہے۔ فائدہ :- نحاۃ کوفہ کے نزدیک کلا، کُلُّ کا تشنیہ ہے اور اس کا الف برائے تشنیہ ہے اُنکے نزدیک کُلُّ کا ایک لام برائے تخفیف حذف کر کے الف تشنیہ بڑھایا تو کلا ہوا اور لزوم اضافت کی وجہ سے اس سے نون ہمیشہ محذوف رہتا ہے پھر کاف کو سہ دیا گیا تا کہ صیغہ امر سے التباس نہ ہو، لیکن نحاۃ بصرہ کے نزدیک کلا کا الف واو سے بدلا ہوا ہے یعنی اصل میں کلو تھا کیونکہ عرب سے کلوئی منقول ہے۔ فائدہ :- لفظ کلا کو کُلُّ کا تشنیہ بنانا درست نہیں اس لئے کہ کُلُّ اور کلا کا معنی ایک نہیں ہے چونکہ کلا صرف تشنیہ کی طرف مضاف ہوتا ہے اس لئے تشنیہ ہونا اسکو مضاف الیہ سے حاصل ہو گیا جیسا کہ مضاف، مضاف الیہ سے تانیث حاصل کرتا ہے جیسے أَقْلُ الْحَيْضِ ثَلَاثَةٌ میں لفظ أَقْلُ نے حیض سے تانیث حاصل کی ہے۔ قولہ ائنان و ائنتان :- یہ دونوں لفظ کلمہ کلا کی طرح ملحق بالتشنیہ ہیں اس لئے کہ تشنیہ کی دو قسمیں ہیں۔ اول، تشنیہ حقیقی جسمیں چار شرطیں ضروری ہیں، اول اس کا مفرد بھی ہو۔ دوم، مفرد اور تشنیہ کا مادہ ایک ہو۔ سوم، دو پر دلالت کرے۔ چہارم، اس کے آخر میں الف نون یا یا، نون ہو چونکہ کلا میں صرف ایک شرط پائی جا رہی ہے کہ دو پر دلالت کرتا ہے اور ائنان اور ائنتان میں صرف تیسری اور چوتھی دو شرطیں پائی جا رہی ہیں اس لئے یہ ملحق بالتشنیہ ہیں اور رجلان میں چاروں شرطیں موجود ہیں اس لئے وہ تشنیہ حقیقی ہے اور ائنتان و ائنتان اگر چہ مشئی پر معطوف ہیں جو باء کی وجہ سے مجرور ہے لیکن یہ دونوں حکایۃ مرفوع ہیں یا یہ مشئی پر معطوف نہیں بلکہ کلا پر معطوف ہیں جو مبتدا محذوف کی خبر ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے و یختص بالمشئی و ملحقاتہ و هو کلا۔

وَيُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمَذْكَرِ السَّالِمِ نَحْوُ مُسْلِمُونَ وَأَوْلُو وَعِشْرُونَ مَعَ أَخْوَاتِهَا تَقُولُ جَاءَ نَبِيُّ
مُسْلِمُونَ وَعِشْرُونَ وَأَوْلُو مَالٍ وَرَأَيْتُ مُسْلِمِينَ وَعِشْرِينَ وَأَوْلِي مَالٍ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِينَ
وَعِشْرِينَ وَأَوْلِي مَالٍ **وَاعْلَمُ أَنَّ نُونَ التَّثْنِيَّةِ مَكْسُورَةٌ أَبَدًا وَنُونُ جَمْعِ السَّلَامَةِ
مَفْتُوحَةٌ أَبَدًا وَكِلَاهُمَا تَسْقُطَانِ عِنْدَ الْإِضَافَةِ تَقُولُ جَاءَ نَبِيُّ غَلَامًا زَيْدٌ وَمُسْلِمُو مِصْرَ**

قوله وَيُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمَذْكَرِ :- اور اعراب کی یہ قسم جمع مذکر سالم اور ملحق بالجمع کے ساتھ مختص ہے۔ فائدہ :-
- اولو میں ہمزہ کے بعد واؤ لکھا جاتا ہے اولیٰ پر حمل کرتے ہوئے اور اولیٰ میں واؤ اس لئے لکھا جاتا ہے کہ الی حرف جر
کے ساتھ التباس نہ ہو۔ **قوله اعلم ان :-** جاننا چاہیے کہ نون تشنیہ ہمیشہ مکسور ہوتا ہے۔ (۱) اس لئے کہ تشنیہ بلحاظ جمع و مفرد
درمیانہ حال ہے اور کسرہ بھی بلحاظ رفع و نصب درمیانی حرکت ہے لہذا اوسط کے لئے اوسط کو اختیار کیا گیا۔ (۲) نون تشنیہ
مفرد کی تنوین کے بدلے میں ہے اور تنوین ساکن ہے اور ساکن کو حرکت کسرہ دی جاتی ہے لہذا نون کو کسرہ دیا گیا۔ (۳) اگر
اس نون کو فتح دیں تو توالی اربعہ فتحات لازم آئیگا اس لئے کہ الف بمنزلہ دو فتح کے ہے اور یہ مکروہ ہے اور ضمہ دینے کی صورت
میں ایک حرفی کلمہ مضموم ہوگا جو کلام عرب میں متروک ہے لہذا نون کو کسرہ دیا گیا۔ فائدہ :- مصنف کا قول ابدأ بنا برظرفیت
منصوب ہے ای فی الاحوال الثلاثة۔ فائدہ :- نون تشنیہ و جمع کے متعلق چار مذہب ہیں۔ **مذہب اول**، یہ نون صرف
مفرد کی تنوین کے عوض ہوتا ہے اسی لئے بوقت اضافت تنوین کی طرح یہ بھی ساقط ہو جاتا ہے اور دخول لام سے بھی تنوین
ساقط ہو جاتی ہے اس لئے کہ وہ ساکن اور لیں ہے مگر نون ساقط نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ متحرک ہونے کی وجہ سے قوی ہوتا ہے
جسمیں لام اثر نہیں کرتا۔ **مذہب ثانی**، یہ نون صرف مفرد کی حرکت کے عوض میں ہے اس لئے دخول لام کے وقت باقی رہتا
ہے لیکن اضافت کے وقت برائے اختصار حذف ہو جاتا ہے نہ بوجہ اضافت کے۔ **مذہب ثالث**، یہ نون حرکت اور تنوین
دونوں کے عوض میں ہے اس لئے لام کے ساتھ باقی رہتا ہے اور اضافت کے وقت گر جاتا ہے۔ **مذہب چہارم**، یہ نون کسی
کے عوض میں نہیں بلکہ اس لئے لایا گیا ہے کہ بعض موارد میں تشنیہ کا واحد کے ساتھ التباس لازم آتا تھا تو رفع التباس کے لئے
نون لایا گیا پھر طرد اللباب تمام موارد میں لایا گیا۔ **قوله وکلاهما تسقطان :-** اور یہ دونوں نون بوقت اضافت ساقط
ہو جاتے ہیں، جن کے نزدیک یہ تنوین کے عوض ہیں بوقت اضافت اس لئے ساقط ہو جاتے ہیں کہ تنوین بھی ساقط ہو جاتی
ہے اور جن کے نزدیک حرکت کے عوض ہیں یا دونوں کے عوض ہیں یا رفع التباس کے لئے آتے ہیں تو ان کے نزدیک برائے
اختصار کلام حذف کر دیئے جاتے ہیں۔

﴿قطفہ﴾

الف لام بے داخل آوے یا اضافت آوے تنویناں دانوں و جو با حذف کیتا جاوے

اسے طرح دے نون جمع نالے تشنیہ والا حذف و جو با وقت اضافت مسئلہ بے زوالا

السَّابِعُ أَنْ يَكُونَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيرِ الضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِتَقْدِيرِ الْفَتْحَةِ وَالْجَرُّ بِتَقْدِيرِ الْكَسْرَةِ
 وَيُخْتَصُّ بِالْمَقْصُورِ وَهُوَ مَا فِي آخِرِهِ أَلِفٌ مَقْصُورَةٌ كَعَصَاً وَبِالْمُضَافِ إِلَى يَاءِ
 الْمُتَكَلِّمِ غَيْرِ جَمْعِ الْمَذْكَرِ السَّالِمِ كَغَلَامِي تَقُولُ جَاءَ نَبِيَّ عَصَاً وَغَلَامِي وَرَأَيْتُ
 عَصَاً وَغَلَامِي وَمَرَرْتُ بِعَصَاً وَغَلَامِي، الثَّامِنُ أَنْ يَكُونَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيرِ الضَّمَّةِ
 وَالْجَرُّ بِتَقْدِيرِ الْكَسْرَةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ لَفْظًا وَيُخْتَصُّ بِالْمَنْقُوصِ وَهُوَ مَا فِي آخِرِهِ يَاءٌ
 مَاقْبَلُهَا مَكْسُورٌ كَالْقَاضِي تَقُولُ جَاءَ نَبِيَّ الْقَاضِي وَرَأَيْتُ الْقَاضِي وَمَرَرْتُ بِالْقَاضِي

قوله وَيُخْتَصُّ بِالْمَقْصُورِ :- اور اعراب کی یہ قسم اسم مقصور کے ساتھ مختص ہے اور اسم مقصور وہ ہے جس کے آخر میں

الف مقصورہ، غیر زائدہ ہو خواہ محذوف ہو جیسے عَصَا کہ اس میں الف مقصورہ محذوف ہے اور الف جو نظر آ رہا ہے یہ رسم الخط کا
 الف ہے اسی لئے پڑھا نہیں جاتا یا لفظ میں موجود ہو جیسے الْعَصَا۔ قولہ وَبِالْمُضَافِ :- یہ بالمقصور پر معطوف ہے یعنی
 اعراب کی یہ قسم اس اسم کے ساتھ مختص ہے جو یا متکلم کی طرف مضاف ہو، ایسے اسم کا اعراب تقدیری اس لئے ہوتا ہے کہ
 اس کے آخر پر بمناسبت یاء متکلم کسرہ ہوتا ہے جس کے ہوتے ہوئے دوسری حرکت نہیں آسکتی نہ موافق نہ مخالف۔ سوال :-

ایسے اسم کے آخر میں جب حالت جر میں کسرہ موجود ہے تو اسکو اعراب کیوں نہیں مان لیا جاتا؟ جواب :- یہ کسرہ دخول
 عامل سے پہلے یاء متکلم کی وجہ سے ہے لہذا اسکو عامل کا اثر نہیں کہا جاسکتا اور اعراب عامل کا اثر ہوتا ہے۔ قولہ غَيْرِ جَمْعِ
 الْمَذْكَرِ السَّالِمِ :- یہ المضاف سے حال ہے یعنی وہ اسم جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو اس حال میں کہ وہ اسم جمع مذکر
 سالم کا غیر ہو تو مذکورہ بالا اعراب ہوگا۔ فائدہ :- مصنف کے اس قول پر اعتراض ہوتا ہے کہ تشنیہ جب یاء متکلم کی طرف
 مضاف ہو جیسے غَلَامِي، تو اس کا اعراب تقدیری ہونا چاہیے کیونکہ غَلَامَانِ ياء متکلم کی طرف مضاف ہے اور یہ جمع مذکر
 سالم بھی نہیں ہے حالانکہ اس تشنیہ کا اعراب لفظی ہے لہذا اگر مصنف یہ کہتا وَيُخْتَصُّ بِالْإِسْمِ الْمُعْرَبِ بِالْحُرُوكَةِ
 الْمُضَافِ إِلَى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ یعنی اعراب کی یہ قسم مختص ہے اسم معرب بالحركة کے ساتھ جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو۔
 تو تشنیہ کے ساتھ اعتراض نہ پڑتا کیونکہ تشنیہ کا اعراب بالحركة نہیں۔ قولہ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ لَفْظًا :- یعنی اعراب کی
 آٹھویں قسم یہ ہے کہ حالت رفع تقدیری ضمہ کے ساتھ ہو اور حالت جر تقدیری کسرہ کے ساتھ اور حالت نصب فتح لفظی کے
 ساتھ، لفظاً یا تو بمعنی ملفوظ ہو کر الْفَتْحَةُ سے حال ہے یا بنا برظرفیت منصوب ہے آئی فِي اللَّفْظِ۔ قولہ وَهُوَ مَا فِي
 آخِرِهِ :- اور اسم منقوص وہ ہے جس کے آخر میں یاء ماقبل مکسورہ ہو خواہ وہ یاء اصلی ہو جیسے الْقَاضِي یا کسی حرف سے بدلی ہوئی ہو
 جیسے الذاعی کہ اس کی یاء واؤ سے تبدیل شدہ ہے۔ خواہ موجود ہو یا التقائے ساکنین کی وجہ سے حذف کر دی گئی ہو جیسے قَاضٍ۔

التَّاسِعُ أَنْ يَكُونَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيرِ الْوَاوِ وَالنَّصْبُ وَالْجَرُّ بِالْيَاءِ لَفْظًا وَيُخْتَصُّ بِجَمْعِ الْمَذْكَرِ السَّالِمِ مُضَافًا إِلَى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ تَقُولُ جَاءَ نَبِيٌّ مُسْلِمِيٌّ تَقْدِيرُهُ مُسْلِمُوِيٌّ اجْتَمَعَتِ الْوَاوُ وَالْيَاءُ وَالْأُولَى مِنْهُمَا سَاكِنَةٌ فَقَلِبَتِ الْوَاوُ يَاءً وَأُدْغِمَتِ الْيَاءُ فِي الْيَاءِ وَأُبْدِلَتِ الضَّمَّةُ بِالْكَسْرَةِ لِمُنَاسَبَةِ الْيَاءِ فَصَارَ مُسْلِمِيٌّ وَرَأَيْتُ مُسْلِمِيٍّ وَمَرَرْتُ بِمُسْلِمِيٍّ فَضِلَ الْإِسْمُ الْمُعْرَبُ عَلَى نَوْعَيْنِ مُنْصَرَفٍ وَهُوَ مَا لَيْسَ فِيهِ سَبَبَانِ أَوْ وَاحِدٌ يَقُومُ مَقَامَهُمَا مِنَ الْأَسْبَابِ التِّسْعَةِ كَزَيْدٍ وَيُسَمَّى الْإِسْمُ الْمُتَمَكِّنَ وَحُكْمُهُ أَنْ يَدْخُلَهُ الْحَرَكَاتُ الثَّلَاثُ مَعَ التَّنْوِينِ تَقُولُ جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ وَرَأَيْتُ زَيْدًا وَمَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَغَيْرُ مُنْصَرَفٍ وَهُوَ مَا فِيهِ سَبَبَانِ أَوْ وَاحِدٌ مِنْهُمَا يَقُومُ مَقَامَهُمَا وَالْأَسْبَابُ التِّسْعَةُ

قولہ ويختص بجمع المذکر :- اعراب کی یہ قسم اس جمع مذکر کے ساتھ خاص ہے جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے مُسْلِمِيٌّ جو اصل میں مُسْلِمُوِيٌّ تھا یاء متکلم کی طرف اضافت کی وجہ سے مُسْلِمُوِيٌّ کا نون گر گیا تو مُسْلِمُوِيٌّ ہوا پھر واو اور یاء ایک جگہ جمع ہوئے پہلا انکا ساکن تھا لہذا واو کو یاء کر کے یاء میں ادغام کیا اور یاء کی رعایت میں میم کو کسرہ دیا تو مُسْلِمِيٌّ ہوا۔ فائدہ :- جمع مذکر سالم کا اعراب حالت رفع میں واو کے ساتھ ہے اور وہ واو جب یاء سے بدل گیا تو اعراب حالت رفع میں بتقدیر واو ہو گیا اور جمع مذکر سالم میں حالت نصب و جر میں اعراب یاء کے ساتھ ہے اور وہ باقی ہے اس لئے ان دو حالتوں میں اعراب لفظی ہے۔ قولہ مُنْصَرَفٍ :- اس کے اعراب میں تین احتمال ہیں ایک، یہ کہ یہ مجرور ہو بنا بر بدل از نواعین۔ چونکہ اس صورت میں کچھ محذوف ماننے کی ضرورت نہیں پڑتی اس لئے یہی اولیٰ ہے۔ دوم، یہ کہ مرفوع ہو مبتدا محذوف کی خبر ہونے کی وجہ سے۔ سوم، یہ کہ اغنیٰ مقدر کے مفعول کی بنا پر منصوب ہو۔ فائدہ :- منصرف، انصراف سے صیغہ اسم فاعل ہے بمعنی بدلنے والا چونکہ اس اسم کا آخر اختلافِ عوامل سے مختلف ہوتا رہتا ہے اس لئے اس کو منصرف کہتے ہیں اور اسم منصرف کی کثرت کے سبب مصنف نے اس کا بیان پہلے کیا لَانَّ الْعِزَّةَ لِلتَّكَاثُرِ يَأْسُ لِنَ كَ اَصْلُ اسْمٍ فِي الْاَنْصِرَافِ هِيَ۔ قولہ وَهُوَ مَا :- منصرف وہ اسم معرب ہے کہ منع صرف کے دو سبب یا ایک جو دو کے قائم مقام ہے اس میں نہ پایا جاتا ہو اور منصرف کا حکم یعنی اثر جو اس پر مرتب ہوتا ہے یہ ہے کہ اس میں تینوں حرکات مع تنوین آتی ہیں۔ قولہ وَغَيْرُ الْمُنْصَرَفِ :- اور غیر منصرف وہ اسم معرب ہے جس میں منع صرف کے نو اسباب سے دو سبب پائے جائیں یا ایسا ایک سبب پایا جائے جو دو کے قائم مقام ہو۔ اور اسباب تسعة ان اشعار میں مذکور ہیں۔

هِيَ الْعَدْلُ وَالْوَصْفُ وَالتَّائِيثُ وَالْمَعْرِفَةُ وَالْعُجْمَةُ وَالْجَمْعُ وَالتَّرْكِيبُ وَالْآلِفُ
وَالنُّونُ الزَّائِدَتَانِ وَوَزْنُ الْفِعْلِ وَحُكْمُهُ أَنْ لَا يَدْخُلَهُ الْكَسْرَةُ وَالتَّنْوِينُ وَيَكُونُ
فِي مَوْضِعِ الْجَرِّ مَفْتُوحًا أَبَدًا تَقُولُ جَائِنِي أَحْمَدُ وَرَأَيْتُ أَحْمَدَ وَمَرَرْتُ بِأَحْمَدِ أَمَّا
الْعَدْلُ فَهُوَ تَغْيِيرُ اللَّفْظِ مِنْ صِيغَتِهِ الْأَصْلِيَّةِ إِلَى صِيغَةٍ أُخْرَى تَحْقِيقًا أَوْ تَقْدِيرًا

مانع صرف آمدن این نہ سبب گوش دازای صاحب عالی نسب
عدل وصف و عجمہ و تعریف ہم جمع اقصی وزن فعل ای ذوالکرم
باز ترکیب و الف نون زائدہ باز تائیسث است گیر این قاعدہ

قوله وهی :- لفظ ہی مبتدا ہے اور عدل الخ کا مجموعہ اس کی خبر ہے اور خبر کے ہر جزء پر اعراب اس لئے جاری
کیا کہ مبتدا معنی کے لحاظ سے متعدد ہے۔ قوله و حکمہ :- اور غیر منصرف کا حکم یعنی اثر جو اس پر مرتب ہوتا ہے یہ ہے کہ
اس پر کسرہ اور تنوین نہ داخل ہوں اور وہ موضع جر میں ہمیشہ مفتوح ہو۔ قوله أَنْ لَا يَدْخُلَهُ :- اس عبارت میں أَنْ مُخَفَّفَةٌ
مِنِ الْمَثْقَلَةِ ہے جس کا اسم ضمیر شان ہے ای اِنَّ، اور لَا يَدْخُلَهُ الْكَسْرَةُ اس کی خبر ہے۔ مصنف نے لَا يَدْخُلَهُ الْجَرُّ
نہیں کہا اس لئے کہ غیر منصرف پر جراتا ہے اگرچہ فتح کی شکل میں۔ فائدہ :- غیر منصرف دو علتوں کی فرع ہے جس طرح کہ
فعل، فاعل اور مصدر کی فرع ہے کیونکہ رکن کلام بننے میں فعل اپنے فاعل کا محتاج ہوتا ہے اور مشتق ہونے میں اپنے مصدر کا،
اس فریث میں فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے فعل کی طرح غیر منصرف پر بھی کسرہ اور تنوین نہیں آتی۔ فائدہ :- فعل کے
ساتھ اسم کی مشابہت کی تین قسمیں ہیں۔ ایک اعلیٰ، جو اسم کو مبنی بنا دیتی ہے جیسے اسماء افعال کی مشابہت۔ دوم اوسط، جو اسم کو
غیر منصرف بنا دیتی ہے۔ سوم ادنیٰ، جسکی وجہ سے اسم بھی فعل جیسا عمل کرنے لگتا ہے جس طرح کہ اسم فاعل مضارع کی
مشابہت کی وجہ سے عمل کرتا ہے۔ سوال :- مصنف نے اسباب منع صرف میں عدل کو مقدم کیوں کیا ہے؟ جواب :- اس
لئے کہ عدل بغیر کسی شرط کے غیر منصرف کا سبب مؤثر بنتا ہے۔ قوله تَحْقِيقًا أَوْ تَقْدِيرًا :- یہ عدل کی دو قسموں کی طرف
اشارہ ہے، قسم اول عدل تحقیقی، قسم دوم عدل تقدیری۔ عدل تحقیقی یہ ہے کہ اسم کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ بھی اس
کے اصل پر کوئی دلیل ہو اور عدل تقدیری یہ ہے کہ اس اسم کے اصل پر کوئی دلیل نہ ہو بلکہ اس کی اصل مان لی گئی ہو۔ فائدہ
:- تَحْقِيقًا أَوْ تَقْدِيرًا کی ترکیب میں تین احتمال ہیں۔ اول، یہ کہ تَغْيِيرًا موصوف محذوف کی صفت ہوں۔ اس وقت یہ
دونوں مصدر بمعنی اسم مفعول ہوں گے ای تَغْيِيرًا مَحَقَّقًا أَوْ تَغْيِيرًا مُقَدَّرًا۔ دوم یہ کہ مضاف محذوف کے مضاف الیہ
ہوں ای تَغْيِيرَ تَحْقِيقٍ أَوْ تَغْيِيرَ تَقْدِيرٍ، سوم یہ کہ فعل محذوف کے مفعول مطلق ہوں ای حَقِّقْ تَحْقِيقًا أَوْ قَدِّرْ تَقْدِيرًا۔

وَلَا يَجْتَمِعُ مَعَ وَزْنِ الْفِعْلِ أَصْلًا وَيَجْتَمِعُ مَعَ الْعِلْمِيَّةِ كَعُمَرَ
وَزُفَرَ وَمَعَ السُّوْفِ كَثَلَاثَ وَمَثَلَاثَ وَأُخْرًا وَجُمَعَ

قولہ ولا یجتمع :- عدل تحقیقی ہو یا تقدیری وزن فعل کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہوتا اس لئے کہ عدل کے وزن صرف چھ ہیں جن کو شاعر نے اس طرح نظم کیا۔

اوزان عدل شش بود اے صاحب کمال
از ہر یکے مثال بلویم ترا ای عزیز
فعل، فعل، فعال و فعل مفعول و فعال
افس، سحر، ثلاث و عمر مثلث و نزال

اور مذکورہ بالا اوزان سے کوئی بھی فعل کے اوزان سے نہیں ہے اس لئے عدل، وزن فعل کے ساتھ نہیں پایا جاتا اور مصنف کا قول اصلاً بنا بر تمیز یا بنا بر مصدریت منصوب ہے یا مفعول فیہ کی بنا پر منصوب ہے بمعنی ابدا۔ قولہ ویجتمع مع العلمیة :- اور عدل علمیت کے ساتھ جمع ہوتا ہے جیسے عمر اور زفر میں ایک سبب علمیت ہے اور دوسرا عدل اور مصنف کے ساتھ بھی جمع ہوتا ہے جیسے ثلاث وغیرہ۔ فائدہ :- ثلاث، کے اصل پر دلیل یہ ہے کہ اس کے معنی میں تکرار ہے اور معنی کی تکرار لفظ کی تکرار پر دلالت کرتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ لفظ اصل میں تکرار ہے یعنی ثلاثہ ثلاثہ اور اس طرح مثلث کے معنی کی تکرار اس کی اصل یعنی ثلاثہ ثلاثہ پر دلالت کرتی ہے۔ قولہ آخر :- یہ صیغہ جمع مؤنث اسم تفضیل ہے اور مفضل علیہ کی تعیین کے لئے اسم تفضیل کا استعمال تین طرح ہوتا ہے، اضافت سے، لام کے ساتھ، من کے ساتھ۔ جس سے معلوم ہوا کہ آخر کا اصل صیغہ الآخر یا اخر من ہے اس لئے کہ جب اسم تفضیل کے بعد من جا رہ ہو تو صیغہ مفرد الان واجب ہوتا ہے۔ فائدہ :- صورت اضافت سے معدول ہونے کی طرف کوئی نہیں گیا اس لئے کہ مضاف الیہ اس جگہ حذف کیا جاتا ہے جہاں اس کا اظہار ممکن ہو اور یہاں مضاف الیہ کا اظہار ممتنع ہے (درایہ)۔ سوال :- آخر کا اصلی صیغہ الآخر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ارشاد باری تعالیٰ من ایام آخر، میں یہ نکرہ کی صفت واقع ہے اگر الآخر سے معدول ہوتا تو نکرہ کی صفت واقع نہ ہوتا کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ معدول عندا معرف ہو تو معدول بھی معرف ہوتا ہے۔ جواب :- آخر، لفظاً اور معنی دونوں طرح سے معدول ہے یعنی پہلے اس کا معنی معرف تھا مگر اب نکرہ ہو گیا ہے اس لئے یہ نکرہ کی صفت واقع ہو سکتا ہے۔ قولہ جمع :- یہ عدل تحقیقی کی چوتھی مثال ہے جس کے اصل پر دلیل یہ ہے کہ یہ جمعاً بروزن فعلاء کی جمع ہے اور فعلاء کا وزن ارا اسم صفت ہو تو اسکی جمع فعل کے وزن پر آتی ہے جیسے حمراء کی جمع حمر ہے اور ارا اسم ذات ہو تو اس کی جمع تکسیر فعالی اور سالم فعلاوات کے وزن پر آتی ہے جیسے صحری کی جمع صحراوات ہے لیکن جمع ان تین اوزان میں سے کسی ایک وزن پر نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ جمع کا اصل صیغہ جمع یا جماعی یا جمعاًوات ہے۔

أَمَّا الْوُصْفُ فَلَا يَجْتَمِعُ مَعَ الْعَلَمِيَّةِ أَصْلًا وَشَرْطُهُ أَنْ يَكُونَ وَصْفًا فِي أَصْلِ الْوَضْعِ فَاسْوَدُّ وَارْقُمْ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ وَإِنْ صَارَا اسْمَيْنِ لِلْحَيَّةِ لِإِصَالَتِهِمَا فِي الْوَصْفِيَّةِ وَارْبَعٌ فِي مَرَرْتُ بِنِسْوَةِ أَرْبَعٍ مُنْصَرِفٌ مَعَ أَنَّهُ صِفَةٌ وَوَزْنُ الْفِعْلِ لِعَدَمِ الْإِصَالَةِ فِي الْوَصْفِيَّةِ

قولہ والوصف :- وصف، کے لغوی معنی ہیں تعریف کرنا اور عرفِ نحاۃ میں وصف کے دو معنی ہیں اول، وہ تابع جو اپنے متبوع کے معنی پر دلالت کرتے جیسے رجل عالم میں عالم وصف ہے۔ دوم، اسم کا ایسی ذات مَبْهُمَةٌ پر دلالت کرنا جس میں اسکی کسی صفت کا اعتبار کیا گیا ہو جیسے اسود،۔ یہاں دوسرا معنی مراد ہے۔ قولہ فَلَا يَجْتَمِعُ :- وصف وضعی ہو یا عارضی علمیت کے ساتھ بالکل جمع نہیں ہوتا اس لئے کہ علمیت میں تعین ہوتا ہے اور وصف میں ابہام اور یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔

قولہ وشروطہ :- شرط، لغت میں بمعنی علامت ہے اور اسی سے اَشْرَاطُ السَّاعَةِ ہے یعنی علاماتِ قیامت اور اصطلاح میں شرط اسے کہتے ہیں جس پر کوئی چیز موقوف ہو یعنی وصف کے غیر منصرف کا سبب بننے میں شرط یہ ہے کہ وہ وصف اصلی ہو۔

فائدہ :- وصف اصلی کے معنی یہ ہیں کہ وضع کے وقت وصف ہو خواہ اس کے بعد وصف باقی ہو جیسے أَحْمَرٌ، یا زائل ہو گیا ہو جیسے اسود کا لے سانپ کا نام ہونے کے بعد اس میں وصف باقی نہیں رہا۔ قولہ فَاسْوَدُّ :- یعنی وصف کے سبب بننے میں یہ شرط ہے کہ وہ وصف اصلی ہو لہذا اسود اور ارقم میں سے ہر ایک غیر منصرف ہے اگرچہ استعمال میں یہ دونوں سانپ کے نام ہیں اس لئے کہ یہ باعتبار وضع وصف ہیں، اسود کی وضع مَافِيهِ السَّوَادُ کے لئے ہے یعنی سیاہ کے لئے اور ارقم کی وضع مَافِيهِ السَّوَادُ وَالْبَيَاضُ کے لئے ہے یعنی جسمیں سیاہی اور سفیدی ہو۔ سوال :- اسود کو وزن فعل اور وصفیتِ اصلیہ کی وجہ سے غیر منصرف ماننا درست نہیں اس لئے کہ وزن فعل کے لئے تاء کو قبول نہ کرنا شرط ہے جبکہ اسود تاء کو قبول کرتا ہے اور اس کی مؤنث اسودۃ آئی ہے؟ جواب :- اسود وصف وضعی کے اعتبار سے غیر منصرف ہے اور اس اعتبار سے یہ تاء کو قبول نہیں کرتا کیونکہ اس اعتبار اس کی مؤنث اسوداء ہے جو کہ بغیر تاء کے ہے۔ قولہ وَارْبَعٌ :- یہ شرط عدمی پر متفرع ہے یعنی جب وصف میں وصفیتِ اصلیہ شرط ہے تو اربع جو، مررت بنسوة اربع کی ترکیب میں ہے یہ منصرف ہے اس لئے کہ اس میں وصفیتِ اصلیہ نہیں ہے بلکہ اس کی وضع مراتب اعداد میں سے ایک مرتبہ معینہ کے لئے ہے تو اس میں وصف اصلی اور وضعی نہیں ہے بلکہ عارضی ہے۔ سوال :- قطع نظر وصفیتِ عارضیہ کے اربع کو غیر منصرف ماننا درست نہیں کیونکہ اس میں وزن فعل ایک سبب ہے جس کے لئے غیر قابل للشاء ہونا شرط ہے اور اربع تاء کے ساتھ آتا ہے کہا جاتا ہے اَرْبَعَةٌ رِجَالٍ؟ جواب :- غیر قابل للشاء سے مراد تائے تانیث ہے اور اربعۃ رجال میں تاء تانیث کی نہیں بلکہ یہ علامتِ مذکیر ہے۔

أَمَّا التَّانِيثُ بِالتَّاءِ فَشَرْطُهُ أَنْ يَكُونَ عَلَمًا كَطَلْحَةَ وَكَذَلِكَ الْمَعْنَوِيُّ ثُمَّ
الْمَعْنَوِيُّ إِنْ كَانَ ثَلَاثِيًّا سَاكِنَ الْأَوْسَطِ غَيْرَ اَعْجَمِيٍّ يَجُوزُ صَرْفُهُ وَتَرْكُهُ
لِأَجْلِ الْخَفَةِ وَوُجُودِ السَّبَبِيْنَ كَهِنْدٍ وَالْأَيْ يَجِبُ مَنَعُهُ كَرَيْنَبٍ وَسَقَرٍ وَمَاهٍ وَجُوزِ

قوله التَّانِيثُ بِالتَّاءِ: - مصنف مدیہ الرحمۃ نے غیر منصرف کے تیسرے سبب یعنی تانیث کو تاء کے ساتھ متعین کیا تاکہ
تانیث بالالف، خارج ہو جائے۔ کیونکہ تانیث بالالف کے غیر منصرف میں مؤثر ہونے کے لئے علمیت شرط نہیں ہے۔
فائدہ: - تانیث بالتاء میں علمیت اس لئے شرط ہے کہ تاء اسم کو لازم نہیں لیکن علمیت کے ساتھ جب تاء متحقق ہو تو کلمہ کو لازم ہو جاتی
ہے اس لئے کہ اعلام بقدر امکان تغیر سے محفوظ ہوتے ہیں اور تاء کے لازم ہونے کے بعد اس تانیث میں اتنی قوت آ جاتی ہے کہ وہ
منع صرف میں اثر کرنے کے قابل ہو جاتی ہے۔ سوال: - جبرائیل اور میکائیل میں تغیر ہوتا ہے یُقَالُ جِبْرَائِيلُ وَمِيكَالُ ابْنِ كَيْبَانَ
درست نہ ہو کہ اعلام بقدر امکان تغیر سے محفوظ ہوتے ہیں؟ جواب: - اعلام سے مراد اعلام بشریہ ہیں۔ فائدہ: - تاء تانیث
سے مراد وہ تاء زائدہ ہے جو اسم کے آخر میں آتی ہے اور بحالت وقف ہاء بن جاتی ہے اور اس کا ما قبل مفتوح ہوتا ہے۔ نظر برآں
اُحْسَتْ، کی تاء، تاء تانیث نہیں کیونکہ یہ زائدہ نہیں ہے بلکہ لام کلمہ سے بدل ہے اور اس کا ما قبل بھی مفتوح نہیں اور یہ بوقت وقف
(ہاء) بھی نہیں ہوتی۔ قولہ وَكَذَلِكَ الْمَعْنَوِيُّ: - اور اسی طرح تانیث معنوی یعنی علمیت شرط ہونے میں تانیث معنوی
بھی تانیث لفظی کی طرح ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ تانیث لفظی میں علمیت وجوب غیر منصرف کی شرط ہے اور معنوی میں جواز
کی۔ قولہ ثُمَّ الْمَعْنَوِيُّ: - یہ عبارت بحذف موصوف ہے ای الْمَوْثُوثُ الْمَعْنَوِيُّ اور اِنْ كَانَ ثَلَاثِيًّا مِثْلَ جِبْرِائِيلَ وَمِيكَالِ
مخذوف ہے ای السَّمَاثَلَاثِيَّا وَرَسَاكِنَ الْأَوْسَطِ ثَلَاثِيًّا كِي سَبَبِيَّ صِفَتٍ اَوْ غَيْرِ اَعْجَمِيٍّ دُوسری صِفَتٍ ہے یعنی مَوْثُوثُ الْمَعْنَوِيُّ اِسْمٌ
سہ حرفی ہو اور اس کا درمیانی حرف ساکن ہو اور وہ تہمی نہ ہو بلکہ عربی ہو تو اس معنوی یا ثلثی کا منصرف اور غیر منصرف پڑھنا دونوں امر
جائز ہیں جیسے ہند، کہ یہ سہ حرفی ہے اور اس کا درمیانی حرف ساکن ہے اور یہ عجمی نہیں بلکہ عربی ہے لہذا اس کا منصرف اور
غیر منصرف پڑھنا جائز ہے۔ قولہ لِأَجْلِ الْخَفَةِ، یہ یجوز صرفہ کی دلیل ہے یعنی اس اسم کو منصرف پڑھنا اس لئے جائز ہے کہ
اس میں خفت ہے جب کہ غیر منصرف نقل کی وجہ سے پڑھا جاتا ہے۔ قولہ وَوُجُودِ السَّبَبِيْنَ، یہ یجوز ترکہ کی دلیل ہے۔ قولہ
وَالْأَيْ، یہ الاصلیہ ہے یعنی اُرُوہ مَوْثُوثُ الْمَعْنَوِيُّ سہ حرفی نہ ہو جیسے زینب، یا اس کا درمیانی حرف ساکن نہ ہو جیسے سقر، یا وہ تہمی لفظ ہو جیسے
ماہ اور جُوزِ، تو اس مَوْثُوثُ الْمَعْنَوِيُّ کا غیر منصرف پڑھنا واجب ہے۔ تنبیہ: - ثلاثی ثلاثہ کی طرف منسوب ہے اور اس میں ثا، کا ضمہ
اگر چہ غلط ہے کہ منسوب الیہ کے خلاف ہے کیونکہ اس میں ثا، کا فتح ہے لیکن چونکہ ضمہ مشہور ہے اس لئے ضمہ فتح سے زیادہ فصیح ہے۔

والتَّانِيثُ بِالْأَلِفِ الْمَقْصُورَةِ كَحُبْلِي وَالْمَمْدُودَةِ كَحَمْرَاءَ مُتْنِعٌ صَرْفُهَا الْبِتَّةُ لِأَنَّ
الْأَلِفَ قَائِمٌ مَقَامَ السَّبَبِيِّنِ التَّانِيثِ وَلِزُومِهِ أَمَّا الْمَعْرِفَةُ فَلَا يُعْتَبَرُ فِي مَنَعِ الصَّرْفِ
مِنْهَا إِلَّا الْعِلْمِيَّةُ وَتَجْتَمِعُ مَعَ غَيْرِ الْوَصْفِ أَمَّا الْعُجْمَةُ فَشَرْطُهَا أَنْ تَكُونَ عَلَمًا
فِي الْعُجْمَةِ وَزَائِدَةٌ عَلَى ثَلَاثَةِ أَحْرَفٍ كَأَبْرَاهِيمَ أَوْ ثَلَاثِيًّا مُتَحَرِّكٍ الْاَوْسَطِ كَشَتَرَ

قوله والتَّانِيثُ بِالْأَلِفِ :- اور تانیث بالالف یقیناً غیر منصرف ہے اس لئے کہ یہ تانیث دو سبب کے قائم مقام ہوتی ہے ایک تانیث اور ایک تانیث کا کلمہ کو لازم ہونا یعنی یہ تانیث کلمہ سے الگ نہیں ہوتی مثلاً حُبْلِي کے مذکر کے لئے حُبْلٌ نہیں کہا جاتا لیکن تائے تانیث کلمہ سے الگ ہو جاتی ہے اور قَائِمَةٌ کے مذکر کے لئے قائم کہہ سکتے ہیں پس گویا کہ حُبْلِي میں الف مقصورہ ایک سبب ہے جو حقیقتاً سبب ہے اور دوسرا الف کا کلمہ کو وَضْعًا لازم ہونا جو بمنزلہ تانیث آخر کے ہے۔ فائدہ

:- لفظ البتة، یا تو بنا بر مصدریت منصوب ہے جیسا کہ درایہ میں ہے اور تقدیر عبارت بتَّ بَتَّةً ہے اور بتَّ از باب نصر بمعنی قطع ہے فعل حذف کرنے کے بعد الف ولام مصدر کا جز بنا دیا گیا تو البتة ہوا، صاحب الہامیہ کہتے ہیں کہ یہ مُتْنِعٌ مقدر کا مفعول فیہ ہے ای مُتْنِعٌ صَرْفُهُمَا فِي كُلِّ زَمَانٍ - قوله لِأَنَّ الْاَلِفَ :- بہتر یہ تھا کہ مصنف یہ کہتے لَانَّ التَّانِيثُ بِالْاَلِفِ، اس لئے کہ وہ ایک سبب جو دو کے قائم مقام ہے وہ تانیث بالالف ہے نہ الف تانیث۔ قوله أَمَّا الْمَعْرِفَةُ :- معرفہ، لغت میں بمعنی جاننا اور اصطلاح میں معرفہ وہ ہے جو کسی معین چیز کے لئے وضع کیا گیا ہو، اس جگہ معرفہ سے مراد تعریف ہے کیونکہ منع صرف کا سبب تعریف ہے۔ معرفہ کی پانچ اقسام ہیں جن کو شاعر نے اس طرح نظم کیا ہے۔

معارف ایں ہمہ پنج اندزیں نہ پیش و نہ کم
مضاف و مضمرو ذواللام و مبہم است و علم

قوله فَلَا يُعْتَبَرُ :- پس معرفہ کی اقسام میں سے منع صرف کا سبب بننے کے لئے صرف علمیت معتبر ہے کیونکہ مضمورات اور مضمومات مبنی ہیں اور مضاف اور ذواللام یہ دونوں غیر منصرف کو منصرف کر دیتے ہیں اور معرفہ بندا معرفہ باللام کے علم میں ہے باقی ایک قسم معرفہ بعلم ہے جو منع صرف کا سبب بنتا ہے۔ قوله وَتَجْتَمِعُ مَعَ غَيْرِ الْوَصْفِ :- اور معرفہ وصف کے علاوہ باقی اسباب منع صرف کے ساتھ جمع ہوتا ہے اور وصف کے ساتھ اس لئے جمع نہیں ہوتا کہ وصف اور علم ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ قوله وَالْعُجْمَةُ :- عجمہ کا لغوی معنی ہے لکنت ہونا، کند زبان ہونا اور اصطلاح میں لفظ کا غیر عربی زبان میں کسی معنی کے لئے موضوع ہونا، یہاں یہی اصطلاحی معنی مراد ہیں اور عجمہ کو غیر منصرف کا سبب ماننا دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔ اول یہ کہ وہ عجمہ زبان عجمی میں علم ہو اور دوسری شرط کی دو شقیں ہیں (۱) زائد علی الثلاث ہو جیسے ابراہیم۔ (۲) ثنائی متحرک الاوسط ہو جیسے شتر، جو دیار بکر میں ایک قلعہ کا نام ہے۔

فَلِجَامٍ مُنْصَرِفٍ لِعَدَمِ الْعِلْمِيَّةِ وَنُوحٍ مُنْصَرِفٍ لِسُكُونِ الْاَوْسَطِ اَمَّا الْجَمْعُ
فَشَرْطُهُ اَنْ يَكُوْنَ عَلَى صَيغَةٍ مُنْتَهَى الْجُمُوعِ وَهُوَ اَنْ يَكُوْنَ بَعْدَ الْاَلِفِ الْجَمْعِ
حَرْفًا كَمَسَاجِدٍ اَوْ حَرْفٍ مُشَدَّدٍ مِثْلُ دَوَابٍّ اَوْ ثَلَاثَةً اَحْرَفٍ اَوْسَطُهَا سَاكِنٌ

قوله فلجام منصرف :- یہ پہلی شرط پر متفرع ہے یعنی جب لجام، کسی کا نام رکھ دیا جائے تو منصرف رہیگا اس لئے کہ یہ لغت نجوم میں علم نہیں کہ اسم جنس کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ قوله ونوح منصرف :- یہ دوسری شرط پر تفریع ہے یعنی نوح، جو پیغمبر کا نام ہے منصرف ہے اس لئے کہ یہ نہ تو زائد علی الثلاث ہے اور نہ متحرک الاوسط۔ فائدہ - انبیاء کرام علیہم السلام کے اسماء گرامی غیر منصرف ہیں سوا چھ اسماء کے جنہیں شاعر نے اس طرح نظم کیا ہے۔

گرم بھی خواہی کہ دانی اسم بہ پیغمبرے تاکدام است ای برادر نزد نحوی منصرف
صالح وھود و محمد با شعیب ونوح ولوط منصرف داں ایں ہمہ دیگر ہمہ لای منصرف
ایک دوسرے شاعر نے انکو اس طرح جمع کیا ہے۔

الْاَنْبِيَاءُ اَسْمَانُهُمْ لَا يَنْصَرِفُ وَسِتَّةٌ مُسْتَثْنِيَاتٌ فَاعْتَرَفُ
مُحَمَّدٌ نُوحٌ شَعِيبٌ صَالِحٌ هُوَ ذُو لُوطٍ صَرَفٌ هَذَا وَاصِحٌ

قوله الجمع :- جمع، کے دو معنی ہیں ایک معنی امی یعنی وہ اسم جو دو سے زیادہ پر دلالت کرے جمع کے یہ معنی اس وقت مراد ہوتے ہیں جب مفرد یا ثنی کے مقابل ہو، دوسرا معنی وصفی یعنی کسی اسم کا دو یا دو سے زیادہ پر دل ہونا، یہاں یہی دوسرا معنی مراد ہے اس لئے کہ اسباب منع صرف از قبیل اوصاف ہیں۔ غیر منصرف کا سبب مؤثر بننے میں جمع کی شرط یہ ہے کہ وہ منتہی الجموع کا صیغہ ہو۔ مُنْتَهَى یا تو مصدر مہمی ہے جو فاعل کی طرف مضاف ہے یعنی وہ صیغہ جس پر جموع مکسر منتہی ہوتی ہیں یا اسم ظرف کا صیغہ ہے یعنی وہ صیغہ جو جموع مکسر کا منتہی ہے۔ فائدہ - جمع کے لئے صیغہ منتہی الجموع اس لئے شرط ہے کہ وزن منتہی الجموع کے بعد پھر جمع تکسیر نہیں آتی اس طرح یہ صیغہ جمع، تغیر سے محفوظ رہے گا اور ہمیں اتنی قوت آجائگی کہ دو سبب کے قائم مقام ہو جائیگا۔ فائدہ - مصنف نے جمع کو غیر منصرف کا سبب مؤثر ماننے کیلئے صیغہ (وزن) منتہی الجموع کی شرط لگائی ہے اس لئے کہ مساجد اور مصابیح، منتہی الجموع کے وزن پر ہیں اگرچہ یہ منتہی الجموع نہیں کیونکہ ان کی جمع صرف ایک بار آئی ہے بار بار نہیں آئی۔ قوله وهو ان يكون :- یعنی صیغہ منتہی الجموع سے مراد وہ جمع ہے جس کا پہلا اور دوسرا حرف مفتوح ہو اور تیسری جگہ الف ہو اور الف کے بعد یا تو وہ حرف متحرک ہوں جن میں سے پہلا مکسور ہو جیسے مساجد، جو مسجد کی جمع ہے یا الف کے بعد حرف مشدد ہو جیسے دواب، جمع ذابۃ یا تین حرف ہوں جن کا درمیانہ حرف ساکن ہو جیسے مصابیح، جو مضباح کی جمع ہے۔

غَيْرَ قَابِلٍ لِلْهَاءِ كَمَصَابِيحٍ فَصَيَاقِلَةٌ وَفَرَازِنَةٌ مُنْصَرِفٌ لِقُبُولِهَا
الْهَاءُ وَهُوَ أَيْضًا قَائِمٌ مَقَامَ السَّبَبِيِّنِ الْجَمْعِيَّةِ وَلِزُومِهَا
وَإِمْتِنَاعِ أَنْ يُجْمَعَ مَرَّةً أُخْرَى جَمَعَ التَّكْسِيرِ فَكَأَنَّهُ جُمِعَ مَرَّتَيْنِ
أَمَّا التَّرْكِيْبُ فَشَرْطُهُ أَنْ يَكُونَ عَلَمًا بِلَا إِضَافَةٍ وَلَا إِسْنَادٍ

فائدہ:- صیغہ منتہی الجموع کی تعریف میں نحاۃ کا اختلاف ہے۔ زخشری کے نزدیک صیغہ منتہی الجموع وہ ہے جسکی نظیر آحاد میں نہ ہو، بعض کے نزدیک منتہی الجموع وہ جمع ہے جسکی جمعیت مکتسرہ کی انتہا ہوگئی ہو اور بعض کے نزدیک صیغہ منتہی الجموع سے مراد وہ جمع ہے جو فواعل، فواعیل یا مفاعیل اور مفاعیل کے وزن پر ہو۔ قولہ غَيْرَ قَابِلٍ لِلْهَاءِ:- لفظ غیر یا تو پیدے یکنون کی خبر ثانی یا انکی ضمیر سے حال ہے یا مبتدا محذوف کی خبر ہے اور یہ جملہ حالیہ ہے چونکہ جمع منتہی الجموع تاء کے ساتھ ہوتی ہے جیسے صیاقلة اور فرازنة اور بغیر تاء کے بھی اس لئے کہا کہ غیر قابل للتاء یعنی معتبر وہ وزن منتہی الجموع ہے جو بغیر تاء کے ہو اور تاء سے مراد تائے تانیث ہے جو حالت وقف میں ہاء ہو جاتی ہے۔ قولہ وَهُوَ أَيْضًا:- کلمہ اَيْضًا، فعل محذوف کا مفعول مطلق ہے تقدیر عبارت اس طرح ہے اَضَ اَيْضًا اَي رَجَعَ رُجُوعًا اَيْ تَانِيثٌ بِالْاَلِفِ جِسْ طَرَحِ كِه دوسبب کے قائم مقام ہوتی ہے یہ جمع بھی دوسبب کے قائم مقام ہے ایک جمع، دوسرا لزوم جمع یعنی اس بات کا محال ہونا کہ اس صیغہ کی دوبارہ جمع تفسیر لائی جاسکے گویا کہ یہ دوبار جمع لائی گئی ہے اور مصنف کا قول وَامْتِنَاعِ..... الخ، اُس کے قول لِزُومِهَا كِه لِي عَطْفِ تَفْسِيرِي كِه۔ قولہ وَالتَّرْكِيْبُ - یہاں ترکیب سے مراد یہ ہے کہ دو یا زیادہ کلمات ملکر ایک ہو جائیں اور کوئی جز حرف نہ ہو۔ ترکیب کی کل چھ قسمیں ہیں جن کو شاعر نے اس طرح نظم کیا ہے۔

بود ترکیب نزد نحویاں شش بیادش گیر گر خائف ز فونتی

اضافی دال و تعدادی و مزجی چوں اسنادی و توصیفی و صوتی

ترکیب کی مصنف نے تین شرطیں بیان کی ہیں پہلی شرط وجودی ہے یعنی علمیت کا ہونا تا کہ علمیت کی وجہ سے ترکیب زوال سے محفوظ رہے اور دوسری و تیسری عدی شرطیں ہیں یعنی وہ ترکیب اضافی نہ ہو اس لئے کہ اضافت غیر منصرف کو منصرف یا حالم منصرف میں کر دیتی ہے لہذا یہ مناسب نہیں کہ اضافت کو عدم انصراف کا سبب بنایا جائے اور ترکیب اسنادی بھی نہ ہو اس لئے کہ اسناد پر مشتمل اعلام از قبیل مبنیات ہیں۔

كَبُعْلَبِكَّ فَعَبْدُ اللَّهِ مُنْصَرِفٌ وَمَعْدٍ يُكْرَبُ غَيْرُ مُنْصَرِفٍ وَشَابَ قَرْنَاهَا
مَبْنِيٌّ اِمَّا الْاَلْفُ وَالنُّونُ الزَّائِدَتَانِ اِنْ كَانَتَا فِي اِسْمٍ فَشَرْطُهُ اَنْ يَكُوْنَ
عَلَمًا كَعِمْرَانَ وَعُثْمَانَ فَسَعْدَانُ اِسْمٌ نَبَتٍ مُنْصَرِفٌ لِعَدَمِ الْعَلَمِيَّةِ

قولہ کبعلبک :- یہ ملک شام کے ایک شہر کا نام ہے اور بعْل و بک سے مرکب ہے۔ بعْل اس شہر کے ایک بت کا نام ہے جسے حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم پوجتی تھی اور بعْل بمعنی شوہر بھی ہے جیسے ہذا بعْل شیخا میں، اور بک، اس شہر کے بادشاہ کا نام ہے جو اس بت کو پوجتا تھا اس شہر کا نام معبود باطل اور مابد لایعقل کے ناموں سے ملکر بنا، یہ علمیت اور ترکیب کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ قولہ فعبد اللہ :- پس عبد اللہ منصرف ہے اس لئے کہ یہ مرکب اضافی ہے اور معد ینکرب، غیر منصرف ہے کہ علم اور مرکب ہے اور یہ ترکیب، اضافی و اسنادی نہیں اور شاب قرناہا، اس عورت کا نام ہے جس کے دونوں گیسو سفید ہو گئے تھے یہ مبنی ہے کہ مرکب اسنادی ہے۔ قولہ اِمَّا الْاَلْفُ وَالنُّونُ :- اس میں واو بمعنی مع ہے یعنی الف مع نون کے اگر اسم میں ہو تو شرط یہ ہے کہ وہ اسم علم ہو جیسے عِمْرَانُ وَعُثْمَانُ، یہ دونوں الف و نون اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہیں، مصنف علیہ الرحمۃ نے دو مثالیں ذکر کر کے الف و نون کے اوزان مختلفہ کی طرف اشارہ کیا ہے اس الف و نون کو زائدتان اس لئے کہتے ہیں کہ یہ حروف زوائد میں سے ہیں جو الیوم تنسباہا کا مجموعہ ہے اور مضارعین اس لئے کہتے ہیں کہ الف تانیث کے مشابہ ہیں۔ فائدہ :- نحاۃ بصرہ کے نزدیک الف و نون، الف تانیث کی مشابہت کی وجہ سے غیر منصرف کا سبب ہے اور یہ مشابہت چند امور میں ہے۔ (۱) یہ دونوں الف تانیث کی طرح ایک ساتھ زائد کئے جاتے ہیں۔ (۲) یہ الف تانیث کی طرح حروف اصلیہ کے بعد آتے ہیں۔ (۳) الف تانیث کی طرح اگلے آخر میں تائے تانیث نہیں آتی۔ نحات کوفہ کے نزدیک یہ زائدہ ہیں اور مزید علیہ کی فرع ہونے کی وجہ سے غیر منصرف کا سبب ہیں۔ قولہ فشرطہ :- ضمیر مجرور کے مرجع میں دو احتمال ہیں۔ (۱) یہ لفظ اسم کی طرف لوٹتی ہے یعنی اسم کی شرط علمیت ہے۔ (۲) یہ الف و نون کی طرف لوٹتی ہے اس لئے کہ وہ دونوں ملکر سبب واحد بنتے ہیں۔ فائدہ :- الف و نون تانیث کے الف مقصورہ و الف مدودہ کے ساتھ عدم دخول تا، میں مشابہت کی وجہ سے غیر منصرف کا سبب بنتے ہیں اور ان میں علمیت شرط ہے تاکہ الف تانیث کے ساتھ ان کی مشابہت پختہ ہو جائے پس عمران اور عثمان غیر منصرف ہیں کیونکہ ان میں الف و نون زائدتان اور علمیت ہے، عمران ایک جلیل القدر صحابی کا نام ہے فرشتے ان سے مصافحہ کرتے تھے یہ کرنا کاتبین کو دیکھتے اور ان سے گفتگو کرتے تھے۔ قولہ فسعدان :- پس سعدان (جو جنگل کی گھاس اور اونٹ کی مرغوب غذا ہے) منصرف ہے اس لئے کہ یہ علم نہیں بلکہ اسم جنس ہے۔

وَأَنَّ كَانَتْ فِي صِفَةٍ فَشَرْطُهَا أَنْ لَا يَكُونَ مُؤَنَّثَةً عَلَى فَعْلَانَةٍ كَسَكْرَانَ
فَنَدْمَانٌ مُنْصَرِفٌ لِوُجُودِ نَدْمَانَةٍ أَمَّا وَزْنُ الْفِعْلِ فَشَرْطُهَا
أَنْ يُخْتَصَّ بِالْفِعْلِ وَلَا يُوجَدُ فِي الْأَسْمِ الْأَمْتَقُولَا عَنِ الْفِعْلِ كَشَمَّرٌ وَضَرْبٌ

فائدہ: - سعدان مبتدا ہے اور اسم نبت، مضاف و مضاف الیہ سعدان سے بدل ہے اور منصرف مبتدا کی خبر ہے، یا اسم نبت، خبر اول اور منصرف، خبر ثانی ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسم نبت، مبتدا محذوف کی خبر واقع ہو کر مبتدا اور خبر کے درمیان جملہ معترضہ ہو، یا اسم نبت، منصوب ہو بنا بر حال از ضمیر منصرف یا مبتدا (سعدان) سے حال ہو اور ابن مالک کے نزدیک مبتدا سے حال بنا درست ہے۔ **قولہ** وَأَنَّ كَانَتْ... الخ: - یعنی اگر الف و نون اسم صفت میں ہوں تو اس اسم صفت کی شرط یا الف و نون کی شرط یہ ہے کہ اس اسم صفت کی مؤنث فَعْلَانَةٍ کے وزن پر نہ ہو جیسے سَكْرَانَ اس کی مؤنث سَكْرَانَةٌ نہیں آتی لہذا یہ وصف اور الف و نون کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور نَدْمَانٌ، منصرف ہے کیونکہ اس کی مؤنث نَدْمَانَةٌ آتی ہے۔ **فائدہ:** - جس نَدْمَانٌ کی مؤنث نَدْمَانَةٌ آتی ہے وہ نَدْمَانٌ بمعنی نَدِيمٌ ہے اور جو نَدْمَانٌ بمعنی نَادِمٌ ہے اس کی مؤنث نَدْمَانَةٌ نہیں آتی بلکہ نَدْمَى آتی ہے لہذا نَدْمَانٌ بمعنی نَادِمٌ غیر منصرف ہے۔ **سوال:** - جس اسم کے نون میں اصلی اور زائد ہونے کا احتمال ہو جیسے حَسَانٌ، رَمَانٌ ایسے اسم کو منصرف پڑھا جائے یا غیر منصرف؟ **جواب:** - ایسے اسم کو منصرف پڑھا جائے کیونکہ اسم میں اصل انصراف ہے۔ **قولہ** وَأَمَّا وَزْنُ الْفِعْلِ: - وَزْنُ الْفِعْلِ، کا معنی ہے كَوْنُ الْأَسْمِ عَلَى وَزْنٍ يَعْدُ مِنْ أَوْزَانِ الْفِعْلِ، یعنی اسم کا کسی ایسے وزن پر ہونا جو اوزانِ فعل سے شمار کیا جاتا ہو، وزنِ فعل کو غیر منصرف کا سبب مؤثر ماننے کے لئے دو شرطیں ہیں، پہلی یہ کہ وہ وزن، فعل کے ساتھ مختص ہو یعنی ابتداءً وہ وزن اسم میں نہ پایا جائے بلکہ فعل سے منقول ہو کر پایا جائے جیسے شَمَّرٌ (صیغہ ماضی معلوم یا مجہول از تَشْمِيرٌ) شَمَّرٌ کو فعل سے اسم کی طرف نقل کر کے حجاج بن یوسف کے گھوڑے کا نام کر دیا گیا لہذا یہ وزنِ فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور ضَرْبٌ (ماضی مجہول) یہ وزن بھی فعل کے ساتھ مختص ہے اگر کسی مرد کا ضرب، نام رکھ دیا جائے بہت مضروب ہونے کی وجہ سے تو ضرب، وزنِ فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف پڑھا جائیگا لیکن ضرب (معلوم) یہ وزن فعل کے ساتھ مختص نہیں بلکہ اس وزن پر اسم بھی آیا ہے جیسے فرس لہذا جب ضرب (معلوم) کسی کا نام رکھ دیا جائے تو منصرف ہوگا۔ **فائدہ:** - مصنف علیہ الرحمۃ نے شَمَّرٌ (مزید فیہ) کو ضرب (مجرد) پر اس لئے مقدم کیا ہے کہ شَمَّرٌ فعل معلوم ہے اور ضَرْبٌ مجہول ہے اور فعل معلوم اشرف ہوتا ہے یا اس لئے مقدم کیا کہ شَمَّرٌ معلوم ہو یا مجہول یہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہے یا اس لئے کہ شَمَّرٌ بالفعل غیر منصرف ہے کہ وزنِ فعل اور علم ہے اور ضرب، اس وقت غیر منصرف ہوگا جب اس کو علم بنایا جائیگا۔

وَأَنْ لَّمْ يُخْتَصَّ بِهِ فَيَجِبُ أَنْ يَكُونَ فِي أَوَّلِهِ أَحَدِي حُرُوفِ
الْمُضَارَعَةِ وَلَا يَدْخُلُهُ الْهَاءُ كَأَحْمَدَ وَيَشْكُرَ وَتَغْلِبَ وَنَرْجِسَ
فَيَعْمَلُ مَنْصَرَفًا لِقُبُولِهَا الْهَاءُ كَقَوْلِهِمْ نَائِقَةٌ يَعْمَلَةٌ

قولہ وان لم یختص بہ :- دوسری شرط یہ ہے کہ اگر وہ وزن فعل کے ساتھ مختص نہ ہو تو اسکو غیر منصرف کا سبب ماننے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے شروع میں حروف اتین میں سے کوئی حرف ہو کیونکہ یہ حروف فعل کے خواص میں سے ہیں لہذا انکی وجہ سے وہ وزن فعل کے ساتھ خاص ہو جائیگا اور اس کے آخر میں تاء نہ ہوتا کہ وہ وزن تاء کی وجہ سے اوزان اسم میں نہ چلا جائے اس لئے کہ تائے تانیث متحرکہ خواص اسم سے ہے۔ قولہ کماحمد :- احمد، يشکر اور تغلب آدمیوں کے نام ہیں اور نرجس، زکریا کا معرب ہے جو ایک پھول کا نام ہے یہ چاروں وزن فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہیں۔ قولہ فیعمل منصرف :- پس یعمل جو قوی اونٹ کا نام ہے منصرف ہے اس لئے کہ یہ تاء کو قبول کرتا ہے کیونکہ وہ اونٹنی جو عمل اور سیر پر قوی ہو اس کے لئے عرب کہتے ہیں نائقة یعملہ۔ سوال :- جب اربع کسی مرد کا نام رکھ دیا جائے تو وہ علمیت اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہوگا حالانکہ اس کے آخر میں تائے تانیث آتی ہے جیسے اربعة رجال؟ جواب :- تائے تانیث سے وہ تائے تانیث مراد ہے جو قیاس کے مطابق ہو یعنی مؤنث کے لئے ہو اور اربع پر جوتا، آتی ہے وہ تانیث کے لئے نہیں بلکہ مذکر کے لئے ہے کیونکہ تین سے لیکر دس تک اسم عدد خلاف قیاس آتا ہے تو یہ تاء مذکر کی ہے۔ جواب نمبر ۲ :- اربع بحالت علمیت تاء کو قبول نہیں کرتا کیونکہ اعلام بقدر امکان تغیر سے محفوظ ہوتے ہیں۔ فائدہ :- اوزان تین قسم پر ہیں ایک وہ وزن جو اسم کے ساتھ خاص ہے۔ جیسے فلس، قفل وغیرہ یہ وزن غیر منصرف کا سبب نہیں بنتا۔ ایک وہ وزن جو فعل کے ساتھ خاص ہے۔ جیسے شمر، یہ وزن غیر منصرف کا سبب بنتا ہے۔ ایک وہ وزن جو اسم اور فعل دونوں میں مشترک ہے۔ جیسے ضرب، کیونکہ وزن میں آخری حرف کی حرکت نہیں دیکھی جاتی لہذا ضرب کے وزن پر فرس اسم ہے اور یہ وزن بھی غیر منصرف کا سبب نہیں ہے مگر جب اس وزن مشترک کے اول میں اتین کا کوئی حرف ہو اور تائے تانیث کو قبول نہ کرے تو اسوقت غیر منصرف کا سبب ہوگا۔ جیسے احمر، کہ یہ وزن اسم میں کثیر ہے کیونکہ اس وزن پر اسم تفضیل آتا ہے اور لون و عیب کے باب سے صفت مشبہ آتی ہے اور اس وزن پر بعض افعال کی ماضی بھی آتی ہے لہذا یہ وزن مشترک ہوا۔ قولہ واعلم :- السخ :- مصنف علیہ الرحمۃ اسباب منع صرف بیان کرنے کے بعد اب ایک ایسے ضابطے کا بیان کرتے ہیں جس کے فقدان سے علل کی تاثیر جاتی رہتی ہے اور وہ ضابطہ یہ ہے کہ جس اسم میں علمیت شرط ہے جیسے تانیث، عجمہ، ترکیب، اور الف و نون زائدتان یا وہ اسم جس میں علمیت شرط تو نہیں ہے مگر ایک سبب بن کر آتی ہے جیسے عدل اور وزن فعل جب اس اسم کو نکرہ کر دیا جائے تو منصرف ہو جائیگا۔

و اعلم ان كل ما شرط فيه العلمية وهو المؤنث بالتاء والمعنوي والعجمة
و التركيب و الاسم الذي فيه الالف و النون الزائدتان اولم يشترط فيه ذلك
واجتمع مع سبب واحد فقط وهو العلم المعذول ووزن الفعل اذا نكر صرف اما في
القسم الاول فلبقاء الاسم بلا سبب واما في الثاني فلبقائه على سبب واحد تقول
جاءني طلحة و طلحة اخر و قام عمر و عمر اخر و ضرب احمد و احمد اخر و كل
مالا ينصرف اذا اضيف اود خلة اللام فدخلة الكسرة نحو مررت باحمدكم وبالاحمد

الطيف:- نمشني رحمة اللہ علیہ علامہ زخشری سے ملنے گئے تو انکا دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے آواز آئی من بالباب (دروازے پر
کون ہے؟) علامہ نسبی نے جواب دیا عمر! تو جواب ملا انصرف (واپس جاؤ) حضرت نسبی نے فرمایا عمر لا ینصرف تو علامہ نے
کہا اذ انکر صرف (نہ اس)۔ فائدہ:- علم کو نکرہ کرنے کی تین صورتیں ہیں، اول یہ کہ علم سے مراد مستحق بعلم لیا جائے جیسے زید سے
مراد مستحق بزید لیا جائے۔ دوم یہ کہ علم سے مراد صاحب علم کا وصف مشہور لیا جائے جیسے لکھلکھٹایا اندر سے آواز آئی میں فرعون سے مراد
مبطل ہے اور موسیٰ سے مراد حق ہے۔ سوم یہ کہ علم واحد کو ثننیہ یا جمع بنا دیا جائے جیسے الزیدان اور الزیدون، جن کالام علمیت کا عوض
ہے اگر ان میں علمیت باقی ہوتی تو ان پر الف لام تعریف کا نہ آتا کہ معرفہ کو معرفہ بنانا تحصیل حاصل ہے۔ قولہ اما فی القسم
الاول:- قسم اول میں یعنی وہ اسم کہ جس میں علمیت شرط ہے بعد از تنکیر اس کے منصرف ہو جانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اسم بعد از تنکیر سبب
مؤثر کے بغیر رو جائے گا اس لئے کہ اسمیں علمیت شرط تھی اور قاعدہ ہے اذافات الشرط فاف المشروط۔ قولہ و اما فی
الثانی:- قسم ثانی میں اسم بعد از تنکیر اس لئے منصرف ہو جائیگا کہ تنکیر کے بعد صرف ایک سبب رہ جائیگا جو اس کے غیر منصرف ہونے
کے کافی نہیں ہے۔ قولہ تقول جاءني طلحة:- مصنف علیہ الرحمۃ نے دونوں قسموں کی مثالیں اپنے اس قول سے بیان
کردی ہیں یعنی جاءني طلحة میں لفظ طلحة تانیث اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے لہذا اس پر تنوین نہیں پڑھی جائیگی مگر
طلحة اخر میں طلحة سے طلحة، نامی جماعت کا کوئی ایک فرد مراد ہونے کی وجہ سے طلحة نکرہ ہو گیا لہذا اس پر تنوین پڑھی
جائے گی اور جاءني عمر میں عمر غیر منصرف پڑھا جائیگا اور عمر اخر، میں منصرف۔ قولہ و كل ما لا ينصرف:- اگر یہ
عبارت پہلے لفظ كل پر معطوف ہو تو اسکو اسم ان کی بنا پر منصوب پڑھا جائیگا ورنہ بنا بر مبتدا مرفوع۔ یہاں سے مصنف ایک ضابطہ کا
افادہ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اسم غیر منصرف جب دوسرے اسم کی طرف مضاف کیا جائے یا اس پر الف و لام داخل ہو جائے تو اس پر
حالت جر میں کسرہ آجاتا ہے جیسے مررت باحمدکم میں اضافت کی وجہ سے لفظ احمد پر کسرہ آ گیا ہے اور مررت بالاحمد میں
لام کی وجہ سے احمد پر کسرہ آ گیا ہے۔ فائدہ:- اضافت یا دخول لام کے وقت غیر منصرف پر کسرہ اس لئے آجاتا ہے کہ یہ دونوں
خواص اسم میں سے بڑے خاصے ہیں جنکی وجہ سے جہت اسمیت قوی ہو جاتی ہے اور فعل کی مشابہت کمزور ہو جاتی ہے۔

المقصد الأول في المرفوعات الأسماء المرفوعات ثمانية
أقسام الفاعل ومفعول ما لم يُسم فاعله والمبتدأ والخبر وخبران
وأخواتها وإسم كان وأخواتها وإسم ما ولا المشبّهتين بليس
وخبّر لا التي لنفي الجنس فصل الفاعل كل إسم قبله فعل

المقصد الأول في المرفوعات: مصنف علیہ الرحمۃ نے اسماء مرفوعہ کے بیان کو مقدم کیا ہے

اس لئے کہ یہ ترکیب اسنادی میں اصل اور مقصود ہیں کیونکہ کلام کی تمامیت ان پر موقوف ہوتی ہے اور ان کے علاوہ باقی تمام فضلہ ہیں۔ **قولہ المقصد:** لفظ مقصد صیغہ ظرف ہے یا مصدر میثی بمعنی مقصود ہے کیونکہ یہ دونوں صیغے جہاں حقیقی معنی میں صحیح مفہوم ادا نہ کریں تو بمعنی مفعول کر دیئے جاتے ہیں۔ **فائدہ:** مرفوعات کا مفرد مرفوع ہے اس لئے کہ مرفوع ہونا اسم کی صفت ہے اور اسم مذکر لا یغفل ہے اور مذکر لا یغفل کی صفت کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے جیسے الصافات اور الطالعات۔ **مرفوع کی تعریف:** نحوات کے عرف میں مرفوع اس اسم کو کہتے ہیں جو فاعل ہونے کی علامت پر مشتمل ہو اور فاعل ہونے کی علامتیں تین ہیں (۱) رفع جیسے جاء نبي زيد (۲) واو جیسے جاء نبي ابوہ (۳) الف جیسے جاء نبي زيدان۔ مصنف نے مبتدی کی رعایت میں مرفوع کی تعریف نہیں کی۔ **قولہ الأسماء المرفوعات:** یہ مرکب تو صیغی مبتدا ہے اور ثمانیۃ اس کی خبر ہے یعنی اسماء مرفوعہ آٹھ ہیں۔ **قولہ الفاعل:** مصنف علیہ الرحمۃ نے فاعل کو باقی مرفوعات پر مقدم کیا اس لئے کہ فاعل عند المصنف بدو وجہ مرفوعات میں اصل ہے ایک یہ کہ فاعل جملہ فعلیہ کا جزء ہے جو تمام جملوں کی اصل ہے تو اصل کا جزء بھی اصل ہوگا۔ دوم یہ کہ فاعل کا عامل قوی ہے یعنی لفظی ہے اور عامل کا قوی ہونا معمول کے قوی ہونے کی دلیل ہے اور قوی اصل ہوتا ہے، نیز فاعل کو قائم مقام کے بغیر حذف کرنا جائز نہیں اور مبتدا کو حذف کرنا جائز ہے۔ بعض نحوات کے نزدیک جن میں سے ایک سیبویہ بھی ہے اصل مرفوعات میں مبتدا ہے اس لئے کہ مسند الیہ میں اصل تقدیم ہے جس پر مبتدا باقی ہے اور اس لئے کہ مبتدا پر جامد اور مشتق دونوں کے ساتھ حکم کیا جاتا ہے اور اس لئے کہ مبتدا پر متعدد حکم ہوتے ہیں یعنی ایک مبتدا کی متعدد خبریں آتی ہیں بخلاف فاعل کے کہ اس پر صرف ایک حکم ہوتا ہے۔ **فائدہ:** اسم فاعل اور فاعل میں دو وجہ سے فرق ہے (۱) اسم فاعل وہ ہے جو ذات مع الوصف پر دلالت کرے اور فاعل وہ ہے جو صرف ذات پر دلالت کرے (۲) اسم فاعل ہمیشہ مشتق ہوتا ہے اور فاعل کبھی مشتق ہوتا ہے اور کبھی جامد۔ **قولہ کُلُّ اسْمٍ:** فاعل وہ اسم ہے جس سے پہلے فعل ہو مصنف نے قبلہ فعل کہہ کر زيد قام کے زيد سے احتراز کیا ہے اس لئے کہ اس مثال میں قام فعل اگرچہ زيد کی طرف مسند ہے لیکن زيد سے پہلے نہیں ہے اس لئے زيد مبتدا ہے قام کا فاعل نہیں ہے۔

أَوْصِفَةُ أُسْنِدٌ إِلَيْهِ عَلَى مَعْنَى أَنَّهُ قَامَ بِهِ لِأَوْقَعِ عَلَيْهِ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَزَيْدٌ
ضَارِبٌ أَبُوهُ عَمْرًا وَمَا ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا وَكُلُّ فِعْلٍ لِأَبْدَلِهِ مِنْ فَاعِلٍ مَرْفُوعٍ
مُظْهِرٍ كَذَهَبَ زَيْدٌ أَوْ مُضْمَرٍ بَارِزٍ كَضَرَبْتُ زَيْدًا أَوْ مُسْتَتِرٍ كَزَيْدٌ ذَهَبَ وَإِنْ
كَانَ الْفِعْلُ مُتَعَدِّيًّا كَانَ لَهُ مَفْعُولٌ بِهِ أَيْضًا نَحْوُ ضَرَبَ زَيْدٌ عَمْرًا

فائدہ: - نحات کوفہ کے نزدیک زید قائم اور قائم زید کے اسناد میں کوئی فرق نہیں ہے اور زید دونوں جگہ مسند الیہ اور فاعل ہے لہذا قبلہ فعل کی قید ان کے مذہب کے خلاف ہے البتہ نحات بصرہ کے نزدیک یہ قید ضروری ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک زید قائم میں زید مبتدا ہے اور قائم کا اسناد ضمیر کی طرف ہے اور جملہ مبتدا کی خبر ہے۔ قوله أَوْصِفَةُ: - یہ فعل پر معطوف ہے اور صفت سے مراد اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل اور مصدر وغیرہ ہیں۔ سوال: - کلمہ او، شک متکلم یا تشکیک مخاطب پر دلالت کرتا ہے اور یہ دونوں چیزیں تعریف کے منافی ہیں کہ تعریف ایضاح کیلئے ہوتی ہے۔ لہذا اس جگہ او کا ذکر غیر مناسب ہے؟ جواب: - اس جگہ کلمہ او، شک یا تشکیک کیلئے نہیں ہے بلکہ تقسیم محدود کیلئے ہے یعنی فاعل کی دو قسمیں ہیں اول وہ جس سے پہلے فعل ہو۔ دوم وہ کہ جس سے پہلے صیغہ صفت ہو۔ قوله عَلَى مَعْنَى: - یعنی فعل یا صفت اس اسم کی طرف بائیں معنی مسند ہو کہ اس اسم کے ساتھ قائم ہو اس پر واقع نہ ہو جیسے قائم زید، یہ اس فاعل کی مثال ہے جس کی طرف فعل مسند ہے اور زید ضارب ابوہ، اس فاعل کی مثال ہے جس کی طرف شبہ فعل مسند ہے اور ما ضرب زید، فعل منفی کی مثال ذکر کر کے اس وہم کا ازالہ کر دیا کہ فاعل صرف فعل مثبت کا ہوتا ہے منفی کا نہیں ہوتا۔ سوال: - لفظ مثل کے بعد مثال مذکور ہوا کرتی ہے نظر برآں قائم زید اور زید قائم ابوہ دونوں فاعل کی مثالیں ہوئیں اور یہ درست نہیں کہ دونوں جملہ ہیں اور فاعل جملہ نہیں ہوتا کہ وہ اسم کی قسم ہے اور اسم کلمہ کی اور کلمہ مفرد ہوتا ہے؟ جواب: - ایسے مقامات میں عبارت مجاز پر محمول ہوا کرتی ہے یعنی کل بول کر جزء مراد لیا جاتا ہے لہذا مراد یہ ہے کہ قائم زید میں زید فاعل ہے اور اسی طرح ابوہ بھی فاعل ہے۔ فائدہ: - مصنف کے نزدیک فاعل اور نائب فاعل دو جدا جدا مرفوع ہیں اس لئے فاعل کی تعریف میں قائم بہ کی قید سے نائب فاعل کو خارج کر دیا ہے اور جن نحو یوں کے نزدیک نائب فاعل بھی فاعل ہے ان کے نزدیک اس قید کا ترک ضروری ہے تاکہ نائب فاعل خارج نہ ہو۔ قوله وَكُلُّ فِعْلٍ: - اور ہر فعل کیلئے خواہ لازم ہو یا متعدی فاعل مرفوع ضروری ہے اس لئے کہ فعل ایک وصف ہے جس کیلئے ما قائم بہ الوصف ضروری ہے اور وہ فاعل ہے۔ قوله إِنْ كَانَ: - اگر فعل متعدی ہے تو اس کے لئے فاعل کے علاوہ مفعول بہ بھی ضروری ہے اس لئے کہ فعل متعدی کا سمجھنا جس طرح فاعل پر موقوف ہے اسی طرح اس کا سمجھنا مفعول پر بھی موقوف ہے جیسے ضرب زید عمرا۔

وَأَنَّ كَانَ الْفَاعِلُ مُظْهِرًا وَجَدَ الْفِعْلُ أَبَدًا نَحْوُ ضَرَبَ زَيْدٌ وَضَرَبَ الزَّيْدَانِ
 وَضَرَبَ الزَّيْدُونَ وَأَنَّ كَانَ مُضْمَرًا وَجَدَ لِلوَاحِدِ نَحْوُ زَيْدٌ ضَرَبَ
 وَثَنِي لِلْمُثَنِّي نَحْوُ الزَّيْدَانِ ضَرَبَا وَجُمَعَ لِلجَمْعِ نَحْوُ الزَّيْدُونَ وَنَ ضَرَبُوا
 وَأَنَّ كَانَ الْفَاعِلُ مُؤَنَّثًا حَقِيقِيًّا وَهُوَ مَا بَارِزٌ آتِيهِ ذَكَرٌ مِنَ الْحَيَوَانِ
 إِنَّتُ الْفِعْلُ أَبَدًا إِنْ لَمْ تَفْصِلْ بَيْنَ الْفِعْلِ وَالْفَاعِلِ نَحْوُ قَامَتْ هُنْدٌ

فائدہ:- فاعل کے رافع میں اختلاف ہے۔ قول اول، اس کا رافع فعل یا صیغہ صفت ہے۔ قول دوم، اس کا رافع معنی فاعلیت ہے۔ قول سوم، اس کا رافع اسناد ہے۔ قول اول عمدہ اور مختار ہے۔ قول وان كان الفاعل... فاعل اسم ظاہر ہے تو فعل ہمیشہ واحد ہوگا خواہ فاعل مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع۔ اس لئے کہ اگر فعل تثنیہ یا جمع آئے تو ایک فعل کیے بالاصالة دو فاعل لازم آئیں گے اور اختصار قبل الذکر بھی۔ مثلاً ضربا الزیدان میں تو ایک فعل کیے دو فاعل لازم آئے اور اختصار قبل الذکر بھی کیونکہ ضمیر بارز کا مرجع الزیدان ہے ایت ہی ضربوا الزیدون میں۔ سوال: ارشاد باری تعالیٰ و اسرؤ النجوى الذين ظلموا اور عرب کے قول اكلوني البراغيث میں فاعل اسم ظاہر ہے مگر فعل واحد نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب:- یہاں اسم ظاہر فاعل نہیں بلکہ فاعل کی ضمیر سے بدل ہے۔ قولہ ابداء:- یہ مفعول فیہ کی بنا پر منصوب ہے ائی فی کل زمان۔ قولہ وان كان مضمرا:- اور اگر فاعل اسم ضمیر ہے تو فعل مفرد لایا جائے گا اگر فاعل مفرد ہے جیسے زید ضرب اور فعل تثنیہ یا جمع لایا جائے گا اگر فاعل تثنیہ یا جمع ہے جیسے الزیدان ضربا، الزیدون ضربوا۔ قولہ وان كان:- اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو اور فاعل و فعل کے درمیان کی چیز کا فاصلہ نہ ہو تو فعل ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا خواہ فاعل اسم ظاہر ہو جیسے قامت ہند یا ضمیر جیسے ہند قامت۔ قولہ وهو ما:- یعنی مؤنث حقیقی وہ ہے جس کے قسمی کے مقابلے میں جاندار نہ رہو۔ مصنف کا قول من الحيوان، باعتبار متعلق محذوف کے ذکر کی صفت یا اس سے حال ہے اور اس قید کے ساتھ اس مؤنث سے احتراز ہے کہ جس کے مقابلہ میں اسمی جنس سے نزو ہے مگر از جنس نباتات ہے جیسے نخلة کہ اس کا مذکر نخل ہے نیز اس مؤنث سے احتراز ہے جس کا مذکر نہیں ہے جیسے عين اور شمس۔ سوال:- عرب بولتے ہیں سار الناقة، اس میں فاعل مؤنث حقیقی ہے پھر بھی فعل مؤنث نہیں لائے جس سے معلوم ہوا کہ یہ حکم صحیح نہیں کہ جب فاعل مؤنث حقیقی ہو تو فعل کی تانیث لازم ہے؟ جواب:- یہاں پر مؤنث حقیقی سے مراد وہ ہے جو نوع انسان سے ہو اور ناقة مؤنث حقیقی تو ہے مگر نوع انسان سے نہیں ہے۔ فائدہ:- مصنف کی عدم فاصلہ کی شرط کے ساتھ یہ دو شرطیں بھی مقدر ہیں کہ وہ فاعل مؤنث حقیقی نوع انسان سے ہو اور فعل متصرف ہو، تاکہ سار الناقة اور نغم المرأة کے ساتھ اعتراض نہ کیا جائے کیونکہ اول نوع انسان سے نہیں ہے اور ثانی نوع انسان سے تو ہے مگر فعل (نغم) متصرف نہیں ہے۔ مصنف نے بوجہ اختصار ان دو قیدوں کا ذکر نہیں کیا۔

وَأَنْ فَصَلْتَ فَلَكَ الْخِيَارُ فِي التَّذْكِيرِ وَالتَّانِيثِ نَحْوُ ضَرْبِ الْيَوْمِ هُنْدًا
وَأَنْ شِئْتَ قُلْتَ ضَرَبْتَ الْيَوْمَ هُنْدًا وَكَذَلِكَ فِي الْمُؤَنَّثِ الْغَيْرِ الْحَقِيقِيِّ نَحْوُ
طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَأَنْ شِئْتَ قُلْتَ طَلَعَ الشَّمْسُ هَذَا إِذَا كَانَ الْفِعْلُ مُسْنَدًا إِلَى
الْمُظْهَرِ وَأَنْ كَانَ مُسْنَدًا إِلَى الْمُضْمَرِ أَنْتَ أَبَدًا نَحْوُ الشَّمْسُ طَلَعَتْ وَجَمْعُ
التَّكْسِيرِ كَالْمُؤَنَّثِ الْغَيْرِ الْحَقِيقِيِّ تَقُولُ قَامَ الرَّجَالُ وَأَنْ شِئْتَ قُلْتَ قَامَتِ
الرِّجَالُ وَالرِّجَالُ قَامَتْ وَيَجُوزُ فِيهِ الرَّجَالُ قَامُوا وَيَجِبُ تَقْدِيمُ الْفَاعِلِ عَلَى الْمَفْعُولِ
إِذَا كَانَ مَقْصُورَيْنِ وَخَفَتِ اللَّبْسَ نَحْوُ ضَرْبِ مُوسَى عِيسَى وَيَجُوزُ تَقْدِيمُ الْمَفْعُولِ
عَلَى الْفَاعِلِ إِنْ لَمْ تَخَفِ اللَّبْسَ نَحْوُ أَكَلَ الْكُمَثْرَى يَحْيَى وَضَرْبَ عَمْرًا زَيْدًا

قوله وَأَنْ فَصَلْتَ :- اور اگر تم فعل اور اس کے فاعل مؤنث حقیقی کے درمیان فاصلہ کرو تو تمہیں فعل کی تذکیر و تانیث
میں اختیار ہے، یعنی اگر فاعل مؤنث کے ساتھ فعل کی مطابقت کا لحاظ کرو تو فعل کو مؤنث لاؤ جیسے ضَرَبْتَ الْيَوْمَ هُنْدًا اور
فاصلہ کا اعتبار کرو تو فعل کو مذکر لاؤ جیسے ضَرَبَ الْيَوْمَ هُنْدًا۔ قوله وَكَذَلِكَ :- اور جیسا کہ تجھے اسم ظاہر مؤنث حقیقی میں
بوقت فصل تذکیر و تانیث فعل کا اختیار ہے اسی طرح تجھے فاعل اسم ظاہر مؤنث غیر حقیقی میں بھی فعل کو مذکر یا مؤنث لانے کا اختیار
ہے خواہ فعل و فاعل کے درمیان فصل ہو یا نہ ہو جیسے طَلَعَتِ الشَّمْسُ اور طَلَعَ الشَّمْسُ۔ قوله وَهَذَا إِذَا كَانَ :- یعنی
سابق میں جو حکم مذکور ہوا یہ اس وقت ہے جب فعل، اسم ظاہر مؤنث کی طرف مسند ہو لیکن اگر فعل ضمیر مؤنث کی طرف مسند ہو یعنی
فعل کا فاعل ضمیر مؤنث ہو تو فعل ہمیشہ مؤنث لایا جائے گا، تا کہ ضمیر مرجع کے مطابق ہو جائے جیسے الشَّمْسُ طَلَعَتْ۔ قوله
وَجَمْعُ التَّكْسِيرِ :- اور فاعل جمع تکسیر اسم ظاہر، مثل مؤنث غیر حقیقی کے ہے یعنی اُس میں بھی فعل کی تذکیر و تانیث جائز ہے
کیونکہ مفرد کا وزن باقی نہ رہنے کی وجہ سے یہ جمع بتاویل جماعت ہوتی ہے چونکہ یہ جمع لفظ کے اعتبار سے مؤنث ہوتی ہے اس
لئے فعل مؤنث لانا جائز ہے اور معنی کے لحاظ سے مذکر ہوتی ہے اس لئے فعل کو مذکر لانا بھی جائز ہے جیسے قَامَتِ الرَّجَالُ اور
قَامَ الرَّجَالُ۔ سوال :- اگر فاعل ضمیر راجع بسوئے جمع تکسیر ہو تو اُس کا حکم کیا ہے؟ جواب :- یہ جمع تکسیر اگر عاقل کی ہے تو
فعل کی تذکیر اور تانیث جائز ہے جیسے الرَّجَالُ قَامُوا، الرَّجَالُ قَامَتْ اور اگر جمع تکسیر غیر عاقل کی ہے تو فعل کی تانیث بصیغہ
، احد مؤنث اور جمع مؤنث دونوں طرح جائز ہے جیسے الْآيَاتُ مَضَتْ اور الْآيَاتُ مَضِينَ۔ قوله وَيَجِبُ :- اور فاعل کی تقدیم
مفعول پر واجب ہے جب دونوں اسم مقصود ہوں اور ایک کا دوسرے کے ساتھ التباس کا خوف ہو اور قرینہ امتیاز نہ ہو جیسے
ضَرْبَ مُوسَى عِيسَى، لہذا موسیٰ فاعل ہے اور عیسیٰ مفعول ہے۔

وَيَجُوزُ حَذْفُ الْفِعْلِ حَيْثُ كَانَتْ قَرِينَةُ نَحْوِ زَيْدٌ فِي جَوَابِ مَنْ قَالَ مَنْ ضَرَبَ
وَكَذَلِكَ يَجُوزُ حَذْفُ الْفَاعِلِ وَالْمَعْنَى فِي جَوَابِ مَنْ قَالَ أَقَامَ زَيْدٌ

قولہ ویجوز:۔ اور مفعول بہ کی تقدیم فاعل پر جائز ہے اگر التباس کا خوف نہ ہو یا اس طور کہ کوئی قرینہ موجود ہو جیسے اکل الکتھری یحییٰ میں الکتھری قرینہ معنویہ کی وجہ سے مفعول اور یحییٰ فاعل ہے اور وہ قرینہ یہ ہے کہ کتھری (امرود) ماکھول ہے نہ کہ اکل (کھانے والا) فائدہ:۔ قرینہ، لغت میں بمعنی علامت ہے اور اصطلاح میں قرینہ اس کو کہتے ہیں جو کسی چیز کی تعیین کرے لیکن اس کے لئے موضوع نہ ہو، پھر قرینہ کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) قرینہ لفظیہ، جیسے ضربت مؤسی سلمیٰ میں فعل میں تاء تانیث سلمیٰ کے فاعل ہونے کا قرینہ ہے۔ (۲) قرینہ معنویہ جیسے اکل الکتھری یحییٰ میں اکل کا معنی یحییٰ کے فاعل ہونے کا قرینہ ہے۔ قولہ ویجوز:۔ اور فاعل کو رفع دینے والے فعل کا حذف کرنا بھی جائز ہے جب فعل محذوف کی تعیین پر قرینہ ہو جیسے مَنْ ضَرَبَ کے ساتھ سائل کے جواب میں زید کہنا جسکی تقدیر ضرب زید ہے اور سوال میں مذکور فعل، جواب میں فعل محذوف پر قرینہ ہے۔ قولہ حَيْثُ كَانَتْ:۔ یہ حَيْثُ مکانیہ ہے اور کانت تامہ بمعنی وَجَدَتْ ہے یعنی جہاں قرینہ پایا جائے۔ سوال:۔ مَنْ ضَرَبَ، جملہ اسمیہ ہے تو اس کا جواب بھی جملہ اسمیہ مناسب ہے لہذا زید کی تقدیر زید ضرب، جملہ اسمیہ اولیٰ ہے یعنی بہتر یہ ہے کہ جواب، حذف خبر کے باب سے ہونہ حذف فعل کے باب سے؟ جواب:۔ مذکورہ بالا جواب کو حذف خبر کے باب سے بنانے کی صورت میں جملہ کا حذف لازم آئے گا اور حذف فعل کے باب سے بنانے کی صورت میں بعض جملہ کا حذف لازم آئے گا اور تقلیل حذف میں اولیٰ ہے لہذا جواب مذکور کو حذف فعل کے قبیلہ سے بنانا اولیٰ ہے پس تقدیر ضرب زید اولیٰ ہے۔ سوال:۔ قرینہ پائے جانے کے وقت شبہ فعل کا حذف بھی جائز ہے ماتن نے اس کو کیوں ذکر نہیں کیا؟ جواب:۔ چونکہ فعل اصل ہے اس لئے ماتن نے حذف فعل کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے۔ قولہ وکذا یجوز:۔ یعنی اکیلے فعل کے حذف کی طرح، فاعل اور فعل دونوں کو ایک ساتھ حذف کرنا بھی جائز ہے جیسے أقام زید کہنے والے کے جواب میں نعم کہنا جسکی تقدیر نعم قام زید ہے۔ قولہ معاً:۔ یہ کلمہ دو چیزوں میں مصاحبت ثابت کرتا ہے اور بنا بر مفعول ہونے کے منصوب ہوتا ہے یا بمعنی مُجْتَمِعِينَ ہو کر ماقبل سے حال ہوتا ہے۔ سوال:۔ گذشتہ مثال میں اگر نعم قام زید کی جگہ میں ہے تو یہ حذف و جوبی ہونا چاہئے کہ قائم مقام موجود ہے؟ جواب:۔ نعم، قائم مقام نہیں ہے اس لئے کہ نعم حرف ہے جو غیر مستقل ہونے کی وجہ سے فعل و فاعل (مستقل) کے قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ سوال:۔ یا حرف ندا بھی تو غیر مستقل ہے وہ اذغو (مستقل) کے قائم مقام کیسے ہو گیا ہے؟ جواب:۔ یا حرف ندا کا قائم مقام ہونا سماعی ہے لہذا کسی دوسرے حرف کو حرف ندا پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

وَقَدْ يُحذفُ الْفَاعِلُ وَيُقَامُ الْمَفْعُولُ مَقَامَهُ إِذَا كَانَ الْفِعْلُ مَجْهُولًا
نَحْوُ ضَرْبِ زَيْدٌ وَهُوَ الْقِسْمُ الثَّانِي مِنَ الْمَرْفُوعَاتِ فَصَلِّ إِذَا تَنَازَعَ
الْفِعْلَانِ فِي اسْمٍ ظَاهِرٍ بَعْدَ هُمَا أَيْ أَرَادَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنَ الْفِعْلَيْنِ
أَنْ يَعْْمَلَ فِي ذَلِكَ الْإِسْمِ فَهَذَا إِنَّمَا يَكُونُ عَلَى أَرْبَعَةِ أَقْسَامٍ

قوله وقد يُحذفُ الْفَاعِلُ :- اور کبھی فاعل حذف کر کے اسکی جگہ مفعول بہ رکھ دیا جاتا ہے اور یہ اسوقت کیا جاتا

ہے جب فعل مجہول ہو جیسے ضَرْبِ زَيْدٌ اور یہ مرفوعات کی قسم ثانی ہے جسے نائب فاعل کہتے ہیں۔ فائدہ :- تنہا فاعل

حذف کرنے کے مواضع درج ذیل ہیں (۱) فعل مجہول میں جیسے ضَرْبِ زَيْدٌ۔ (۲) تنازع فعلین میں۔ (۳) مصدر

میں جیسے اطعام فی یوم ذی مسغیة۔ (۴) تعجب میں جیسے اَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصُرْ۔ (۵) اِضْرِبْنِ اور اِضْرِبْنِ میں اور

ان میں حذف فاعل کثیر ہے۔ قوله اِذَا تَنَازَعَ :- تَنَازَعَ کے معنی ہیں باہم جھگڑا کرنا اور یہ جاندار کی صفت ہے اور فعل

جاندار نہیں اس لئے یہاں پر تَنَازَعَ کا مجازی معنی مراد لیا گیا ہے جس کو مصنف نے اپنے قول اِذَا تَنَازَعَ الخ سے بیان کیا

ہے یعنی دو عامل کا ایسے لفظ سے پہلے واقع ہونا کہ وہ لفظ کے بعد دیگرے دونوں عامل کا معمول بن سکتا ہو۔ سوال :-

تَنَازَعَ، تو دو اسموں میں بھی ہوتا ہے اُس کو ذکر کیوں نہیں کیا؟ جواب :- چونکہ فعل عمل میں اصل ہے اس لئے مصنف نے

اصل کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے۔ فائدہ :- مصنف کے قول الْفِعْلَانِ سے یہ مراد نہیں کہ دو سے زائد فعلوں میں تَنَازَعَ نہیں

ہوتا بلکہ الْفِعْلَانِ سے ان کا مقصود تَنَازُعُ کا ادنیٰ درجہ بیان کرنا ہے کیونکہ دو سے کم میں تَنَازُعُ متصور نہیں ہے۔ قوله فی

اسم ظاہر :- اسم ظاہر اسلئے کہا کہ ضمیر متصل میں تنازع متصور نہیں کیونکہ وہ ضمیر جس فعل سے متصل ہوگی اسی کا معمول ہوگی

اور ضمیر منفصل میں تنازع ممکن تو ہے جیسے ماضرب وَاکْرَمُ الْاَنَا، لیکن اس تَنَازُعُ کو مذکورہ طریقہ سے ختم کرنا ممکن نہیں۔

قوله بَعْدَ هُمَا :- یہ ظاہر کی صفت ہے یعنی جب تَنَازُعُ کریں دو فعل ایسے اسم ظاہر میں جو ان کے بعد واقع ہے۔ مصنف

نے اپنے قول بَعْدَ هُمَا سے اس اسم ظاہر سے احتراز کیا ہے جو فعلین پر مقدم یا ان کے درمیان واقع ہو، کیونکہ ایسے اسم

میں اول مستحق ہونے کی وجہ سے پہلا فعل عمل کرے گا جیسے زَيْدًا ضَرْبْتُ وَاکْرَمْتُ اور ضَرْبْتُ زَيْدًا وَاکْرَمْتُ۔ قوله

فهذا التَنَازُعُ :- مصنف کا قول هذا التَنَازُعُ مبتدا ہے جس کی خبر انَّمَا يَكُونُ ہے پھر یہ فاء اگر جزائیہ ہے تو یہ جملہ شرط سابق

اِذَا تَنَازَعَ کی جزا بنے گا اور اگر فاء تفسیر یہ یا عاطفہ ہو تو شرط سابق کی جزا مقدر ہوگی یعنی يَجُوزُ اَعْمَالُ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا۔

الْأَوَّلُ أَنْ يَتَنَازَعَ فِي الْفَاعِلِيَّةِ فَقَطْ نَحْوُ ضَرَبَنِي وَكَرَمَنِي زَيْدًا الثَّانِي
 أَنْ يَتَنَازَعَ فِي الْمَفْعُولِيَّةِ فَقَطْ نَحْوُ ضَرَبْتُ وَكَرَمْتُ زَيْدًا الثَّلَاثُ أَنْ يَتَنَازَعَ
 فِي الْفَاعِلِيَّةِ وَالْمَفْعُولِيَّةِ وَيَقْتَضِي الْأَوَّلُ الْفَاعِلَ وَالثَّانِي الْمَفْعُولَ نَحْوُ
 ضَرَبَنِي وَكَرَمْتُ زَيْدًا الرَّابِعُ عَكْسُهُ نَحْوُ ضَرَبْتُ وَكَرَمَنِي زَيْدًا وَاعْلَمْ أَنَّ فِي
 جَمِيعِ هَذِهِ الْأَقْسَامِ يَجُوزُ إِعْمَالُ الْفِعْلِ الْأَوَّلِ وَاعْمَالُ الْفِعْلِ الثَّانِي خِلَافًا
 لِلْفَرَاءِ فِي الصُّورَةِ الْأُولَى وَالثَّلَاثَةِ أَنْ يُعْمَلَ الثَّانِي وَدَلِيلُهُ لُزُومُ أَحَدِ الْأَمْرَيْنِ
 إِذَا حُذِفَ الْفَاعِلُ أَوْ الْإِضْمَارُ قَبْلَ الذِّكْرِ وَكِلَاهُمَا مَحْظُورَانِ وَهَذَا فِي الْجَوَازِ

قولہ الاول :- یہ تنازع کی پہلی قسم کا بیان ہے کہ دونوں فعل اسم ظاہر کے صرف فاعل ہونے میں تنازع کریں
 جیسے ضربنی واکرمنی زید میں ہر دو فعلوں نے زید کے فاعل ہونے میں تنازع کیا ہے۔ قولہ واعلم :- مصنف
 اعلم کہہ کر اس بات کا افادہ کرتے ہیں کہ تنازع کے اقسام اربعہ میں تمام بصریہ اور کوفیہ کے نزدیک ہر دو فعل کو عمل دینا جائز
 ہے بجز فراء کے۔ فراء کے نزدیک قسم اول اور قسم ثالث میں دوسرے فعل کو عمل دینا جائز نہیں۔ فائدہ :- مصنف کا قول
 خلافاً فعل محذوف بخالف کا مفعول مطلق ہے ای بخالف هذا القول الفراء خلافاً۔ قولہ ودلیلہ :- فراء کی
 دلیل یہ ہے کہ قسم اول اور قسم ثالث میں دوسرے فعل کو عمل دینے سے احدا الامرین لازم آئے گا (۱) حذف فاعل یعنی ثانی
 فعل کو عمل دینے کی صورت میں پہلے فعل کا فاعل بلا قائم مقام محذوف ماننا پڑے گا۔ (۲) اضمار قبل الذکر یعنی پہلے فعل میں
 ضمیر فاعل ماننا پڑے گا اور یہ دونوں ممنوع و ناجائز ہیں اور جو ممنوع پر مشتمل ہو وہ ممنوع ہوتا ہے لہذا مذکورہ دونوں صورتوں
 میں فعل ثانی کو عمل دینا ممنوع ہے۔ فراء کی دلیل کا جواب :- شق ثانی اختیار کرتے ہوئے فراء کو یہ جواب دیا گیا ہے کہ اضمار
 قبل الذکر عمدہ میں بشرط تخیر جائز ہے۔ قولہ و کلاہما :- یہ مرکب اضافی مبتدا ہے اور "محظوران" اسکی خبر ہے
 اور یہ جملہ حالیہ ہے کیونکہ واو اور ضمیر دونوں اس جملہ میں موجود ہیں۔ فائدہ :- پانچ جگہ اضمار قبل الذکر جائز ہے۔
 (۱) تنازع فعلین میں جیسے ضربنی واکرمت زیداً۔ (۲) ضمیر زب میں جیسے رَبُّهُ رَجُلًا لَقِيْتُ۔ (۳) ضمیر نعم
 میں جیسے نعم رجلاً زیداً۔ (۴) ضمیر شان و قصہ میں جیسے قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَأَنْهَى الْاِتْعَمَى الْاَبْصَارُ۔ (۵) جب مرجع
 ضمیر سے بدل ہو جیسے ضربتہ زیداً۔ قولہ هذا فی الجواز :- اور یہ اختلاف جواز میں ہے یعنی جمہور کے نزدیک پہلی
 اور تیسری قسم میں فعل ثانی کو عمل دینا جائز ہے اور فراء کے نزدیک جائز نہیں۔

وَأَمَّا الْاِخْتِيَارُ فَفِيهِ خِلَافُ الْبِضْرِيِّينَ فَإِنَّهُمْ يَخْتَارُونَ أَعْمَالَ الْفِعْلِ
الثَّانِي اِغْتِبَارًا لِلْقُرْبِ وَالْجَوَارِ وَالْكَوْفِيِّونَ يَخْتَارُونَ أَعْمَالَ الْفِعْلِ الْأَوَّلِ
مُرَاعَاةً لِلتَّقْدِيمِ وَالْاِسْتِحْقَاقِ فَإِنْ أَعْمَلْتَ الثَّانِي فَاَنْظُرْ إِنْ كَانَ الْفِعْلُ الْأَوَّلُ
يَقْتَضِي الْفَاعِلَ أَضْمَرْتَهُ فِي الْأَوَّلِ كَمَا تَقُولُ فِي الْمُتَوَافِقِينَ ضَرَبَنِي
وَكَرَمَنِي زَيْدٌ وَضَرَبَانِي اِكْرَمَنِي الزَّيْدَانِ وَضَرَبُونِي وَكَرَمَنِي الزَّيْدُونَ
وَفِي الْمُتَخَالِفِينَ ضَرَبَنِي وَكَرَمْتُ زَيْدًا وَضَرَبَانِي وَكَرَمْتُ الزَّيْدِينَ
وَضَرَبُونِي وَكَرَمْتُ الزَّيْدِينَ وَإِنْ كَانَ الْفِعْلُ الْأَوَّلُ يَقْتَضِي الْمَفْعُولَ
وَلَمْ يَكُنِ الْفِعْلَانِ مِنْ أَعْمَالِ الْقُلُوبِ حَذَفْتَ الْمَفْعُولَ مِنَ الْفِعْلِ الْأَوَّلِ
كَمَا تَقُولُ فِي الْمُتَوَافِقِينَ ضَرَبْتُ وَكَرَمْتُ زَيْدًا وَضَرَبْتُ وَكَرَمْتُ
الزَّيْدِينَ وَضَرَبْتُ وَكَرَمْتُ الزَّيْدِينَ وَفِي الْمُتَخَالِفِينَ ضَرَبْتُ
وَكَرَمَنِي زَيْدٌ وَضَرَبْتُ وَكَرَمَنِي الزَّيْدَانِ وَضَرَبْتُ وَكَرَمَنِي الزَّيْدُونَ

قولہ وَاَمَّا الْاِخْتِيَارُ :- یعنی کس فعل کو عمل دینا اولیٰ اور مختار ہے پس نحوات بصرہ کے نزدیک فعل ثانی کو عمل دینا اولیٰ ہے اس لئے کہ وہ اسم ظاہر کے قریب ہے وَالْحَقُّ لِلْقَرِيبِ۔ اور نحوات کوفہ کے نزدیک پہلے فعل کو عمل دینا اولیٰ ہے کہ وہ اول طالب اور پہلا مستحق ہے۔ قولہ فَإِنْ أَعْمَلْتَ :- پس اگر تم نحوات بصرہ کے مذہب کے مطابق فعل ثانی کو عمل دو اور پہلا فعل فاعل کو چاہتا ہو تو اسمیں اسم ظاہر کے موافق فاعل کی ضمیر لاؤ جو افراد، تشبیہ، جمع اور تذکیر و تانیث میں اسم ظاہر کے موافق ہو۔ فائدہ :- قَطْعُ تَنَازُعٍ کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) حذف فاعل (۲) ذکر فاعل اور (۳) اضمار۔ صورت مذکورہ میں اگر پہلے فعل میں فاعل محذوف ہو تو یہ حذف قائم مقام نہ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں، اور فاعل کو ذکر کریں تو تکرار لازم آئے گی جو قبیح ہے پس اضمار متعین ہو گیا اور عمدہ میں اضمار قبل الذکر بشرط تفسیر جائز ہے۔ قولہ وَإِنْ كَانَ الْأَوَّلُ :- اور اگر پہلا فعل مفعول چاہتا ہو اور دونوں فعل افعال قلوب سے نہ ہوں تو پہلے فعل میں مفعول محذوف مانو، اس لئے کہ فضلہ ہونے کی وجہ سے مفعول میں اضمار قبل الذکر جائز نہیں اور مفعول کا ذکر خلاف فصاحت ہے لہذا حذف متعین ہو گیا۔

وَأَنَّ كَانَ الْفِعْلَانِ مِنْ أَفْعَالِ الْقُلُوبِ يَجِبُ إِظْهَارُ الْمَفْعُولِ لِلْفِعْلِ الْأَوَّلِ
 كَمَا تَقُولُ حَسِبَنِي مُنْطَلِقًا وَحَسِبْتُ زَيْدًا مُنْطَلِقًا إِذْ لَا يَجُوزُ حَذْفُ الْمَفْعُولِ
 مِنْ أَفْعَالِ الْقُلُوبِ وَإِضْمَارُ الْمَفْعُولِ قَبْلَ الذِّكْرِ هَذَا هُوَ مَذْهَبُ الْبَصْرِيِّينَ
 وَأَمَّا إِنْ أَعْمَلْتَ الْفِعْلَ الْأَوَّلَ عَلَى مَذْهَبِ الْكُوفِيِّينَ فَانظُرْ إِنْ كَانَ الْفِعْلُ
 الثَّانِي يَقْتَضِي الْفَاعِلَ أَضْمَرْتَ الْفَاعِلَ فِي الْفِعْلِ الثَّانِي كَمَا تَقُولُ
 فِي الْمُتَوَافِقِينَ ضَرَبَنِي وَكَرَمَنِي زَيْدًا وَضَرَبَنِي وَكَرَمَانِي الزَّيْدَانَ وَضَرَبَنِي
 وَكَرَمُونِي الزَّيْدُونَ وَفِي الْمُتَخَالِفِينَ ضَرَبْتُ وَكَرَمْتُ زَيْدًا وَضَرَبْتُ
 وَكَرَمَانِي الزَّيْدِينَ وَضَرَبْتُ وَكَرَمُونِي الزَّيْدِينَ وَإِنْ كَانَ الْفِعْلُ الثَّانِي
 يَقْتَضِي الْمَفْعُولَ وَلَمْ يَكُنِ الْفِعْلَانِ مِنْ أَفْعَالِ الْقُلُوبِ جَازِئِيهِ الْوَجْهَانِ
 حَذْفُ الْمَفْعُولِ وَالْإِضْمَارُ وَالثَّانِي هُوَ الْمُخْتَارُ لِيَكُونَ الْمَلْفُوظُ مُطَابِقًا لِلْمُرَادِ
 أَمَّا الْحَذْفُ فَكَمَا تَقُولُ فِي الْمُتَوَافِقِينَ ضَرَبْتُ وَكَرَمْتُ زَيْدًا وَضَرَبْتُ
 وَكَرَمْتُ الزَّيْدِينَ وَضَرَبْتُ وَكَرَمْتُ الزَّيْدِينَ وَفِي الْمُتَخَالِفِينَ ضَرَبَنِي
 وَكَرَمْتُ زَيْدًا وَضَرَبَنِي وَكَرَمْتُ الزَّيْدَانَ وَضَرَبَنِي وَكَرَمْتُ الزَّيْدُونَ

قولہ وان كان۔ یعنی اگر دونوں فعل افعالِ قلوب سے ہوں تو پہلے فعل کیلئے مفعول ظاہر کرنا واجب ہے کیونکہ بصورتِ اضمار فضلہ میں اضمار قبل الذکر لازم آئے گا جو جائز نہیں اور بصورتِ حذف، افعالِ قلوب کے ایک مفعول کو حذف کرنا ہوگا یہ بھی جائز نہیں۔ تو ظاہر کرنا متعین ہو گیا۔ قولہ واما ان اعملت۔ یعنی اگر تم پہلے فعل کو عمل دو اور دوسرا فعل فاعل کو چاہتا ہو تو اس میں اسم ظاہر کے مطابق ضمیر لاؤ اور اگر فعل ثانی مفعول کو چاہتا ہو اور وہ فعل افعالِ قلوب سے نہ ہوں تو مفعول میں دو وجہ جائز ہیں۔ (۱) فعل ثانی میں مفعول کو محذوف ماننا۔ (۲) اسم ظاہر کے مطابق ضمیر لا نا اور یہ مختار ہے تاکہ ملفوظ ضمیر لانے کی وجہ سے مراد کے مطابق ہو جائے۔ فائدہ: ملفوظ سے مراد اسم ظاہر (متنازع فیہ) ہے جو ضمیر لانے کی وجہ سے متکلم کے مقصود کے موافق ہو جائے گا کیونکہ مقصود متکلم یہ ہے کہ دونوں فعلوں کا مفعول ایک ہو پس دوسرے فعل میں ضمیر لا نا اس امر پر دلالت کرے گا کہ اس ضمیر سے مراد وہی اسم ظاہر مذکور ہے لہذا ضمیر کا لا نا تنازع پر قرینہ ہوگا جو مقصود متکلم ہے۔

وَأَمَّا الْإِضْمَارُ فَكَمَا تَقُولُ فِي الْمُتَوَافِقِينَ ضَرَبْتُ وَكَرَّمْتَهُ زَيْدًا وَضَرَبْتُ
 وَكَرَّمْتُهُمَا الزَّيْدَيْنِ وَضَرَبْتُ وَكَرَّمْتَهُمُ الزَّيْدَيْنِ وَفِي الْمُتَخَالِفِينَ ضَرَبْتُ
 وَكَرَّمْتَهُ زَيْدًا وَضَرَبْتُ وَكَرَّمْتُهُمَا الزَّيْدَانِ وَضَرَبْتُ وَكَرَّمْتَهُمُ الزَّيْدُونَ
 وَأَمَّا إِذَا كَانَ الْفِعْلَانِ مِنْ أَعْمَالِ الْقُلُوبِ فَلَا بُدَّ مِنْ إِظْهَارِ الْمَفْعُولِ كَمَا تَقُولُ
 حَسِبْتُ وَحَسِبْتُهُمَا مُنْطَلِقِينَ الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا وَذَلِكَ لِأَنَّ حَسِبْتُ
 وَحَسِبْتُهُمَا تَنَازَعًا فِي مُنْطَلِقًا وَأَعْمَلْتُ الْأَوَّلَ وَهُوَ حَسِبْتُ وَأَظْهَرْتُ
 الْمَفْعُولَ فِي الثَّانِي فَإِنْ حَذَفْتَ مُنْطَلِقِينَ وَقُلْتَ حَسِبْتُ وَحَسِبْتُهُمَا الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا
 يَلْزَمُ الْأَقْتِصَارُ عَلَى أَحَدِ الْمَفْعُولَيْنِ فِي أَعْمَالِ الْقُلُوبِ وَهُوَ غَيْرُ جَائِزٍ وَإِنْ
 أَضْمَرْتَ فَلَا يَخْلُومُنْ أَنْ تُضْمَرَ مُفْرَدًا وَتَقُولَ حَسِبْتُ وَحَسِبْتُهُمَا إِيَّاهُ
 الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا وَحِينَئِذٍ لَا يَكُونُ الْمَفْعُولُ الثَّانِي مُطَابِقًا لِلْمَفْعُولِ الْأَوَّلِ
 وَهُوَ هُمَا فِي قَوْلِكَ حَسِبْتُهُمَا وَلَا يَجُوزُ ذَلِكَ أَوْ أَنْ تُضْمَرَ مُثْنِي وَتَقُولَ
 حَسِبْتُ وَحَسِبْتُهُمَا إِيَّاهُمَا الزَّيْدَانِ مُنْطَلِقًا وَحِينَئِذٍ يَلْزَمُ عَوْدُ الضَّمِيرِ
 الْمُثْنِيِّ إِلَى اللَّفْظِ الْمُفْرَدِ وَهُوَ مُنْطَلِقًا الَّذِي وَقَعَ فِيهِ التَّنَازُعُ وَهَذَا
 أَيْضًا لَا يَجُوزُ وَإِذَا لَمْ يَجْزِ الْحَدْفُ وَالْإِضْمَارُ كَمَا عَرَفْتَ وَجَبَ الْإِظْهَارُ

قوله واما اذا كان :- یعنی جب دونوں فعل افعال قلوب سے ہوں اور دوسرا فعل مفعول کو چاہتا ہو تو
 حالت کوفہ کے مذہب کے مطابق دوسرے فعل کے مفعول کو ظاہر کرنا ضروری ہے کیونکہ حذف مفعول اور اضمار
 دونوں جائز نہیں۔ حذف تو اس لئے ناجائز ہے کہ افعال قلوب کے ایک مفعول پر اقتصار جائز نہیں۔ اور اضمار کی
 درج ذیل صورتیں بنتی ہیں جو تمام ناجائز ہیں۔ (۱) ضمیر مفرد لا وجیسے حَسِبْتُ وَحَسِبْتُهُمَا إِيَّاهُ الزَّيْدَانِ
 مُنْطَلِقًا، یہ اس لئے جائز نہیں کہ مفعول ثانی پہلے کے موافق نہیں کہ پہلا مفعول تشبیہ ہے اور دوسرا مفرد ہے۔ (۲)
 ضمیر تشبیہی لا تو مرجع (منطلقا) کے مخالف ہوگی یہ بھی جائز نہیں لہذا مفعول کا ذکر کرنا متعین ہو گیا۔

فَصْلٌ مَّفْعُولٌ مَالِمٌ يُسَمُّ فَاعِلَهُ وَهُوَ كُلُّ مَّفْعُولٍ حُذِفَ فَاعِلُهُ وَأَقِيمَ هُوَ مَقَامَهُ نَحْوُ ضَرْبٍ زَيْدٌ وَحُكْمُهُ فِي تَوْحِيدِ فِعْلِهِ وَتَثْنِيَّتِهِ وَجَمْعِهِ وَتَذْكِيرِهِ وَتَأْنِيثِهِ عَلَى قِيَاسِ مَا عَرَفْتَ فِي الْفَاعِلِ فَصْلُ الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرُ هُمَا اسْمَانِ مُجَرَّدَانِ عَنِ الْعَوَامِلِ اللَّفْظِيَّةِ أَحَدُهُمَا مُسْنَدٌ إِلَيْهِ وَيُسَمَّى الْمُبْتَدَأُ وَالثَّانِي مُسْنَدٌ بِهِ وَيُسَمَّى الْخَبَرُ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ وَالْعَامِلُ فِيهِمَا مَعْنَوِيٌّ وَهُوَ الْإِبْتِدَاءُ

قوله مفعول مالم یسم فاعله :- یہ مرفوعات کی قسم ثانی ہے، متقدمین اس قسم کو مفعول مالم یسم کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور متاخرین نائب فاعل کے نام سے، یہ وہ مفعول ہے جس کے فعل کا فاعل حذف کر کے مفعول کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا ہو جیسے ضرب زید۔ قوله المبتدأ والخبر :- مبتدأ اور خبر مرفوعات کی دو جدا جدا قسمیں ہیں لیکن اس جدا ان کو ایک فصل میں جمع کر دیا ہے یا تو اس لئے کہ دونوں کا عامل معنوی ہے یا اس لئے کہ دونوں میں تلازمہ ہے یعنی ان میں اصل یہ ہے کہ جب ایک ذکر کیا جائے تو دوسرا بھی لازماً ذکر کیا جاتا ہے اور کسی ایک کا حذف خلاف اصل ہے۔

سوال :- عامل معنوی کس عامل کو کہتے ہیں؟ جواب :- عامل معنوی وہ ہے جس کا زبان سے تلفظ نہ ہو سکے۔ قوله هما اسمان :- یعنی مبتدأ اور خبر دونوں ایسے دو اسم ہیں جو عامل لفظی سے خالی ہوں۔ مصنف کے قول اسمان میں تعمیم ہے کہ وہ حقیقۃً اسم ہوں جیسے زید قائم یا حملاً اسم ہوں جیسے ان تصوموا خیر لکم میں ان تصوموا، حملاً اسم ہے بمعنی صیامکم یا تاویل اسم ہوں جیسے ضرب فعل ماضی میں ضرب سے مراد لفظ ہے یعنی ضرب بتاویل هذا اللفظ مبتدأ ہے اور فعل ماضی انکی خبر ہے۔ قوله مجردان :- یہ تجرید سے تشبیہ کا سیغہ ہے اور تجرید کے معنی ہیں خالی کرنا، جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مبتدأ پر پہلے عامل لفظی ہوتا ہے پھر وہ عامل لفظی سے مجرور کر لیا جاتا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا اسلئے یہاں مجازاً یہ مراد ہے کہ مبتدأ اور خبر ایسے دو اسم ہیں جن میں عامل لفظی اصلاً نہ پایا جائے۔ سوال :- بحسبک درہم میں حسب مبتدأ ہے جس پر باء جارہ داخل ہے اور باء عامل لفظی ہے لہذا یہ تعریف جا مع نہیں؟

جواب :- مبتدأ اور خبر کا ایسے عامل سے خالی ہونا شرط ہے جو معنی میں مؤثر ہو اور بحسبک کی باء معنی میں مؤثر نہیں ہے کیونکہ یہ باء زائدہ ہے۔ قوله والعامل :- اور مبتدأ اور خبر میں عامل معنوی "ابتداءً" ہے یعنی اسم کا عامل لفظی سے خالی ہونا، خلاصہ یہ کہ مبتدأ ایسا اسم ہے جو عامل لفظی سے خالی ہو اور مسند الیہ ہو اور خبر ایسا اسم ہے جو عامل لفظی خالی ہو اور مسند بہ ہو۔

وَأَصْلُ الْمُبْتَدَأِ أَنْ يُكُونَ مَعْرِفَةً وَأَصْلُ الْخَبَرِ أَنْ يُكُونَ نَكْرَةً وَالنَّكْرَةُ إِذَا
وُصِفَتْ جَازًا أَنْ تَقَعَ مُبْتَدَأُ نَحْوِ قَوْلِهِ تَعَالَى وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ
وَكَذَا إِذَا تَخَصَّصَتْ بِوَجْهِ الْآخِرِ نَحْوِ أَرْجُلٍ فِي الدَّارِ أُمَّ امْرَأَةٌ وَمَا أَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ

فائدہ:- مبتدا اور خبر کے عامل میں نجات کا اختلاف ہے۔ (۱) زختری کے نزدیک ان میں عامل معنی ابتدا ہے
(۲) سیبویہ کے نزدیک مبتدا میں عامل معنی ابتدا ہے اور خبر میں عامل خود مبتدا ہے۔ (۳) کسائی اور فراء کے نزدیک مبتدا اور
خبر میں سے ہر ایک دوسرے میں عامل ہے۔ قوله وَأَصْلُ الْمُبْتَدَأِ:- اور مبتدا میں اصل تعریف ہے کیونکہ یہ محکوم علیہ ہوتا
ہے اور محکوم علیہ میں اصل تعریف ہے۔ مصنف کے اس قول سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کبھی مبتدا اصل کے خلاف
نکرہ بھی ہوتا ہے لیکن نکرہ محض نہیں بلکہ نکرہ محضہ ہوتا ہے اس لئے اب مواضع تخصیص بیان کرتے ہیں۔ قوله وَالنَّكْرَةُ:-
یعنی نکرہ میں جب صفت کی وجہ سے تخصیص ہو جائے تو اس کا مبتدا واقع ہونا جائز ہے جیسے وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ
مُّشْرِكٍ، اس میں عَبْدٌ نکرہ ہے اور تَخَصُّصٌ بِالصِّفَةِ کے بعد مبتدا واقع ہو رہا ہے۔ فائدہ:- صفت محضہ کبھی مقدر بھی ہوتی
ہے جیسے السَّمْنُ مَنْوَانٌ بَدْرُهُمْ میں مَنْوَانٌ نکرہ ہے اور مِنْهُ، كَائِنَانِ کے متعلق ہو کر اسکی صفت ہے جو کہ مقدر ہے۔
قوله أَرْجُلٍ:- اس میں رِجْلٌ نکرہ محضہ مبتدا ہے اور امْرَأَةٌ اس پر معطوف ہے اور اس میں تخصیص علم متکلم کی وجہ سے ہوئی
ہے، اس لئے کہ متکلم کو یہ تو معلوم ہے کہ مرد اور عورت میں سے کوئی ایک گھر میں ہے تو وہ سوال کر کے مخاطب سے صرف
اسکی تعیین کرانا چاہتا ہے۔ قوله مَا أَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ:- اس میں أَحَدٌ نکرہ محضہ مبتدا ہے اور تحت النَّفِي واقع ہونے
کی وجہ سے اس میں تخصیص بالعموم ہے۔ سوال:- عموم تو خصوص کی ضد ہے کیونکہ عموم کے معنی ہیں تَكْثِيرِ أَفْرَادٍ اور
خصوص کے معنی ہیں تَقْلِيلِ أَفْرَادٍ، لہذا نکرہ کا مخصوص بالعموم ہونا باطل ہے۔؟ جواب:- یہاں تخصیص سے مراد رفع
احتمالات ہے جو عموم کے منافی اور اسکی ضد نہیں ہے بلکہ یہ رفع احتمالات عموم سے حاصل ہوتا ہے مثلاً مثال مذکور میں
اگر زید سے خیریت کی نفی کیجاتی ہے تو عمرو کی خیریت کا احتمال باقی رہتا ہے اور اگر عمرو سے بھی نفی کیجاتی ہے تو بکر کی
خیریت کا احتمال رہتا ہے وَهَلُمَّ جَرًّا لیکن جب مَا أَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ کہا تو جملہ احتمالات مرتفع ہو گئے۔ سوال:-
مَا أَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ میں أَحَدٌ مبتدا نہیں بلکہ مَا مِثَابَهُ بَلِيْسُ کا اسم ہے؟ جواب:- بنو تمیم چونکہ مَا مِثَابَهُ بَلِيْسُ کو
عامل نہیں مانتے اس لئے ان کی لغت کے مطابق أَحَدٌ نکرہ محضہ مبتدا ہے اور خَيْرٌ اسکی خبر ہے۔ فائدہ:- استغراق
وعموم کی وجہ سے تخصیص کی صحیح مثال تَمْرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ جَرَادَةٍ ہے أَيُّ كُلِّ تَمْرَةٍ خَيْرٌ مِّنْ كُلِّ جَرَادَةٍ۔

أَوْفَعْلِيَّةٌ نَحْوُ زَيْدٌ قَامَ أَبُوهُ أَوْ شَرْطِيَّةٌ نَحْوُ زَيْدٌ إِنْ جَاءَ نِيٌّ فَاكْرَمْتُهُ
أَوْ ظَرْفِيَّةٌ نَحْوُ زَيْدٌ خَلْفَكَ وَعَمْرُو فِي الدَّارِ وَالظَّرْفُ مُتَعَلِّقٌ بِجُمْلَةٍ
عِنْدَ الْأَكْثَرِ وَهِيَ اسْتَقْرَرٌ مَثَلًا تَقُولُ زَيْدٌ فِي الدَّارِ تَقْدِيرُهُ زَيْدٌ اسْتَقْرَرُ فِي الدَّارِ
وَلَا بُدَّ فِي الْجُمْلَةِ مِنْ ضَمِيرٍ يَعُودُ إِلَى الْمُبْتَدَأِ كَالْهَاءِ فِي مَامَرٌ

قوله فعلية :- یعنی جملہ فعلیہ، جملہ شرطیہ اور ظرفیہ بھی مبتدا کی خبر واقع ہوتا ہے۔ اس میں جملہ کے اقسام بھی بیان کر دیے گئے ہیں۔ فائدہ :- مصنف کے بیان کے مطابق جملہ کی چار قسمیں ہیں اسمیہ، فعلیہ، ظرفیہ اور شرطیہ۔ اور بعض نے جملہ ظرفیہ کو مفرد میں داخل مان کر جملہ کی تین قسمیں بیان کی ہیں اور کچھ حضرات نے جملہ شرطیہ کو فعلیہ میں اور ظرفیہ کو مفرد میں داخل مان کر جملہ کی صرف دو قسمیں ذکر کی ہیں۔ سوال :- مبتدا کی خبر شرط و جزا کا مجموعہ ہوتا ہے یا ان میں سے کوئی ایک؟ جواب :- آئیں تین قول ہیں (۱) دونوں کا مجموعہ خبر واقع ہوتا ہے۔ (۲) ان میں سے کوئی ایک۔ (۳) صرف جزا، خبر واقع ہوتی ہے۔ سوال :- کون سے حروف مبتدا کی خبر واقع ہوتے ہیں؟ جواب :- مِنْ، اِلَى، فِي، لَمْ، بَاءٌ، كَافٌ اور عَن۔ قولہ وَالظَّرْفُ :- اور جو خبر ظرف ہو (خواہ ظرف زمان یا ظرف مکان یا قائم مقام ظرف) وہ اکثر نحو یوں کے نزدیک جملہ فعلیہ کے ساتھ متعلق ہوتی ہے مصنف نے عند الاکثر کہہ کر اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بعض نحو یوں کے نزدیک ظرف کا متعلق، مفرد یعنی اسم فاعل ہوتا ہے اس لئے کہ خبر میں اصل افراد ہے۔ قولہ وَهِيَ اسْتَقْرَرٌ :- اور وہ بتمہ استقر ہے۔ جمہور کی دلیل یہ ہے کہ چونکہ فعل عمل میں اصل ہے اس لئے فعل کو مقدر ماننا اولیٰ ہے نیز ظرف مستقر عامل کے قائم مقام ہو کر عمل کرتا ہے لہذا ظرف کو فعل کا قائم مقام بنانا اولیٰ ہے، پس ان کے نزدیک زَيْدٌ فِي الدَّارِ کی تقدیر زَيْدٌ اسْتَقْرَرُ فِي الدَّارِ ہے۔ سوال :- ظرف مستقر اور ظرف لغوی کی تعریف کریں؟ جواب :- ظرف مستقر وہ ہے جس کا متعلق فعل یا شبہ فعل محذوف ہو خواہ فعل عام ہو یا خاص اور ظرف لغوی وہ ہے جس کا متعلق فعل یا شبہ فعل مذکور ہو۔ فائدہ :- فعل عام وہ ہے جس سے کوئی فعل خالی نہ ہو اور فعل عام جو مشہور ہیں وہ چار ہیں۔

افعال عامہ چہار اند نزدیک باب عقول کون است و وجود است و ثبوت است و حصول

قولہ وَلَا بُدَّ :- اور جو جملہ مبتدا کی خبر واقع ہو رہا ہو اسمیں مبتدا کو لوٹنے والی ضمیر کا ہونا ضروری ہے تاکہ وہ ضمیر جملہ کو استتعال سے نکال کر ماقبل کے ساتھ مربوط کر دے۔ سوال :- کیا جملہ کو ماقبل کے ساتھ مربوط صرف ضمیر کرتی ہے؟ جواب :- نہیں بلکہ دیگر اشیاء بھی رابطہ کا فائدہ دیتی ہیں مثلاً اسم ظاہر کا ضمیر کی جگہ آنا جیسے الْحَاقَّةُ مَا الْحَاقَّةُ میں دوسرا الْحَاقَّةُ، ہی ضمیر کی جگہ میں واقع ہے یا خبر کا مبتدا کی تفسیر ہونا جیسے قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ میں اللَّهُ أَحَدٌ مبتدا کی خبر ہے اور ہُوَ کی تفسیر ہے جو مبتدا ہے۔

وَيَجُوزُ حَذْفُهُ عِنْدَ وُجُودِ قَرِينَةٍ نَحْوِ السَّمَنِ مَنْوَانِ بِدَرْهِمٍ وَالْبُرِّ
الْكُرِّ بَسْتَيْنِ دَرْهَمًا وَقَدْ يَتَقَدَّمُ الْخَبْرُ عَلَى الْمُبْتَدَأِ نَحْوُ فِي الدَّارِ زَيْدٌ
وَيَجُوزُ لِلْمُبْتَدَأِ الْوَاحِدِ أَخْبَارٌ كَثِيرَةٌ نَحْوُ زَيْدٌ عَالِمٌ فَاضِلٌ عَاقِلٌ
وَاعْلَمُ أَنَّ لَهُمْ قِسْمًا الْخَرَمِ مِنَ الْمُبْتَدَأِ لَيْسَ مُسْنَدًا إِلَيْهِ

قولہ ویجوز:۔ اور قرینہ پائے جانے کے وقت صرف ضمیر (رابطہ) کا حذف کرنا جائز ہے جیسے السمن منوان بدرہم میں منوان اپنی خبر سے ملکر السمن (مبتدا) کی خبر ہے اور اس جملہ میں ضمیر مخذوف ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے السمن منوان منہ بدرہم۔ فائدہ:۔ مذکورہ مثال میں ضمیر کے حذف پر قرینہ یہ ہے کہ بھی بیچنے والا بھی بی کا نرخ بتاتا ہے نہ کہ اور چیز کا۔ سوال:۔ مذکورہ مثال میں منوان نکرہ ہے جسکو مبتدا ماننا غلط ہے کہ مبتدا معرفہ ہوتا ہے؟ جواب:۔ منہ مقدر منوان کی صفت ہے جسکی وجہ سے منوان نکرہ مخصوص ہو گیا ہے جو مبتدا واقع ہوتا ہے۔ قولہ البر الکر:۔ یہ حذف ضمیر کی دوسری مثال ہے کُرّ ایک پیمانہ کا نام ہے جس میں بارہ وسق گیسوں آتے ہیں اور ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اس کی تقدیر البر الکر منہ بستین درہما ہے اور "منہ" الکائن کے متعلق ہو کر الکر کی صفت ہے۔ قولہ وقد يتقدم:۔ اور کبھی خبر، مبتدا پر مقدم ہو جاتی ہے اس تقدیم کی دو قسمیں ہیں اول واجب، جب مبتدا نکرہ ہو جیسے فی الدار رجل دوم جائز، جب مبتدا معرفہ ہو جیسے فی الدار زید۔ فائدہ:۔ خبر میں اصل یہ ہے کہ مبتدا سے مؤخر ہو اس لئے کہ خبر معنی کے اعتبار سے صفت ہوتی ہے اور جو لفظا و معنی صفت ہوتی ہے اس کا موصوف سے مؤخر ہونا واجب ہے لہذا جو صرف معنی صفت ہو اس کا موصوف سے مؤخر ہونا اصل ہے۔ قولہ ویجوز:۔ یعنی ایک مبتدا کیلئے اخبار کثیرہ کا ہونا جائز ہے اس لئے کہ خبر حکم ہے اور شکی واحد پر بہت سے احکام لگائے جاسکتے ہیں جیسے زید عالم فاضل ناصر میں زید، کی تین خبریں ہیں۔ فائدہ:۔ مبتدا کی خبر کا کثیر ہونا دو قسم پر ہے (۱) جائز کہ اس تکثر کے بغیر کلام کے معنی تمام ہو سکتے ہیں جیسے زید عالم عاقل ناصر۔ اس قسم میں حرف عطف لا کر زید عالم و عاقل و ناصر کہنا اولیٰ ہے۔ (۲) واجب، کہ اس تکثر کے بغیر کلام کے معنی تمام نہیں ہو سکتے جیسے السخل خلو حامض اس قسم میں ترک عطف اولیٰ ہے۔ قولہ اعلم:۔ یہاں سے ماتن مبتدا کی قسم ثانی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کُنحَات کے نزدیک مبتدا کی ایک قسم اور بھی ہے جو قسم اول کی غیر ہے کیونکہ قسم اول مسند الیہ ہوتی ہے مگر یہ قسم مسند الیہ نہیں ہوتی، مبتدا کی ان دونوں قسموں میں مابہ الاشتراک یہ ہے کہ دونوں قسموں کا عامل معنوی ہوتا ہے اور مابہ الامتیاز یہ ہے کہ قسم اول صریح یا تاویلی اسم ہوتی ہے اور محتاج الی الاغتماد نہیں ہوتی جبکہ قسم ثانی صیغہ صفت، محتاج الی الاغتماد ہوتی ہے۔ فائدہ:۔ مصنف کا قول قسما موصوف ہے اور اخر اسکی صفت اول اور لیس مسندا الیہ صفت ثانی ہے۔

وَأَصْلُ الْمُبْتَدَأِ أَنْ يَكُونَ مَعْرِفَةً وَأَصْلُ الْخَبَرِ أَنْ يَكُونَ نَكْرَةً وَالنَّكْرَةُ إِذَا
وُصِفَتْ جَازًا أَنْ تَقَعَ مُبْتَدَأًا نَحْوُ قَوْلِهِ تَعَالَى وَلَعَبْدٌ مُؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ
وَكَذَا إِذَا تَخَصَّصَتْ بِوَجْهِ الْآخِرِ نَحْوُ آرَجُلٌ فِي الدَّارِ أُمَّ امْرَأَةٌ وَمَا أَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ

فائدہ:- مبتدا اور خبر کے عامل میں نجات کا اختلاف ہے۔ (۱) زختری کے نزدیک ان میں عامل معنی ابتدا ہے
(۲) سیبویہ کے نزدیک مبتدا میں عامل معنی ابتدا ہے اور خبر میں عامل خود مبتدا ہے۔ (۳) کسائی اور فراء کے نزدیک مبتدا اور
خبر میں سے ہر ایک دوسرے میں عامل ہے۔ قوله وَأَصْلُ الْمُبْتَدَأِ:- اور مبتدا میں اصل تعریف ہے کیونکہ یہ محکوم علیہ ہوتا
ہے اور محکوم علیہ میں اصل تعریف ہے۔ مصنف کے اس قول سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کبھی مبتدا اصل کے خلاف
نکرہ بھی ہوتا ہے لیکن نکرہ محضہ نہیں بلکہ نکرہ محضہ ہوتا ہے اس لئے اب مواضع تخصیص بیان کرتے ہیں۔ قوله وَالنَّكْرَةُ:-
یعنی نکرہ میں جب صفت کی وجہ سے تخصیص ہو جائے تو اس کا مبتدا واقع ہونا جائز ہے جیسے وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ
مُّشْرِكٍ، اس میں عَبْدٌ نکرہ ہے اور تخصیص بالصفة کے بعد مبتدا واقع ہو رہا ہے۔ فائدہ:- صفت محضہ کبھی مقدر بھی ہوتی
ہے جیسے السَّمْنُ مَنْوَانٌ بَدْرَهْمٍ میں مَنْوَانٌ نکرہ ہے اور مِنْهُ، كَائِنَانِ کے متعلق ہو کر اسکی صفت ہے جو کہ مقدر ہے۔
قوله آرَجُلٌ:- اس میں رَجُلٌ نکرہ محضہ مبتدا ہے اور امْرَأَةٌ اس پر معطوف ہے اور اس میں تخصیص علم متکلم کی وجہ سے ہوئی
ہے، اس لئے کہ متکلم کو یہ تو معلوم ہے کہ مرد اور عورت میں سے کوئی ایک گھر میں ہے تو وہ سوال کر کے مخاطب سے صرف
اسکی تعیین کرانا چاہتا ہے۔ قوله مَا أَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ:- اس میں أَحَدٌ نکرہ محضہ مبتدا ہے اور تحت أَلْفِي واقع ہونے
کی وجہ سے اس میں تخصیص بالعموم ہے۔ سوال:- عموم تو خصوص کی ضد ہے کیونکہ عموم کے معنی ہیں تَكْثِيرِ أَفْرَادٍ اور
خصوص کے معنی ہیں تَقْلِيلِ أَفْرَادٍ، لہذا نکرہ کا مخصوص بالعموم ہونا باطل ہے۔ جواب:- یہاں تخصیص سے مراد رفع
احتمالات ہے جو عموم کے منافی اور اسکی ضد نہیں ہے بلکہ یہ رفع احتمالات عموم سے حاصل ہوتا ہے مثلاً مثال مذکور میں
اگر زیند سے خیریت کی نفی کیجاتی ہے تو عمرو کی خیریت کا احتمال باقی رہتا ہے اور اگر عمرو سے بھی نفی کیجاتی ہے تو بکر کی
خیریت کا احتمال رہتا ہے وہلم جراً لیکن جب مَا أَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ کہا تو جملہ احتمالات مرتفع ہو گئے۔ سوال:-
مَا أَحَدٌ خَيْرٌ مِّنْكَ میں أَحَدٌ مبتدا نہیں بلکہ مَا مِثَابَهُ بَلِيسِ کا اسم ہے؟ جواب:- بنو تمیم چونکہ مَا مِثَابَهُ بَلِيسِ کو
عامل نہیں مانتے اس لئے ان کی لغت کے مطابق أَحَدٌ نکرہ محضہ مبتدا ہے اور خَيْرٌ اسکی خبر ہے۔ فائدہ:- استغراق
وعموم کی وجہ سے تخصیص کی صحیح مثال تَمْرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ جَرَادَةٍ ہے أَيُّ كَلِّ تَمْرَةٍ خَيْرٌ مِّنْ كَلِّ جَرَادَةٍ۔

وَشَرُّ أَهْرَ ذَانَابٍ وَفِي الدَّارِ رَجُلٌ وَسَلَامٌ عَلَيْكَ وَإِنْ كَانَ أَحَدُ الأَسْمِيْنَ
مَعْرِفَةً وَالأَخْرُ نِكْرَةً فَاجْعَلِ المَعْرِفَةَ مُبْتَدَأً وَالنِّكْرَةَ خَبْرًا الأَبْتَةَ كَمَا مَرَّ وَإِنْ
كَانَا مَعْرِفَتَيْنِ فَاجْعَلْ أَيُّهُمَا شِئْتِ مُبْتَدَأً وَالأَخْرُ خَبْرًا نَحْوَ اللهُ هُنَا
وَمُحَمَّدٌ نَبِيُّنَا وَادَمُ أبُونَا وَقَدْ يَكُونُ الخَبْرُ جُمْلَةً إِسْمِيَّةً نَحْوُ زَيْدٌ أبُوهُ قَائِمٌ

قولہ شرُّ اهرِّ :- اس مثال میں شرُّ صفت مقدرہ کی وجہ سے تخصیص پا کر مبتدا واقع ہوا ہے اور اس کی تقدیر
شرُّ عظیم اهرِّ ذاناب ہے، یعنی بڑے شر نے کتے کو بھونکا یا نہ چھوئے شر نے۔ قولہ فی الدار :- اس مثال میں رجل
کے اندر تقدیم خبر کی وجہ سے تخصیص ہوئی ہے۔ سوال :- فی الدار رجل کی ترکیب جائز ہے اور رجل فی الدار کی
ترکیب ناجائز ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ جواب :- رجل فی الدار میں خبر کا صفت کے ساتھ التباس ہوتا ہے اس لئے یہ
ترکیب جائز نہیں لیکن فی الدار رجل میں یہ التباس نہیں کیونکہ صفت موصوف سے مؤخر ہوتی ہے جبکہ فی الدار مقدم ہے
لہذا یہ خبر بے صفت نہیں۔ قولہ سلامٌ علیک :- اس میں سلام نکرہ مخصصہ مبتدا ہے اور اس میں تخصیص نسبت الی
المُتکَلِّم کی وجہ سے ہوئی ہے کیونکہ یہ اصل میں سلامی علیک تھا۔ فائدہ :- ابن برہان کے نزدیک اگر نکرہ سے
مخاطب کے علم میں اضافہ ہو تو نکرہ مبتدا واقع ہو سکتا ہے جیسے کُوبُ انْقِضَ السَّاعَةُ کے سننے سے مخاطب کے علم
میں اضافہ ہوتا ہے لہذا اس نکرہ کا بلا تخصیص مبتدا واقع ہونا درست ہے اور رجل قائم سے مخاطب کے علم میں اضافہ نہیں ہوتا
کیونکہ ہر ایک کو یہ معلوم ہے کہ کوئی مرد کھڑا ہے لہذا رجل کا مبتدا واقع ہونا درست نہیں ہے۔ قولہ وَإِنْ كَانَ :- یعنی اگر
دو اسم ہوں ایک معرفہ اور دوسرا نکرہ تو معرفہ کو مبتدا بنا دو اور نکرہ کو خبر اس لئے کہ مبتدا میں اصل تعریف ہے اور خبر میں اصل
تعلیل ہے پس دونوں اصل کے مطابق ہو جائینگے۔ قولہ الأَبْتَةُ :- یہ کلمہ فَاجْعَلْ کیلئے ظرف ہے ائی فَاجْعَلِ المَعْرِفَةَ فِي
كُلِّ تَرْكِيْبٍ وَقَعَتْ يَآيِهِ مَفْعُولٌ مُطْلَقٌ ہے بحذف موصوف ائی فَاجْعَلِ المَعْرِفَةَ مُبْتَدَأً جَعْلًا تَابِيْدِيًّا۔ قولہ وَإِنْ
كَانَا مَعْرِفَتَيْنِ :- یعنی اگر مبتدا و خبر دونوں معرفہ ہوں تو جسکو چاہو مبتدا بناؤ اور دوسرے کو خبر یعنی جس کو مقدم کرو گے وہ مبتدا
ہوگا اور دوسرا خبر ہوگا۔ قولہ قَدْ يَكُونُ :- اور کبھی خبر جملہ بھی ہوتی ہے اس لئے کہ مفرد کی مثل جملہ کے ساتھ بھی حکم لیا جاتا
ہے اور جملہ پر خبر کی تعریف بھی صادق آتی ہے جیسے زَيْدٌ أبُوهُ قَائِمٌ میں جملہ اسمیہ (أَبُوهُ قَائِمٌ) مبتدا کی خبر ہے۔
فائدہ :- مصنف نے قَدْ تَقْلِيْلِيَّةً لَآءِ اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ خبر کا جملہ ہونا قلیل ہے اور اصل خبر میں افراد ہے۔

وَهُوَ صِفَةٌ وَقَعَتْ بَعْدَ حَرْفِ النَّفْيِ نَحْوَ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ أَوْ بَعْدَ حَرْفِ الْإِسْتِفْهَامِ
 نَحْوَ أَقَائِمٌ زَيْدٌ بِشَرْطِ أَنْ تَرْفَعَ تِلْكَ الصِّفَةَ اسْمًا ظَاهِرًا نَحْوَ مَا قَائِمٌ
 الزَّيْدَانِ وَأَقَائِمٌ الزَّيْدَانِ بِخِلَافِ مَا قَائِمَانِ الزَّيْدَانِ فَصَلَّ خَبْرَانٌ وَأَخَوَاتِهَا
 وَهِيَ أَنْ وَكَانَ، وَلَكِنَّ، وَلَيْتَ، وَلَعَلَّ فَهَذِهِ الْحُرُوفُ تَدْخُلُ عَلَى الْمُبْتَدَأِ
 وَالْخَبَرِ فَتَنْصِبُ الْمُبْتَدَأَ وَيُسَمَّى اسْمًا إِنْ تَرْفَعُ الْخَبَرَ وَيُسَمَّى خَبْرًا إِنْ

قوله هو صفة: یعنی مبتدا کی قسم ثانی ایسا صفت کا صیغہ ہے جو حرف نفی یا حرف استفہام کے بعد واقع ہو اور اسم ظاہر کو رفع دے۔ پس ما قائمان الزیدان میں ضمیر کو رفع دینے کی وجہ سے صیغہ صفت مبتدا نہیں ہے۔ سوال: مبتدا کی اس قسم میں ما قبل پر اعتماد کیوں ضروری ہے؟ جواب: اس لئے کہ یہ قسم درحقیقت مبتدا نہیں بلکہ اعراب کی کوئی وجہ نہ پائے جانے کی بنا پر نکاحات نے اس قسم کے مبتدا ہونے کا قول کیا ہے اس لئے اس قسم میں اعتماد شرط کر دیا ہے جو اصل میں نہیں ہے۔ فائدہ: سیبویہ اور انھنشی کے نزدیک صفت مذکورہ بغیر اعتماد کے بھی اسم ظاہر کو رفع دیتی ہے اور بطور دلیل ”فَخَيْرٌ نَحْنُ عِنْدَ النَّاسِ مِنْكُمْ“ پیش کیا ہے کہ اس میں خیر اسم تفضیل مبتدا ہے اور بغیر اعتماد کے نحن کو رفع دے رہا ہے لیکن ان کا یہ استدلال درست نہیں اس لئے کہ گفتگو نثر کلام کے متعلق ہو رہی ہے کہ نثر کلام میں صیغہ صفت کیلئے اعتماد ضروری ہے اور انہوں نے بطور استدلال شعر پیش کیا ہے۔ سوال: صیغہ صفت کا اعتماد تو چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر ہوتا ہے مصنف نے یہاں صرف دو کے ذکر پر اکتفاء کیوں کیا ہے؟ جواب: اسلئے کہ بقیہ چار میں سے کسی پر اعتماد کے وقت صیغہ صفت مبتدا نہیں ہوگا اور بات صیغہ صفت کے مبتدا بننے کی ہو رہی ہے مثلاً اگر مبتدا پر اعتماد ہوگا تو صیغہ صفت خبر ہوگا اور موصوف پر اعتماد ہوگا تو صیغہ صفت موصوف کی صفت بنے گا اور موصول یا ذوالحال پر اعتماد کے وقت صلہ یا حال ہوگا۔ قولہ بخلاف: اس عبارت میں باء جارہ متلبسان مقدر کے متعلق ہو کر مبتدا مقدر کی خبر ہے ائی ہما متلبسان، چونکہ ما قائمان الزیدان میں صفت کا صیغہ ضمیر کو رفع دے رہا ہے اس لئے یہ مبتدا نہیں بلکہ خبر ہے۔ فائدہ: ما قائمان الزیدان میں صیغہ صفت اسم ظاہر کو رفع دیتا تو ثنیہ نہ ہوتا اس لئے کہ قاعدہ ہے اِذَا كَانَ الْفَاعِلُ اسْمًا ظَاهِرًا وَوَحْدَ الْفِعْلِ أَبَدًا۔ قولہ خبران: مرفوعات کی ایک قسم ان اور اس کے اخوات کی خبر ہے اور یہ ان اور اس کے اخوات حروف مشبہ بفعل کہلاتے ہیں جو مبتدا و خبر کے دو اخل میں سے ہیں۔ وجہ تسمیہ: یہ حروف بچند وجوہ فعل کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں اس لئے انکو حروف مشبہ بفعل سے موسوم کیا گیا۔ اول: مشابہت لفظی، جس کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) ان حروف میں سے بعض فعل کی طرح سہ حرفی ہیں جیسے ان، آن اور لیت، بعض فعل کی طرح چہار حرفی ہیں جیسے کان، لعل اور بعض فعل کی طرح پانچ حرفی ہیں جیسے لیکن۔

فصل اسمُ کانَ وأخواتِها وَهِيَ صَارَ وَأَصْبَحَ وَأَمْسَى وَأَضْحَى وَظَلَّ وَبَاتَ وَرَاحَ وَأَضَّ وَعَادَ وَعَدَا وَمَازَالَ وَمَابَرَخَ وَمَافَتَى وَمَافَتَكَ وَمَادَامَ وَلَيْسَ فَهَذِهِ الْأَفْعَالُ تَدْخُلُ أَيْضًا عَلَى الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ فَتَرْفَعُ الْمُبْتَدَأَ وَيُسَمَّى اسْمُ كَانٍ وَتَنْصِبُ الْخَبَرَ وَيُسَمَّى خَبَرَ كَانٍ فَاسْمُ كَانٍ هُوَ الْمُسْنَدُ إِلَيْهِ بَعْدَ دُخُولِهَا نَحْوُ كَانَ زَيْدٌ قَائِمًا وَيَجُوزُ فِي الْكُلِّ تَقْدِيمُ أَخْبَارِهَا عَلَى أَسْمَائِهَا نَحْوُ كَانَ قَائِمًا زَيْدٌ وَعَلَى نَفْسِ الْأَفْعَالِ أَيْضًا فِي التَّسْعَةِ الْأُولَى نَحْوُ قَائِمًا كَانَ زَيْدٌ وَلَا يَجُوزُ ذَلِكَ فِي مَافَى أَوْلَاهِ مَا فَلَا يُقَالُ قَائِمًا مَازَالَ زَيْدٌ وَفِي لَيْسَ خِلَافٌ وَبَاقِي الْكَلَامِ فِي هَذِهِ الْأَفْعَالِ يَجِيئُ فِي الْقِسْمِ الثَّانِي أَنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى **فصل اسمُ ماوَلَا الْمُشَبَّهَتَيْنِ بِلَيْسَ هُوَ الْمُسْنَدُ إِلَيْهِ بَعْدَ دُخُولِهِمَا نَحْوُ مَا زَيْدٌ قَائِمًا وَلَا رَجُلٌ أَفْضَلُ مِنْكَ**

قولہ اسمُ کان :- مرفوعات کی ایک قسم کان اور اس کے اخوات کا اسم ہے، یہ افعال مبتدا و خبر پر داخل ہو کر مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور افعال ناقصہ جلاتے ہیں۔ **فائدہ :-** ابنِ حاجب کے نزدیک کان کا مرفوع فاعل ہے اس لئے ابنِ حاجب نے اسمُ کان کا الگ ذکر نہیں کیا لیکن مصنف کے نزدیک اسم کان فاعل نہیں بلکہ ملحق بالفاعل ہے اس لئے اسم کان کا طالعہ ذکر کیا ہے۔ **قولہ ویجوز فی الكل :-** اور ان تمام افعال میں اسم پر خبر کی تقدیم جائز ہے اور پہلے گیارہ افعال میں خبر کی تقدیم ان کی ذات پر بھی جائز ہے اس لئے کہ یہ افعال عامل قوی ہیں اور تقدیم خبر سے کوئی مانع بھی نہیں ہے۔ **فائدہ :-** کان سے لیکر عدا تک گیارہ افعال جن کے اول میں ما نہیں ہے ان کی ذات پر خبر کی تقدیم جائز ہے اور کتاب میں نو کا ذکر ناسخ کی غلطی ہے اور جن افعال کے شروع میں ما مصدریہ یا نافیہ ہے ان کی خبر کی تقدیم ان کی ذات پر جائز نہیں کیونکہ ما نافیہ صدارت کلام کو چاہتا ہے اور ما مصدریہ عامل ضعیف ہے جس کا معمول اس پر مقدم نہیں ہو سکتا۔ **قولہ وفی لیس :-** یعنی لیس کی خبر میں اختلاف ہے سیبویہ کے نزدیک لیس کی خبر اسکی ذات پر مقدم نہیں ہو سکتی اس لئے کہ بمعنی منفی ہونے کی وجہ سے لیس کا حکم ان افعال کا ہے جن کے شروع میں ما ہے اور باقی نجات کے نزدیک یہ تقدیم جائز ہے اس لئے کہ لیس سے قبل ما نہیں ہے۔ **قولہ اسم ماوَلَا :-** مرفوعات کی ایک قسم ماوَلَا مُشَابَهَةٌ بِلَيْسَ کا اسم ہے جو ان میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے اور یہ ما اور لا کا عامل ہونا اہل حجاز کی لغت ہے اور قرآن کریم بھی اسی لغت میں نازل ہوا ہے ارشاد باری ماہذا بشرًا میں ما، مُشَابَهَةٌ بِلَيْسَ عمل کر رہا ہے لیکن بنو تمیم ان کو عامل نہیں مانتے۔

وَيَخْتَصُّ لَا بِالنَّكِرَةِ وَيَعْمُ مَا بِالْمَعْرِفَةِ وَالنَّكِرَةُ فَضْلٌ خَيْرٌ لَا لِنَفِي
الْجِنْسِ وَهُوَ الْمُسْنَدُ بَعْدَ دُخُولِهَا نَحْوُ لَا رَجُلٌ قَائِمٌ

قولہ ویختص۔ یعنی لائنکرہ کے ساتھ خاص ہے اس لئے کہ یہ مطلق نفی کیلئے آتا ہے جس کی وجہ سے لیس کے ساتھ اسکی مشابہت ضعیف ہے اور مالی مشابہت قوی ہے کہ وہ بھی لیس کی طرح نفی حال کیلئے آتا ہے اس لئے ما معرفہ اور نکرہ دونوں پر داخل ہوتا ہے۔ سوال:- لائی لیس کے ساتھ مشابہت ضعیف اس بات کو نہیں چاہتی کہ اس کو نکرہ کے ساتھ خاص کر دیا جائے یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اسکو معرفہ کے ساتھ خاص کر دیا جائے تو ایسا کیوں نہیں کیا گیا؟ جواب:- چونکہ مطلق نفی کیلئے ہونے کی وجہ سے لا کو نکرہ کے ساتھ مشابہت ہے اس لئے لا کو نکرہ کے ساتھ خاص کر دیا گیا۔ سوال:- لا اگر نکرہ کے ساتھ مختص ہے تو یہ مبتدا کے دو داخل سے نہ ہو اس لئے کہ مبتدا تو معرفہ ہوتا ہے۔ جواب:- لا کے داخل ہونے کے بعد نکرہ تحت نفی ہونے کے باعث خاص ہو جاتا ہے اس لئے اس کا مبتدا واقع ہونا درست ہے لہذا لا کے مبتدا کے دو داخل میں سے ہونے پر اعتراض صحیح نہ ہو۔ جواب:- محققین کے نزدیک مبتدا کا معرفہ ہونا ضروری نہیں بلکہ مفید للمخاطب ہونا ضروری ہے چونکہ یہ نکرہ مفید للمخاطب ہے اس لئے اس کا مبتدا ہونا صحیح ہے۔ فائدہ:- ما کو لیس کے ساتھ تین چیزوں میں مشابہت ہے۔ (۱) معنی نفی میں۔ (۲) مبتدا و خبر پر داخل ہونے میں۔ (۳) دونوں کی خبر میں بقاء زائدہ آتی ہے اور لا کو پہلی دو باتوں میں مشابہت ہے۔ قولہ خبر لا:- مرفوعات کی ایک قسم اس لا کی خبر ہے جو جنس سے حکم یا صفت کی نفی کیلئے ہے اور یہ خبر لا کے داخل ہونے کے بعد مسند ہوتی ہے جیسے لا رَجُلٌ قَائِمٌ اس مثال میں جنس رَجُلٌ سے صفت قیام کی نفی کی گئی ہے۔ فائدہ:- لائے نفی جنس کا یہ عمل ان اور ان کی مشابہت کی وجہ سے ہے اور وہ مشابہت یہ ہے کہ ان اور ان اثبات کی تاکید کرتے ہیں اور لا، نفی کی تاکید کرتا ہے۔ اور لائے نفی جنس کا مذکورہ بالا عمل دو شرطوں کے ساتھ مشروط ہے۔ اول یہ کہ لا کا اسم اور خبر دونوں نکرہ ہوں دوم یہ کہ لا کا اسم خبر پر مقدم ہو۔ سوال:- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول "قَضَيْتُ وَلَا اَبَا حَسَنِ لَهَا" میں اسم لا معرفہ بنے حالانکہ لا عمل بھی کر رہا ہے۔ جواب:- یہ قول اصل میں قَضَيْتُ وَلَا مِثْلُ اَبِي الْحَسَنِ لَهَا تھا اور مثل اضافت کے باوجود نکرہ رہتا ہے یا ابا حسن سے مراد کوئی غیر معین ہے مثل لِكُلِّ فِرْعَوْنٍ مُّؤَبِّسِي کے۔

الْمَقْصِدُ الثَّانِي فِي الْمَنْصُوبَاتِ الْأَسْمَاءِ الْمَنْصُوبَةِ اثْنَا عَشَرَ قِسْمًا
الْمَفْعُولُ الْمُطْلَقُ وَبِهِ وَفِيهِ وَلَهُ وَمَعَهُ وَالْحَالُ وَالتَّمْيِيزُ وَالمُسْتَثْنَى وَاسْمٌ إِنَّ
وَآخَوَاتِهَا وَخَبْرٌ كَانَ وَآخَوَاتِهَا وَالمَنْصُوبُ بِأَلَّتِي لِتَقِي الْجِنْسِ وَخَبْرٌ مَا
وَلَا، الْمُشَبَّهَتَيْنِ بَلَيْسَ فَضْلُ الْمَفْعُولِ الْمُطْلَقِ وَهُوَ مُصَدَّرٌ بِمَعْنَى فَعْلٍ
مَذْكُورٍ قَبْلَهُ وَيُذَكَّرُ لِلتَّكْيِيدِ كَضَرَبَ ضَرْبًا أَوْ لِبَيَانِ النَّوْعِ نَحْوُ جَلَسْتُ
جَلْسَةَ الْقَارِي أَوْ لِبَيَانِ الْعَدَدِ كَجَلَسْتُ جَلْسَةً أَوْ جَلَسْتَيْنِ أَوْ جَلَسَاتِ

﴿المقصد الثاني في المنصوبات﴾ چونکہ مرفوعات اور منصوبات ایک عامل کے معمول ہیں اس لئے مرفوعات کے بعد منصوبات کا ذکر کیا گیا۔ منصوب، وہ اسم ہے جو مفعولیت کی علامت پر مشتمل ہو اور منصوب کل بارہ اسم ہیں جن میں مفاعیل خمسہ اصول منصوبات ہیں اور باقی ملکات۔ مفاعیل خمسہ کو شاعر نے اس طرح نظم کیا ہے۔

مفاعیل پنج اندگر بشنوی لہ، مطلق وفيہ، معہ، بہ

جن کی امثلہ اس شعر میں آگنی ہیں۔

حَمْدٌ حَمْدًا حَامِدًا وَحَمِيدًا رِعَايَةَ شُكْرِهِ دَهْرًا مَدِيدًا

قَوْلُ الْمَفْعُولِ الْمُطْلَقِ :- مصنف نے مفعول مطلق کو چند وجوہ دیگر مفاعیل پر مقدم کیا ہے۔ (۱) یہ اصل فعل ہے (۲) اس پر مفعول کا اطلاق بہ وغیرہ کی قید کے بغیر ہوتا ہے اور مطلق مقید پر مقدم ہوتا ہے۔ سوال :- اس مفعول پر بھی لفظ مفعول کا اطلاق المطلق کی قید کے ساتھ ہوتا ہے لہذا یہ بھی مطلق نہ ہوا؟ جواب :- المطلق، قید نہیں بلکہ اطلاق یعنی عدم تقييد کا بيان ہے۔ قولہ وَهُوَ مُصَدَّرٌ :- مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو فعل مذکور کے معنی میں ہو جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا فِي مِثْلِ مَصْدَرٍ هُوَ جَوْفَعْلٍ مَذْكُورٍ كَمَا فِي الْمَقْصِدِ الثَّانِي مِنْ كِتَابِ الْمَقْصِدِ فِي الْمَنْصُوبَاتِ۔ سوال :- یہاں سے مصنف مفعول مطلق کے اقسام بیان کرتے ہیں مفعول مطلق کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) برائے تاکید، جب مفعول مطلق کا مدلول وہی ہو جو فعل کا مدلول ہے جیسے ضَرَبْتُ ضَرْبًا (میں نے زید کو حقیقتہ مارا)۔ (۲) برائے نوع، جب اس کا مدلول فعل کی بعض نوع ہو جیسے جَلَسْتُ جَلْسَةَ الْقَارِي (میں قاری کی طرح بیٹھا) (۳) برائے عدد، جب اس کا مدلول عدد ہو جیسے جَلَسْتُ جَلْسَةً أَوْ جَلَسْتَيْنِ أَوْ جَلَسَاتِ (میں ایک مرتبہ بیٹھا یا دو مرتبہ یا تین مرتبہ بیٹھا) فائدہ :- وزن فَعْلَةٌ (بفتح فاء و سکون عین) بیان عدد کے لئے آتا ہے اور وزن فِعْلَةٌ (بکسر فاء و سکون عین) بیان نوع کیلئے۔ كَمَا قَالَ الشَّاعِرُ

الْمَفْعَلُ لِلْمَوْضِعِ وَالْمِفْعَلُ لِلْأَلَةِ وَالْفِعْلَةُ لِلْمَرَّةِ وَالْفِعْلَةُ لِلْحَالَةِ

وَقَدْ يَكُونُ مِنْ غَيْرِ لَفْظِ الْفِعْلِ الْمَذْكُورِ نَحْوُ قَعَدْتُ جُلُوسًا وَأَنْبَتَ نَبَاتًا وَقَدْ
يُحْذَفُ فِعْلُهُ لِقِيَامٍ قَرِينَةٍ جَوَازًا كَقَوْلِكَ لِلْقَادِمِ خَيْرٌ مَقْدَمٌ أَيْ قَدِمْتَ
قَدْ وَمَا خَيْرٌ مَقْدَمٌ وَوَجُوبًا سِمَاعًا نَحْوُ سَقِيًّا وَشُكْرًا وَحَمْدًا وَرَعِيًّا أَيْ سَقَاكَ
اللَّهُ سَقِيًّا وَشُكْرَتَكَ شُكْرًا وَحَمْدَتَكَ حَمْدًا وَرَعَاكَ اللَّهُ رَعِيًّا فَضَلَّ
الْمَفْعُولُ بِهِ وَهُوَ اسْمٌ مَا وَقَعَ عَلَيْهِ فِعْلُ الْفَاعِلِ كَضَرْبَ زَيْدًا عَمْرًا

قولہ وَقَدْ يَكُونُ :- یعنی کبھی مفعول مطلق باعتبار لفظ کے فعل مذکور کا مغایر ہوتا ہے اور یہ مغایرت کبھی باعتبار
ادہ کے ہوتی ہے جیسے قَعَدْتُ جُلُوسًا میں اور کبھی باعتبار باب کے جیسے أَنْبَتَ نَبَاتًا میں کہ فعل اور باب سے ہے اور
مفعول مطلق اور باب سے۔ فائدہ:- اگر فَعُوذًا اور جُلُوسًا مترادف ہوں تو قَعَدْتُ جُلُوسًا مفعول مطلق مِنْ غَيْرِ
فِعْلِ الْفِعْلِ کی مثال درست ہے اور اَرَفَعُوذًا سے قیام کے بعد بیٹھنا مراد ہو اور جلوس سے لیٹنے کے بعد اٹھنا مراد ہوتی ہے
مثال درست نہیں اسلئے کہ اس وقت فعل اور مفعول ہم معنی نہیں ہیں۔ قولہ وَقَدْ يُحْذَفُ :- اور کبھی مفعول مطلق کا فعل
رائے اختصار جوازاً حذف کر دیا جاتا ہے جبکہ حذف پر قرینہ موجود ہو جیسے تم خَيْرٌ مَقْدَمٌ کہو اس شخص کیلئے جو سفر سے آیا
ہے اِی قَدِمْتَ قَدْ وَمَا خَيْرٌ مَقْدَمٌ، یہاں قرینہ مشابہہ حالِ قَدوم ہے کیونکہ یہ جملہ اُسکو کہا جاتا ہے جو سفر سے آئے۔
سوال:- گذشتہ مثال میں کلمہ خَيْرٌ کو مفعول مطلق قرار دینا درست نہیں اس لئے کہ خَيْرٌ اسم تفضیل ہے جو اصل میں
اخیر تھا اور مفعول مطلق مصدر ہوا کرتا ہے؟ جواب:- خَيْرٌ اپنے موصوف مقدر یعنی قَدْ وَمَا کے قائم مقام ہونے کی وجہ
سے مصدر ہے یا مضاف الیہ سے مصدریت حاصل کر لینے کی وجہ سے مصدر ہے کیونکہ مضاف اپنے مضاف الیہ کے حکم
میں ہوتا ہے اور مضاف الیہ (مقدم) مصدر ہے۔ قولہ وَوَجُوبًا :- یہ جوازاً پر معطوف ہے یعنی کبھی مفعول مطلق کا فعل
جُوبًا سِمَاعًا حذف کر دیا جاتا ہے جیسے سَقِيًّا وغیرہ کا فعل۔ قولہ سِمَاعًا :- یہ کلمہ لفظ حذفاً کی دوسری صفت ہے اور
اس میں یائے نسبت محذوف ہے اِی حَذْفًا وَاجِبًا سِمَاعِيًّا۔ فائدہ:- کتاب میں ذکر کردہ مصادر سَقِيًّا وغیرہ کے
ساتھ فصحاء عرب ان کے فعل ذکر نہیں کرتے مصنف نے محض تفہیم کیلئے مصادر کے ساتھ افعال کا ذکر کیا ہے اور
سَمَدًا حَمْدًا اصل عرب کا کلام نہیں بلکہ مُتَوَلَّدٌ یُن کا کلام ہے۔ قولہ الْمَفْعُولُ بِهِ :- منصوبات کی دوسری قسم
مفعول بہ ہے۔ مفعول بہ اس چیز کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل اِثْبَاتًا یَنْقُضًا واقع ہو سوال:- مفعول بہ کی تعریف سے
ایک نَعْبُدُ کا مفعول خارج ہو گیا کیونکہ معبود پر عبادت واقع نہیں ہوتی۔ جواب:- اس جگہ وقوع سے مراد وقوعِ حسی
ہے بلکہ مراد تعلق فعل ہے یعنی مفعول بہ اس چیز کا نام ہے جس سے فاعل کے فعل کا تعلق ہو، لہذا اِیَّاكَ نَعْبُدُ کا مفعول بہ
تعلیق میں داخل رہے گا اس لئے کہ عابد کی عبادت کا معبود کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔

وَقَدْ يَتَقَدَّمُ عَلَى الْفَاعِلِ كَضْرَبَ عَمْرًا زَيْدًا وَقَدْ يُحْذَفُ فِعْلُهُ لِقِيَامِ قَرِينَةٍ
جَوَازًا نَحْوُ زَيْدًا فِي جَوَابِ مَنْ قَالَ مَنْ أَضْرِبُ وَوَجُوبًا فِي أَرْبَعَةِ مَوَاضِعَ
الْأَوَّلِ سَمَاعِيٌّ نَحْوُ امْرَأً وَنَفْسَهُ وَانْتَهَوْا خَيْرًا لَكُمْ وَأَهْلًا وَسَهْلًا وَالْبَوَاقِي قِيَاسِيَّةٌ

قولہ وقد يتقدم :- اور کبھی مفعول بہ فاعل پر مقدم بھی ہو جاتا ہے کیونکہ فعل قوت عمل کی وجہ سے ہر صورت میں عمل کرتا ہے خواہ مفعول فاعل سے مؤخر ہو یا مقدم ہو جیسے ضرب عمرو زید - فائدہ :- مفعول بہ کبھی فعل پر بھی مقدم ہو جاتا ہے جیسے اللہ اغنک، چونکہ یہ قلیل ہے اس لئے مصنف نے اس کو بیان نہیں کیا۔ قولہ وقد يحذف :- اور کبھی مفعول بہ کے عامل کو بوقت قیام قرینہ جواز حذف کر دیا جاتا ہے جیسے کوئی شخص کہے ”من اضرب“ میں کس کو ماروں؟ تو جواب میں کہا جائے زیداً ای اضرب زیداً، یہاں فعل کے حذف پر مریضہ وہ فعل ہے جو سوال میں مذکور ہے۔ فائدہ :- من اضرب کے جواب میں دئے جانے والے زیداً کی تقدیر ہم نے اضرب زیداً بتائی نہ زیداً اضرب (بتقديم مفعول) اس لئے کہ مفعول بہ کا نائب جب محذوف ہو تو اصل یہ ہے کہ وہ نائب (فعل) وہاں مقدر مانا جائے جو اس کا اصل مقام ہے اور فعل چونکہ عامل ہے اس لئے اس کا اصل مقام تقدیم ہے لہذا تقدیر عبارت اضرب زیداً ہوگی۔ قولہ ووجوباً :- یعنی مفعول بہ کو بوقت قیام قرینہ جار جہ ووجوباً حذف کر دیا جاتا ہے جن میں سے پہلا موضع سماعی ہے یعنی یہ حذف سماع پر موقوف ہے اس کا کوئی ضابطہ و قاعدہ نہیں ہے اور امثالہ مسنونہ تک محدود ہے۔ قولہ امراً ونفسه :- یہ حذف وجوبی سماعی کی پہلی مثال ہے تقدیر عبارت اس طرح بترک امراً ونفسه یعنی چھوڑ دے تو مرد کو اور اس کی ذات کو۔ مراد یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کو مرد کے مارنے سے اور اپنی زبان و اسکو نصیحت کرنے سے روک لے۔ یہاں امر مفعول بہ ہے جس کا فعل وجوباً محذوف ہے۔ فائدہ :- لفظ امر کے عین لفظ پر وہی حرکت ہوتی ہے جو اس کے لام کلمہ پر ہو، چونکہ اس جگہ امر، فعل محذوف (ترک) کی وجہ سے منصوب ہے لہذا یہاں راکح ہے۔ قولہ انتھوا خیراً لکم :- اس ارشاد میں خیراً مفعول بہ ہے جس کا فعل نائب محذوف ہے ای و افضدوا خیراً لکم۔ سوال :- خیراً کا نائب فعل تو آیت میں موجود ہے یعنی انتھوا، لہذا اس آیت کو حذف فعل کی مثال بنانا کیسے درست ہے؟ جواب :- فعل مذکور (انتھوا) خیراً کا نائب نہیں ہے ورنہ معنی فاسد ہوں گے کیونکہ اس وقت معنی ہوں گے خیر سے بچو۔ قولہ اهلاً :- لفظ اهل مصدر بمعنی مفعول ہے یعنی آباد کیا ہوا اور اس کا موصوف لفظ مکاناً مقدر ہے ای انیت مکاناً اهلاً یعنی تم آباد جگہ آئے ہونہ ویران جگہ اور اگر لفظ اهل بمعنی اقارب ہو تو معنی ہوں گے تم قرابت داروں میں آئے ہونہ کہ غیروں میں۔ قولہ سهلاً :- لفظ سهل بمعنی نرم زمین ہے یعنی تم نے نرم زمین والی بستی میں قدم رکھا ہے نہ سخت زمین والی میں۔ اہل عرب اهلاً اور سهلاً، مہمان کی آمد پر اظہار مسرت کیلئے ایک ساتھ بولتے ہیں۔

الثانی التَّحذِيرُ وَهُوَ مَعْمُولٌ بِتَقْدِيرِ اتَّقِ تَحْذِيرًا مَّا بَعْدَهُ نَحْوُ اِيَّاكَ وَالْأَسَدُ
أَصْلُهُ اِتَّقِكَ وَالْأَسَدُ أَوْ ذَكَرَ الْمُحَذَّرُ مِنْهُ مُكَرَّرًا نَحْوُ الطَّرِيقِ الطَّرِيقُ الثَّالِثُ
مَا أَضْمَرَ عَامِلُهُ عَلَى شَرِيْطَةِ التَّفْسِيرِ وَهُوَ كُلُّ اسْمٍ بَعْدَهُ فِعْلٌ أَوْ شَبِيْهُهُ يَشْتَعِلُ
ذَلِكَ الْفِعْلُ عَنِ ذَلِكَ الْإِسْمِ بِضَمِيْرِهِ أَوْ مُتَعَلِّقِهِ بِحَيْثُ لَوْ سُلِطَ عَلَيْهِ هُوَ
أَوْ مُنَاسِبُهُ لَنَصَبَهُ نَحْوُ زَيْدًا ضَرْبَتُهُ فَإِنَّ زَيْدًا مَنصُوبٌ بِفِعْلِ مَحْذُوفٍ مُضْمَرٌ
وَهُوَ ضَرْبَتُ يَفْسِرُهُ الْفِعْلُ الْمَذْكُورُ بَعْدَهُ وَهُوَ ضَرْبَتُهُ وَلِهَذَا الْبَابُ فُرُوعٌ كَثِيْرَةٌ

قولہ الثانی التحذیر :- لغت میں تحذیر کے معنی ہیں کسی کو کسی چیز سے ڈرانا اور دور رکھنا جسکو ڈرایا جائے اسکو
محذّر (بصیغہ اسم مفعول) کہتے ہیں اور جس سے ڈرایا جائے اس کو محذّر منہ کہتے ہیں۔ اور کبھی محذّر یا محذّر منہ کو بھی
تحذیر کہتے ہیں۔ قولہ وهو معمول :- تحذیر وہ اسم ہے جو اتق (یا اسکی مانند فعل) مقدر کا معمول یعنی مفعول بہ ہو۔ تحذیر کی
دو قسمیں ہیں۔ (۱) تحذیر، اتق مقدر کا ایسا معمول ہے جس کو ما بعد سے ڈرانے کیلئے ذکر کیا جائے جیسے ایاک والاسد، اس
مثال میں ایاک تحذیر ہے جو اتق مقدر کا معمول ہے اصل عبارت اس طرح تھی اتقک والاسد۔ چونکہ اتقک میں ضمیر
فاعل اور ضمیر مفعول شخص واحد کیلئے ہے اور یہ افعال قلوب کے غیر میں جائز نہیں لہذا لفظ نفس کا اضافہ کیا گیا اور اتق
نفسک والاسد بولا گیا پھر جب تنگی وقت کیوجہ سے اتق حذف کر دیا گیا تو لفظ نفس بھی بوجہ عدم ضرورت حذف کر دیا گیا
اور کاف (ضمیر متصل) ضمیر منفصل سے بدل گیا تو ایاک والاسد ہوا۔ فائدہ :- مصنف نے تحذیر کی مذکورہ قسم اولاً ذکر
کیا کیونکہ اس قسم میں حذف فعل بالاتفاق واجب ہے۔ قولہ تحذیر :- تحذیر، کے نصب میں تین احتمال ہیں۔
(۱) مفعول مطلق ہو فعل محذّر مقدر کا۔ (۲) تقدیر کا مفعول نہ ہو۔ (۳) ذکر مقدر کا مفعول نہ ہو۔ قولہ اوذکر :-
مصنف کا قول ذکر، فعل مجہول ہے اور المحذّر کا نائب فاعل ہے اور منہ، المحذّر کے متعلق ہے اور مکّررا،
المحذّر منہ سے حال ہے اور یہ ہمدہ تحذیر کے نائب مفعول محذّر یا ذکر پر معطوف ہے اور یہ تحذیر کی قسم ثانی کا بیان ہے
یعنی تحذیر اتق مقدر کا ایسا معمول ہے جسکو مقرر ذکر کیا گیا ہو اور وہ محذّر منہ ہو جیسے الطریق الطریق۔ اس مثال میں الطریق،
تحذیر ہے جو اتق مقدر کا معمول ہے اور مکرر لایا گیا ہے جو اصل میں اتق الطریق تھا (تو راستہ سے بچ) قولہ الثالث :- تیسرا
موضع ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر، ہے لفظ شریطۃ اور شرط ہم معنی ہیں اور شریطۃ کی اضافت تفسیر کی طرف
اضافت بیانیہ ہے اور کلمہ علی بیانیہ ہے جس کا متعلق منبیا، محذوف ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے ما اضمر عاملہ
اضمارا منبیا علی شریطۃ التفسیر۔ قولہ وهو کل اسم :- اور ما اضمر عاملہ ہر وہ اسم ہے جس کے بعد فعل یا شبہ
فعل ہو جو اس اسم کی ضمیر یا متعلق میں عمل کرنے کی وجہ سے اس اسم میں عمل نہ کرتا ہو لیکن فعل یا شبہ فعل کی یہ کیفیت ہو کہ اگر فعل یا
شبہ فعل یا اس کے مناسب (مرادف یا لازم) کو اس اسم میں عامل قرار دیں تو وہ اس اسم کو نصب دیدے جیسے زید اضمر لہذا

وَيُخَفِّضُ بِلَامِ الْأَسْتِغَاثَةِ نَحْوُ يَا زَيْدٌ وَيُفْتَحُ بِالْحَقِ الْفَهَا نَحْوُ
يَا زَيْدَاهُ وَيُنْصَبُ إِنْ كَانَ مُضَافًا نَحْوُ يَا عَبْدَ اللَّهِ أَوْ مُشَابِهًا لِلْمُضَافِ
نَحْوُ يَا طَالِعًا جَبَلًا أَوْ نَكْرَةً غَيْرَ مُعَيَّنَةٍ كَقَوْلِ الْأَعْمَى يَا رَجُلًا خُذْ بِيَدِي
وَإِنْ كَانَ مُعْرَفًا بِاللَّامِ قِيلَ يَا أَيُّهَا الرَّجُلُ وَيَا أَيَّتُهَا الْمَرْأَةُ

(۲) منادی پر لام استغاثہ داخل ہو جائے تو وہ مجرور ہوتا ہے جیسے یا زید۔ سوال: منادی مستغاث بلام مفرد ہے اور کاف خطاب کی جگہ واقع ہے اس لئے اسکو مینی ہونا چاہئے؟ جواب: چونکہ لام جارہ کی وجہ سے اسکی مینی اصل کیساتھ مشابہت ضعیف ہو گئی ہے اس لئے منادی مستغاث بلام معرب ہوتا ہے اور مشابہت ضعیف اسلئے ہو گئی ہے کہ لام جارہ اسم کے خواص سے ہے۔ سوال: یا زید میں اگر لام جارہ ہے تو مکسور کیوں نہیں جبکہ اسم ظاہر کے ساتھ لام مکسور ہوتا ہے؟ جواب: منادی مستغاث کاف ضمیر کی جگہ ہوتا ہے اور ضمیر کے ساتھ لام مفتوح ہوتا ہے اس لئے منادی مستغاث کے ساتھ بھی لام مفتوح ہوتا ہے۔ سوال: یا زید کے لام کا متعلق کیا ہے؟ جواب: اس میں تین قول ہیں (۱) سیویہ کے نزدیک اس کا متعلق فعل اذغو مقدر ہے۔ (۲) ابن خروف کے نزدیک یہ لام، زائدہ ہے اور حرف جار زائدہ کسی کے متعلق نہیں ہوتا۔ (۳) مبرد کے نزدیک اس کا متعلق حرف ندا ہے کیونکہ وہ فعل کے قائم مقام ہے۔ (۳) منادی کے آخر میں الف استغاثہ، آجائے تو منادی مفتوح ہوتا ہے اور بوجہ تنافی فی العمل لام استغاثہ اور الف استغاثہ کو جمع کر کے یا زیداہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ (۴) تین صورتوں میں منادی منصوب ہوتا ہے۔ اول، جب منادی مضاف ہو جیسے یا عبد اللہ۔ دوم، جب منادی مشابہ مضاف ہو جیسے یا طالعاً جبلاً۔ اس مثال میں طالعاً منادی مشابہ مضاف ہے اس لئے منصوب ہے اور جبلاً مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ فائدہ: مشابہ مضاف وہ اسم غیر مضاف ہے جس کے معنی دوسرے کلمہ سے ملے بغیر تام نہ ہوں جیسے طالعاً کے معنی جبلاً سے ملے بغیر تام نہیں ہوتے اس لئے کہ طالعاً کے معنی ہیں چڑھنے والے اور چڑھنے کیلئے کسی جگہ کا ذکر ضروری ہے۔ سوم، اگر منادی نکرہ غیر معینہ ہو جیسے نابینے کا قول یا رَجُلًا خُذْ بِيَدِي (اے مرد میرا ہاتھ پکڑ!) اس مثال میں لفظ رَجُلٌ معرفہ نہیں۔ نہ قبل از ندا جیسا کہ ظاہر ہے اور نہ بعد از ندا کیونکہ نابینا کسی معین مرد کو نہیں پکار رہا اور بغیر تعین کے کوئی نکرہ معرفہ نہیں بنتا۔ قولہ وان كان: یعنی اگر منادی معرفہ بلام ہو تو لفظ ای منادی مذکر کی صورت میں اور ایۃ مؤنث کی صورت میں جمع ہوا، تنبیہ حرف ندا اور منادی کے درمیان لا کر یا ایہا الرَّجُلُ کہا جائے گا تا کہ دو آلہ، تعریف جمع نہ ہوں لیکن لفظ اللہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے۔ فائدہ: یا ایہا الرَّجُلُ اور یا ایہا الْمَرْأَةُ میں لفظ کے اعتبار سے الرَّجُلُ اور الْمَرْأَةُ، صفت ہیں لیکن معنی کے اعتبار سے منادی ہیں اس لئے کہ یہ دونوں لفظ ہمیشہ مرفوع ہوتے ہیں اگر یہ ای یا ایۃ کی صفت ہوتے تو بسبب منصوب بھی ہوتے کیونکہ منادی مفرد معرفہ کی صفت میں رفع اور نصب ہر دو امر جائز ہیں اور باء تنبیہ سے اسی بات پر متنبہ کیا گیا ہے۔

وَيَجُوزُ تَرْخِيمُ الْمُنَادَى وَهُوَ حَذْفٌ فِي آخِرِهِ لِلتَّخْفِيفِ كَمَا تَقُولُ فِي مَالِكٍ
يَا مَالُ وَفِي مَنْصُورٍ يَا مَنْصُ وَفِي عُثْمَانَ يَا عُثْمُ وَيَجُوزُ فِي آخِرِ الْمُنَادَى
الْمُرْخَمِ الضَّمَّةُ وَالْحَرَكَةُ الْأَصْلِيَّةُ كَمَا تَقُولُ فِي يَأْحَارُثُ يَا حَارُثُ وَيَأْحَارُ وَيَا حَارُ وَاعْلَمْ
أَنَّ يَامِنْ حُرُوفِ النِّدَاءِ قَدْ تَسْتَعْمَلُ فِي الْمَنْدُوبِ أَيْضًا وَهُوَ الْمُتَفَجِّعُ عَلَيْهِ
بِالْأَوَّلِ وَكَمَا يَقَالُ يَا زَيْدَاهُ وَوَا زَيْدَاهُ فَوَا مُخْتَصَّةٌ بِالْمَنْدُوبِ وَيَا مُشْتَرَكَةٌ بَيْنَ
النِّدَاءِ وَالْمَنْدُوبِ وَحُكْمُهُ فِي الْإِعْرَابِ وَالْبِنَاءِ مِثْلُ حُكْمِ الْمُنَادَى فَصَلِّ
الْمَفْعُولُ فِيهِ هُوَ اسْمٌ مَا وَقَعَ فِعْلُ الْفَاعِلِ فِيهِ مِنَ الزَّمَانِ وَالْمَكَانِ وَيُسَمَّى ظَرْفًا
وَظُرُوفُ الزَّمَانِ عَلَى قِسْمَيْنِ مُبْتَهَمٌ وَهُوَ مَا لَا يَكُونُ لَهُ حَدٌّ مُعَيَّنٌ كَدَهْرٍ
وَجَيْنٍ وَمَخْدُودٌ وَهُوَ مَا يَكُونُ لَهُ حَدٌّ مُعَيَّنٌ كَيَوْمٍ وَلَيْلَةٍ وَشَهْرٍ وَسَنَةٍ

قوله ويجوز: - اور منادی میں ترخیم جائز ہے۔ ترخیم کے معنی ہیں ڈم کاٹنا اور نرم کرنا اور اصطلاح نجات میں منادی کے
آخر سے محض تخفیف کیلئے حذف کرنے کو ترخیم کہتے ہیں اور حروف محذوفہ کے اعتبار سے ترخیم کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) صرف ایک
حرف حذف کرنا جبکہ منادی کے آخر میں حرف صحیح ہو جیسے یا مملک کو یا مال پڑھنا۔ (۲) منادی کے آخر سے دو حرف حذف کرنا
جب اس کے آخر میں ایک ساتھ زائد کئے جانے والے دو حرف ہوں جیسے یا عثمان میں یا عثمان کہنا یا آخر میں حرف صحیح ہو اور اس سے
پہلے واؤندہ ہو جیسے یا منصور کو یا منض پڑھنا۔ فائدہ: - منادی اگر مرکب ہو تو بوقت ترخیم دوسرے اسم کو حذف کیا جاتا ہے
جیسے بغلبک میں یا بغل، اس قسم کو بھی ذکر کرنا مناسب تھا۔ قولہ ويجوز: - یعنی ترخیم کے بعد منادی کے آخر میں ضمہ پڑھنا جائز
ہے اس بنا پر کہ وہ منادی مستقل ہے اور حرکت اصلیتہ بھی پڑھ سکتے ہیں جو قبل از ترخیم منادی کے آخر میں تھی مثلاً یا حارث کو
یا حار (ضم را) اور یا حار (بکسر را) دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ قولہ اعلم: - حروف ندا سے یا، ہند اور ندبہ میں مشترک
ہے اس کو مصنف اعلم کہہ کر مخاطب کو متنبہ کرتے ہیں کہ جان لو کہ یا، ہند اور ندبہ میں مشترک ہے اور واؤندہ کے ساتھ مختص ہے
اور مندوب اس میت کو کہتے ہیں جس پر کوئی واویا یا کے ساتھ روئے جیسے یا زیداہ اور وا زیداہ۔ سوال: - تفجع کا صلہ لام آتا
ہے اس جگہ ملی کیوں آیا ہے؟ جواب: - اس جگہ تفجع، بکاء کے معنی کو متضمن ہے اس لئے صلہ علی آیا ہے یا لفظ علی، بمعنی لام
تعلیلیہ ہے۔ قولہ المفعول فيه: - مفعول فیہ اس زمان یا مکان کا نام ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہو اور مفعول فیہ کو ظرف
کہتے ہیں کیونکہ ظرف وہ ہے جو چیز کا احاطہ کرے اور مفعول فیہ فعل کا احاطہ کرتا ہے۔ قولہ وظروف الزمان: - اور ظروف زمان
کی دو قسمیں ہیں مبہم اور محدود۔ قسم اول، یعنی ظرف زمان مبہم وہ ہے جس کی کوئی حد معین نہ ہو جیسے دہر بمعنی زمانہ اور جین
معنی وقت۔ قسم دوم، یعنی محدود، وہ ہے جس کی کوئی حد معین ہو جیسے یوم (دن) شہر (۱۰) سنہ (سال)۔

وَكُلُّهَا مَنْصُوبٌ بِتَقْدِيرٍ فِي تَقْوَلُ صُمْتُ دَهْرًا وَسَافَرْتُ شَهْرًا أَي فِي دَهْرٍ
 وَشَهْرٍ وَظُرُوفُ الْمَكَانِ كَذَلِكَ مُبْتَهَمٌ وَهُوَ مَنْصُوبٌ أَيْضًا بِتَقْدِيرٍ فِي نَحْوِ
 جَلَسْتُ خَلْفَكَ وَأَمَامَكَ وَمَحْدُودٌ وَهُوَ مَا لَا يَكُونُ مَنْصُوبًا بِتَقْدِيرٍ فِي بَلْ لَا بُدَّ مِنْ
 ذِكْرِ فِي فِيهِ نَحْوُ جَلَسْتُ فِي الدَّارِ وَفِي السُّوقِ وَفِي الْمَسْجِدِ **فصل**
 الْمَفْعُولُ لَهُ هُوَ اسْمٌ مَا لِأَجَلِهِ يَقَعُ الْفِعْلُ الْمَذْكُورُ قَبْلَهُ وَيُنْصَبُ بِتَقْدِيرِ اللَّامِ
 نَحْوُ ضَرَبْتَهُ تَادِيبًا أَي لِلتَّادِيْبِ وَقَعْدَتْ عَنِ الْحَرْبِ جُبْنًا أَي لِلْجُبْنِ
 وَعِنْدَ الرَّجَّاجِ هُوَ مُصَدَّرٌ تَقْدِيرُهُ أَذْبَتْهُ تَادِيبًا وَجَبَنْتُ جُبْنًا

قوله وكلها منصوب بتقدير في تقول صممت دهرًا أي في دهرٍ
 وسافرت شهرًا أي في شهرٍ اورا لفظ في مفعول ہو تو مجرور ہوتے ہیں۔ (شاعر نے یہ نحوی مسئلہ اس طرح بیان کیا ہے)

ظرف زمان مہتمم و محدودان قابل نصب اند بتقدير في

ایک مکان کے معین بود نیست در و چارہ ز تحریر في

قوله وظروف المكان :- یعنی ظرف مکان کی بھی دو قسمیں ہیں، اول، مہتمم جو بتقدير في منصوب ہوتے ہیں
 جیسے جلست خلفک و امامک۔ دوم، محدود جن میں في کا ذکر ضروری ہے جیسے جلست في الدار۔ قوله
 المفعول له :- مفعول له اس چیز کا نام ہے جس کے حصول کیلئے یا جس کے وجود کے سبب وہ فعل واقع ہوا ہو جو مفعول له سے
 پہلے لفظ یا تقدیر اندور ہے جیسے ضربتہ تاديبًا اي للتاديب، یہ اس مفعول له کی مثال ہے جسکو حاصل کرنے کیلئے فعل
 (ضرب) واقع ہوا ہے کیونکہ ادب مادہ ضرب کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ اور قعدت عن الحرب جبنًا اي اس مفعول له
 کی مثال ہے جس کے وجود کے سبب فعل یعنی قعدت عن الحرب واقع ہوا۔ فائدہ :- مفعول له کبھی علت غائیہ ہوتا ہے
 جس کا تصور فعل سے پہلے ہوتا ہے اور وجود بعد میں جیسے تاديب کا تصور ضرب سے پہلے ہے اور وجود بعد میں ہے اور کبھی
 مفعول له علت باعثة ہوتا ہے جس کا وجود فعل سے مقدم ہوتا ہے جیسے بزول کا وجود قعدت عن الحرب سے پہلے ہے۔
 قوله وينصب :- اور مفعول له بتقدير لام منصوب ہوتا ہے جیسے ضربتہ تاديبًا اي للتاديب پس اگر کسی جگہ لام مقدر نہ ہو
 بلکہ مفعول ہو تو وہ مفعول له ہوگا لیکن منصوب نہیں ہوگا۔ قوله وعند الرججاج :- رججاج کے نزدیک یہ مفعول له، مفعول
 مطلق ہی ہے پس اس کے نزدیک ضربتہ تاديبًا اي تقدیر اذبتہ بالضرب تاديبًا ہے۔

فصل المفعول معہ ہُوَ مَا يُذَكِّرُ بَعْدَ الْوَاوِ بِمَعْنَى مَعَ لِصَاحِبَةِ مَعْمُولِ الْفِعْلِ نَحْوُ جَاءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَاتِ وَجِئْتُ أَنَا وَزَيْدًا أَيْ مَعَ الْجُبَاتِ وَمَعَ زَيْدٍ فَإِنْ كَانَ الْفِعْلُ لَفْظًا وَجَازَ الْعَطْفُ يَجُوزُ فِيهِ الْوَجْهَانِ النَّصْبُ وَالرَّفْعُ نَحْوُ جِئْتُ أَنَا وَزَيْدًا وَزَيْدٌ

فائدہ:- جمہور کے نزدیک مفعول لہ اور مفعول مطلق منصوبات میں سے دو الگ الگ قسمیں ہیں اور دونوں کے مصدر ہونے کے باوجود ان میں یہ فرق ہے کہ مفعول مطلق فعل مذکور کے معنی میں ہوتا ہے اور مفعول لہ فعل مذکور کے معنی میں نہیں ہوتا۔ **سوال:-** کیا زجاج کا یہ قول درست ہے کہ مفعول لہ کوئی الگ منصوب نہیں بلکہ یہ مفعول مطلق ہی ہے؟ **جواب:-** نہیں اس لئے کہ تاویل سے ایک نوع کو دوسری میں داخل کر لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ نوع اول، ثانی کا عین ہو جائے مثلاً جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ رَاكِبًا کی تاویل کر کے اس کو جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ فِي وَقْتِ الرُّكُوبِ کے معنی میں کر لیا جائے تو یہ لازم نہیں آتا کہ حال، عین مفعول فیہ ہو جائے۔ **قولہ المفعول معہ:-** لفظ معہ (مرکب اضافی) تقدیر امر فروع ہے اس لئے کہ نائب فاعل ہے اور اس کا رفع لفظی اس لئے نہیں کہ مع ظروف میں سے ہے جو اکثر و بیشتر بنا بر ظرفیت منصوب ہوتے ہیں اور اگر کہیں نائب فاعل ہوں تو منصوب ہی باقی رہتے ہیں جب اس قاعدہ کے پیش نظر مع کا نصب باقی رکھا گیا تو اس کا رفع تقدیری ہو گیا۔ **قولہ ہُوَ مَا يُذَكِّرُ:-** مفعول معہ ایسا اسم ہے جو واؤ بمعنی مع کے بعد ذکر کیا جائے فعل کے معمول کی مصاحبت کیلئے خواہ وہ معمول فاعل ہو جیسے جَاءَ الْبَرْدُ وَالْجُبَاتِ، اس مثال میں مفعول معہ (الْجُبَاتِ) کو فاعل (الْبَرْدُ) کیساتھ آمد میں معیت اور شرکت حاصل ہے کہ جبے، جاڑے کے ساتھ آئے یا وہ معمول مفعول بہ ہو جیسے كَفَاكَ وَزَيْدًا دِرْهَمًا، تجھے بمع زید ایک درہم کافی ہو گیا۔ اس میں زید (مفعول معہ) کو کفایت درہم میں مفعول بہ (مخاطب) کے ساتھ معیت حاصل ہے کہ دونوں کو ایک درہم نے کفایت کی۔ **سوال:-** اگر وَالْجُبَاتِ، کا واؤ بمعنی مع ہے تو واؤ کی جگہ لفظ مع کیوں نہیں لایا گیا؟ **جواب:-** برائے اختصار کہ مع دو حرفی کلمہ ہے اور واؤ یک حرفی۔ **فائدہ:-** مفعول معہ کے عامل ناصب میں اختلاف ہے۔ (۱) جمہور نحوات کے نزدیک واؤ بمعنی مع کے توسط سے فعل لفظی یا معنوی اس کا عامل ہے۔ (۲) عبد القاہر کے نزدیک خود واؤ عامل ہے۔ (۳) خفیش کے نزدیک لفظ مع کا نصب مفعول معہ کو منتقل کر دیا جاتا ہے جسکی وجہ سے مفعول معہ منصوب ہوتا ہے۔ (۴) زجاج کے نزدیک واؤ کے بعد فعل پوشیدہ ہوتا ہے جسکی وجہ سے مفعول معہ منصوب ہوتا ہے۔ **قولہ فان كان:-** اس عبارت میں فاء برائے تفسیر ہے اور لفظًا بتاویل لَفْظِيًّا کان کی خبر ہے یا کان تامہ ہے اور لفظًا بمعنی ملفوظًا، حال ہے یا تمیز ہے اس جگہ مصنف ان مقامات کی نشاندہی فرما رہے ہیں جہاں واؤ کے مابعد کا مفعول معہ ہونا جائز ہے یا واجب یا ممتنع جسکی چار صورتیں ہیں۔ (۱) اگر فعل لفظی ہو اور واؤ کے مابعد کا عطف اس کے ماقبل پر جائز ہو تو اسکے دو وجہ درست ہیں اول واؤ کے مابعد کا نصب بنا بر مفعول معہ جیسے جِئْتُ أَنَا وَزَيْدًا۔ دوم، ماقبل پر عطف جیسے جِئْتُ أَنَا وَزَيْدًا، اس جگہ عطف اس لئے جائز ہے کہ ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ کی گئی ہے۔

وَأَنَّ لَمْ يَجْزِ الْعَطْفُ تَعْيِينَ النَّصْبِ نَحْوُ جِئْتُ وَزَيْدًا وَإِنْ كَانَ الْفِعْلُ
مَعْنَى وَجَازَ الْعَطْفُ تَعْيِينَ الْعَطْفِ نَحْوَ مَا لَزِيدٌ وَعَمِرُوا وَإِنْ لَمْ يَجْزِ الْعَطْفُ
تَعْيِينَ النَّصْبِ نَحْوَ مَا لَكَ وَزَيْدًا وَمَا شَانِكَ وَعَمْرًا لِأَنَّ الْمَعْنَى مَا تَصْنَعُ
فَصَلِّ الْحَالَ لَفْظًا يَدُلُّ عَلَى بَيَانِ هَيْئَةِ الْفَاعِلِ أَوْ الْمَفْعُولِ بِهِ أَوْ كِلَيْهِمَا نَحْوُ
جَاءَ نَبِيَّ زَيْدًا رَاكِبًا وَضَرَبْتُ زَيْدًا مَشْدُودًا وَلَقَيْتُ عَمْرًا رَاكِبِينَ

(۲) اگر فعل لفظی ہو اور عطف جائز نہ ہو تو نصب بنا بر مفعول مع متعین ہو جائے گا کیونکہ اس وقت واو کا معنی

مع ہونا واجب ہے جیسے جئت و زیداً۔ یہاں عطف اسلئے ناجائز ہے کہ ضمیر متصل کی تاکید نہیں لائی گئی۔ (۳) اگر فعل

معنوی ہو اور عطف جائز ہو تو عطف متعین ہو جائے گا جیسے ما لزید و عمرو۔ اس لئے کہ بصورت عطف معطوف

(عمرو) کا عامل لفظی یعنی لام جارہ ہوگا اور واو بمعنی مع کی صورت میں معطوف میں عامل معنوی ہوگا اور عامل لفظی کے

ہوتے ہوئے عامل معنوی کو اختیار کرنا صحیح نہیں۔ (۴) اگر فعل معنوی ہو اور ما قبل پر عطف جائز نہ ہو تو واو کا بمعنی مع ہونا

واجب ہے جیسے مالک و زیداً۔ فائدہ: مالک و زیداً اور ما شانک و عمرو میں عطف جائز نہیں اس لئے کہ ضمیر

مجرور پر عطف کیلئے اعادہ خافض ضروری ہے جو ان مثالوں میں مفقود ہے لہذا واو کا بمعنی مع ہونا اور ما بعد کا منصوب ہونا

واجب ہے۔ قولہ لان المعنى: مذکورہ دونوں مثالوں کا معنی ہے ما تصنع و زیداً اور ما تصنع و عمرو، یعنی انداز

کلام سے تصنع مستنبط ہو رہا ہے۔ قولہ الحال: حال، لغت میں بمعنی صفت ہے کہا جاتا ہے کیف حالک ای

کیف صفتک اور موجودہ زمانہ کو بھی حال کہتے ہیں عرف نجات میں حال اس لفظ کو کہتے ہیں جو فاعل یا مفعول بہ یا دونوں

کی وہ ہیئت بیان کرے جو صدور فعل یا وقوع فعل کے وقت پائی جاتی ہے۔ قولہ جاء نبي زيد راكباً: میرے پاس زید

سوار ہو کر آیا۔ یہ حال عن الفاعل کی مثال ہے اور ضربت زيدا مشدودا، میں نے زید کو اس حال میں پٹیا کہ وہ بندھا ہوا

تھا۔ یہ حال عن المفعول کی مثال ہے اور لقيت عمرا راكبين (میں نے عمرو سے ملاقات کی اس حال میں کہ ہم دونوں سوار

تھے) اس میں راكبين، فاعل اور مفعول سے حال ہے۔ فائدہ: مضاف الیہ سے بھی حال بنتا ہے جس میں کسی ایک شرط

کا موجود ہونا ضروری ہے۔ (۱) مضاف، مضاف الیہ کا بعض ہو جیسے ایحب أحدکم ان یأکل لحم اخیه ميتا، اس

ارشاد میں ميتا حال ہے اخ سے جو لحم کا مضاف الیہ اور لحم (مضاف)، اخ کا بعض ہے۔ (۲) مضاف کے حذف

کے بعد مضاف الیہ اس سے مستغنی کر دے جیسے ارشاد باری ہے بل نبع ملة ابراهيم حنیفا، اس ارشاد میں حنیفا حال

ہے ملة کے مضاف الیہ (ابراہیم) سے یہاں مضاف و حذف کر کے بل نبع ابراهيم حنیفا کہا جائے تو صحیح ہے۔

(۳) مضاف حال میں عامل ہو جیسے الیہ مرجعکم جمیعاً۔ اس میں جمیعاً ضمیر مجرور (کم) سے حال ہے اور حال میں

عامل مضاف (مرجع) ہے۔ اسی طرح مبتدا بھی ذوالحال بنتا ہے کہ وہ فاعل حکمی ہے۔

وَقَدْ يَكُونُ الْفَاعِلُ مَعْنَوِيًّا نَحْوُ زَيْدٍ فِي الدَّارِ قَائِمًا لِأَنَّ مَعْنَاهُ زَيْدٌ
اسْتَقَرَّ فِي الدَّارِ قَائِمًا وَكَذَا الْمَفْعُولُ بِهِ نَحْوُ هَذَا زَيْدٌ قَائِمًا فَإِنَّ مَعْنَاهُ الْمَشَارُ
الِيهِ قَائِمًا هُوَ زَيْدٌ وَالْعَامِلُ فِي الْحَالِ فِعْلٌ أَوْ مَعْنَى فِعْلٍ وَالْحَالُ نِكْرَةٌ
أَبْدًا وَذُو الْحَالِ مَعْرِفَةٌ غَالِبًا كَمَا رَأَيْتَ فِي الْأَمْثَلَةِ الْمَذْكُورَةِ فَإِنَّ كَانَ
ذُو الْحَالِ نِكْرَةً يَجِبُ تَقْدِيمُ الْحَالِ عَلَيْهِ نَحْوُ جَاءَ نَبِيٌّ رَاكِبًا رَجُلٌ لَثَلًا تَلْتَبَسُ
بِالصِّفَةِ فِي حَالَةِ النَّصْبِ فِي مِثْلِ قَوْلِكَ رَأَيْتَ رَجُلًا رَاكِبًا

قوله وَقَدْ يَكُونُ: اور فاعل کبھی معنوی ہوتا ہے یعنی نظم کلام میں منطوق و ملفوظ نہیں ہوتا اور مفعول بہ بھی معنوی ہوتا ہے جیسے زید فی الدار قائمًا۔ اس مثال میں قائمًا عامل معنوی (اسْتَقَرَّ) کے فاعل سے حال ہے اور وہ عامل اسْتَقَرَّ، ظرف سے ماخوذ ہے ای زید اسْتَقَرَّ فی الدار قائمًا۔ قولہ هَذَا زَيْدٌ قَائِمًا: یہ زید ہے در اس حال کہ کھڑا ہونے والا، اس مثال میں زید اگرچہ لفظ کے اعتبار سے هَذَا (مبتدا) کی خبر ہے لیکن معنی اشارہ یا تشبیہ (جو لفظ هَذَا کے حرف تشبیہ اور اسم اشارہ سے سمجھے جاتے ہیں) کے اعتبار سے زید مفعول بہ معنوی ہے کہ هَذَا معنی فعل کو متضمن ہے ای اشیرالی زید حال کو نہ قائمًا، پس یہ زید بواسطہ حرف جر مفعول بہ معنوی ہے اور قائمًا اس سے حال ہے۔ فائدہ: کوفیوں کے نزدیک ہائے تشبیہ سے مستفاد فعل اَنْبَه، قائمًا میں عامل ہے کیونکہ ہائے تشبیہ پہلے ہے اور بصرین کے نزدیک اسم اشارہ سے مستنبط فعل اشیرا اس میں عامل ہے اس لئے کہ اسم اشارہ قائمًا کے قریب ہے اور یہی مختار ہے۔ سوال: هَذَا زَيْدٌ قَائِمًا میں لفظ زید کو مفعول بہ معنوی کہنا درست نہیں صحیح یہ ہے کہ یہ مفعول بہ لفظی ہے اس لئے کہ ہائے تشبیہ اور اسم اشارہ ملفوظ ہیں؟ جواب: ہائے تشبیہ اور اسم اشارہ سے جو فعل مفہوم ہوتا ہے وہ نہ ملفوظ ہے اور نہ مقدر لہذا زید کی مفعولیت معنی کے اعتبار سے ہے نہ لفظ کے اعتبار سے۔ قولہ وَالْعَامِلُ: اور حال میں عامل فعل ہوتا ہے خواہ ملفوظ ہو یا مقدر یا معنی فعل عامل ہوتا ہے یعنی اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم تفضیل، مصدر، ظرف، جار مجرور اور ہر وہ چیز جس سے معنی فعل مستنبط ہوتے ہوں جیسے حرف تشبیہ اور اسم اشارہ وغیرہ۔ قولہ وَالْحَالُ: اور حال ہمیشہ نکرہ ہوتا ہے اس لئے کہ حال حکم ہے جس میں اصل تکمیل ہے اور ذوالحال عموماً معرفہ ہوتا ہے۔ سوال: مَرَرْتُ بِهِ وَحْدَهُ فِي وَحْدَهُ حَالٌ ہے لیکن نکرہ نہیں بلکہ معرفہ باضافت ہے۔ جواب: سیبویہ کے نزدیک وَحْدَهُ چونکہ مُنْفَرِدًا کی جگہ مستعمل ہے اس لئے یہ نکرہ ہے اور ابوعلی کے نزدیک یہ حال نہیں بلکہ مفعول مطلق ہے ای مَرَرْتُ بِهِ يَنْفَرِدُ وَحْدَهُ۔ پھر جملہ يَنْفَرِدُ وَحْدَهُ حَالٌ ہے۔ قولہ فَاِنَّ كَانَ: یعنی اگر ذوالحال نکرہ ہو تو حال کی تقدیم ذوالحال پر واجب ہے تاکہ حال حالت نصب میں صفت کے ساتھ ملتبس نہ ہو۔ سوال: جَاءَ نَبِيٌّ رَاكِبًا میں ذوالحال نکرہ ہے اس پر حال کو مقدم کیوں نہیں کیا؟ جواب: اس لئے کہ یہ ذوالحال نکرہ مخصصہ ہے اور حال کو مقدم کرنا اس وقت واجب ہے جب ذوالحال نکرہ محضہ ہو۔

وَقَدْ تَكُونُ الْحَالُ جُمْلَةً خَبَرِيَّةٌ نَحْوُ جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ وَغَلَامُهُ رَاكِبٌ أَوْ يَرْكَبُ غَلَامُهُ
وَمِثَالُ مَا كَانَ عَامِلًا مَعْنَى الْفِعْلِ نَحْوُ هَذَا زَيْدٌ قَائِمًا مَعْنَاهُ أَنْبَهُ وَأَشِيرُ وَقَدْ
يُحذفُ الْعَامِلُ لِقِيَامِ قَرِينَةٍ كَمَا تَقُولُ لِلْمُسَافِرِ سَالِمًا غَانِمًا أَي تَرْجِعُ سَالِمًا
غَانِمًا فَفصل التَّمْيِيزُ هُوَ نَكْرَةٌ تُذَكِّرُ بَعْدَ مِقْدَارٍ مِّنْ عَدَدٍ أَوْ كَيْلٍ أَوْ وَزْنٍ أَوْ مَسَاحَةٍ
أَوْ غَيْرِ ذَلِكَ مِمَّا فِيهِ إِبْهَامٌ تَرْفَعُ ذَلِكَ الْإِبْهَامَ نَحْوُ عِنْدِي عِشْرُونَ دِرْهَمًا

قولہ وقد تكون: یعنی حال بھی جملہ خبریہ بھی ہوتا ہے اس لئے کہ مفرد کی طرح جملہ بھی بیت بیان کرتا ہے
جیسے جاء نبي زيد و غلامه راكب میں جملہ حال بن رہا ہے۔ فائدہ: مصنف نے کہا کہ حال جملہ خبریہ ہوتا ہے،
خبر یہی قید اس کے لگائی کہ جملہ انشائیہ نہ حال بنتا ہے اور نہ صفت، نہ صلہ۔ قولہ ومثال ما: یعنی اس حال کی مثال جو
معنی فعل سے حال ہوتا ہے ہذا زيد قائما ہے جو معنی انبہ علی زيد قائما ہے یا معنی اشیر الی زيد قائما ہے۔
قولہ وقد يحذف: اگر قرینہ موجود ہو تو حال کے عامل کو بھی حذف بھی کر دیا جاتا ہے جیسے تم مسافر سے کہو سالما،
غانما ای ترجع سالما غانما، یہاں حذف پر قرینہ حال مخاطب ہے۔ قولہ التَّمْيِيزُ: تمیز کو تَمْيِيزٌ، تَفْسِيرٌ اور تَمْيِيزٌ
(بکسر الیاء وفتحها) بھی کہتے ہیں۔ لغت میں تمیز کے معنی ہیں ممتاز کرنا، جدا کرنا اور اس کی تین قسمیں ہیں۔ قسم
اول، ہو نکرۃ الخ: یعنی تمیز اس نکرہ کو کہتے ہیں جو مقدار کے بعد ذکر کیا جائے تاکہ اس مقدار میں واقع ابہام کو
دور کرے۔ سوال: کیا تمیز کیلئے نکرہ ہونا ضروری ہے؟ جواب: نکات بصرہ کے نزدیک تمیز کیلئے نکرہ ہونا ضروری ہے
کیونکہ رفع ابہام نکرہ سے ہو جاتا ہے، لہذا معرفہ ہونا زائد از ضرورت ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ الامن سفہ نفسہ میں
نفسہ تمیز نہیں بلکہ یہ منصوب بزع الخافض ہے۔ اور نکات کوفہ کے نزدیک تمیز معرفہ بھی ہو سکتی ہے۔ فائدہ: مقدار وہ
ہے جس سے کسی چیز کا اندازہ کیا جائے اور وہ پانچ چیزیں ہیں۔

پنج اندجان من تو مقداریرا شناس کیل است ووزن و عدد ووزان است وہم قیاس

کیل، پیمانہ۔ وزن، تول۔ عدد، گنتی۔ ذراع، پیمائش۔ قیاس، اندازہ۔ سوال: حال بھی ابہام کو دور کرتا ہے لہذا تمیز
اور حال میں فرق واضح کریں۔ جواب: حال ابہام وضعی کو دور کرتا ہے اور تمیز ابہام ذاتی کو دور کرتی ہے۔ قولہ عندی
عشرون: (میرے پاس بیس درہم ہیں) یہ مقدار عددی کی مثال ہے۔ اس میں عشرون اسم تام (عدد) ہے۔ جس کے معدود
میں یہ ابہام تھا کہ اس سے مراد دینار ہیں یا درہم یا کوئی اور چیز تو دزہما (تمیز) نے اس ابہام کو دور کر دیا کہ وہ درہم ہیں۔

وَقَفِيزَانِ بُرًا وَمَنْوَانِ سَمْنَا وَجَرِيْبَانِ قَطْنَا وَعَلَى التَّمْرَةِ مِثْلَهَا زُبْدًا وَقَدْ يَكُوْنُ
عَنْ غَيْرِ مِقْدَارٍ نَحْوُ هَذَا خَاتَمٌ حَدِيْدًا وَسَوَارٌ ذَهَبًا وَفِيْهِ الْخَفْضُ اَكْثَرُ وَقَدْ يَقَعُ
بَعْدَ الْجُمْلَةِ لِرَفْعِ الْاِبْهَامِ عَنْ نَسْبَتِهَا نَحْوُ طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا اَوْ عَلْنَا اَوْ اَبَا

قولہ قفیزان بُرًا:- یہ اسم تام (مقدار کیلی) کی مثال ہے یعنی ابہام تھا کہ قفیزان کس چیز کی ہیں؟ بُرًا اس ابہام کو دور کرتی ہے۔ قولہ عندی مَنْوَانِ سَمْنَا:- (میرے پاس دو سیر گھی ہے) یہ مقدار وزنی کی مثال ہے۔ قولہ عندی جریبان قَطْنَا:- یہ مقدار مساحی کی مثال ہے یعنی میرے پاس دو جریب روئی ہے۔ قولہ وَعَلَى التَّمْرَةِ:- یہ مقدار مقیاسی کی مثال ہے۔ یعنی چھوہارے پر اسکی مثل مکھن ہے۔ فائدہ:- زُبْدٌ، بضم زاء بمعنی مکھن ہے اور بفتحین بمعنی سمندر کا جھاگ ہے۔ سوال:- اسم تام تمیز کو کیوں نصب کرتا ہے؟ جواب:- فعل کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے یعنی فعل اپنے فاعل کے ساتھ تام ہو کر مفعول بہ کو نصب کرتا ہے اور اسم تام مُثَمَّاتِ اربعہ میں سے کسی کے ساتھ تام ہو کر تمیز کو نصب کرتا ہے اور مُثَمَّاتِ یہ ہیں۔ (۱) تنوین۔ (۲) نونِ تثنیہ و جمع۔ (۳) مشابہ نونِ جمع۔ (۴) اضافت۔ تمیز کی قسم ثانی، وہ تمیز جو مفرد غیر مقدار سے ہو۔ اس قسم کو ماتن نے اپنے قول وَقَدْ يَكُوْنُ کے ساتھ بیان کیا ہے جیسے هَذَا خَاتَمٌ حَدِيْدًا، یہ لوہے کی انگلی تھی ہے۔ اس میں لفظ خاتم مفرد غیر مقدار ہے جو تنوین سے تام ہو کر تمیز کو نصب دے رہا ہے اور تمیز کی اس قسم میں جر کثیر ہے۔ فائدہ:- مفرد غیر مقدار کی تمیز میں جر کے جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں رفع ابہام کے علاوہ تخفیف بھی ہے کہ خاتم سے تنوین ساقط ہو گئی ہے۔ اور جر کثیر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مفرد غیر مقدار میں ابہام ناقص ہے لہذا اس میں تمیز منسوب کی طلب بھی ناقص ہے۔ قولہ وَقَدْ يَقَعُ:- یہاں سے تمیز کی قسم ثالث کو بیان کرتے ہیں جس کا نام تَمِيْزُ عَنِ النِّسْبَةِ ہے یعنی کبھی تمیز اس ابہام کو دور کرتی ہے جو جملہ میں واقع نسبت کے اندر ہوتا ہے جیسے طَابَ زَيْدٌ نَفْسًا وَغَيْرِهِ (زید ذات کے لحاظ سے اچھا ہے) فائدہ:- تمیز عَنِ النِّسْبَةِ کی چار قسمیں ہیں (۱) مُخَوَّلٌ عَنِ الْفَاعِلِ جیسے وَاشْتَعَلَ الرَّاسُ شَيْبًا، جس کا اصل اشْتَعَلَ شَيْبَ الرَّاسِ ہے۔ (۲) مُخَوَّلٌ عَنِ الْمَفْعُولِ جیسے فَجَرْنَا الْاَرْضَ عَيْوُنًا، جس کا اصل فَجَرْنَا عَيْوُنَ الْاَرْضِ ہے۔ (۳) فاعل اور مفعول کے غیر سے مُخَوَّلٌ، جیسے اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا، جس کا اصل مَالِيْ اَكْثَرُ مِنْكَ ہے۔ مضاف (مال) حذف کر کے مضاف الیہ (ضمیر مجرور) کو اس کی جگہ رکھا تو وہ ضمیر مرفوع (اَنَا) ہو گئی پھر مضاف محذوف کو بطور تمیز لایا گیا تو اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا ہوا۔ (۴) وہ تمیز جو کسی سے مُخَوَّلٌ نہ ہو جیسے لِلّٰهِ دَرَّةٌ فَارِسًا۔

فصل المُسْتَثْنَى لَفْظٌ يُذَكَّرُ بَعْدَ الْأَوَاخِيَاتِ لِئَعْلَمَ أَنَّهُ لَا يُنْسَبُ إِلَيْهِ مَا نُسِبَ إِلَى مَا قَبْلَهَا وَهُوَ عَلَى قِسْمَيْنِ مُتَّصِلٌ وَهُوَ مَا أُخْرِجَ عَنْ مُتَعَدِّدٍ بِالْأَوَاخِيَاتِ نَحْوُ جَاءَ نِي الْقَوْمِ الْأَزِيدَا وَمُنْقَطِعٌ وَهُوَ الْمَذْكُورُ بَعْدَ الْأَوَاخِيَاتِ غَيْرُ مُخْرَجٍ عَنْ مُتَعَدِّدٍ لِغَدَمِ دُخُولِهِ فِي الْمُسْتَثْنَى مِنْهُ نَحْوُ جَاءَ نِي الْقَوْمِ الْأَحْمَارَا

سوال:- مصنف نے تمیز عن النسبة کی تین مثالیں کیوں ذکر کی ہیں؟ جواب:- پہلی اس تمیز کی مثال ہے جو

مُنْتَصِبٌ عَنْهُ کے ساتھ خاص ہے۔ دوسری اس تمیز کی مثال ہے جو مُنْتَصِبٌ عَنْهُ کے متعلق کے ساتھ خاص ہے۔ تیسری

اس تمیز کی مثال ہے جس میں دونوں احتمال ہیں کہ مُنْتَصِبٌ عَنْهُ سے ہو یا اسکے متعلق سے پہلے احتمال پر معنی ہوں گے ”زید

اچھا باپ ہے“ اور دوسرے پر معنی ہوں گے ”زید کا باپ اچھا ہے“۔ فائدہ:- مُنْتَصِبٌ عَنْهُ، وہ چیز ہے جس کی طرف فعل یا

شبه فعل کی نسبت کرنے میں ابہام ہو، مثلاً طاب زید نفساً میں زید، مُنْتَصِبٌ عَنْهُ ہے اور نفساً اس کی تمیز ہے۔

سوال:- اگر تمیز شبه فعل کی نسبت میں واقع ابہام کو دور کرتی ہے تو مصنف نے اس کی مثالیں کیوں ترک کر دی ہیں؟ جواب

:- چونکہ فعل اصل ہے اس لئے صرف فعل کی امثلہ پر اکتفاء کیا ہے اور شبہ فعل کی مثالیں چھوڑ دی ہیں۔ قولہ المُسْتَثْنَى

:- اصطلاح نجات میں مستثنیٰ وہ ہے جو الّا اور اسکے اخوات میں سے کسی کے بعد ذکر کیا جائے تاکہ یہ بات معلوم ہو جائے

کہ مستثنیٰ کی طرف وہ حکم منسوب نہیں جو مستثنیٰ منہ کی طرف منسوب ہے جیسے جَاءَ نِي الْقَوْمِ الْأَزِيدَا میرے پاس قوم آئی

مگر زید، یعنی وہ نہیں آیا۔ قولہ وَهُوَ عَلَى قِسْمَيْنِ :- یعنی مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں مستثنیٰ متصل اور مستثنیٰ منقطع۔ (۱) مستثنیٰ

متصل وہ ہے جو الّا یا اس کے اخوات میں سے کسی ایک کے ذریعہ ما قبل متعدد سے نکالا گیا ہو۔ خواہ اسکے اخراج کے بعد باقی

رہ جائیو الے اقل ہوں یا اکثر یا مساوی جیسے جَاءَ نِي الْقَوْمِ الْأَزِيدَا۔ فائدہ:- مستثنیٰ کے ناصب میں اختلاف ہے

۔ (۱) بصرین کے نزدیک اس کا ناصب فعل یا معنی فعل ہے بتوسط الّا وغیرہ کے۔ (۲) عبدالقاہر کے نزدیک حرف استثناء قائم

مقام فعل ہو کر اس کا ناصب ہے۔ (۳) کسائی کے نزدیک مستثنیٰ کا ناصب لفظ ان ہے جو الّا کے بعد مقدر ہے اور ان کی خبر

مخذوف ہے۔ کسائی کے نزدیک قام الْقَوْمِ الْأَزِيدَا کی تقدیر قام الْقَوْمِ الْإِنَّا زِيدَا لِمَ يَقُمْ ہے۔ (۴) فرأ کے نزدیک

کلمہ الامر کب ہے کلمہ ان اور لا عاطفہ سے ان کا پہلا نون حذف کیا اور دوسرے نون کو لام میں ادغام کیا تو الّا ہوا۔ فرأ کے

زیدیک مستثنیٰ کا ناصب ان کی وجہ سے ہوتا ہے اور ما قبل والا اعراب ما قبل پر معطوف ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ قولہ

وَمُنْقَطِعٌ :- مستثنیٰ کی قسم ثانی مستثنیٰ منقطع ہے جو الّا اور اس کے اخوات میں سے کسی کے بعد واقع ہو اور ما قبل متعدد سے نہ

نکالا گیا ہو جیسے جَاءَ نِي الْقَوْمِ الْأَحْمَارَا۔ اور اس کو مستثنیٰ منفصل بھی کہتے ہیں۔

واعلم ان اعراب المُسْتَثْنَى عَلَى اَرْبَعَةِ اَقْسَامٍ فَاِنْ كَانَ مُتَّصِلًا وَقَعَ
 بَعْدَ الْاَفِي كَلَامٍ مُّوَجَّبٍ اَوْ مُنْقَطِعًا كَمَا مَرَّ اَوْ مُقَدِّمًا عَلَى الْمُسْتَثْنَى مِنْهُ
 نَحْوُ مَا جَاءَ نِي الْاَزِيدًا اَحَدًا اَوْ كَانَ بَعْدَ خَلَا وَعَدَا عِنْدَ الْاَكْثَرِ اَوْ بَعْدَ مَا خَلَا
 وَمَا عَدَا وَلَيْسَ وَلَا يَكُونُ نَحْوُ جَاءَ نِي الْقَوْمِ خَلَا زَيْدًا الْخ كَانَ مَنْصُوبًا
 وَاِنْ كَانَ بَعْدَ الْاَفِي كَلَامٍ غَيْرِ مُوَجَّبٍ وَهُوَ كُلُّ كَلَامٍ يَكُونُ فِيهِ نَفْيٌ وَنَهْيٌ
 وَاسْتِفْهَامٌ وَالْمُسْتَثْنَى مِنْهُ مَذْكَورٌ يَجُوزُ فِيهِ الْوَجْهَانِ النَّصْبُ وَالْبَدَلُ
 عَمَّا قَبْلَهَا نَحْوُ مَا جَاءَ نِي اَحَدًا الْاَزِيدًا وَالْاَزِيدُ وَاِنْ كَانَ مُفْرَغًا بَانَ يَكُونُ بَعْدَ
 الْاَفِي كَلَامٍ غَيْرِ مُوَجَّبٍ وَالْمُسْتَثْنَى مِنْهُ غَيْرُ مَذْكَورٍ كَانَ اِعْرَابُهُ بِحَسَبِ
 الْعَوَامِلِ تَقُولُ مَا جَاءَ نِي الْاَزِيدُ وَمَا رَأَيْتُ الْاَزِيدًا وَمَا مَرَرْتُ الْاَزِيدُ

قولہ واعلم :- یہاں سے مستثنی کے اعراب کے اقسام بیان کرتے ہیں جو چار ہیں۔ (۱) نصب، یہ چارجگہ ہوتا ہے۔ اول، جب مستثنی متصل کلام موجب میں الا کے بعد واقع ہو جیسے جَاءَ نِي الْقَوْمِ الْاَزِيدًا۔ دوم، جب مستثنی منقطع ہو جیسے جَاءَ نِي الْقَوْمِ الْاِحْمَارًا۔ سوم، جب مستثنی منہ پر مقدم ہو جیسے مَا جَاءَ نِي الْاَزِيدًا اَحَدًا۔ چہارم، جب مستثنی خلا اور عدا کے بعد واقع ہو تو اکثر کے نزدیک منصوب ہوتا ہے اور مَا خَلَا، مَا عَدَا، لَيْسَ اور لَا يَكُونُ کے بعد بھی منصوب ہوتا ہے۔ فائدہ :- مذکورہ چار صورتوں میں مستثنی کو نصب واجب ہے، پہلی تین صورتوں میں اس لئے واجب ہے کہ رفع اور جر اس پر نہیں آسکتے رفع تو اس لئے نہیں آسکتا کہ رفع بر بنائے بدلیت ہوگا اور مستثنی کو بدل بنانا باطل ہے کہ خلاف مقصود ہے۔ اور جر اس لئے کہ مستثنی سے پہلے نہ حرف جر ہے اور نہ مضاف۔ چوتھی صورت میں نصب اسلئے واجب ہے کہ خلا وغیرہ فعل کا مفعول ہے۔ سوال :- خلا تو فعل لازم ہے اس کے بعد مستثنی کیوں منصوب ہوتا ہے؟ جواب :- باب استثناء میں مجاوزت کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے خلا متعدی ہو جاتا ہے۔ (۲) نصب و بدل، جب مستثنی الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنی منہ مذکور ہو تو اس میں اعراب کی دو وجہ جائز ہیں۔ (۱) نصب، بنا بر استثناء۔ (۲) الا کے ما قبل سے بدل جیسے مَا جَاءَ نِي اَحَدًا الْاَزِيدًا اَوْ الْاَزِيدُ۔ فائدہ :- کلام غیر موجب اس کو کہتے ہیں جس میں نئی، نہیں یا استفہام ہو جیسے مَا جَاءَ نِي اَحَدًا الْاَزِيدًا۔ (۳) اعراب بمقتضائے عوالم، جب مستثنی مفرغ ہو یعنی مستثنی منہ مذکور نہ ہو اور مستثنی الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہے تو مستثنی کا اعراب بحسب عوالم ہوگا یعنی سابق عامل کے موافق ہوگا۔ فائدہ :- مستثنی اصل میں مفرغ نہ ہوتا ہے اور اس کا عامل مفرغ ہوتا ہے، لہٰذا کو حذف کر کے مستثنی کو مفرغ کہہ دیا گیا۔ جیسے مُشْتَرَكٌ فِيهِ سَلَفٌ فِيهِ حَذْفٌ کر کے مُشْتَرَكٌ بُول دیتے ہیں۔

وَأَنْ كَانَ بَعِيدَ غَيْرٍ وَسَوَى وَسَوَاءٍ وَحَاشَا عِنْدَ الْكَثْرِ كَانَ مَجْرُورًا نَحْوُ
جَاءَ نِي الْقَوْمِ غَيْرَ زَيْدٍ وَسَوَى زَيْدٍ وَسَوَاءَ زَيْدٍ وَحَاشَا زَيْدٍ **وَاعْلَمْ أَنَّ**
اغْرَابَ غَيْرٍ كَأَغْرَابِ الْمُسْتَثْنَى بِإِلَّا تَقُولُ جَاءَ نِي الْقَوْمِ غَيْرَ زَيْدٍ وَغَيْرَ جَمَارٍ
وَمَا جَاءَ نِي غَيْرَ زَيْدٍ الْقَوْمُ وَمَا جَاءَ نِي أَحَدٌ غَيْرَ زَيْدٍ وَغَيْرَ زَيْدٍ
وَمَا جَاءَ نِي غَيْرَ زَيْدٍ وَمَا رَأَيْتُ غَيْرَ زَيْدٍ وَمَا مَرَرْتُ بِغَيْرِ زَيْدٍ **وَاعْلَمْ أَنَّ**
لَفْظَةَ غَيْرَ مَوْضُوعَةٌ لِلصِّفَةِ وَقَدْ تُسْتَعْمَلُ لِلِاسْتِثْنَاءِ كَمَا أَنَّ لَفْظَةَ
الْأَمْوَضُوعَةَ لِلِاسْتِثْنَاءِ وَقَدْ تُسْتَعْمَلُ لِلصِّفَةِ كَمَا فِي قَوْلِهِ تَعَالَى لَوْ كَانَ
فِيهِمَا إِلَهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا أَيُّ غَيْرِ اللَّهِ وَكَذَلِكَ قَوْلُكَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

(۳) جب مستثنی لفظ غیر، سواء، سوی یا حاشا میں سے کسی کے بعد واقع ہو تو مجرور ہوگا۔ پہلے تین کے بعد مضاف
الیہ ہونے کی وجہ سے اور حاشا کے بعد اس کے حرف جر ہونے کی وجہ سے۔ سوال: حاشا اگر حرف جر ہے تو کسی فعل یا شبہ فعل
کے متعلق کیوں نہیں ہوتا؟ جواب: متعلق وہ حروف ہوتے ہیں جو فعل یا شبہ فعل کے معنی کو اپنے مدخول تک لے جائیں اور
حاشا اپنے مدخول کو ان معانی سے پاک و مبرا ثابت کرتا ہے۔ قول اعلم: چونکہ کلمات استثناء میں سے لفظ غیر، اسم متمکن
ہے اس لئے اعلم سے مصنف اسکا اعراب بیان کر رہے ہیں یعنی کلمہ غیر جب استثناء کیلئے ہو تو اسکا اعراب مستثنی یا اے کی طرح
ہوگا۔ سوال: کلمہ غیر اگر باب استثناء میں بمعنی الای ہے تو غیر کو مثنی ہونا چاہیے کیونکہ جو اسم بمعنی حرف ہو وہ مثنی ہوتا ہے؟
جواب: کلمہ غیر کو اضافت لازم ہے جو اسم متمکن کی علامت ہے اس لئے غیر معرب ہے۔ فائدہ، کلمہ غیر کے اعراب
کے درج ذیل اقسام ہیں۔ (۱) کلمہ غیر، تین جگہ منصوب پڑھا جائے گا۔ اول، غیر کے بعد جب مستثنی متصل کلام موجب میں
واقع ہو جیسے جَاءَ نِي الْقَوْمِ غَيْرَ زَيْدٍ۔ دوم، جب غیر کے بعد مستثنی منقطع واقع ہو جیسے جَاءَ نِي الْقَوْمِ غَيْرَ جَمَارٍ۔ سوم،
جب غیر کے بعد مستثنی واقع ہو اور لفظ غیر، مستثنی منہ پر مقدم ہو جیسے مَا جَاءَ نِي غَيْرَ زَيْدٍ الْقَوْمُ۔ (۲) جب غیر کے بعد
مستثنی کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنی منہ مذکور ہو تو دو جہیں جائز ہیں۔ اول، نصب بنا بر استثناء۔ دوم، رفع بنا بر بدل
جیسے مَا جَاءَ نِي أَحَدٌ غَيْرَ زَيْدٍ وَغَيْرَ زَيْدٍ۔ (۳) جب غیر کے بعد مستثنی مفرغ کلام غیر موجب میں ہو تو عامل کے مطابق
اس کا اعراب ہوگا جیسے مَا جَاءَ نِي غَيْرَ زَيْدٍ وَمَا رَأَيْتُ غَيْرَ زَيْدٍ وَمَا مَرَرْتُ بِغَيْرِ زَيْدٍ۔ قول اعلم: اس جگہ مصنف
کلمہ غیر کے حقیقی اور مجازی معنی بیان کرتے ہیں یعنی لفظ غیر صفت کیلئے موضوع سے بمعنی مُغَايِرَةٌ یعنی اپنے ما قبل اور ما بعد
میں مغایرت ثابت کرتا ہے لیکن کبھی استثناء کیلئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اور اس کے برعکس کلمہ الای ہے جو استثناء کیلئے موضوع ہے
لیکن کبھی صفت کیلئے بھی آتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ لَوْ كَانَ فِيهِمَا إِلَهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا مِثْلًا۔

**فصل خبر کان واخواتها هو المسند بعد دخولها نحو كان زيد قائما
وحكمه حكم خبر المبتدأ الا انه يجوز تقديمه على اسمائها مع كونه
معرفة بخلاف خبر المبتدأ نحو كان القائم زيداً فصل اسم ان واخواتها
هو المسند اليه بعد دخولها نحو ان زيدا قائم فصل المنصوب بلا
التي لنفي الجنس هو المسند اليه بعد دخولها يليها نكرة مضافة نحو
لا غلام رجل في الدار او مشابهها لها نحو لا عشرين درهما في الكيس**

فائدہ:- الا بمعنی غیر میں اختلاف ہے کہ یہ اسم ہے یا حرف۔ (۱) جمہور کے نزدیک یہ حرف ہے کیونکہ کلمہ کی اسمیت وغیرہ حقیقی معنی کے اعتبار سے ہوتی ہے اور الا حقیقی معنی کے اعتبار سے حرف ہے لہذا بمعنی غیر ہو جانے کے بعد بھی حرف رہے گا۔ (۲) بعض کے نزدیک یہ اسم ہے اس لئے کہ کلمہ مجازی معنی کے لحاظ سے بھی اسم، فعل اور حرف ہوتا ہے لہذا جب الا بمعنی غیر ہوگا تو اس وقت اسم ہوگا۔ **قولہ خبر کان:-** کان اور اس کے اخوات کی خبر ان میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد ان کے اسم کی طرف مسند ہوتی ہے مصنف کے قول اخواتها کی ضمیر کا مرجع لفظة کان ہے۔ اور کان وغیرہ کی خبر کا حکم مبتدأ کی خبر جیسا ہے۔ **قولہ الا انہ:-** اس عبارت میں مصنف نے اس فرق کو بیان کیا ہے جو کان کی خبر اور مبتدأ کی خبر میں ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ مبتدأ پر اس کی خبر کو مقدم کرنا جائز نہیں جبکہ خبر معرفہ ہو اور کان کی خبر کو اس کے اسم پر مقدم کرنا جائز ہے خواہ خبر معرفہ کیوں نہ ہو۔ **قولہ اسم ان:-** یعنی ان اور اس کے اخوات کا اسم ان میں سے کسی ایک کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہوتا ہے۔ **قولہ المنصوب بلا:-** لائے نفی جنس کا ہر اسم منصوب نہیں ہوتا اس لئے مصنف نے اسم لا نہیں کہا بلکہ المنصوب بلا کہا۔ **سوال:-** مستثنیٰ کا بھی ہر فرد منصوب نہیں ہوتا وہاں المنصوب بالاستثناء کیوں نہیں کہا؟ **جواب:-** اسلئے کہ مستثنیٰ کے اکثر افراد منصوب ہوتے ہیں وللا کثیر حکم الكل۔ **قولہ التي لنفي الجنس:-** اس عبارت میں مضاف مقدر ہے ای التي لنفي صفة الجنس، یعنی منصوب اس لا کا جو جنس سے صفت کی نفی کرتا ہے جیسے لا رجل قائم میں لانے جنس رجل سے صفت قیام کی نفی کی ہے۔ **قولہ يليها:-** فعل يلي کی ضمیر مستتر، مسند الیہ کی طرف راجع ہے اور ہاء ضمیر بارز کلمہ لا کی طرف راجع ہے اور یہ جملہ اليہ کی ضمیر سے یا دخولها کی ضمیر سے حال ہے اور نكرة، يليها کی ضمیر مستتر سے حال ہے اور مضافة، نكرة کی صفت ہے یعنی منصوب بلا، نفی جنس ایسا اسم ہے جو لا کے داخل ہونے کے بعد مسند الیہ ہو در انحالیکہ وہ مسند الیہ لا کے بعد بلا فصل واقع ہو اس حال میں کہ وہ مسند الیہ نکرہ مضاف ہو جیسے لا رجل في الدار یا مشابه مضاف ہو جیسے لا عشرين درهما في الكيس۔

فَإِنْ كَانَ بَعْدَ لَا نِكْرَةً مُفْرَدَةً تُبْنَى عَلَى الْفَتْحِ نَحْوُ لَا رَجُلٌ فِي الدَّارِ وَإِنْ
 كَانَ مَعْرِفَةً أَوْ نِكْرَةً مَفْصُولًا بَيْنَهُ وَبَيْنَ لَا كَانَ مَرْفُوعًا وَيَجِبُ تَكْرِيرُ لَامٍ
 اسْمِ الْخَرْتَقُولِ لِأَزِيدٍ فِي الدَّارِ وَلَا عَمْرُو وَلَا فِيهَا رَجُلٌ وَلَا امْرَأَةٌ وَيَجُوزُ
 فِي مِثْلِ لَأَحْوَلٍ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ خَمْسَةٌ أَوْجِهٍ فَتَحُهُمَا وَرَفَعُهُمَا وَفَتْحُ الْأَوَّلِ
 وَنَصْبُ الثَّانِي وَفَتْحُ الْأَوَّلِ وَرَفَعُ الثَّانِي وَرَفَعُ الْأَوَّلِ وَفَتْحُ الثَّانِي
 وَقَدْ يُحذفُ اسْمُ لِقَرِينَةٍ نَحْوُ لَا عَلَيْكَ أَيُّ لَأَبَاسٍ عَلَيْكَ

قوله فان كان :- اس عبارت میں کلمہ کان، فعل ناقص ہے جسکی خبر ظرف ہے اور لفظ نکرہ، اس کا اسم مؤخر ہے یا کان تامہ بمعنی وجد ہے یعنی اگر لا کے بعد نکرہ مفردہ ہو تو وہ منی ہوگا فتح پر جیسے لا رَجُلٌ فِي الدَّارِ، وجہ بنا نکرہ کا من استغراقیہ کو متضمن ہونا ہے۔ قولہ وان کان :- یعنی اگر لا کا اسم، معرفہ ہو یا ایسا نکرہ کہ اس نکرہ اور لا کے درمیان فاصلہ ہو تو لا کا اسم بنا بر مبتدأ مرفوع ہوگا اور اس وقت دوسرے معرفہ یا نکرہ کے ساتھ لا کو مکرر لانا ضروری ہے جیسے لا زِيدٌ فِي الدَّارِ وَلَا عَمْرُو اور لا فِيهَا رَجُلٌ وَلَا امْرَأَةٌ۔ قولہ وَيَجُوزُ :- یعنی ہر وہ ترکیب جس میں لائے نفی جنس بطریق عطف تکرر ہو اور دونوں جملہ لا، کا اسم نکرہ مفردہ بلا فصل ہو ایسی ترکیب میں پانچ وجہ جائز ہیں۔ (۱) دونوں اسموں کو منی بر فتح پڑھنا اس بنا پر کہ دونوں جملہ لائے نفی جنس ہے جیسے لَأَحْوَلٌ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔ (۲) دونوں اسموں کو بر بنائے مبتدأ مرفوع پڑھنا اور دونوں لازائدہ قرار دینا جیسے لَأَحْوَلٌ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔ (۳) اول اسم کو منی بر فتح پڑھنا اس بنا پر کہ وہ لائے نفی جنس کا اسم ہے اور دوسرے اسم کو نصب پڑھنا تو من کیساتھ اس بنا پر کہ دوسرا لا، زائدہ برائے تاکید ہے جیسے لَأَحْوَلٌ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔ (۴) اول اسم کو مفتوح پڑھنا اسم لائے نفی جنس کی بنا پر اور دوسرے کو تنوین کے ساتھ مرفوع پڑھنا اس بنا پر کہ لا، زائدہ برائے تاکید ہے اور دوسرا نکرہ پہلے کے محل پر معطوف ہے جیسے لَأَحْوَلٌ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔ (۵) اول اسم کو مرفوع پڑھنا تو من کیساتھ اس بنا پر کہ پہلا لا، فشاہدہ بلیس ہے اور دوسرے اسم کو لائے نفی جنس کی وجہ سے منی بر فتح پڑھنا جیسے لَأَحْوَلٌ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ۔ قولہ وَقَدْ يُحذفُ :- اور کبھی لائے نفی جنس کا اسم بوقت قیام قرینہ حذف کر دیا جاتا ہے جیسے لَا عَلَيْكَ أَيُّ لَأَبَاسٍ عَلَيْكَ (تیرے اوپر کوئی خوف نہیں) یہ ڈرنے والے کو بطور تسلی کہا جاتا ہے۔ فائدہ :- لَا عَلَيْكَ، میں حذف اسم پر قرینہ یہ ہے کہ لا، حرف ہے اور علی بھی حرف ہے اور حرف دوسرے حرف پر داخل نہیں ہوتا جس سے معلوم ہوا کہ یہاں لا، کا اسم محذوف ہے۔

فصل خبر ماو لا المشبہتین بلیس هو المسند بعد دخولهما نحو ما زید قائماً ولا رجل حاضران وقع الخبر بعد الا نحو ما زید الا قائم او تقدم الخبر على الاسم نحو ما قائم زید اوزیدت ان بعد ما نحو ما ان زید قائم بطل العمل كما رأيت في الأمثلة وهذا لغة أهل الحجاز وأما بنو تميم فلا يعملونها أصلاً قال الشاعر عن لسان بني تميم-

ومُهْفَهفٍ كَالْفُصْنِ قُلْتُ لَهُ اِنْتَسِبَ شَعْرًا فَاجَابَ مَا قَتَلَ الْمُجِيبَ حَرَامًا

المقصد الثالث في المجزورات الأسماء المجرورة هي المضاف إليه فقط وهو كل اسم نُسب إليه شئياً بواسطة حرف الجر

قولہ خبر ماو لا: منصوبات سے ماو لا مشابہ بلیس، کی خبر ہے جو ان میں سے کسی کے داخل ہونے کے بعد ان کے اسم کی طرف مسند ہوتی ہے اور ماو لا کا یہ عمل تین صورتوں میں باطل ہو جاتا ہے۔ (۱) جب ان کی خبر الا کے بعد واقع ہو جیسے وما محمد الا رسول، کیوں کہ الا کے سبب نفی ٹوٹ جائیگی وجہ سے لیس، کے ساتھ نفی میں جو مشابہت تھی وہ ختم ہو گئی لہذا ان کا عمل ختم ہو گیا۔ (۲) جب خبر ان کے اسم پر مقدم ہو جیسے ما قائم زید۔ اس صورت میں بطلان عمل کی وجہ یہ ہے کہ ماو لا کے عمل کیلئے اسم کا مقدم ہونا شرط ہے لہذا شرط مفقود ہونے کی وجہ سے ان کا عمل باطل ہو جائیگا۔ (۳) جب ما کے بعد ان واقع ہو جیسے ما ان زید قائم، اس صورت میں بطلان عمل کی وجہ یہ ہے کہ ما عامل ضعیف ہے جو فاصلہ کی حالت میں عمل نہیں کر سکتا۔ قولہ وهذا لغة: اور ماو لا کو عمل دینا اہل حجاز کی لغت ہے بنو تميم ان کو عمل نہیں دیتے، انکی دلیل کتاب میں مذکور شعر ہے جس میں شاعر نے کلمہ ما کو عمل نہیں دیا کیوں کہ لفظ حرام کو نصب نہیں دیا۔ ترجمہ شعر: میں نے ایک باریک کمروالے محبوب سے جو نزاکت میں شاخ کی مانند ہے کہا کہ تو اپنا نسب بیان کر اس نے جواب دیا کہ میرے نزدیک عاشق کو قتل کرنا حرام نہیں۔ فائدہ: بنو تميم کی ایک دلیل یہ ہے کہ یہ اسم اور فعل کے داخل میں سے ہیں اور جو لفظ اسم اور فعل دونوں پر داخل ہو وہ عامل نہیں ہوتا۔ یہ دلیل بھی کمزور ہے کیونکہ ان کے نزدیک بھی لائے نفی جنس عمل کرتا ہے حالانکہ وہ بھی اسم اور فعل دونوں پر داخل ہوتا ہے۔ قولہ المجزورات: مجزورات کو مرفوعات اور منصوبات کی مشاکلت کی وجہ سے جمع لایا گیا اور نہ مجرور کی صرف نوع واحد ہے یعنی مضاف الیہ۔ قولہ وهو كل اسم: مضاف الیہ ہر وہ اسم ہے جس کی طرف کوئی چیز بواسطہ حرف جر منسوب کی گئی ہو خواہ وہ حرف جر ملفوظ ہو جیسے مررت بزید اور اس ترکیب کو اصطلاح میں جار مجرور کہتے ہیں یا حرف جر مقدر ہو جیسے غلام زید اور اس ترکیب کو مضاف ومضاف الیہ کہتے ہیں۔

لَفْظًا نَحْوُ مَرْرَتْ بَزِيدٍ وَيُعْبَرُ عَنْ هَذَا التَّرْكِيبِ فِي الإِصْطِلَاحِ بِأَنَّهُ جَارٌ
وَمَجْرُورٌ أَوْ تَقْدِيرًا نَحْوُ غُلَامٍ زَيْدٍ تَقْدِيرُهُ غُلَامٌ لَزَيْدٍ وَيُعْبَرُ عَنْهُ فِي الإِصْطِلَاحِ
بِأَنَّهُ مُضَافٌ وَمُضَافٌ إِلَيْهِ وَيَجِبُ تَجْرِيدُ المُضَافِ عَنِ التَّنْوِينِ أَوْ مَا يَقُومُ
مَقَامَهُ وَهُوَ نُونُ التَّثْنِيَّةِ وَالْجَمْعِ نَحْوُ جَاءَ بَنِي غُلَامٍ زَيْدٍ وَغُلَامًا زَيْدٍ
وَمُسْلِمًا مَضْرٍ وَعَلِمَ أَنَّ الإِضَافَةَ عَلَى قِسْمَيْنِ مَعْنَوِيَّةٌ وَلَفْظِيَّةٌ
أَمَّا الْمَعْنَوِيَّةُ فَهِيَ أَنْ يَكُونَ المُضَافُ غَيْرَ صِفَةٍ مُضَافَةٍ إِلَى مَعْمُولِهَا

قولہ لفظاً :- مصنف کا قول لفظاً اور تقدیراً، ملفوظاً اور مقدرًا کے معنی میں ہو کر حال ہے یا تمیز یا کان
مقدر کی خبر ہے۔ سوال :- مضاف الیہ کی تعریف مانع نہیں اس لئے کہ مفعول فیہ پر صادق آتی ہے۔ مثلاً ضمنت یوم
الجمعة میں ضمنت بواسطہ حرف جر تقدیر کی یوم الجمعة کی طرف منسوب ہے اور وہ حرف جرفی ہے؟ جواب
:- مصنف کے قول تقدیراً سے ایسا مقدر مراد ہے جس کا عمل باقی ہو اور مثال مذکور میں فی کا عمل باقی نہیں ہے ورنہ یوم
منسوب نہ ہوتا۔ قولہ ویجب :- اور بوقت اضافت مضاف کو تنوین اور قائم مقام تنوین سے خالی کرنا ضروری ہے کیونکہ
اضافت اور تنوین یا قائم مقام تنوین میں منافات ہے اس لئے کہ یہ کلمہ کے تمام ہونے کی دلیل ہیں اور اضافت کلمہ کے
تمام ہونے کی دلیل ہے اس لئے بوقت اضافت مضاف کو تنوین وغیرہ سے خالی کر لیا جاتا ہے۔ قولہ جاء سی غلام
زید :- یہ اس مضاف کی مثال ہے جتنے تنوین سے خالی کر لیا گیا ہے اور غلاما عمرو، اس مضاف کی مثال ہے جسے نون
تثنیہ سے خالی کر لیا گیا ہے اور مسلمو مضر، اس مضاف کی مثال ہے جسے نون جمع سے خالی کر لیا گیا ہے۔ قولہ اعلم :-
یعنی اضافت بقدر حرف جر کی دو قسمیں ہیں۔ اضافت معنویہ اور اضافت لفظیہ۔ قولہ فالمعنویۃ :- اضافت معنویہ وہ
ہے جس میں مضاف ایسا صیغہ صفت نہ ہو جو اپنے معمول لفظ مضاف ہو۔ چونکہ اضافت معنویہ کے دو فائدے ہیں اور
اضافت لفظیہ کا ایک اس لئے اضافت معنویہ کو مقدم کیا گیا ہے۔ فائدہ :- اضافت معنویہ میں صیغہ صفت سے مراد اسم
فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ، اسم منسوب اور اسم تفضیل ہے اور معمول سے مراد فاعل، نائب فاعل، اور مفعول بہ ہے۔
فائدہ :- اضافت معنویہ کی تعریف سے اسکی تین صورتیں سامنے آئیں۔ (۱) مضاف صفت کا صیغہ نہ ہو بلکہ اسم جامد ہو اور
نہ ہی اپنے معمول لفظ مضاف ہو جیسے غلام زید۔ (۲) مضاف صفت کا صیغہ تو ہو مگر معمول لفظ مضاف نہ ہو جیسے
کریم البلد، کہ کریم صفت کا صیغہ ہے بلکہ البلد، اس کا معمول (فاعل) نہیں بن سکتا کہ کریم، بلد نہیں بلکہ من فی
البلد، کریم ہے۔ (۳) مضاف صیغہ صفت نہ ہو لیکن معمول کی طرف مضاف ہو جیسے ضرب الیوم۔

وَهِيَ اِمَّا بِمَعْنَى اللّٰمِ نَحْوُ غُلَامٍ زَيْدٍ اَوْ بِمَعْنَى مَنْ نَحْوُ خَاتَمٍ فِضَّةٍ اَوْ بِمَعْنَى فِى نَحْوِ صَلَوَةِ اللَّيْلِ وَفَائِدَةُ هَذِهِ الْاِضَافَةِ تَعْرِيفُ الْمُضَافِ اِنْ اُضِيفَ اِلَى مَعْرِفَةٍ كَمَا مَرَّ اَوْ تَخْصِيصُهُ اِنْ اُضِيفَ اِلَى نَكْرَةٍ كَغُلَامٍ رَجُلٍ وَاَمَّا اللَّفْظِيَّةُ فَهِيَ اَنْ يَكُوْنَ الْمُضَافُ صِفَةً مُضَافَةً اِلَى مَعْمُوْلِهَا وَهِيَ فِى تَقْدِيْرِ الْاِنْفِصَالِ نَحْوُ ضَارِبٍ زَيْدٍ وَحَسَنُ الْوَجْهِ وَفَائِدَتُهَا تَخْفِيْفٌ فِى اللَّفْظِ فَقَطُّ

قوله وهى :- يعنى اضافت معنویہ کی تین قسمیں ہیں۔ اول، اضافت لامیہ یہ اس وقت ہوتی ہے جب مضاف الیہ نہ مضاف کی جنس سے ہو اور نہ ظرف جیسے غلام زید جو اصل میں غلام زید ہے۔ دوم، اضافت مبنیہ یہ اس وقت ہوتی ہے جب مضاف الیہ مضاف کی جنس سے ہو جیسے خاتم فضہ جو اصل میں خاتم من فضہ ہے۔ سوم، اضافت فویہ یہ اس وقت ہوتی ہے جب مضاف الیہ، مضاف کی طرف ہو جیسے ضرب الیوم جو اصل میں ضرب فی الیوم ہے۔ سوال :- اگر اضافت معنویہ میں حرف جر مقدر ہوتا ہے تو مضاف یا مضاف الیہ کو بتقدیر حرف جر مبنی ہونا چاہئے؟ جواب :- اضافت چونکہ اسم کے اعظم خواص میں سے ایک خاصہ ہے جس کے ہوتے ہوئے اسم کی جانب اسمیت قوی ہو جاتی ہے اور اعراب جو اسم میں اصل ہے وہ برقرار رہتا ہے اگرچہ اسم، حرف کو متضمن ہوتا ہے۔ قولہ وفائدتہ :- اضافت معنویہ کے دو فائدے ہیں۔ (۱) تعریف (۲) تخصیص، اضافت معنویہ تعریف کا افادہ اس وقت کرتی ہے جب مضاف الیہ معرفہ ہو جیسے غلام زید اور تخصیص کا افادہ اس وقت کرتی ہے جب مضاف الیہ نکرہ ہو جیسے غلام رجل۔ سوال :- کیا اضافت معنویہ کے صرف دو فائدے ہیں؟ جواب :- نہیں! ان کے علاوہ بہت سے فوائد ہیں مثلاً مضاف کا مضاف الیہ سے تذکیر یا تانیث حاصل کرنا وغیرہ۔ فائدہ :- لفظ مثل اور غیر، معرفہ کی طرف مضاف ہونے کے باوجود نکرہ رہتے ہیں کیونکہ ان میں موجود ابہام اضافت سے دور نہیں ہو سکتا اور لفظ شبہ، نظیر اور نحو، بھی ان کی مثل ہے۔ البتہ جب ان کی اضافت ایسی چیز کی طرف ہو جسکی ضد واحد مشہور و معروف ہو تو یہ بھی معرفہ بن جاتے ہیں جیسے غیر المنصرف، میں غیر معرفہ بن گیا ہے۔ قولہ واما اللفظیۃ :- اضافت لفظیہ وہ ہے کہ صیغہ صفت اپنے معمول کی طرف مضاف ہو جیسے ضارب زید اور مجرور باضافت لفظیہ باعتبار معنی کے جس طرح اضافت سے پہلے فاعل یا مفعول تھا اسی طرح باقی رہیگا۔ قولہ وفائدتہ :- اضافت لفظیہ کا فائدہ صرف لفظ میں تخفیف ہے یعنی یہ اضافت تعریف یا تخصیص کا فائدہ نہیں دیتی۔ سوال :- الحسن الوجہ میں تو اضافت لفظیہ نے تخصیص کا فائدہ دیا ہے اس لئے کہ الحسن، آنکھ، چہرہ وغیرہ کے حسن کو شامل تھا لیکن اضافت کے بعد خاص ہو گیا یعنی چہرہ کا حسن اور یہی تخصیص ہے؟ جواب :- یہ تخصیص اضافت سے نہیں ہوئی بلکہ اضافت سے پہلے بھی تھی اس لئے کہ الحسن الوجہ کی اصل الحسن وجہہ ہے اور اضافت سے صرف تخفیف ہوئی ہے یعنی ضمیر حذف ہو گئی ہے۔

وَاعْلَمِ اَنْكَ اِذَا اضْفَيْتَ الْاِسْمَ الصَّحِيْحَ اَوْ الْجَارِيَّ الْمَجْرِيَّ الصَّحِيْحَ
 اِلَى يَاءٍ الْمُتَكَلِّمِ كَسَرْتَ اِخْرَهُ وَاَسْكَنْتَ الْيَاءَ اَوْ فَتَحْتَهَا كَغَلَامِيْ
 وَدَلُوِيْ وَظَبِيِيْ وَاِنْ كَانَ الْاِسْمُ الْفَاءُ تَثَبَّتْ كَعَصَايْ وَرَحَايْ
 خِلَافًا لِلْهُزَيْلِ كَعَصِيِيْ وَرَجِيِيْ وَاِنْ كَانَ الْاِسْمُ يَاءً مَّكْسُوْرًا
 مَا قَبْلَهَا اُدْغَمَتِ الْيَاءُ فِي الْيَاءِ وَفُتِحَتِ الْيَاءُ الثَّانِيَةُ لِئَلَّا يَلْتَقِيَ
 السَّاكِنَانِ تَقُوْلُ فِي قَاضِي قَاضِيِيْ وَاِنْ كَانَ اِخْرَهُ وَاَوْ اَمَّضُوْمًا
 مَا قَبْلَهَا قَلْبَتْهَا يَاءً وَعَمِلْتَ كَمَا عَمِلْتَ اَلَانَ تَقُوْلُ جَاءَ نِيْ مُسْلِمِيْ

فائدہ:- اضافت لفظیہ کے افادہ تخفیف کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) صرف مضاف میں تخفیف بصورت حذف
 تنوین و قنم متا متوین جیسے ضارب زید، ضارب زید۔ (۲) صرف مضاف الیہ میں تخفیف اس طرح کہ مضاف الیہ
 سے ضمیر حذف ہو اور صیغہ صفت میں مستتر ہو جاتی ہے جیسے القانم الغلام، جو اصل میں القانم غلامہ تھا۔ (۳) مضاف
 اور مضاف الیہ دونوں میں تخفیف جیسے زید قانم الغلام، جو اصل میں زید قانم غلامہ، تھا قانم (مضاف) سے تنوین
 حذف ہوئی اور غلام (مضاف الیہ) سے ضمیر۔ قولہ اعلم:- اس جگہ مصنف مضاف کے چھ احکام بیان کرتے ہیں جو
 مضاف کے آخر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اول، جب اسم صحیح یا جاری مجر کے صحیح، یا کے متکلم کی طرف مضاف ہو تو اس کا آخر
 مسور ہوگا اور یاء، ساکن یا مفتوح ہوں جیسے غلامی (غلامی) اور دلوی (دلوی)۔ فائدہ:- اس صورت میں اصل
 فتح ہے یونکہ یہ حرف متحرک ہوتا ہے اور حرکات میں فتح تخفیف ہے۔ دوم، اگر اسم مضاف کے آخر میں الف ہو تو
 باقی ربیکا، خواہ الف ثننیہ ہو جیسے غلامی (میرے دو غلام) یا غیر ثننیہ جیسے عصای (میری لاکھی) لیکن بنو ذہیل ایسے
 الف کو جو ثننیہ کا نہیں ہے، یاء سے بدل کرادنا کرتے ہیں یعنی عصای، کو عصی پڑھتے ہیں۔ فائدہ:- بنو ذہیل الف
 ثننیہ کو یاء سے نہیں بدلتے تاکہ ثننیہ کی حالت رفع اور حالت نصب میں التباس نہ ہو اور غیر ثننیہ کے الف کو اس کے
 بدلتے ہیں کہ یا ما قبل کی حرکت چاہتی ہے اور الف قابل حرکت نہیں ہے اسلئے الف کو یا، کر کے ادغام کرتے ہیں۔ سوم،
 اگر اسم مضاف کے آخر میں یا، ما قبل مکسور ہو تو یا کے متکلم کو اس میں وجوہ ادغام کرتے ہیں اور دوسری یا، کو حرکت فتح دیتے
 ہیں جیسے قاضی۔ چہارم، اگر یا کے متکلم کی طرف مضاف اسم کے آخر میں واؤ ما قبل مفتوح ہو تو واؤ کو یا، کر کے ادغام کیا
 جائے گا اور ما قبل کا فتح بدستور باقی رہے گا، لہذا مضطفون کو مضطفی، پڑھا جائے گا۔

وَفِي الْأَسْمَاءِ السَّبْتَةِ مُضَافَةٌ إِلَى يَاءِ الْمُتَكَلِّمِ تَقُولُ أَخِي وَأَبِي وَحَمِي
 وَهَنِي وَفِي عِنْدِ الْأَكْثَرِ وَفِي عِنْدِ قَوْمٍ وَذُو لَا يُضَافُ إِلَى مُضْمَرٍ أَصْلًا
 وَقَوْلُ الْقَائِلِ عَ إِنَّمَا يَعْرِفُ ذَا الْفَضْلِ مِنَ النَّاسِ ذُووَهُ شَاذٌ وَإِذَا قَطَعْتَ
 هَذِهِ الْأَسْمَاءَ عَنِ الْإِضَافَةِ قُلْتَ أَخٌ وَأَبٌ وَحَمٌّ وَهَنٌ وَفَمٌّ وَذُو لَا يَقْطَعُ
 عَنِ الْإِضَافَةِ الْبَتَّةَ هَذَا كُلُّهُ بِتَقْدِيرِ حَرْفِ الْجَرِّ أَمَّا يَذْكَرُ فِيهِ
 حَرْفُ الْجَرِّ لَفْظًا فَسَيَأْتِيكَ فِي الْقِسْمِ الثَّلَاثِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى الْخَاتِمَةُ
 فِي التَّوَابِعِ اعْلَمْ أَنَّ الَّتِي مَرَّتْ مِنَ الْأَسْمَاءِ الْمُعْرَبَةِ كَانَ إِعْرَابُهَا بِالْإِضَافَةِ
 بَانَ دَخَلَتْهَا الْعَوَامِلُ مِنَ الْمَرْفُوعَاتِ وَالْمَنْصُوبَاتِ وَالْمَجْرُورَاتِ فَقَدْ يَكُونُ
 إِعْرَابُ الْإِسْمِ بِتَبَعِيَّةٍ مَاقْبَلَهُ وَيُسَمَّى التَّابِعَ لِأَنَّهُ يَتَّبِعُ مَاقْبَلَهُ فِي الْإِعْرَابِ
 وَهُوَ كُلُّ ثَانٍ مُعْرَبٍ بِإِعْرَابِ سَابِقِهِ مِنْ جِهَةٍ وَاحِدَةٍ وَالتَّوَابِعُ خَمْسَةُ أَقْسَامٍ
 النَّعْتُ وَالْعَطْفُ بِالْحُرُوفِ وَالتَّأَكِيدُ وَالْبَدَلُ وَالْعَطْفُ الْبَيَانُ

پہلے، اسماء سبتہ مکبرہ میں سے اخ، اب، ہم، ہن کو یائے متکلم کی طرف اضافت کے وقت اخی، اسی، ہمی
 اور ہنی پڑھا جائے گا اور فم، کو اکثر کے نزدیک فی یعنی فم، کی واؤ محذوفہ واپس لا کر اس کو یاء کر کے یاء میں ادغام کریں
 گے اور فی پڑھیں گے اور بعض کے نزدیک واؤ واپس نہیں آئے گا اور فی پڑھا جائے گا۔ قولہ وَذُو: اور کلمہ ذُو، جب
 بمعنی صاحب ہو تو ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا اور شاعر کے قول میں واقع اضافت شاذ ہے۔ قولہ وَإِذَا: یعنی جب اسماء
 سبتہ میں سے پہلے پانچ مقطوع عن الإضافة، ہوں تو ان کا لام کلمہ حذف کر کے عین پر اعراب جاری کیا جائے گا، مثلاً اب کہا
 جائے گا اور کلمہ ذُو، مقطوع عن الإضافة نہیں ہوتا۔ قولہ الْخَاتِمَةُ: خاتمہ، توابع کے بیان میں ہے جو پانچ ہیں۔

گر پر سند از توابع گو کہ پنج اینک عیاں نعت و توکید و بدل عطف نسق عطف بیاں

قولہ وَهُوَ كُلُّ ثَانٍ: تابع، وہ دوسرا لفظ ہے جو اپنے سابق کے اعراب کے ساتھ معرب ہو ایک ہی جہت
 سے یعنی دونوں کے اعراب کا سبب ایک ہو۔ فائدہ: تابع کی تعریف میں کُلُّ ثَانٍ سے مجازاً، کُلُّ مُتَاخِرٍ مراد ہے
 لہذا معنی ہوگا کہ تابع وہ بعد میں آنے والا لفظ ہے جو پہلے کے اعراب میں ہو خواہ وہ کسی درجہ میں ہو۔

فصل النعت تابع يدل على معنى في متبوعه نحو جاءني رجل عالم
او في متعلق متبوعه نحو جاءني رجل عالم ابوه ويسمى صفة ايضا
والقسم الاول يتبع متبوعه في عشرة اشياء في الاعراب والتعريف
والتنكير والافراد والتثنية والجمع والتذكير والتانيث نحو جاءني
رجل عالم ورجلان عالمان ورجال عالمون وزيد العالم وامرأة عالمة
والقسم الثاني انما يتبع متبوعه في الخمسة الاول فقط اعني الاعراب
والتعريف والتنكير كقوله تعالى من هذه القرية الظالم أهلها وفائدة
النعت تخصيص المنعوت ان كانا نكرتين نحو جاءني رجل عالم
وتوضيحه ان كانا معرفتين نحو جاءني زيد الفاضل وقد يكون لمجرد
الثناء والمدح نحو بسم الله الرحمن الرحيم وقد يكون للذم نحو اعوذ
بالله من الشيطان الرجيم وقد يكون للتاكيد نحو نفخة واحدة

قوله النعت :- نعت، ايما تابع ہے جو اس معنی پر دلالت کرے جو متبوع یا متعلق متبوع میں پائے جاتے ہیں جیسے
جاءني رجل عالم اور جاءني رجل عالم ابوه۔ فائدہ :- نعت چونکہ جہات کثیرہ سے اپنے متبوع کے تابع ہوتی ہے
مثلاً اعراب، تعریف وغیرہ۔ نیز کثیر الاستعمال ہے اس لئے مصنف نے نعت کو دیگر توابع پر مقدم کیا ہے۔ قولہ والقسم الاول
اور نعت کی پہلی قسم دس چیزوں میں اپنے متبوع کے موافق ہوتی ہے جن کے چار طائفہ ہیں۔ (۱) اعراب (۲) تذكير
وتانيث (۳) تعريف وتكثير (۴) افراد، تثنية اور جمع۔ لہذا یہ مطابقت ہر طائفہ سے کسی ایک چیز میں ہوگی۔ سوال :- امرأة
جوريج میں جوريج صفت ہے حالانکہ مؤنث نہیں ہے؟ جواب :- لفظ جوريج چونکہ مذکر و مؤنث دونوں کيسے بولا جاتا ہے اس
لئے اس مثال میں جوريج مؤنث بولنا ضروری نہیں ہے۔ قولہ والقسم الثاني :- اور صفت کی قسم ثانی پانچ چیزوں میں
موصوف کے موافق ہوتی ہے یعنی اعراب ثلثہ سے کسی ایک میں اور تعريف وتكثير میں سے کسی میں اور باقی پانچ میں فعل کی مثل
ہوتی ہے۔ قولہ وفائدة النعت :- نعت، درج ذیل امور کا فائدہ دیتی ہے۔ (۱) موصوف کی تخصیص کا اگر موصوف و صفت دونوں
نکرہ ہوں جیسے جاءني رجل عالم۔ (۲) موصوف کی توضیح کا اگر دونوں معرفہ ہوں جیسے جاءني زيد الفاضل۔
(۳) مدح و ثنا کا جیسے بسم الله الرحمن الرحيم۔ (۴) ذمت کا جیسے اعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ (۵) تاکيد کا
جیسے نفخة واحدة میں واحدة، صفت، تاکيد کا فائدہ دے رہی ہے کیونکہ وحدت تو نفخة کی تاء سے مفہوم ہو رہی ہے۔

وَأَعْلَمُ أَنَّ النَّكْرَةَ تُوصَفُ بِالْجُمْلَةِ الْخَبَرِيَّةِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ أَبُوهُ عَالِمٌ
أَوْ قَامَ أَبُوهُ وَالْمُضْمَرُ لَا يُوصَفُ وَلَا يُوصَفُ بِهِ فَصَلَّ الْعَطْفُ بِالْحُرُوفِ تَابِعٍ
يُنْسَبُ إِلَيْهِ مَا نُسِبَ إِلَيْهِ مَتَّبِعُهُ وَكِلَاهُمَا مَقْصُودَانِ بِتِلْكَ النِّسْبَةِ وَيُسَمَّى
عَطْفَ النَّسْقِ وَشَرْطُهُ أَنْ يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ مَتَّبِعِهِ أَحَدُ حُرُوفِ الْعَطْفِ
وَسَيَأْتِي ذِكْرُهَا فِي الْقِسْمِ الثَّلَاثِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ وَعَمَرُو

فائدہ:- ذکر کردہ فوائد کے علاوہ بھی نعت کے فائدے ہیں مثلاً (۱) کشف ماہیت جیسے الْجِسْمُ الطَّوِيلُ
العريض العميق۔ (۲) ترجم، جیسے انا زيدا۔ الفقير۔ (۳) برائے تعمیم جیسے كَانَ زَيْدٌ فِي يَوْمٍ مِنَ الْأَيَّامِ۔ قولہ
وَأَعْلَمُ أَنَّ النَّكْرَةَ:- یعنی نکرہ کی صفت کبھی جملہ خبریہ ہوتا ہے کیونکہ متبوع کے معنی پر دلالت جملہ میں بھی پائی جاتی ہے اور
جملہ نکرہ کے حکم میں ہوتا ہے جیسے لَفْظٌ وَضِعَ لِمَعْنَى۔ قولہ وَالْمُضْمَرُ:- یعنی ضمیر نہ موصوف ہوتی ہے اور نہ صفت
موصوف تو اس لئے کہ صفت اگر اس کی توضیح کی جائے گی جو تحصیل حاصل ہے کیونکہ ضمیر اعراف المعارف اور واضح ہے
اور ضمیر صفت اس لئے نہیں ہوتی کہ صفت معنی متبوع پر دلالت کرتی ہے جبکہ ضمیر ذات پر دلالت کرتی ہے۔ سوال:-
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ، میں ضمیر غائب موصوف واقع ہو رہی ہے؟ جواب:- الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ، ضمیر سے بدل
ہے۔ جواب:- اس ارشاد میں ہو، ضمیر نہیں بلکہ یہ اسم الہی ہے اس صورت میں ہو، سَلَوْنِ وَأَوْبِرْهَا جَاءَ كَا۔ قولہ
الْمَعْطُوفُ:- عطف، کے لغوی معنی ہیں ماثل کرنا یہاں عطف بمعنی معطوف ہے۔ چونکہ یہ حروف اپنے مابعد کو ماقبل کے حکم
کی طرف مائل کر دیتے ہیں اس لئے ان کو حروف عطف کہتے ہیں۔ عرف نحات میں معطوف بحرف ایسا تابع ہے جس کی
طرف وہ چیز منسوب کی جائے جو اس کے متبوع کی طرف منسوب کی گئی ہے اور وہ دونوں یعنی تابع اور متبوع اس نسبت سے
مقصود ہوں۔ قولہ وَيُسَمَّى:- یعنی معطوف بحرف کو عطف نسق بھی کہتے ہیں۔ نسق، کے معنی برابر ہونے کے ہیں چونکہ
عطف بحرف میں تابع اور متبوع ایک نسق پر ہوتے ہیں یعنی دونوں مقصود بالنسبت ہوتے ہیں اس لئے اس کو عطف نسق
کہتے ہیں۔ قولہ شَرْطُهُ:- عطف بحرف کی شرط یہ ہے کہ معطوف علیہ اور معطوف کے درمیان حروف عطف سے کوئی ایک
حرف ہو اور حروف عطف دس ہیں جن کو شاعر نے اس طرح جمع کیا ہے۔

وہ حروف عطف مشہور اند یعنی واو، فا، ثم، حتی، او، اما، ام، بل، لکن، ولا

فائدہ:- مصنف کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حرف عطف کا تو شرط اور لازم ہے اور اس کا حذف
ممتنع ہے لیکن بعض کے نزدیک بلا عطف بھی عطف جائز ہے جیسے اَكَلْتُ سَمَكًا، لَبْنَا، تَمْرًا۔

وَإِذَا عَطِفَ عَلَى الضَّمِيرِ الْمَرْفُوعِ الْمُتَّصِلِ يَجِبُ تَأْكِدُهُ بِالضَّمِيرِ
الْمُنْفَصِلِ نَحْوُ ضَرَبْتُ أَنَا وَزَيْدًا إِذَا فُصِّلَ نَحْوُ ضَرَبْتُ الْيَوْمَ وَزَيْدًا
وَإِذَا عَطِفَ عَلَى الضَّمِيرِ الْمَجْرُورِ يَجِبُ إِعَادَةُ حَرْفِ الْجَرِّ نَحْوُ مَرَرْتُ بِكَ
وَبِزَيْدٍ وَاعْلَمْ أَنَّ الْمَعْطُوفَ فِي حُكْمِ الْمَعْطُوفِ عَلَيْهِ إِذَا كَانَ الْأَوَّلُ
صِفَةً لِشَيْءٍ أَوْ خَبَرًا لِأَمْرٍ أَوْ صِلَةً أَوْ حَالًا فَالثَّانِي كَذَلِكَ أَيْضًا

قولہ: واذا عطف :- یعنی جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف کا ارادہ کیا جائے تو پہلے اسکی تاکید ضمیر منفصل کے ساتھ
لانا واجب ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ فاذهب انت ورتک میں انت سے تاکید کی گئی ہے جیسا کہ ابن مالک نے کہا۔

وان على ضمير رفع متصل عطف فافصل بالضمير المنفصل

سوال :- ضمیر کو مرفوع متصل کے ساتھ مقید یوں کیا گیا ہے؟ جواب :- اس لئے کہ ضمیر منصوب مجرور اور ضمیر

مرفوع منفصل پر بلاتا تاکید عطف جائز ہے کہ وہ کسی کا جز نہیں ہوتیں۔ قولہ الا اذا فصل :- یعنی جب ضمیر مذکور اور اس کے

معطوف کے درمیان فاصلہ ہو تو ترک تاکید جائز ہے اور یہ فاصلہ تاکید کے قائم مقام ہو جائے گا جیسے ضربت اليوم وزيد۔

فائدہ :- یہ فاصلہ کبھی حرف عطف سے پہلے ہوتا ہے جیسے ضربت اليوم وزيد میں ہے اور کبھی حرف عطف کے بعد جیسے

ارشاد باری ما اشرکنا ولا اباءنا، میں لا زائد ہر اے تاکید حرف عطف کے بعد فاصلہ ہے۔ قولہ واذا عطف :- یعنی

جب ضمیر مجرور پر عطف کیا جائے تو اسے لئے اعادہ جار واجب ہے اس لئے کہ ضمیر اپنے جار کے ساتھ شدت اتصال کی وجہ

سے منزلہ اس کے جز کے ہو گئی ہے اور کسی کلمہ کے جز پر عطف کرنا جائز نہیں جیسے مررت بک وبزيد میں حرف جار کا اعادہ

کیا گیا ہے۔ سوال :- اعادہ جار کے وقت معطوف میں ماثل پہلا جار ہوگا یا دوسرا؟ جواب :- پہلا جار ماثل ہوگا اس لئے

کہ دوسرا جار صحت عطف سے زائد کیا گیا ہے گویا کہ وہ کا اعدم ہے۔ فائدہ :- اعادہ جار سے کلام میں بصر تین کا مختار ہے اور

بوقت ضرورت ترک اعادہ جار بھی جائز ہے۔ جیسے صلوا علیه والہ میں۔ اور کو فہم کے نزدیک ترک اعادہ جار مطلقاً جائز

ہے اور جرئی کے نزدیک اسرا سم ظاہر سے ضمیر کی تاکید ہو جائے تو عطف بلا اعادہ جار جائز ہے مثلاً مررت بک نفسک

وزيد کہنا درست ہے۔ قولہ اعلم :- اس جگہ مصنف وہ چند مواضع ذکر کرتے ہیں جن میں معطوف اپنے معطوف علیہ کے

حکم میں ہوتا ہے یعنی جب معطوف علیہ کسی چیز کی صفت ہو تو معطوف بھی صفت ہوگا جیسے جاء زيد العاقل والعاقل۔ اور

معطوف علیہ خبر ہو تو معطوف بھی خبر ہوگا جیسے زيد عاقل وشاعر۔ اور معطوف علیہ صلہ ہو تو معطوف بھی صلہ ہوگا جیسے قام

الذي صلي وصام۔ اور اگر معطوف علیہ حال ہو تو معطوف بھی حال ہوگا جیسے قعد زيد مشدودا ومضروباً۔

وَالضَّابِطَةُ فِيهِ أَنَّهُ حَيْثُ يَجُوزُ أَنْ يُقَامَ الْمَعْطُوفُ مَقَامَ الْمَعْطُوفِ عَلَيْهِ
جَازَ الْعَطْفُ وَحَيْثُ لَا فَلَا وَالْعَطْفُ عَلَى مَعْمُولِي عَامِلَيْنِ مُخْتَلِفَيْنِ جَائِزٌ
إِنْ كَانَ الْمَعْطُوفُ عَلَيْهِ مَجْرُورًا مُقَدَّمًا وَالْمَعْطُوفُ كَذَلِكَ نَحْوُ فِي الدَّارِ
زَيْدٌ وَالْحُجْرَةُ عَمْرٌو وَفِي هَذِهِ الْمَسْئَلَةِ مَذْهَبَانِ الْآخِرَانِ وَهُمَا أَنْ يَجُوزَ
مُطْلَقًا عِنْدَ الْفَرَاءِ وَلَا يَجُوزُ مُطْلَقًا عِنْدَ سِبْيَوِيهِ فَضَّلَ التَّائِيدُ

سوال:- زب شاة و سخلتها، میں معطوف پر زب، کا دخول ممنوع ہے کیونکہ وہ معرفہ ہے جبکہ معطوف علیہ پر زب، داخل ہونا جائز ہے کیونکہ شاة، نکرہ ہے جس سے قاعدہ مذکورہ ٹوٹ گیا ہے؟ جواب:- اس مثال میں معطوف پر زب، کا دخول ممنوع نہیں کیونکہ معطوف بھی نکرہ ہے اس لئے کہ نکرہ کی طرف لوٹنے والی ضمیر عند البعض نکرہ ہوتی ہے لہذا ہا، ضمیر کی طرف اضافت کی وجہ سے کلمہ سخلتہ معرفہ نہ ہوا۔ یا اس لئے معطوف نکرہ ہے کہ متکلم کا مقصود اس سے تعین نہیں بلکہ متکلم کی مراد ہے زب شاة و سخلتہ لہا۔ فائدہ:- کچھ امور معطوف علیہ سے مختص ہوتے ہیں اور غیر کی طرف متجاوز نہیں ہوتے ان امور میں معطوف، معطوف علیہ کے علم میں نہیں ہوتا۔ مثلاً معطوف علیہ جب لائے نفی جنس کا اسم نکرہ مفردہ یعنی بر فتح ہوگا تو اس پر معطوف مبنی نہیں ہوگا جیسے لا رجل و زیداً میں معطوف مبنی نہیں ہے۔ قولہ وَالضَّابِطَةُ:- اور عطف کا ضابطہ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جہاں معطوف کو معطوف علیہ کی جگہ رکھنا جائز ہو وہاں عطف بھی جائز ہوگا اور جہاں ناجائز ہوگا وہاں عطف بھی ناجائز ہوگا۔ قولہ وَالْعَطْفُ:- دو مختلف عاملوں کے دو معمولوں پر ایک حرف کے ذریعے عطف کرنے میں تین مذہب ہیں۔ (۱) ایسا عطف مطلقاً ناجائز ہے کیونکہ ایک حرف عطف میں اتنی قوت نہیں کہ دو عاملوں کے قائم مقام ہو سکے۔ (۲) یہ عطف مطلقاً جائز ہے یہ فرأ کا مذہب ہے وجہ جواز یہ ہے کہ وہ اس کو ایک عامل کے دو مختلف معمولوں پر قیاس کرتے ہیں۔ (۳) جمہور کے نزدیک یہ عطف صرف ایک صورت میں جائز ہے وہ یہ کہ معطوف علیہ مجرور ہو اور مرفوع منصوب پر مقدم ہو اور معطوف بھی اسی طرح ہو جیسے فِي الدَّارِ زَيْدٌ وَالْحُجْرَةُ عَمْرٌو، وجہ جواز یہ ہے کہ ایسی تراکیب کلام عرب میں بکثرت موجود ہیں۔ فائدہ:- آپ کو عربی عبارت میں درج ذیل نشانیاں بکثرت ملیں گی۔ ع، عط، عطف، عطف۔ یہ عطف کا مخفف ہیں جس لفظ پر ان میں سے کوئی نشانی ہو اس کے نیچے والا پہلا لفظ معطوف علیہ ہوگا اور دوسرا لفظ معطوف ہوگا۔ قولہ التَّائِيدُ:- مصنف نے عطف بالحروف کے بعد تاکید کا بیان کیا بایں مناسبت کہ بعض حروف عطف تاکید لفظی کیلئے آتے ہیں مثلاً تَمَّ اور فاء جیسے وَاللَّهِ ثُمَّ وَاللَّهِ، وَاللَّهِ فَوَاللَّهِ۔

تَابِعٌ يَدُلُّ عَلَى تَقْرِيرِ الْمَتْبُوعِ فِي مَا نَسِبَ إِلَيْهِ أَوْ عَلَى شُمُولِ الْحُكْمِ لِكُلِّ
فَرْدٍ مِنْ أَفْرَادِ الْمَتْبُوعِ وَالتَّأَكِيدُ عَلَى قِسْمَيْنِ لَفْظِيٍّ وَهُوَ تَكْرِيرُ اللَّفْظِ الْأَوَّلِ
نَحْوُ جَاءَ نِي زَيْدٌ زَيْدٌ وَجَاءَ جَاءَ زَيْدٌ وَمَعْنَوِيٍّ وَهُوَ بِالْفَاظِ مَعْدُودَةٌ وَهِيَ النَّفْسُ
وَالْعَيْنُ لِلرَّوَادِ وَالْمُثْنِيَّ وَالْمَجْمُوعِ بِاخْتِلَافِ الصِّيغَةِ وَالضَّمِيرِ نَحْوُ
جَاءَ نِي زَيْدٌ نَفْسُهُ وَالزَّيْدَانِ أَنْفُسُهُمَا أَوْ نَفْسَاهُمَا وَالزَّيْدُونَ أَنْفُسَهُمْ وَكَذَلِكَ
عَيْنُهُ وَأَعْيُنُهُمَا أَوْ عَيْنَاهُمَا وَأَعْيُنُهُمْ وَجَاءَ تَنِي هُنَا نَفْسَهَا وَجَاءَ تَنِي الْهِنْدَانِ
أَنْفُسَهُمَا أَوْ نَفْسَاهُمَا وَجَاءَ تَنِي الْهِنْدَاتُ أَنْفُسَهُنَّ وَكِلَاوُ كِلْتَا لِلْمُثْنِيَّ خَاصَّةً

قوله تابع - یعنی تاکید و تابع ہے جو اپنے متبوع کی تقریر پر دلالت کرتا اس چیز میں جو متبوع کی طرف منسوب کی
گئی ہو۔ یعنی متبوع کے منسوب ایہ ہونے کو پختہ کر دے تاکہ سامع پر یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ چیز متبوع ہی کی طرف منسوب
ہے کی دوسری شئی کی طرف منسوب نہیں جیسے جَاءَ نِي زَيْدٌ زَيْدٌ یعنی میرے پاس زید بذات خود آیا اس کا پیغام یہاں منسوب نہیں
آتا۔ قولہ او على شمول الحكم - یہ علی تقریر الحكم پر معطوف ہے۔ یعنی تاکید ایسا تابع ہے جو اس بات پر
دلالت کرے کہ حکم مذکور متبوع کے ہر ہر فرد اور ہر ہر جز کو شامل ہے جیسے جَاءَ نِي الْقَوْمُ كُلُّهُمْ فِي الْقَوْمِ، کل اجزا کو شامل
ہے اور لفظ کل نے اس شمول کو پختہ کر دیا ہے۔ قولہ والتأكيد - یعنی تاکید کی دو قسمیں ہیں اول تاکید لفظی جو لفظ کے تکرار
سے حاصل ہوتی ہے۔ تاکید کی یہ قسم تمام الفاظ میں جاری ہوتی ہے خواہ اسم ہوں جیسے جَاءَ نِي زَيْدٌ زَيْدٌ، یا فعل ہوں جیسے
ضَرَبَ ضَرَبَ زَيْدٌ، یا حرف ہوں جیسے اِنْ اِنْ زَيْدًا قَانِمٌ۔ قولہ ومعنوي - تاکید کی دوسری قسم تاکید معنوی ہے جو الفاظ
مخصوصہ کے ساتھ آتی ہے اور وہ نوا الفاظ ہیں۔ قولہ النفس والعين - یعنی یہ دونوں لفظ باختلاف صیغہ و ضمیر واحد، ثننیہ اور جمع
کی تاکید کیلئے آتے ہیں۔ مصنف نے مثالوں میں الزیدان کی تاکید صیغہ جمع (انفسهما) اور صیغہ ثننیہ (نفساهما) سے اس
کے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے صیغہ ثننیہ کی تاکید میں دو قول ہیں ہمہ طور کے نزدیک صیغہ جمع کے ساتھ اور بعض کے نزدیک صیغہ
ثننیہ کے ساتھ۔ قولہ كلاو كلتا - یہ دونوں ثننیہ مذکر و ثننیہ مؤنث کی تاکید کیلئے آتے ہیں اور ان کے ساتھ جو ضمیر ہوتی ہے
وہ متبوع کے غائب، مخاطب اور متکلم ہونے کے لحاظ سے بدلتی رہتی ہے۔ فائدہ - مصنف کے قول خاصہ میں دو احتمال ہیں۔
(۱) یہ کلمہ للمثنی سے حال ہو جو یستعملان، مقدر کا مفعول ہے اِنِ يَسْتَعْمَلَانِ لِتَاكِيدِ الْمُثْنِيَّ خَاصَّةً۔
(۲) خصوص کے معنی میں ہو کہ فعل مقدر کا مفعول مطلق ہو اِنِ خَصَّ الْمُثْنِيَّ بِتَاكِيدِ هُمَا خُصُوصًا۔

نَحْوُ قَامِ الرَّجُلَانِ كِلَاهُمَا وَقَامَتِ الْمَرَاتَانِ كِلْتَاهُمَا وَكُلٌّ وَاجْمَعُ
 وَاکْتَعُ وَابْتَعُ وَأَبْصَعُ لِغَيْرِ الْمُثْنِيِّ بِاخْتِلَافِ الضَّمِيرِ فِي كُلِّ
 وَالصِّيغَةِ فِي الْبَوَاقِي تَقُولُ جَاءَ نَبِي الْقَوْمِ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ اِكْتَعُونَ
 ابْتَعُونَ أَبْصَعُونَ وَقَامَتِ النِّسَاءُ كُلُّهُنَّ جُمِعَ كُتِعَ بَتَعُ بَصَعُ
 وَإِذَا رَدَّتْ تَأْكِيدُ الضَّمِيرِ الْمَرْفُوعِ الْمُتَّصِلِ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنِ
 يَجِبُ تَأْكِيدُهُ بِالضَّمِيرِ الْمُنْفَصِلِ نَحْوُ ضَرَبْتَ أَنْتَ نَفْسَكَ

سوال:- خاصۃ (مؤنث) کو المثنی (مذکر) سے حال بنا نا درست نہیں کیونکہ ذوالحال اور حال کے درمیان

تذکرہ و تانیث میں مطابقت ضروری ہے جو یہاں مفقود ہے؟ جواب:- خاصۃ، کی تاء برائے تانیث نہیں بلکہ برائے

مبالغہ ہے جیسے علامۃ کی تاء برائے مبالغہ ہے۔ قولہ کُلٌّ وَاجْمَعُ:- اور لفظ کُلٌّ وغیرہ یہ پانچوں الفاظ غیر تشبیہ یعنی

مفرد اور جمع کی تاکید کیئے آتے ہیں۔ ان میں لفظ کُلٌّ واحد اور جمع کیئے باختلاف ضمیر آتا ہے اور باقی چار باختلاف صیغہ

آتے ہیں۔ فائدہ:- اکتع، ابتع اور ابصع، اکتع کیلئے ہوں تو اُنکے لئے کوئی معنی نہیں اور جب اجماع کے بعد آئیں

تو معنی اجمع ہوتے ہیں۔ سوال:- تاکید معنوی مذکورہ نو الفاظ کے علاوہ کلمہ اِنَّ اور لام تاکید سے بھی آتی ہے مصنف

نے ان کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ جواب:- یہاں اُس تاکید کا بیان ہو رہا ہے جو از قسم توابع ہے اور وہ تاکید صرف انہیں الفاظ

سے آتی ہے۔ مطلق تاکید کا بیان نہیں کہ دیگر الفاظ تاکید بھی ذکر کرتے۔ قولہ وَإِذَا رَدَّتْ:- اور جب تم ضمیر مرفوع کی

تاکید نفس یا عین کے ساتھ کرنا چاہو تو پہلے ضمیر منفصل کے ساتھ اُس کی تاکید لاؤ اور اس طرح کہو ضَرَبْتَ أَنْتَ

نَفْسَكَ۔ فائدہ:- چونکہ لفظ نفس اور عین، زیادہ تر فاعل واقع ہوتے ہیں جیسے زَيْدٌ ضَرَبَ نَفْسَهُ اور بَشَرٌ جَاءَ

عَيْنُهُ، اس لئے ضروری ہے کہ بوقت تاکید پہلے اُن کی ضمیر منفصل کے ساتھ تاکید لائی جائے تاکہ فاعل اور تاکید فاعل میں

فرق ہو سکے یہی وجہ ہے کہ لفظ کُلٌّ اور اجماع فاعل واقع نہیں ہوتے تو ان میں سے کوئی جب ضمیر متصل کی تاکید واقع ہو تو

پہلے ضمیر متصل کے ساتھ ان کی تاکید ضروری نہیں۔ سوال:- مصنف نے مضمیر کو مرفوع اور متصل کے ساتھ کیوں مقید کیا

ہے؟ جواب:- اس لئے کہ ضمیر منصوب، مجرور اور ضمیر منفصل کی تاکید لفظ نفس اور عین کے ساتھ بغیر کسی شرط کے جائز

ہے جیسے ضَرَبْتَكَ نَفْسَكَ، مَرَزْتَكَ نَفْسَكَ، أَنْتَ نَفْسَكَ قَائِمَةٌ۔

وَلَا يُؤَكَّدُ بِكُلِّ وَاجْمَعَ الْأَمَالَهُ أَجْزَاءُ وَابْعَاضُ يَصْحُ افْتِرَاقُهَا حَسًا كَالْقَوْمِ
 أَوْ حُكْمًا كَمَا تَقُولُ اشْتَرَيْتُ الْعَبْدَ كُلَّهُ وَلَا تَقُولُ أَكْرَمْتُ الْعَبْدَ كُلَّهُ وَاعْلَمْ أَنَّ
 اكْتَع وَابْتَع وَابْصَع اتَّبَاعٌ لِاجْمَعِ وَلَيْسَ لَهَا مَعْنَى هَهُنَا بِذَوْنِهِ فَلَا يَجُوزُ
 تَقْدِيمُهَا عَلَى اجْمَعِ وَلَا ذِكْرُهَا بِذَوْنِهِ **فصل** الْبَدَلُ تَابِعٌ يُنْسَبُ إِلَيْهِ مَا نُسِبَ
 إِلَيْهِ مَتَّبُوعُهُ وَهُوَ الْمَقْصُودُ بِالنِّسْبَةِ دُونَ مَتَّبُوعِهِ وَأَقْسَامُ الْبَدَلِ أَرْبَعَةٌ بَدَلُ
 الْكُلِّ مِنَ الْكُلِّ وَهُوَ مَا مَدْلُولُهُ مَدْلُولُ الْمَتَّبُوعِ نَحْوُ جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ أَخُوكَ وَبَدَلُ
 الْبَعْضِ مِنَ الْكُلِّ وَهُوَ مَا مَدْلُولُهُ جُزْءٌ مَدْلُولُ الْمَتَّبُوعِ نَحْوُ ضَرَبْتُ زَيْدًا
 رَأْسَهُ وَبَدَلُ الْإِشْتِمَالِ وَهُوَ مَا مَدْلُولُهُ مُتَعَلِّقٌ الْمَتَّبُوعِ كَسَلِبَ زَيْدٌ تَوْبَهُ

توبہ ولا یؤکد - یعنی فقط کُلُّ اور اجمع کے ساتھ صرف اس چیز کی تائید کی جاتی ہے جس کے ایسے اجزاء اور اجزائے
 ہوں جو حساً ایک دوسرے سے جدا ہو سکتے ہوں جیسے لفظ قلوبہ یا ضمیر جدا ہو سکتے ہوں جیسے لفظ عبد، تیرے قول اشتریت
 العبد کُلُّہ میں۔ یہی ہے کہ ان دونوں غنوں کی وضع افادہ شمولیٰ کہنے ہے جو صرف ذرا اجزاء میں مقصور ہے اور جس کے اجزاء
 نہیں ہیں وہ شمولیٰ نہ رہتا ہے۔ لہذا اگر صفت العبد کُلُّہ میں کہا جائے گا۔ **فائدہ** - لفظ حساً اور حکماً کے سبب میں
 اور ان میں اختلاف ہے۔ (۱) مفعول مطلق ہوں، محذوف مضارع ای یصح افتراقہا افتراق حس۔ (۲) تائید کی بنا پر منصوب
 ہوں۔ (۳) کان، محذوف و خبر ہوں۔ (۴) محذوف مضارع ہوں ای یصح افتراقہا حال کوئی نہاد ت حس۔
فائدہ - اکتع، ابتع اور ابصع، باب تائید میں اجمع کے تابع ہیں اور اس میں اختلاف ہے کہ اجمع کے بعد ان
 میں سے کس کو یہ جگہ رکھنی ہے۔ ایک ابتع، کی تقدیم اور دوسرے اکتع ہے۔ **فصل** البَدَلُ تَابِعٌ لِمَتَّبِعِهِ وَهُوَ
 مِمَّا يَنْسَبُ إِلَيْهِ مَتَّبِعُهُ وَهُوَ الْمَقْصُودُ بِالنِّسْبَةِ دُونَ مَتَّبِعِهِ وَأَقْسَامُ الْبَدَلِ أَرْبَعَةٌ بَدَلُ
 الْكُلِّ مِنَ الْكُلِّ وَهُوَ مَا مَدْلُولُهُ مَدْلُولُ الْمَتَّبُوعِ نَحْوُ جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ أَخُوكَ وَبَدَلُ
 الْبَعْضِ مِنَ الْكُلِّ وَهُوَ مَا مَدْلُولُهُ جُزْءٌ مَدْلُولُ الْمَتَّبُوعِ نَحْوُ ضَرَبْتُ زَيْدًا رَأْسَهُ وَبَدَلُ
 الْإِشْتِمَالِ وَهُوَ مَا مَدْلُولُهُ مُتَعَلِّقٌ الْمَتَّبُوعِ كَسَلِبَ زَيْدٌ تَوْبَهُ

وَبَدَلَ الْغَلَطِ وَهُوَ مَا يُذَكَّرُ بَعْدَ الْغَلَطِ نَحْوُ جَاءَ نِي زَيْدٌ جَعْفَرٌ وَرَأَيْتُ رَجُلًا
جَمَارًا وَالْبَدَلُ إِنْ كَانَ نِكْرَةً مِّنْ مَّعْرِفَةٍ يَجِبُ نَعْتُهُ كَقَوْلِهِ تَعَالَى بِالنَّاصِيَةِ
نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ وَلَا يَجِبُ ذَلِكَ فِي عَكْسِهِ وَلَا فِي الْمُتَجَانِسِينَ فَضَلَّ عَطْفُ
الْبَيَانِ تَابِعٌ غَيْرُ صِفَةٍ يُوضَحُ مَتَّبِعُهُ وَهُوَ أَشْهَرُ اسْمِي شَيْئٌ نَحْوُ قَامَ أَبُو
حَفْصٍ عُمَرُ وَقَامَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ وَلَا يَلْتَبِسُ بِالْبَدَلِ لَفْظًا فِي مِثْلِ قَوْلِ الشَّاعِرِ
أَنَا بِنُ التَّارِكِ الْبِكْرِيِّ بَشْرٌ ﴿شَعْرٌ﴾ عَلَيْهِ الطَّيْرُ تَرْقُبُهُ وَقُوْعًا

(۴) بدل الغلط، یہ وہ تابع ہے جو مبدل منہ کو غلطی سے ذکر کرنے کے بعد اس کے تدارک کیلئے ذکر کیا جائے

جیسے جاء نسي زيد جعفر۔ قولہ والبدال۔ یعنی بدل اگر نکرہ ہو اور مبدل منہ معرفہ تو بدل کی صفت لانا واجب ہے جیسے

بالناصية ناصية كاذبية۔ فائدہ: بدل اور مبدل منہ کی چار صورتیں ہیں۔ (۱) دونوں معرفہ ہوں۔ (۲) دونوں نکرہ

ہوں۔ (۳) مبدل منہ نکرہ ہو بدل معرفہ ہو۔ (۴) مبدل منہ معرفہ ہو اور بدل نکرہ۔ چونکہ مقصود بالنسبة، بدل ہے اس

لئے اس کو مبدل منہ سے ناقص نہیں ہونا چاہیے اور پہلی تین صورتوں میں چونکہ بدل ناقص نہیں اس لئے صفت سے بدل کی

تخصیص ضروری نہیں اور چوتھی صورت میں بدل، ناقص ہے یعنی نکرہ ہے اس لئے اس کی صفت لانا واجب ہے تاکہ بدل

نکرہ مخصوص ہو کر معرفہ کے قریب ہو جائے۔ قولہ عطف البيان: عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت نہ ہو لیکن موصوف کی

وضاحت کرے۔ قولہ وهو اشهر: یعنی عطف بیان کسی چیز کے دو ناموں میں سے زیادہ مشہور کو کہتے ہیں جیسے ابو

حفص عمر میں ابو حفص (کنیت) جو زیادہ مشہور نہیں ہے مبین ہے اور عمر، جو زیادہ مشہور ہے عطف بیان ہے اور

یہ نام کے عطف بیان ہونے کی مثال ہے اور قام عبد الله ابن عمر، کنیت کے عطف بیان ہونے کی مثال ہے۔ فائدہ:

علم (نام) کی تین قسمیں ہیں۔ اول کنیت، جس کے شروع میں اب یا ابن یا ام یا بنت ہو۔ دوم لقب، جس سے مقصود

مدت یا ذم ہو۔ سوم علم، جو لقب یا کنیت نہ ہو۔ قولہ ولا يلتبس: کچھ لوگ بدل اور عطف بیان میں فرق نہیں کرتے اور

توابع کی صرف چار قسمیں بتاتے ہیں مصنف ان کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بدل اور عطف بیان میں لفظاً اور معنی فرق

موجود ہے۔ فرق معنوی تو اس طرح کہ بدل مقصود بالنسبت ہوتا ہے اور عطف بیان مقصود بالنسبت نہیں ہوتا اور فرق

لفظی شاعر کے قول سے واضح ہے کہ لفظ بشر کو البکری سے عطف بیان بنانا جائز ہے جبکہ بدل بنانا جائز نہیں جس سے

معلوم ہوا کہ عطف بیان اور بدل، شئی واحد نہیں ہیں۔ ترجمہ شعر۔ میں اس شخص کا بیٹا ہوں جو بکری بشر جیسے بہادر کو قتل

کر کے چھوڑ دیتا ہے اس حال میں کہ پرندے اس کے مرنے کا انتظار کر رہے ہیں۔

الباب الثاني في الاسم المبني وهو اسم وقع غير مركب مع غيره مثل
اب ت ث ومثل واحد واثنان وثلاثة وكلفظة زيد وحده فإنه مبني بالفعل على
السكون ومغرب بالقوة أو شابه مبني الأصل بأن يكون في الدلالة على
معناه محتاجاً إلى قرينة كالإشارة نحو هؤلاء ونحوها أو يكون على أقل من
ثلاثة أحرف أو تضمن معنى الحرف نحو ذومن وأحد عشر إلى تسعة عشر

فائدہ:- شاعر کے قول میں لفظ بشر والبسکری سے بدل بنانا اس لئے جائز نہیں کہ بدل تکرار عامل کے حکم میں ہوتا ہے لہذا تقدیر عبارت ہوگی التارک بشر اور یہ ترکیب تخفیف کا فائدہ نہ دینے کی بنا پر الضارب زید کی مثل ناجائز ہے۔

قوله **الباب الثاني في الاسم المبني** :- دوسرا باب اسم مبنی کے بیان میں ہے۔ مبنی، بسا بمعنی عدم تغیر سے ماخوذ ہے۔ چونکہ اسم کی اس قسم کا آخر عوامل کے تغیر سے متغیر نہیں ہوتا اس لئے اس کو مبنی کہتے ہیں اور مبنی کی دو قسمیں ہیں۔ قوله **وهو اسم** :- اس عبارت میں مصنف نے مبنی کی قسم اول کی تعریف بیان کی ہے یعنی مبنی وہ اسم ہے جو اپنے غیر (عامل) کیساتھ مرکب نہ ہو جیسے ا، ب، ت، ث اور جیسے اسمائے اعداد واحد، اثنان، ثلاثة اور جیسے لفظ زید تنہا یعنی غیر مرکب۔ قوله **فإنه مبني** :- یعنی اس قسم کے اسماء مبنیہ، بالفعل (یعنی موجودہ صورت میں) مبنی علی السکون ہیں لیکن بالقوة معرب ہیں یعنی جب عامل کے ساتھ واقع ہوتے ہیں تو ان پر اعراب آجاتا ہے جیسا کہ حدیث میں الف ح ح ر ف، لام ح ر ف، مینہ ح ر ف، آیا ہے۔ فائدہ:- مصنف کے قول میں ا، ب، ت، ث سے مراد ان حروف کے اسماء ہیں یعنی الف، باء وغیرہ باقی قرینہ کہ یہ بکثرت اسم مبنی کی ہے نہ حرف کی اور ا، ب، ت، ث تو حروف تہجی ہیں۔ قوله **أو شابه** السخ :- یہ قسم دوم کی تعریف ہے یعنی مبنی وہ اسم ہے جو مبنی الاصل کے ساتھ مشابہت (مناسبت) رکھتا ہو، اور مبنی الاصل تین چیزیں ہیں فعل ماضی، امر حاضر معروف اور جملہ حروف۔ فائدہ:- اس مشابہت و مناسبت سے مراد ایسی مشابہت و مناسبت ہے جو اعراب کے روکنے میں مؤثر ہو اور اسکی تین قسمیں ہیں، قسم اول :- اسم اپنے معنی پر دلالت کرنے میں قرینہ کا محتاج ہو جیسے اسمائے اشارہ، مضمومات وغیرہ۔ قسم دوم :- اسم کی بنا تین حروف سے ہو جیسے ذ، ص، من۔ قسم سوم :- اسم میں مبنی اصل کا معنی پایا جائے یا مبنی اصل کو متضمن ہو جیسے احد عشر سے تسعة عشر تک۔ فائدہ:- مشابہت، دو چیزوں کا ایک ایسے خاص وصف میں شریک ہونا جو ایک شئی کو لازم اور اس کا وصف مشہور ہو جیسے کہ اسد اور راجل شجاع، وصف شجاعت میں شریک ہیں اور شجاعت، اسد کا وصف مشہور ہے۔ مناسبت دو چیزوں کا ایک ایسے خاص وصف میں شریک ہونا جو دونوں کو لازم ہو جیسے زید اور خالد کا وصف شجاعت میں شریک ہونا۔ محاسنت، دو چیزوں کا جنس میں شریک ہونا جیسے انسان اور فرس کی شرکت حیوانیت میں۔ مماثلت، دو چیزوں کا نوع میں شریک ہونا جیسے زید اور بکر کی شرکت، انسانیت میں۔ مشاکلت، دو چیزوں کا شکل و صورت میں ایک جیسا ہونا جیسے دیوار پر شیر کی منقش صورت اور شیر، ہم شکل ہوتے ہیں۔

وَهَذَا الْقِسْمُ لَا يَصِيرُ مُعْرَبًا أَصْلًا وَحُكْمُهُ أَنْ لَا يَخْتَلِفَ آخِرُهُ بِاخْتِلَافِ
الْعَوَامِلِ وَحَرَكَاتِهِ تُسَمَّى ضَمًّا وَفَتْحًا وَكَسْرًا وَسُكُونًا وَقَفًّا وَهُوَ
عَلَى ثَمَانِيَةِ أَنْوَاعِ الْمُضْمَرَاتِ وَأَسْمَاءِ الْأَشَارَاتِ وَالْمَوْصُولَاتِ
وَأَسْمَاءِ الْأَفْعَالِ وَالْأَصْوَاتِ وَالْمُرَكَّبَاتِ وَالْكِتَابَاتِ وَبَعْضِ الظُّرُوفِ

قولہ: وهذا القسم:- اور مثنیٰ کی یہ قسم کبھی معرب نہیں ہوتی نہ بالفعل اور نہ بالقوۃ، بخلاف قسم اول کے کہ وہ ترکیب کے بعد معرب بن جاتی ہے۔ فائدہ: - مثنیٰ کی قسم ثانی میں جب کسی اسم میں مثنیٰ اصل کی مشابہت کے معارض کوئی اور مشابہت پائی جائے تو پھر وہ اسم معرب ہو جاتا ہے جیسے اثناعشر حرف کو متضمن ہونے کی بنا پر مثنیٰ الاصل کے مشابہت سے مکر حذف نون میں مضاف کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اس کا پہلا جزء معرب ہے۔ قولہ حکمہ: - اور مثنیٰ کی قسم ثانی کا حکم یعنی اثر جو اس پر مرتب ہوتا ہے یہ ہے کہ اس کا آخر، عوامل کے بدلنے سے نہیں بدلتا۔ فائدہ: - حکمہ کی ضمیر کا مرجع مطلق مثنیٰ نہیں بلکہ مثنیٰ کی قسم ثانی ہے اس لئے کہ قسم اول ترکیب مع العامل کے بعد معرب ہو جاتی ہے اور اس کا آخر عوامل کے بدلنے سے بدل جاتا ہے جیسے جاء نبی زید، رأيت زيدا، مررت بزید۔ قولہ وحرکاتہ: - اور مثنیٰ کے حرکات کا نام ضم، فتح اور کسر رکھا گیا ہے اور اس کے سکون کا نام وقف۔ فائدہ: - نجات بصرہ، معرب اور مثنیٰ کے حرکات کے ناموں میں فرق کرتے ہیں چنانچہ ان کے نزدیک مثنیٰ کے حرکات کا نام ضم، فتح، کسر اور سکون کا نام وقف ہے اور معرب کے حرکات کا نام رفع، نصب اور نحر۔ جبکہ ضمہ، فتحة اور کسرة حرکات اعرابیہ وبنائیہ میں مشترک ہے، لیکن نجات کوفہ کے نزدیک ان میں کوئی فرق نہیں وہ مثنیٰ پر معرب کے حرکات اور معرب پر مثنیٰ کے حرکات بول دیتے ہیں۔ قولہ وھو: - یعنی مثنیٰ کی آٹھ قسمیں ہیں مضمرات وغیرہ۔ المضمرات اور اس کے معطوفات کو انواع سے بدل کی بنا پر مجرور پڑھ سکتے ہیں اور مبتدا مقدر احدھا وغیرہ کی خبر کی بنا پر مرفوع بھی پڑھ سکتے ہیں۔ فائدہ: - اصوات، اسماء نہیں اس لئے کہ اسم کی وضع معنی کے لئے ہوتی ہے جبکہ اصوات کی وضع معنی کیلئے نہیں ہے اسی لئے مصنف نے انکا ذکر نہیں کیا اور انکا ذکر اسماء مبنیہ میں اس لئے کیا گیا کہ یہ ملحق بالاسماء ہیں۔ قولہ وبعض الظروف: - ظروف، تمام مثنیٰ نہیں بلکہ کچھ معرب بھی ہیں اس لئے وبعض الظروف کہا اور موصولات اکثر مثنیٰ ہیں اس لئے بعض الموصولات نہیں کہا لان لاکثر حکم الكل۔ المضمرات اسماء مبنیہ میں ضمائر کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ضمائر کے تمام افراد بالاتفاق مثنیٰ ہیں اور کوئی ضمیر معرب نہیں ہوتی۔ وجہ بنا: - ضمائر کے مثنیٰ ہونے کی وجہ یا تو ان کی احتیاج الی المرجع میں حرف کے ساتھ مشابہت ہے یا حرف کے ساتھ ان کی وضعی مشابہت ہے یعنی دو حرفی ہونا اور زائد حرف والی ضمیریں دو حرفی پر محمول ہیں۔

فَضْلُ الْمُضْمَرِ اسْمٌ وَضِعَ لِيَدُلَّ عَلَى مُتَكَلِّمٍ أَوْ مُخَاطَبٍ أَوْ غَائِبٍ تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ لَفْظًا أَوْ مَعْنَى أَوْ حُكْمًا وَهُوَ عَلَى قِسْمَيْنِ مُتَّصِلٌ وَهُوَ مَا لَا يُسْتَعْمَلُ وَخَدَهُ إِمَامُ رَفُوعٍ نَحْوُ ضَرَبْتُ إِلَى ضَرْبِنِ أَوْ مَنْصُوبٌ نَحْوُ ضَرَبْنِي إِلَى ضَرَبْتَهُنَّ وَإِنِّي إِلَى إِنْهَنَّ أَوْ مَجْرُورٌ نَحْوُ غَلَامِي وَلِي إِلَى غَلَامِهِنَّ وَلَهُنَّ وَمُنْفَصِلٌ وَهُوَ مَا يُسْتَعْمَلُ وَخَدَهُ إِمَامُ رَفُوعٍ نَحْوُ أَنَا إِلَى هُنَّ أَوْ مَنْصُوبٌ نَحْوُ أَيَّيَّ إِلَى أَيَّاهُنَّ فَذَلِكَ سِتُّونَ ضَمِيرًا

قولہ المضمرة :- یعنی ضمیر ایسا اسم ہے جو متکلم، مخاطب یا ایسے غائب پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہو جو لفظاً یا معنی یا صماند ہو۔ قولہ لفظاً :- ضمیر کا مرجع یا لفظاً تحقیقاً مقدم ہوگا جیسے ضرب زید غلامہ میں زید، تحقیقاً مقدم ہے، یا تقدیراً مقدم ہوگا جیسے ضرب غلامہ زید میں زید بنا بر فاعلیت تقدیراً مقدم ہے۔ قولہ اومعنی :- مرجع کے معنی مقدم ہونے سے مراد یہ ہے کہ جو لفظ مرجع کو متضمن ہے وہ ضمیر سے پہلے ہو۔ جیسے اعدلوا هو اقرب للتقویٰ میں ضمیر کے مرجع، عدلوا اعدلوا متضمن ہے اور وہ ضمیر سے پہلے ہے۔ قولہ اوحکماً :- تقدم حکمی ضمیر شان اور ضمیر قصہ میں ہوتا ہے جو ما حاضر فی الذہن کی طرف لوٹا کرتی ہے جیسے قل هو اللہ احد میں ضمیر شان (ہو) کا مرجع حکماً مقدم ہے۔ قولہ وهو علی قسمین :- اور مضمرة کی دو قسمیں ہیں۔ اول :- مضمرة متصل یعنی جو تنہا مستعمل نہ ہوتی ہو اور اسکی تین قسمیں ہیں (۱) مرفوع (۲) منصوب اور (۳) مجرور۔ فائدہ :- ضمیر متصل کا بیان پہلے کیا اس لئے کہ اصل ضمائر میں اتصال ہے۔ دوم :- مضمرة منفصل یعنی جو تنہا مستعمل ہوتی ہو اور اسکی دو قسمیں ہیں (۱) مرفوع (۲) منصوب۔ اور ضمیریں کل بحذف مکرر ساٹھ ہیں۔ فائدہ :- ضمیر مجرور منفصل نہیں آتی اسلئے کہ ضمیر منفصل کی اس کے عامل پر تقدیم جائز ہے اگر ضمیر مجرور منفصل آئے تو اس کی تقدیم بھی عامل پر جائز ہوگی، جس سے مجرور کی تقدیم جار پر لازم آئے گی جو جائز نہیں۔ فائدہ :- (۱) ضمیر منصوب متصل اور ضمیر مجرور متصل برائے واحد مذکر غائب جب کسرہ کے بعد واقع ہو تو کسرہ اشباعی کے ساتھ پڑھی جاتی ہے جیسے بہ، بغلامہ اور ازمہ، (۲) اگر یاء ساکن کے بعد واقع ہو تو خالص کسرہ کے ساتھ پڑھی جاتی ہے جیسے فیہ، اضربہ (۳) حرف صحیح ساکن کے بعد واقع ہو تو خالص ضمہ کے ساتھ پڑھی جاتی ہے جیسے منہ، ومن نعمة (۴) ارفحہ یا ضمہ کے بعد واقع ہو تو ضمہ اشباعی کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ رجمہ، يضربہ، لہ۔ (۵) ارف یا واؤ ساکن کے بعد واقع ہو تو ضمہ خالص کیساتھ پڑھی جاتی ہے جیسے اشتراہ، خذوہ۔ اور (۶) ضمیر جمع مذکر (ہم) اور جمع مؤنث (ہن) اور ضمیر تشبیہ (ہما) اگر یائے ساکن یا کسرہ کے بعد واقع ہو تو مکسور پڑھی جائے گی جیسے علیہم، علیہن، علیہما، ازمہم، ازمہن اور ازمہما، ورنہ مضموم پڑھی جائے گی جیسے لہم، لہن وغیرہ۔ اور ما انسانیہ میں یائے ساکن کے بعد ضمیر میں ضمہ خالص اور وینخلد فیہ مہاناً میں کسرہ اشباعی پڑھنا قلیل ہے اور سماع پر موقوف ہے۔

وَأَعْلَمُ أَنَّ الْمَرْفُوعَ الْمُتَّصِلَ خَاصَّةً يَكُونُ مُسْتَتِرًا فِي الْمَاضِي لِلْغَائِبِ
وَالْغَائِبَةِ كَضَرَبَ أَيُّ هُوَ وَضَرَبَتْ أَيُّ هِيَ وَفِي الْمُضَارِعِ الْمُتَّكِلِمِ مُطْلَقًا
نَحْوُ أَضْرِبُ أَيُّ أَنَا وَنَضْرِبُ أَيُّ نَحْنُ وَلِلْمُخَاطَبِ كَتَضْرِبُ أَيُّ أَنْتَ
وَلِلْغَائِبِ وَالْغَائِبَةِ كَيَضْرِبُ أَيُّ هُوَ وَتَضْرِبُ أَيُّ هِيَ وَفِي الصِّفَةِ أَعْنَى اسْمِ
الْفَاعِلِ وَالْمَفْعُولِ وَغَيْرَهُمَا مُطْلَقًا وَلَا يَجُوزُ اسْتِعْمَالُ الْمُتَّصِلِ إِلَّا عِنْدَ
تَعَذُّرِ الْمُتَّصِلِ كَأَيَّاكَ نَعْبُدُ وَمَا ضَرَبَكَ إِلَّا أَنَا وَأَنَا زَيْدٌ وَمَا أَنْتَ إِلَّا قَائِمًا

قولہ اعلم :- مصنف علیہ الرحمۃ اقسام ضمیر بیان کرنے کے بعد کلمہ اعلم کے ساتھ مخاطب کو متوجہ کر کے ضمیر مرفوع کے مواضع استتار ذکر کرتے ہیں۔ اور وہ تین ہیں۔ اول :- فعل ماضی، جس کے دو صیغوں میں ضمیر، مستتر ہوتی ہے۔ مثلاً ضرب میں ہو اور ضربت میں ہی۔ دوم :- فعل مضارع، جس کے پانچ صیغوں میں ضمیر، مستتر ہوتی ہے۔ مثلاً يضرب میں ہو، تضرب میں ہی، تضرب میں انت، اضرب میں انا اور نضرب میں نحن۔ سوم :- صغہائے صفت، صفت کے تمام صیغوں میں ضمیر، مستتر ہوتی ہے کیونکہ ان میں استتار ضمیر پر قرینہ موجود ہے مثلاً صیغہ تشبیہ میں الف اور صیغہ جمع میں واو اور صیغہ مفرد، ان پر محمول ہے۔ سوال :- ہو مبنی بر فتح ہے یا مبنی بر ضم؟ جواب :- بصریہ کے نزدیک مبنی بر فتح ہے اور واو جزو کلمہ ہے اور کو فیہ کے نزدیک مبنی بر ضم ہے اور واو برائے اشباع ہے قول اول صحیح ہے کہ حرف اشباع، متحرک نہیں ہوتا اور ہی بصریہ کے نزدیک مبنی بر فتح اور کو فیہ کے نزدیک مبنی بر کسر ہے۔ قولہ ولا یجوز :- یعنی ضمیر منفصل لانا صرف اس وقت جائز ہے جب ضمیر متصل لانا معذر ہو اس لئے کہ ضمیر کی وضع اختصار کیلئے ہے اور ضمیر متصل، قلت حروف کی وجہ سے منفصل سے مختصر ہے لہذا ضمیر منفصل کی طرف عدول اس وقت ہوگا جب متصل معذر ہو مثلاً مَا أَنْتَ قَائِمًا میں کہ ما، حرف ہے جس کے ساتھ ضمیر، متصل نہیں ہو سکتی۔ فائدہ :- ضمیر متصل کے مواضع تَعَذُّرُ یہ ہیں (۱) جب ضمیر اپنے عامل پر مقدم ہو جیسے اَيَّاكَ نَعْبُدُ وجہ تعذریہ ہے کہ ضمیر کا اتصال آخر میں ہوتا ہے۔ اور یہ اول میں ہے۔ (۲) جب ضمیر اور اس کے عامل کے درمیان کسی ایسی غرض کیلئے فصل ہو کہ وہ غرض بلا فصل فاصل حاصل نہ ہو سکتی ہو مثلاً فصل برائے قصر، جیسے مَا ضَرَبَ الْآنَا۔ (۳) جب عامل حرف ہو اور ضمیر مرفوع ہو جیسے مَا أَنْتَ قَائِمًا، اس لئے کہ ضمیر مرفوع حرف سے متصل نہیں ہو سکتی۔ (۴) جب ضمیر کا عامل معنوی ہو جیسے هُوَ زَيْدٌ میں عامل ضمیر معنی ابتدا ہے اور وجہ تعذریہ ہے کہ ضمیر کا اتصال عامل معنوی سے نہیں ہو سکتا۔ (۵) جب ضمیر کا عامل محذوف ہو کیونکہ محذوف سے بھی اتصال نہیں ہو سکتا جیسے اَيَّاكَ وَالشَّرَّ۔

وَاعْلَمَ أَنَّ لَهُمْ ضَمِيرًا يَقَعُ قَبْلَ جُمْلَةٍ تَفْسِيرُهُ وَيُسَمَّى ضَمِيرَ الشَّانِ فِي الْمَذْكَرِ وَضَمِيرَ الْقِصَّةِ فِي الْمُؤَنَّثِ نَحْوُ قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَإِنَّهَا زَيْنَبُ قَائِمَةٌ وَيَدْخُلُ بَيْنَ الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ صَيغَةٌ مَرْفُوعٍ مُتَفَصِّلٍ مُطَابِقٍ لِلْمُبْتَدَأِ إِذَا كَانَ الْخَبَرُ مَعْرِفَةً أَوْ أَفْعَلَ مِنْ كَذَا وَيُسَمَّى فَضْلًا لِأَنَّهُ يُفَصِّلُ بَيْنَ الْخَبَرِ وَالصِّفَةِ نَحْوُ زَيْنَدٌ هُوَ الْقَائِمُ وَكَانَ زَيْنَدٌ هُوَ أَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو وَقَالَ اللَّهُ تَعَالَى كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ

قولہ واعلم :- مصنف علیہ الرحمۃ نے ضمیر کی تعریف میں ضمیر غائب کیسے مرجع کا مذکور ہونا ضروری قرار دیا تھا اب بطور استثناء ایک ایسی ضمیر کا ذکر کرتے ہیں جو ضمیر غائب ہے لیکن اس کا مرجع مذکور نہیں ہوتا اور کلام عرب میں ایسی ضمیر کا نام جائز بھی ہے چنانچہ فرمایا نحوات کے ہاں ایک ایسی ضمیر ہے جو جملہ سے پہلے واقع ہوتی ہے اور جملہ اسکی تفسیر کرتا ہے، یہ ضمیر مذکور کی ہوتی ضمیر شان کہلاتی ہے اور مؤنث کی ہوتی ضمیر قصہ۔ ضمیر شان کی مثال قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ ہے اور ضمیر قصہ کی مثال انہا زینب قائمۃ ہے۔ فائدہ :- نحوات بصرہ کے ہاں اس ضمیر کا نام ضمیر شان و ضمیر قصہ ہے اس لئے کہ یہ کسی واقعہ کی شان و عظمت پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ کسی چیز کو مبہم ذکر کرنے کے بعد اسکی تفصیل کرنے سے سامع کے ذہن میں اسکی قدر و منزلت سمجھ جاتی ہے۔ اور نحوات و فہ اس ضمیر کو ضمیر مجہول کہتے ہیں۔ قولہ ویدخل :- یعنی مبتدأ اور خبر کے درمیان صیغہ مرفوع متصل داخل ہوتا ہے جو افراد، تشبیہ، جمع اور تذكیر و تانیث اور تکلم و خطاب اور غیبت میں مبتدأ کے مطابق ہوتا ہے (جبکہ خبر معرف ہو یا اسم تفصیل مستعمل بمن) اور نحوات بصرہ اسکو ضمیر فصل کے نام سے یاد کرتے ہیں کیونکہ یہ ضمیر مبتدأ اور صفت کے درمیان فرق کر دیتی ہے یعنی یہ بات واضح کر دیتی ہے کہ اسکا ما بعد اس کے ما قبل کی خبر ہے صفت نہیں جیسے زیندہ هو القائم۔ سوال :- ضمیر فصل لانے کیسے خبر کا معرفہ ہونا یا اسم تفصیل مستعمل بمن ہونا کیوں ضروری ہے؟ جواب :- امتباس اس وقت ہوتا ہے جب خبر معرفہ ہو اس لئے کہ معرفہ معرفہ کی صفت واقع نہیں ہوتا لہذا ضمیر نے اگر یہ واضح کر دیا کہ اس کا ما بعد اس کے ما قبل کی صفت نہیں کہ موصوف اور صفت میں فصل نہیں ہوتا اور اسم تفصیل مستعمل بمن معرفہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ فائدہ :- مصنف نے صیغہ مرفوع کہا ضمیر مرفوع نہیں کہا اس لئے کہ یہ کلمہ بعض کے نزدیک اسم نہیں کیونکہ یہ معنی غیر مستقل پر دلالت کرتا ہے یعنی رفع الالباس پر لہذا یہ حرف ہوا اور ضمیر، اسم ہوتی ہے۔ اور بعض کے نزدیک یہ اسم ہے۔ مصنف نے دونوں فریٹیوں کی رعایت کرتے ہوئے اسکو صیغہ کیساتھ تعبیر کیا کیونکہ اس کے صیغہ ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

**فصل أسماء الإشارة ما وضع ليذل على مشار إليه وهي خمسة ألفاظ
لستة معان وذلك ذاللمذكر وذان وذین لمثناء وتاوتی وتة وذة وتھی
وذھی للمؤنث وتان وتین لمثناء وأولاء بالمد والقصر لجمعهما**

قوله أسماء الإشارة :- اسماء اشاره، وہ اسماء ہیں جن میں سے ہر ایک مثلاً الیہ پر دلالت کرنے کیلئے وضع کیا گیا ہو۔ انکی بنا کا سبب یا تو حرف کے ساتھ مشابہت ہے کہ یہ مشار الیہ کے محتاج ہوتے ہیں یا ان میں سے بعض کی وضع حرف جیسی ہے مثلاً ذال اور ذی، حرف کی طرح دو حرفی ہیں اور جنکے حرف دو سے زائد ہیں وہ دو حرفی پر محمول ہو کر مثنیٰ ہیں۔ فائدہ :- اسماء اشاره ان معانی کیلئے وضع کئے گئے ہیں جن کی طرف اشارہ جیسے کیا جاتا ہے اور ارشادِ باری تعالیٰ ذالکم اللہ ربکم میں مثلاً الیہ اپنی عظمت کی وجہ سے بمنزلہ محسوس و مشاہد کے ہے اور ضمیر غائب و لامِ غیب سے بھی اشارہ ہوتا ہے مریہ اشارہ ذبیہ ہوتا ہے۔ قوله وهي خمسة ألفاظ :- اور اسماء اشاره پانچ الفاظ ہیں چھ معانی کے لئے اس لئے کہ جمع مذکر و مؤنث دونوں کے لئے ایک لفظ ہے۔ ان پانچ کی تفصیل اس طرح ہے کہ ذال مفرد مذکر کیلئے ہے، ذان اور ذین تثنیہ مذکر کیلئے ہیں۔ فائدہ :- نحوات کوفہ کے نزدیک اسم اشاره فقط ذال ہے جس کے بعد الف زائدہ ہے اور انخفش کے نزدیک ذال کا الف یاء سے بدلا ہوا ہے کیونکہ ذال اصل میں ذی بتشدید یاء تھا، یائے ثانی کو بوجہ تخفیف حذف کیا تو ذی رہ گیا پھر یاء کو الف کر دیا تاکہ کئی کی شکل و صورت سے نکل جائے جو حرف ہے تو ذال ہوا۔ سوال :- کیا ذان بھی مثنیٰ ہے؟ حالانکہ یہ حالت نصب و جر میں ذین ہو جاتا ہے یعنی اس کا الف، یاء ہو جاتا ہے۔ جواب :- زجاج کے نزدیک تو مثنیٰ ہے بلکہ ہر تثنیہ اس کے نزدیک حرف کو متضمن ہونے کی وجہ سے مثنیٰ ہے کیونکہ زیدان اس کے نزدیک دراصل زید و زید ہے اور ہذان، ہذا و ہذا ہے۔ زجاج کے علاوہ باقی نحوات میں سے بعض کے نزدیک ہذان مثنیٰ ہے اور علت بنا وہی ہے جو ذال میں ہے اور بعض کے نزدیک معرب ہے اس لئے کہ الف، یاء سے بدل جاتا ہے۔ قوله وتاوتی الخ :- یعنی تا، تہی اور ذی وغیرہ یہ تمام الفاظ واحد مؤنث کے لئے ہیں بعض کے نزدیک ان میں اصل لفظ ذی ہے کہ ذال کے مقابلہ میں مؤنث کے لئے ہے اور ذال کے الف کو یاء کر دینے سے بنا ہے اور بعض کے نزدیک تا اصل ہے اس لئے کہ تثنیہ صرف اسی کا آتا ہے یعنی تان اور تین۔ قوله وتان :- تان اور تین تثنیہ مؤنث کیلئے ہے اور اولاء مد اور قصر کیساتھ جمع مذکر و مؤنث کیلئے ہے۔

وَقَدْ يَلْحَقُ بِأَوَائِلِهَا هَاءُ التَّنْبِيهِ نَحْوُ هَذَا وَهَذَا، وَهُوَ لَاءٌ
وَيَتَّصِلُ بِأَوَاخِرِهَا حَرْفُ الْخِطَابِ وَهُوَ أَيْضًا خَمْسَةٌ الْفَاظُ لِسِتَّةِ مَعَانٍ
نَحْوُ كَ، كَمَا، كُمْ، كِ، كُنَّ، فَذَلِكَ خَمْسَةٌ وَعِشْرُونَ الْحَاصِلُ مِنْ ضَرْبِ
خَمْسَةٍ فِي خَمْسَةٍ وَهِيَ ذَاكَ، إِلَى ذَا كُنَّ، وَذَانِكَ، إِلَى ذَانِكُنَّ، وَكَذَلِكَ
الْبَوَاقِي وَاعْلَمْ أَنَّ ذَا لِلْقَرِيبِ وَذَلِكَ لِلْبَعِيدِ وَذَاكَ لِلْمُتَوَسِّطِ

قولہ: وقد يلحق :- اور کبھی اسماء اشارہ کے شروع میں ہائے تنبیہ لاحق کی جاتی ہے تاکہ مخاطب اس مضمون سے غافل نہ رہے جسے متکلم بیان کر رہا ہے جیسے هذا اور کبھی اس ہاء کے بدلے لام آتا ہے جیسے ذلك میں، یہی وجہ ہے کہ ہاء اور لام جمع نہیں ہوتے اور هذا لک نہیں کہتے۔ فائدہ: - لحوق کے معنی اگرچہ آخر میں آنے کے ہیں مگر یہاں مجازاً اول میں آنا مراد ہے اور یہاں لحوق سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حرف تنبیہ اسم اشارہ کا جز نہیں ہے۔ قولہ ويتصل الخ :- اور ان اسماء اشارہ کے آخر میں حرف خطاب (کاف) لاحق کیا جاتا ہے تاکہ وہ مخاطب کے مفرد، تشنیہ، جمع اور مذکر و مؤنث ہونے پر دلالت کرے اور حرف خطاب بھی پانچ لفظ ہیں چھ معانی کیلئے جیسے ك، كما وغیرہ۔ فائدہ: - اسماء اشارہ کے آخر میں آنے والا كاف، حرف ہے اس لئے کہ مستقل بالمفہومیت نہیں ہے اور حرف خطاب آنے سے اسم اشارہ ذالكما اور ذالكم برائے تشنیہ و جمع نہیں ہو جاتے اور نہ ذالكن جمع مؤنث کیلئے بلکہ یہ سب واحد کے لئے ہیں جیسے ذالكم اللہ ربکم میں ذالكم واحد کیلئے ہے۔ سوال: - حرف میں تصریف نہیں ہوتی اور كاف میں تصریف ہے جیسے ك، كما، كم، لہذا كاف خطاب اسم ہونا چاہئے؟ جواب: - اس میں تصریف محض اسلئے ہے کہ اسکی شکل بصورت كاف ضمیر جیسی ہے جس میں تصریف ہوتی ہے۔ قولہ اعلم ان ذاك :- یعنی اسم اشارہ ذاك کیسا تھ مشابہ الیہ قریب کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے اس لئے کہ اس کے حروف کم ہیں جو قلت مسافت پر دلالت کرتے ہیں اور ذالك بعید کیلئے ہے کہ اس میں کثرت حروف ہیں جو کثرت مسافت پر دلالت ہیں اور ذاك متوسط کیلئے ہے کیونکہ اس کے حروف متوسطہ قلت مسافت پر دلالت ہیں۔ چونکہ متوسط کا تعین طرفین کے تعین پر موقوف ہے اس لئے ذاك کا ذکر بعد میں کیا۔ فائدہ: - تین جگہ ذالك کے لام کا ترک واجب ہے (۱) تشنیہ میں جیسے ذانك (۲) جمع میں جب مد کیساتھ ہو جیسے اولئك (۳) جب حرف تنبیہ شروع میں آجائے جیسے هذا۔

فصل الموصول اسم لا یصلح ان یكون جزاً تاماً من جملة إلا بصلة بعده
والصلة جملة خبریة ولا بد من عائد فیها یعود الی الموصول مثاله الذی
فی قولنا جاء الذی ابوه قائم او قام ابوه والذی للمذکر واللذان واللذین
لمثنائہ والذی للمؤنث واللتان واللتین لمثنائہا والذین والآلی لجمع
المذکر واللاتی واللواتی واللآلی لجمع المؤنث وما ومن وائی وایة وذو
بمعنی الذی فی لغة بنی طی کقول الشاعر۔

فان الماء ماء ابي وجدی شعر وبیروی ذو حفرت وذو طویت

ای الذی حفرتہ والذی طویتہ

● **الموصول** موصول ایسا اسم ہے جو صلہ کے بغیر جملہ کا جز و تام (فاعل وغیرہ) نہ بن سکے (جو صلہ اسکے بعد ہوتا ہے) اور صلہ ایسے جملہ خبریہ کو کہتے ہیں کہ جس کا مضمون مخاطب کو معلوم ہو جیسے جاء الذی ابوه قائم میں الذی اسم موصول اور ابوه قائم اس کا صلہ ہے جس کے بغیر الذی فاعل نہیں بن سکتا۔ **فائدہ**۔ صلہ چونکہ موصول کا بیان ہوتا ہے اور بیان جملہ ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے اس لئے موصول کا صلہ جملہ آتا ہے اور جملہ خبریہ موصول کے ساتھ مربوط ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ انشائیہ ربط کو قبول نہیں کرتا۔ **قولہ** ولا بد الخ: یعنی صلہ میں عائد الی الموصول برائے ربط ضروری ہے اور عائد غالباً ضمیر ہوتی ہے جو موصول کی طرف لوٹی ہے۔ **فائدہ**۔ اولی بروزن علی وهدی ہے نہ بروزن طوبی اور اس میں واو صرف ہمزہ کا ضمہ ظاہر کرنے کیلئے لکھا جاتا ہے، یہ الذی کی جمع من غیر لفظہ ہے اور جمع مذکر میں اس کا استعمال زیادہ مشہور ہے۔ **قولہ** وما ومن: کلمہ ما اسم موصول برائے غیر ذی عقل ہے غالباً اور من اسم موصول برائے ذی عقل ہے۔ یہ دونوں واحد، تشنیہ، جمع، مذکر، مؤنث سب کیلئے آتے ہیں۔ **قولہ** وائی وایة: ای اسم موصول برائے مذکر و مؤنث ہے۔ رضی میں ہے کہ واذا ارید بہ المؤنث جاز الحاق التاء بہ، یعنی جب ای سے مؤنث مراد ہو تو اسکے آخر میں تاء لاحق کرنا جائز ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ تاء کے بغیر بھی تانیث کیلئے آتا ہے اور ایة صرف مؤنث کیلئے مستعمل ہوتا ہے اور یہ دونوں واحد، تشنیہ اور جمع تینوں کیلئے آتے ہیں۔ **فائدہ**۔ لفظ ای غیر نداء میں زیادہ تر مذکر و مؤنث دونوں کیلئے آتا ہے جیسے بای کتاب اور بای ارض، لیکن نداء میں مذکر کیلئے صیغہ مذکر آتا ہے اور مؤنث کیلئے صیغہ مؤنث جیسے یا ایہا الانسان اور یا ایہا النفس۔ **قولہ** وذو: اور ذو لغت بنی طی میں اسم موصول ہے جو بمعنی الذی یا التی ہوتا ہے۔ جیسا کہ شعر میں ذو بمعنی الذی ہے۔ (ترجمہ) جس پانی کے متعلق نزاع ہو رہا ہے وہ میرے باپ دادا کا ہے اور کنواں جس کے بارے میں نزاع ہے اسکو میں نے کھودا ہے اور پتھروں سے گول کیا ہے۔

وَالْأَلْفُ وَاللَّامُ بِمَعْنَى الَّذِي صَلَّتْهُ اسْمُ الْفَاعِلِ وَاسْمُ الْمَفْعُولِ نَحْوُ جَاءَ نِي
الضَّارِبُ زَيْدًا أَيْ الَّذِي يَضْرِبُ زَيْدًا أَوْ جَاءَ نِي الْمَضْرُوبُ غَلَامُهُ وَيَجُوزُ
حَذْفُ الْعَائِدِ مِنَ اللَّفْظِ إِنْ كَانَ مَفْعُولًا نَحْوُ قَامَ الَّذِي ضَرَبْتُ أَيْ الَّذِي
ضَرَبْتُهُ وَاعْلَمْ أَنَّ أَيًّا وَآيَةً مُعْرَبَةً إِذَا حُذِفَ صَدْرُ صَلَّتْهَا كَقَوْلِهِ
تَعَالَى ثُمَّ لَنْتَزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شَيْعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَنِ عِتِيًّا أَيْ هُوَ أَشَدُّ

فائدہ:- کلمہ ذُو بھی بمعنی صاحب آتا ہے جیسا کہ اسمائے مشبہہ میں نَزَرَ ہے یہ ذُو معرب ہے اور بھی بمعنی الذی ہے۔
منی ہے اور یہ مذکر، مؤنث، واحد، تشبیہ اور جمع سب آتے ہیں اور تمام حالتوں میں یکساں رہتا ہے۔ یہ لغت مشہورہ ہے اور ایک
لغت میں مؤنث کیسے لفظ ذاتِ بضم تاء ہے۔ قویہ والالف:- یعنی الف و لام کا مجموعہ جو الذی وغیرہ کے معنی میں ہوتا ہے یہ
بھی اسم موصول ہے جس کا صدر اسمِ فاعل اور اسم مفعول ہوتا ہے۔ سوال:- جب الف و لام اسم موصول ہے اور صدرِ حمد خبر یہ
ہوتا ہے، تو اسمِ فاعل کو صدر قرار دینے میں کیا حکمت ہے؟۔ جواب:- اس کی حکمت اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اسمِ فاعل
اور اسم مفعول اپنے اپنے مسند الیہ سے مترشحہ حمد خبر یہ ہوتے ہیں۔ قویہ و بیخوار:- دو ضمیر جو صدر میں ہوتی ہیں اور موصول کو ملتی
ہے اس کو حذف کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ ضمیر مفعول ہو اس لئے کہ ضمیر کے حذف پر اسم موصول درست کر رہا ہے جیسے قَامَ الَّذِي
ضَرَبْتُ أَيْ الَّذِي ضَرَبْتُهُ۔ سوال:- سَمِعَ اللَّهُ لَمَنَ حَمِدَهُ مِنْ ضَمِيرٍ مَفْعُولٍ هِيَ سَكُو حَذْفُ كَرْنًا كَيْونَ جَائِزٌ نَحْوِ
جَوَابِ:- اس لئے کہ یہ ضمیر موصول کی طرف راجع نہیں، اگر حذف کر دی جائے تو حذف پر کوئی قرینہ موجود نہیں ہوگا یہ جائز نہیں۔
بخلاف اس ضمیر کے جو راجع ہونے موصول ہو کہ اس کے حذف پر قرینہ (موصول) موجود ہوتا ہے۔ قویہ و اعلم ان ای
السبح:- ای اور آیتہ ایک صورت میں مبنی ہوتے ہیں اور تین صورتوں میں معرب، اس ایک صورت کے پیش نظر مصنف نے نحو
مبنیات میں ذکر کیا اور تین صورتوں کے پیش نظر تصریح کر دی کہ یہ معرب ہیں۔ صورت بسا، وہ ایک صورت جس میں مبنی ہوتے
ہیں یہ ہے کہ یہ مضاف ہوں اور مضاف الیہ مذکور ہو اور صدرِ حذف ہو جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَنِ
عِتِيًّا أَيْ هُوَ أَشَدُّ۔ بیہ بنا، اس صورت میں ان کے مبنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صدرِ حذف کے حذف ہونے سے حرف کے ساتھ
انکی مشابہت (احتیاج الی الغیر) قوی ہوئی اور تین مبنی ہونے کا سبب ہے اور قوت مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ اب غیر صدر یعنی
قرینہ کی احتیاج ہوئی کہ حذف بلا قرینہ نہیں ہوتا۔ صور اعراب:- ای اور آیتہ کے معرب ہونے کی صورتیں یہ ہیں (۱) جب انکا
صدر صدر اور مضاف الیہ دونوں مذکور ہوں جیسے أَيُّهُمْ هُوَ أَشَدُّ (۲) جب دونوں محذوف ہوں جیسے أَيْ قَائِمٌ (۳) جب صرف
مضاف الیہ محذوف ہو جیسے أَيْ هُوَ أَشَدُّ۔

فصل أسماء الأفعال هو كل اسم بمعنى الأمر والماضى نحو زويد زيداً أى أمهله وهيئات زيداً أى بعد أو كان على وزن فعال بمعنى الأمر وهو من الثلاثى قياس كترال بمعنى انزل وتراكب بمعنى اترك ويلحق به فعال مصدر معرفة كفجار بمعنى الفجور أو صفة للمؤنث نحو يافساق بمعنى فاسقة ويالكاع بمعنى لا كعة أو علماً للأعيان المؤنثة كقطام وغلاب وخصار وهذه الثلاثة ليست من أسماء الأفعال وإنما ذكرت ههنا للمناسبة

◦ **اسماء الأفعال** اسم فعل بروہ اسم ہے جو امر حاضر معروف یا فعل ماضی کے معنی میں ہو جیسے زوید زید میں زوید بمعنی امر (امهل) ہے اور ہیئات زید میں ہیئات بمعنی ماضی (بعد) ہے۔ **فائدہ**:- ہو ضمیر جس سے تعریف شروع ہو رہی ہے اس کا مرجع اسم ہے جو اسماء کے ضمن میں مذکور ہے اور جو اسماء افعال بمعنی مضارع آتے ہیں وہ بھی اصل میں بمعنی ماضی تھے مثلاً اف بمعنی انزجر اصل میں تزجرٹ کے معنی میں تھا، مجازی طور پر اسکو مضارع کیساتھ تعبیر کر دیا گیا۔ **قولہ** او کان:- یا اسم فعل وہ ہے جو فعال بمعنی امر کے وزن پر ہو جیسے نزال بمعنی انزل اور تراک بمعنی اترک اور یہ وزن، فعال ثلاثی مجرد سے قیاسی ہے یعنی ثلاثی مجرد کے ہر باب سے اس کو مشتق کیا جاسکتا ہے۔ **قولہ** ويلحق به:- فعال بنی کی چار قسمیں ہیں اول بمعنی امر اور دیگر تینوں فعال قسم اول کیساتھ ملحق ہونے کی بنا پر بنی ہیں انہیں کا بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ فعال بمعنی امر کیساتھ بنا میں وہ فعال ملحق ہے جو مصدر معرفہ ہو جیسے فجار بمعنی الفجور اور فعال بمعنی امر کیساتھ بنا میں وہ فعال ملحق ہے جو مؤنث کی صفت ہو جیسے فساق بمعنی فاسقة اور وہ فعال جو اعیان مؤنث یعنی ذوات مؤنث کیلئے علم ہو جیسے قطام اور غلاب۔ اور فعال کی آخری تینوں قسمیں اسماء افعال میں سے نہیں ہیں، لیکن عدل اور وزن میں فعال بمعنی امر کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے اس کے ساتھ انکو ذکر کر دیا گیا ہے۔ **فائدہ**:- چونکہ یہ اسماء، ذات کے اعتبار سے اسم ہیں کچھ پر تو تینوں تکمیل آتی ہے جیسے صہ اور کچھ ظرف (جار مجرور) یا مصدر سے منقول ہیں جیسے علیک یہ جار مجرور سے منقول ہے اور زوید یہ مصدر سے منقول ہے اور ان کے اوزان فعل کے اوزان میں اور ان میں سے بعض پر الف لام بھی داخل ہوتا ہے اسلئے ان کا نام افعال نہیں رکھا بلکہ اسماء افعال رکھا۔

**فصل الأصوات كل لفظ حكى به صوت كغاق لصوت الغراب أو صوت به
البهائم كنعخ لإناخة البعير فصل المركبات كل اسم ركب من كلمتين
ليست بينهما نسبة فإن تضمن الثاني حرفاً يجب بناؤهما على الفتح
كأحد عشر إلى تسعة عشر إلاثنى عشر فإنها مغربة كالمثنى وإن لم يتضمن
ذلك ففيها لغات أفصحها بناء الأول على الفتح وأعراب الثاني
غير منصرف كبعلبك نحو جاء نبي بعلبك ورأيت بعلبك ومررت بعلبك**

۱۰ الأصوات :- یہ صوت کی جمع ہے اور اسکی تعریف یہ ہے (۱) صوت وہ لفظ ہے جو کسی آواز کی حکایت نقل

ہو جیسے غاق، یہ آواز زان کی حکایت ہے (۲) صوت، وہ لفظ ہے جس سے کسی حیوان کو آواز دی جائے جیسے اونٹ بھانے یا
سلانے کیلئے نع، نع، نع (۳) صوت، اس لفظ کو بھی کہتے ہیں جو کسی امر عارض کے وقت انسان کی زبان سے طبعی طور پر
صادر ہو جیسے بوقت شدید کھانسی آخ، آخ اور بوقت خوشی یخ، یخ۔ فائدہ :- اصوات کے مثنی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ اسماء
غیر مرکبہ کے قائم مقام ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اسمائے غیر مرکبہ بوقت ترکیب معرب ہو جاتے ہیں جیسے لفظ زید، ترکیب
میں معرب ہو جاتا ہے لیکن اصوات ترکیب کے وقت بھی مثنی رہتے ہیں۔ **المركبات** :- یہ مرکب کی جمع ہے اور یہاں
مرکب سے مراد مرکب تعدادی ہے یعنی مراد وہ اسم ہے جو ایسے دو کلموں سے ترکیب دیا گیا ہو جن میں کوئی نسبت نہ ہو، نہ
نسبت اسنادی، نہ اضافی اور نہ توصیفی جیسے احد عشر، اور ترکیب کی چھ قسمیں ہیں۔

بود ترکیب نزد نحو یاں شش بیادش سیر خائف ز فونتی

اضافی داں و تعدادی و مزجی چوں اسنادی و توصیفی و صوتی

قولہ فان تضمن :- پس اگر مرکب کا جزو ثانی کسی حرف کو متضمن ہو تو اس کے دونوں جزو کا مثنی بر فتح ہونا واجب

ہے۔ جزو اول تو اس لئے کہ اس کا آخر، ترکیب کے بعد آخر نہیں رہا بلکہ وسط ہو گیا ہے اور وسط کلمہ محل اعراب نہیں ہوتا بلکہ
مثنی ہوتا ہے اور جزو ثانی حرف کو متضمن ہونے کی وجہ سے مثنی ہوتا ہے جیسے احد عشر سے تسعة عشر تک۔ قولہ
الاثناعشر :- یعنی اثنا عشر کے پہلے جز میں اگر چہ علت بنا موجود ہے یعنی وسط کلمہ ہو جانا لیکن وہ معرب ہے اس لئے
کہ اس کا پہلا جزو حذف نون کی وجہ سے مضاف کے مشابہ ہو گیا ہے اور اسکو مضاف کا حکم دیدیا گیا ہے دوسرا جز
(عشر) حرف کو متضمن ہونے کی وجہ سے مثنی ہے۔ قولہ وإن لم يتضمن :- اور اگر مرکب کا دوسرا جز کسی حرف کو متضمن
نہ ہو تو اسمیں چند لغات ہیں زیادہ فصیح لغت میں پہلا جزو وسط کلمہ ہو جانے کی وجہ سے فتح پر مثنی ہے اور دوسرا جز معرب ہے
لیکن منع صرف کے دو سبب یعنی غلیت اور ترکیب پائے جانے کی وجہ سے یہ معرب غیر منصرف ہے جیسے بعلبک۔

فصلُ الْکِنَايَاتِ هِيَ اَسْمَاءُ تَدُلُّ عَلٰی عَدَدٍ مُّبْتَهَمٍ وَهِيَ كَمْ وَكَذَا اَوْحَدِيَّتٍ مُّبْتَهَمٍ وَهُوَ كَيْتٌ وَذَيْتٌ وَاَعْلَمُ اَنَّ كَمْ عَلٰی قَسْمَيْنِ اسْتِفْهَامِيَّةٍ وَمَا بَعْدَهَا مَنْصُوبٌ مُّفْرَدٌ عَلٰی التَّمْيِيزِ نَحْوُ كَمْ رَجُلًا عِنْدَكَ

فائدہ: - بعلبک ایک شہر کا نام ہے جو ملک شام میں تھا یہ دو اسموں سے مرکب ہے۔ ایک بَعْل، جو بت کا نام ہے اسکو حضرت الیاس علیہ السلام کی قوم پوجتی تھی اور ایک بک جو اس شہر کے بادشاہ کا نام ہے جو اس بت کا پجاری تھا اس شہر کا نام عابد و معبود باطل کے ناموں سے مرکب ہو کر بعلبک بنا۔ **الکِنَايَاتِ** کنایات، کنایۃ کی جمع ہے لغت و اصطلاح دونوں میں اس کے معنی ہیں "کسی معین چیز کو ایسے لفظ سے تعبیر کرنا جو اس پر صراحتہ دلالت نہ کرتا ہو" مصنف کے قول "الکِنَايَاتِ" سے بعض کنایات مراد ہیں اس لئے کہ لفظ فُلَانٌ اور فُلَانَةٌ جو اعلام سے کنایہ ہیں معرب ہیں اور کنایات دو قسم پر ہیں۔ (۱) جو عدد مبہم پر دلالت کریں جیسے کم اور کذا۔ (۲) جو مبہم بات پر دلالت کریں جیسے کیت اور ذیت۔ **قولہ** وہی کم و کذا :- یعنی وہ کنایات جو عدد مبہم پر دلالت کرتے ہیں وہ کم اور کذا ہیں جیسے کَمَ مَالٍ اَنْفَقْتُ "میں نے اتنا مال خرچ کیا" اور عندی کذا ذرہما "میرے پاس اتنے درہم ہیں"۔ **فائدہ:** - کم استفہامیہ کے مبنی ہونے کی دو وجہیں ہیں اول ہمزہ و استفہام کے معنی کو متضمن ہونے کی وجہ سے مبنی ہے اور کم خبریہ اس کے ساتھ مشابہت لفظی کی وجہ سے۔ دوم یہ کہ دونوں کا سبب بنا ایک چیز ہے اور وہ حرف کے ساتھ انکی موافقت وضعی ہے یعنی دو حرفی ہونا اور چونکہ کذا کے دونوں جز یعنی کاف اور ذال مبنی ہیں لہذا جزائے مبنیہ سے مرکب لفظ کذا بھی مبنی ہے۔ **قولہ** وَهُوَ كَيْتٌ :- یعنی وہ کنایات جو مبہم بات پر دلالت کرتے ہیں وہ کیت اور ذیت ہیں، یہ دونوں لفظ مکرر استعمال ہوتے ہیں جیسے کَانَ بَيْنِي وَبَيْنَ فُلَانٍ کیت و کیت، میرے اور فلاں کے درمیان ایسی ایسی بات تھی اور کَانَ مِنَ الْأُمْرِ ذَيْتٌ وَذَيْتٌ میرے اور فلاں کے درمیان ایسا ایسا معاملہ تھا۔ **فائدہ:** - کیت اور ذیت اصل میں دونوں مشدد تھے پھر ان میں تخفیف کر دی گئی۔ یہ دونوں جملہ سے کنایہ ہوتے ہیں اور جملہ کی جگہ واقع ہوتے ہیں اس لئے مَکْنِي عِنْدَهُ (جملے) کی طرح یہ بھی مبنی ہوتے ہیں۔ **قولہ** وَاَعْلَمُ :- کم دو قسم پر ہے استفہامیہ اور خبریہ، کم استفہامیہ سے عدد مبہم کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے اور اسکی تمیز مفرد اور منصوب ہوتی ہے۔ جیسے کم رَجُلًا عِنْدَكَ - تیرے پاس کتنے مرد ہیں۔ **فائدہ:** - کم استفہامیہ چونکہ عدد سے کنایہ ہوتا ہے اس لئے عدد اوسط پر حمل کرتے ہوئے اسکی تمیز منصوب لاتے ہیں اور جب کم سے پہلے حرف جر آجائے تو اسکی تمیز مجرور ہوتی ہے۔ جیسے بَکُمْ زُؤْبِيَّةٌ اشْتَرَيْتَ هَذَا الْكِتَابِ (یہ کتاب آپ نے کتنے روپے میں خریدی ہے؟)

وخبیرۃ وما بعدھا مجرورٌ مُفردٌ نحوکم ما انفقته اومجموع نحوکم رجال لقیثہم ومعناه التکثیر وتدخل من فیہما تقول کم من رجل لقیثہ وکم من ما انفقته وقد یحذف التمییز لقیام قرینۃ نحوکم مالک ای کم دیناراً مالک وکم ضربت ای کم ضربۃ ضربت

سوال :- تمیز مجرور کا عامل کیا ہے؟ جواب :- سیبویہ اور خلیل کے نزدیک من مقدرہ عامل ہے تقدیر عبارت

اس طرح ہے بکم من زوبیۃ اشتریت هذا الكتاب؟ اور جزولی کے نزدیک اس کا عامل باء جارہ ہے اس لئے کہ کم اور اسکی تمیز بمنزائہ شنی واحد کے ہے جس پر حرف جرد داخل ہے۔ فائدہ :- کم استفہامیہ کی تمیز کا جرد و شرطوں سے مشروط ہے (۱) کلمہ کم پر حرف جرد داخل ہو (۲) تمیز کلمہ کم سے متصل ہو جیسے بکم درہم اشتریت و علی کم شیخ اشغلت۔ کم خبریہ بھی مدد مبہم پر دلالت کرتا ہے اور اس میں کثرت کے معنی پائے جاتے ہیں، اس کی تمیز مفرد مجرور اور جمع مجرور ہوتی ہے جیسے کم مال انفقته، میں نے اتنا مال خرچ کیا ہے، یہ تمیز مفرد مجرور کی مثال ہے اور کم رجال لقیثہم، میں نے بہت سے آدمیوں سے ملاقات کی، یہ تمیز جمع کی مثال ہے۔ فائدہ :- کم خبریہ عدد مضاف پر محمول ہے اور عدد مضاف کی دو قسمیں ہیں اول مضاف الی الجماعۃ جیسے ثلاثۃ سے عشرۃ تک دوم مضاف الی الواحد جیسے مائة اور الف، اس لئے کم خبریہ کی تمیز کبھی عدد اکثر یعنی مائة اور الف کی تمیز کی مثل، مفرد مجرور ہوتی ہے اور کبھی عدد اقل کی تمیز کی مثل جمع مجرور ہوتی ہے۔ فائدہ :- اکثر نجات کے نزدیک یہ جر کم کی اضافت کی وجہ سے ہوتا ہے اسی لئے جب کم خبریہ اور اسکی تمیز کے درمیان فصل ہو تو تمیز میں نصب مختار ہے کیوں کہ فصل کی وجہ سے تمیز کی طرف کم کی اضافت نہیں ہو سکتی اور بعض کے نزدیک من مقدرہ کی وجہ سے تمیز مجرور ہوتی ہے۔ قولہ وتدخل :- اور کم استفہامیہ ہو یا خبریہ کبھی ان کی تمیز سے پہلے من بیانہ بھی آجاتا ہے جس کی وجہ سے تمیز مجرور ہوتی ہے جیسے کم من رجل لقیثہ کس قدر آدمیوں سے تو نے ملاقات کی اور کم من ما انفقته، بہت سا مال میں نے خرچ کیا۔ فائدہ :- اگر کم اور اسکی تمیز کے درمیان فعل متعدی آجائے تو تمیز پر من کالا نا واجب ہے تاکہ تمیز کا مفعول کے ساتھ التباس نہ ہو۔ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے کم اهلکنا من قرینۃ۔ قولہ وقد یحذف :- اور کم کی تمیز کبھی حذف کر دی جاتی ہے جب اسکے حذف پر کوئی قرینہ موجود ہو جیسے کم مالک؟ جو اصل میں کم درہم مالک تھا، یہ کم استفہامیہ کی مثال ہے اور قرینہ یہ ہے کہ کلمہ کم معرفہ پر داخل نہیں ہوتا اور مثال میں کم کا مدخول معرفہ ہے جس سے معلوم ہوا کہ تمیز محذوف ہے، اور وہ دیناراً ہے اور کم ضربت یہ کم خبریہ کی مثال ہے جو اصل میں کم ضربۃ ضربت تھا۔ قرینہ یہ ہے کہ اس مثال میں کم فعل پر داخل ہے حالانکہ وہ فعل پر داخل نہیں ہوتا جس سے معلوم ہوا کہ کم کا مدخول (تمیز) محذوف ہے اور وہ ضربۃ ہے۔

وَاعْلَمَنَّ أَنَّ كَمْ فِي الْوَجْهَيْنِ يَقَعُ مَنْصُوبًا إِذَا كَانَ بَعْدَهُ فِعْلٌ غَيْرُ مُشْتَعِلٍ عَنْهُ
بِضْمِيرِهِ نَحْوُ كَمْ رَجُلًا ضَرَبْتُ وَكَمْ غُلَامٍ مَلَكَتُ مَفْعُولًا بِهِ وَنَحْوُ كَمْ ضَرْبَةً
ضَرَبْتُ وَكَمْ ضَرْبَةً ضَرَبْتُ مَصْدَرًا وَكَمْ يَوْمًا سِرْتُ وَكَمْ يَوْمٍ صُمْتُ مَفْعُولًا
فِيهِ وَمَجْرُورًا إِذَا كَانَ قَبْلَهُ حَرْفٌ جَرِّ أَوْ مُضَافٌ نَحْوُ بِكُمْ رَجُلًا مَرَرْتُ وَعَلَى
كَمْ رَجُلٍ حَكَمْتُ وَغُلَامٍ كَمْ رَجُلًا ضَرَبْتُ وَمَالَ كَمْ رَجُلٍ سَلَبْتُ وَمَرْفُوعًا إِذَا
لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مِنَ الْأَمْرَيْنِ مُبْتَدَأً إِنْ لَمْ يَكُنْ ظَرْفًا نَحْوُ كَمْ رَجُلًا أَخُوكَ وَكَمْ
رَجُلٍ ضَرَبْتَهُ وَخَبْرًا إِنْ كَانَ ظَرْفًا نَحْوُ كَمْ يَوْمًا سَفَرُكَ وَكَمْ شَهْرٍ صَوْمِي

قوله واعلم: محل اعراب کے لحاظ سے کم کی تین صورتیں ہیں (۱) منصوب (۲) مجرور (۳) مرفوع۔
مصنف علیہ الرحمۃ، اعلم سے ہر ایک کا موقع محل بتاتے ہیں۔ (۱) محل نصب جب کم کے بعد فعل ہو اور وہ کم کی
تمیز یا کم کے متعلق کی وجہ سے کم میں عمل کرنے سے اعراض نہ کر رہا ہو تو یہ محل نصب میں ہوگا اور اس کے منصوب ہو
نے کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) جب کم کی تمیز اسم ظرف ہو تو یہ اپنی تمیز سے ملکر مفعول فیہ ہوگا جیسے كَمْ يَوْمًا سِرْتُ
اور كَمْ يَوْمٍ صُمْتُ۔ (۲) جب کم کی تمیز فعل مذکور کا مصدر ہو تو یہ تمیز سے ملکر مفعول مطلق ہوگا جیسے كَمْ ضَرْبَةً
ضَرَبْتُ اور كَمْ ضَرْبَةً ضَرَبْتُ (۳) جب مذکورہ دونوں صورتیں نہ ہوں تو یہ مفعول بہ ہوگا جیسے كَمْ رَجُلًا ضَرَبْتُ
اور كَمْ غُلَامٍ مَلَكَتُ۔ فائدہ: مصنف کا قول مفعولاً بہ اُنکے قول كَمْ رَجُلًا اور كَمْ غُلَامٍ سے حال ہے، اسی
طرح مصدر حال ہے كَمْ ضَرْبَةً اور كَمْ ضَرْبَةً سے اور مفعولاً فیہ بھی حال ہے كَمْ يَوْمًا اور كَمْ يَوْمٍ سے۔
(۲) محل جر، جب کم سے پہلے کوئی حرف جریا مضاف ہو تو یہ مجرور ہوگا جیسے بِكُمْ رَجُلًا مَرَرْتُ اور عَلَى كَمْ
رَجُلٍ حَكَمْتُ، (۳) محل رفع، محل رفع میں ہونے کی دو صورتیں ہیں (۱) تمیز ظرف نہ ہو تو یہ (کم) مبتدا ہونے کی
بنا پر مرفوع ہوگا۔ جیسے كَمْ رَجُلًا أَخُوكَ اور كَمْ رَجُلٍ ضَرَبْتَهُ (۲) تمیز ظرف ہو تو یہ خبر مقدم ہوگا جیسے كَمْ
يَوْمًا سَفَرُكَ اور كَمْ شَهْرٍ صَوْمِي اور کم کی ظرفیت یا مصدریت تمیز کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ فائدہ: کلمہ كَمْ کو
صدارت کلام لازم ہے اور جب اس سے پہلے حرف جریا مضاف آجائے تو وہ صدارت حرف جریا مضاف کو منتقل
ہو جاتی ہے اس لئے کہ جار و مجرور اور مضاف و مضاف الیہ میں جزیت اور اتحاد پایا جاتا ہے۔

فصل الظُّرُوفِ الْمَبْنِيَّةِ عَلَى أَقْسَامِ مِنْهَا مَا قَطِعَ عَنِ الْإِضَافَةِ بِأَنَّ حُذْفَ الْمُضَافِ إِلَيْهِ كَقَبْلُ وَبَعْدُ وَفَوْقُ وَتَحْتَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلِ وَمِنْ بَعْدِ أَيِّ مِنْ قَبْلِ كُلِّ شَيْءٍ وَمِنْ بَعْدِ كُلِّ شَيْءٍ هَذَا إِذَا كَانَ الْمَحْذُوفُ مَنْوِيًّا لِلْمُتَكَلِّمِ وَالْأَلْكَانُتُ مُعْرَبَةٌ وَعَلَى هَذَا قَرِئَ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلِ وَمِنْ بَعْدِ وَتُسَمَّى الْغَايَاتِ وَمِنْهَا حَيْثُ بُنِيَتْ تَشْبِيهًا لَهَا بِالْغَايَاتِ لِمُلَازِمَتِهَا الْإِضَافَةَ إِلَى الْجُمْلَةِ فِي الْأَكْثَرِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ وَقَدْ يُضَافُ إِلَى الْمَفْرُودِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ عَ امَاتَرِي حَيْثُ سُهَيْلٍ طَالِعَايَ مَكَانِ سُهَيْلٍ فَحَيْثُ هَذَا بِمَعْنَى مَكَانِ

۱۔ **الظروف**۔ ظرفیہ چند اقسام پر ہیں۔ (۱) ظرف مقطوع عن الإضافة، یعنی جن حروف کا مضاف ایسے غلطوں سے حذف کر دیا گیا ہو لیکن نیت میں موجود ہو، ایسے ظرفیہ برشم ہوتے ہیں جیسے قبل اور بعد وغیرہ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلِ وَمِنْ بَعْدِ أَيِّ مِنْ قَبْلِ كُلِّ شَيْءٍ وَمِنْ بَعْدِ كُلِّ شَيْءٍ۔ اگر مضاف ایسے نیت میں موجود نہ ہو تو پھر یہ معرب ہوتے ہیں، اور نیت میں موجود نہ ہونے کی تقدیر پر آیت مذکورہ میں قبل اور بعد کو مجرور پر حاسیاً ہے۔ **فائدہ**۔ قبل، بعد، فوق اور تحت کے علاوہ قدام، خلف، اسفل اور اول بمعنی قبل بھی مضاف ایسے محذوف منوی ہونے کے وقت مبنی ہوتے ہیں اور حرکات ضمہ پر مبنی ہونے کی وجہ سے کہ حذف مضاف ایسے جوئی آئی ہے اسکو حرکات قویہ (ضمہ) سے پورا کر دیا جائے۔ **قویہ وتسمى**۔ غایت و انتہاء کا مضمون مضاف ایسے تھا، بسبب اسکو حذف کر دیا تو یہ ظرفیہ کا منتہی و غایت روگے لہذا ان کا نام غایات رکھ دیا گیا چونکہ احتیاج اسکو مضاف ایسے میں انکی طرف کے ساتھ مشابہت ہے اسکی وجہ سے غایات مبنی بنا دیئے گئے۔ (۲) **حیث**، یہ غایات کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے مبنی برشم ہوتا ہے اور بعد میں مضاف ہو کر استعمال ہوتا ہے۔ **فائدہ**۔ حیث کی غایات کے ساتھ مشابہت اس طرح ہے کہ یہ مشابہت کی طرف مضاف ہوتا ہے اور حقیقت میں یہ اس مصدر کی طرف مضاف ہوتا ہے جس کو بعد متضمن ہوتا ہے پس اس مصدر (مضاف ایسے) کے محذوف ہونے میں یہ غایات کے مشابہ ہو گیا۔ **قویہ**۔ **وقد يضاف**۔ اور حیث، ابھی مفرود بظرف بھی مضاف ہوتا ہے جیسے کتاب میں مذکور مصرع میں حیث، سہیل کی طرف مضاف ہے، پس یہ معنی مکان ہے ایسی مکان سہیل۔ **فائدہ**۔ بسبب حیث، مفرود کی طرف مضاف ہو تو بعض نحوات کے نزدیک معرب ہوتا ہے اس لئے کہ علت بنا إضافة الى الجملة ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ اس وقت بھی حیث، ضمہ پر مبنی ہوتا ہے کیونکہ یہ إضافة عدم إضافة کے درجہ میں ہے۔

وَشَرْطُهُ أَنْ يُضَافَ إِلَى الْجُمْلَةِ نَحْوُ اجْلِسْ حَيْثُ يَجْلِسُ زَيْدٌ وَمِنْهَا إِذَا
وَهِيَ لِلْمُسْتَقْبَلِ وَإِذَا دَخَلَتْ عَلَى الْمَاضِي صَارَ مُسْتَقْبَلًا نَحْوُ إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ
وَفِيهَا مَعْنَى الشَّرْطِ وَيَجُوزُ أَنْ تَقَعَ بَعْدَهَا الْجُمْلَةُ الْأَسْمِيَّةُ نَحْوُ
إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ طَالِعَةً وَالْمُخْتَارُ الْفِعْلِيَّةُ نَحْوُ إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ
وَقَدْ تَكُونُ لِلْمُفَاجَاةِ فَيُخْتَارُ بَعْدَهَا الْمُبْتَدَأُ نَحْوُ خَرَجْتُ فَإِذَا السَّبْعُ وَاقِفٌ
وَمِنْهَا إِذَا وَهِيَ لِلْمَاضِي وَتَقَعَ بَعْدَهَا الْجُمْلَتَانِ الْأَسْمِيَّةُ وَالْفِعْلِيَّةُ نَحْوُ
جِئْتُكَ إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَإِذَا الشَّمْسُ طَالِعَةً وَمِنْهَا أَيْنَ وَإِنِّي لِلْمَكَانِ
بِمَعْنَى الْإِسْتِفْهَامِ نَحْوُ أَيْنَ تَمْشِي وَإِنِّي تَقْعُدُ وَبِمَعْنَى الشَّرْطِ نَحْوُ أَيْنَ
تَجْلِسُ اجْلِسْ وَإِنِّي تَقُمُ أَقُمْ وَمِنْهَا مَتَى لِلزَّمَانِ شَرْطًا أَوْ إِسْتِفْهَامًا نَحْوُ
مَتَى تَصُمُّ أَصُمُّ وَمَتَى تُسَافِرُ وَمِنْهَا كَيْفَ لِلْإِسْتِفْهَامِ حَالًا نَحْوُ كَيْفَ أَنْتَ
أَيُّ فِي أَيِّ حَالٍ أَنْتَ وَمِنْهَا أَيَّانَ لِلزَّمَانِ إِسْتِفْهَامًا نَحْوُ أَيَّانَ يَوْمَ الدِّينِ

قولہ وشرطہ:- اور اکثر استعمال کی بنا پر حیث، کی شرط یہ ہے کہ وہ جملہ کی طرف مضاف ہو خواہ وہ جملہ فعلیہ ہو جیسے اجلس حیث یجلس زید یا جملہ اسمیہ جیسے اجلس حیث زید جالس۔ (۳) اذا، یہ سکون پر مبنی ہوتا ہے اور درج ذیل معانی دیتا ہے (۱) زمانہ مستقبل کے معنی دیتا ہے خواہ ماضی پر داخل ہو جیسے اذا جاء نصر اللہ۔ (۲) اسمیں شرط کے معنی پائے جاتے ہیں اسی لئے اس کے بعد جملہ واقع ہوتا ہے اور جملہ فعلیہ کا لانا مختار ہے اس لئے کہ شرط، فعل کو مقتضی ہے اور اس کے بعد جملہ اسمیہ کا واقع ہونا بھی جائز ہے اس لئے کہ اذا معنی شرط کے لئے موضوع نہیں ہے۔ (۳) کبھی یہ مفاعلات کے معنی دیتا ہے اس وقت اس کے بعد مبتدا کا آنا اولیٰ ہے جیسے خرجت فاذا السبع واقف (میں نکلا کہ ناگاہ درندہ کھڑا ہوا ہے)۔ (۴) اذ یہ سکون پر مبنی ہے اور زمانہ ماضی کیلئے آتا ہے اگرچہ مضارع پر داخل ہو اور اس کے بعد جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں آتے ہیں۔ (۵) این اور (۶) انی، یہ دونوں ظرف مکان کیلئے ہیں۔ این، مبنی بر فتح اور انی مبنی بر مکون ہوتا ہے اور یہ دونوں استفہام اور شرط کے معنی میں آتے ہیں۔ (۷) متی، یہ ظرف زمان کے لئے ہے۔ شرط اور استفہام دونوں کیلئے آتا ہے شرط و استفہام کے ساتھ مشابہت معنوی کی بنا پر مبنی ہوتا ہے۔ (۸) کیف، یہ مبنی بر فتح ہے اور کسی چیز کی حالت و صفت دریافت کرنے کیلئے آتا ہے جیسے کیف انت، تو کس حال میں ہے؟ (۹) ایان، یہ ظرف زمان کیلئے آتا ہے اور حرف استفہام کے معنی میں ہوتا ہے اور اسی وجہ سے مبنی ہوتا ہے۔

وَمِنْهَا مُذٌّ وَمُنْذٌ بِمَعْنَى أَوَّلِ الْمُدَّةِ إِنْ صَلَحَ جَوَابًا لِمَتَى نَحْوُ مَا رَأَيْتَهُ مُذٌّ
 أَوْ مُنْذٌ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فِي جَوَابِ مَنْ قَالَ مَتَى مَا رَأَيْتَ زَيْدًا أَيْ أَوَّلِ مُدَّةِ
 انْقِطَاعِ رُؤْيَيْهِ إِيَّاهُ يَوْمِ الْجُمُعَةِ وَبِمَعْنَى جَمِيعِ الْمُدَّةِ إِنْ صَلَحَ جَوَابًا لَكُمْ
 نَحْوُ مَا رَأَيْتَهُ مُذٌّ أَوْ مُنْذٌ يَوْمَانِ فِي جَوَابِ مَنْ قَالَ كَمْ مُدَّةً مَا رَأَيْتَ زَيْدًا أَيْ
 جَمِيعُ مُدَّةِ مَا رَأَيْتَهُ يَوْمَانِ وَمِنْهَا لَدَى وَلَدُنْ بِمَعْنَى عِنْدَ نَحْوِ الْمَالِ لَدَيْكَ
 وَالْفَرْقُ بَيْنَهُمَا أَنَّ عِنْدَ لَا يُشْتَرَطُ فِيهِ الْحُضُورُ وَيُشْتَرَطُ ذَلِكَ فِي لَدَى
 وَلَدُنْ وَجَاءَ فِيهِ لُغَاتُ أُخْرَى لَدُنْ وَلَدُنْ وَلَدُنْ وَلَدٌ وَلَدٌ وَمِنْهَا قَطٌّ لِلْمَاضِي
 الْمَنْقِيِّ نَحْوُ مَا رَأَيْتَهُ قَطٌّ وَمِنْهَا عَوْضٌ لِلْمُسْتَقْبَلِ الْمَنْقِيِّ نَحْوُ لَا أَضْرِبُهُ عَوْضٌ

(۱۰) مُذٌّ اور (۱۱) مُنْذٌ، اول یعنی بر سکون اور ثانی یعنی بر ضمہ ہے وجہ بناغایات کے ساتھ مشابہت ہے۔ یہ دونوں اول مدت کے معنی میں آتے ہیں یعنی فعل مقدم کے زمانہ کی اول مدت بتانے کیلئے جبکہ ان کے مابعد میں متی، کا جواب بننے کی صلاحیت ہو جیسے متی ما رایت زیداً کے جواب میں کہا جائے ما رایتہ مُذٌّ اَوْ مُنْذٌ يَوْمِ الْجُمُعَةِ میں نے اسکو جمعہ کے دن سے نہیں دیکھا اور اگر کم کا جواب واقع ہونے کی مابعد میں صلاحیت ہو تو بمعنی جمع مدت آتے ہیں جیسے کم مُدَّةِ ما رایت زیداً کے جواب میں کہا جائے ما رایتہ مُذٌّ اَوْ مُنْذٌ يَوْمَانِ، میں نے اسکو دو دن سے نہیں دیکھا یعنی تمام مدت میرے آسے نہ دیکھنے کی دو دن ہے۔ (۱۲) لَدَى اور (۱۳) لَدُنْ، یہ یعنی بر سکون ہوتے ہیں اور عِنْدَ کے معنی میں ہوتے ہیں یعنی کسی چیز کی موجودگی کا معنی دیتے ہیں وجہ بنا یہ ہے کہ ان کی بعض لغات وضع میں حرف کے ساتھ مشابہت ہے اور دیگر لغات اسپر محمول ہیں۔ قوله الفرق :- یعنی عند اور لدی کے استعمال میں فرق یہ ہے کہ عِنْدَ میں چیز کا پاس موجود ہونا شرط نہیں یعنی زید کے پاس مال ہو یا اس کے گھر میں ہو المال عند زید کہہ سکتے ہیں لیکن لدی میں اور لدن میں مال کا پاس موجود ہونا شرط ہے، لہذا المال لدی زید بالذن زید اسوقت کہہ سکتے ہیں جب مال زید کے پاس موجود ہو (گھر میں یا خزانے میں نہ ہو)۔ (۱۴) قَطٌّ، یہ یعنی بر ضمہ ہے یہ ماضی منقی کے استغراق کیلئے ہے۔ جیسے ما رایتہ قَطٌّ، میں نے اسکو کبھی نہیں دیکھا، اسکی وضع حرف جیسی ہے اس لئے منقی ہوتا ہے۔ (۱۵) عَوْضٌ، یہ مضاف الیہ کے حذف ہونے کی وجہ سے ضمہ پر منی ہوتا ہے اور زمانہ مستقبل کی نفی کے استغراق کیلئے آتا ہے جیسے لا اضربه عوض، میں اسکو کبھی نہیں ماروں گا۔

وَاعْلَمَ أَنَّهُ إِذَا أُضِيفَ الظَّرُوفُ إِلَى الجُمْلَةِ أَوْ إِلَى إِذْ جَازَ بِنَاوُهَا عَلَى الفَتْحِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى هَذَا يَوْمٌ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقَهُمْ وَكَيَوْمٍ مِثْلُ وَهَيْئِئِذٍ وَكَذَلِكَ مِثْلُ وَغَيْرُ مَعَ مَا وَأَنَّ وَأَنَّ تَقُولُ ضَرْبُهُ مِثْلُ مَا ضَرَبَ زَيْدٌ وَغَيْرَ أَنْ ضَرَبَ زَيْدٌ وَمِنْهَا أَمْسَ بِالكَسْرِ عِنْدَ أَهْلِ الحِجَازِ وَالخَاتِمَةُ فِي سَائِرِ أَحْكَامِ الإِسْمِ وَلَوَاحِقُهُ غَيْرُ الأَعْرَابِ وَالبِنَاءِ وَفِيهَا فُصُولٌ فَصَّلَ اعْلَمَ أَنَّ الإِسْمَ عَلَى قِسْمَيْنِ مَعْرِفَةٌ وَنِكْرَةٌ فَالمَعْرِفَةُ إِسْمٌ وَضِعَ لِشَيْءٍ مُعَيَّنٍ وَهِيَ سِتَّةُ أَقْسَامٍ المُضْمِرَاتُ وَالأَعْلَامُ وَالمُبْهَمَاتُ أَعْنَى أَسْمَاءِ الأَشَارَاتِ وَالمَوْصُولَاتِ وَالمُعَرَّفَاتُ بِالأَلَامِ وَالمُضَافَاتُ إِلَى أَحَدِهَا إِضَافَةٌ مَعْنَوِيَّةٌ وَالمُعَرَّفَاتُ بِالبِنَاءِ

قوله واعلم: - یعنی ایسے ظروف جو مثنی نہیں جب ان کو جملہ یا کلمہ اذ کی طرف مضاف کر دیا جائے تو ان کو مثنی بر فتح پڑھنا جائز ہے اس لئے کہ یہ مضاف الیہ سے بنا حاصل کر لیتے ہیں اور انکو معرب پڑھنا بھی جائز ہے کیونکہ یہ مستحق اعراب ہیں جیسے یومئذ میں یوم، مثنی بر فتح ہے۔ قوله وكذلك: - یعنی ظروف مضاف (یوم وغیرہ) کی طرح لفظ مِثْلُ اور غَیْرُ کو معرب اور مثنی پڑھ سکتے ہیں جب یہ مَذْکُورَةُ التَّحْتِ تین کلموں سے کسی ایک کی طرف مضاف ہوں۔ (۱) ما مصدریہ کی طرف جیسے ضَرْبُهُ مِثْلُ مَا ضَرَبَ زَيْدٌ (میں نے اُس کو زید کی مثل مارا) (۲) اَنْ مَفْتُوحٌ مَخْفَفٌ کی طرف جیسے ضَرْبُهُ غَیْرَ اَنْ ضَرَبَ زَيْدٌ۔ (۳) اَنْ مَفْتُوحٌ مَشْدُودٌ کی طرف جیسے ضَرْبُهُ غَیْرَ اَنْ ضَرَبَ زَيْدٌ۔ ان مثالوں میں لفظ مِثْلُ اور غَیْرُ مثنی بر فتح ہیں اور معرب بھی۔ فائدہ: - لفظ مِثْلُ اور غَیْرُ اگرچہ ظروف سے نہیں ہیں لیکن مضاف الیہ کی طرف احتیاج میں ظروف کے مشابہ ہیں اس لئے یہاں اُن کا ذکر کر دیا ہے اور لفظ غَیْرُ سے پہلے لَا یَالِیْسَ آجائے تو یہ مثنی بر ضم ہو جاتا ہے جیسے اَفْعَلُ هَذَا لِغَیْرُ۔ (۱۳) اَمْسِ، بمعنی گذشتہ کل یہ مثنی بر کسر ہے اہل حجاز کے نزدیک اور بعض کے نزدیک معرب ہے، وجہ بنا قَبْلُ وَبَعْدُ کے ساتھ مشابہت ہے لیکن جب یہ مضاف ہو یا اس پر الف لام داخل ہو جائے یا نکرہ واقع ہو تو بالاتفاق معرب ہوتا ہے، جیسے مَضَى اَمْسِنَا، مَضَى الِامْسِ، کُلُّ غَدِ صَائِرِ اَمْسَا۔ قولہ المَعْرِفَةُ: - اسم میں اصل اگرچہ تکمیر ہے لیکن مقصود اصلی، اہم اور کثیر الاستعمال معرفہ ہے اس لئے معرفہ کو مقدم کیا۔ معرفہ کی تعریف: - معرفہ وہ اسم ہے جو کسی معین چیز پر دلالت کرے جیسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور معرفہ کی چھ اقسام ہیں۔ (۱) مضمورات (۲) اعلام (۳) مبہمات (۴) مُعَرَّفَاتُ بِالأَلَامِ (۵) وہ اسم جو ان میں سے کسی ایک کی طرف مضاف باضافت معنویہ ہو۔ (۶) معرفہ بِنْدَاءِ کسی شاعر نے تمام معارف کو ایک شعر میں بیان کیا ہے۔

معارف جملہ شش دانی منادی و علم۔۔۔۔۔ مضاف و مضمور و الامام مہمداں تو ہم

وَالْعِلْمُ مَا وَضِعَ لِشَيْءٍ مُّعَيَّنٍ لَا يَتَنَاوَلُ غَيْرَهُ بِوَضْعٍ وَاحِدٍ وَأَعْرَفُ الْمَعَارِفِ الْمُضْمَرُ الْمُتَكَلِّمُ نَحْوُ أَنَا وَنَحْنُ ثُمَّ الْمُخَاطَبُ نَحْوُ أَنْتَ ثُمَّ الْغَائِبُ نَحْوُ هُوَ ثُمَّ الْعِلْمُ ثُمَّ الْمُبْهَمَاتُ ثُمَّ الْمَعْرَفُ بِاللَّامِ ثُمَّ الْمَعْرَفُ بِالْبَدَاءِ وَالْمُضَافُ فِي قُوَّةِ الْمُضَافِ إِلَيْهِ وَالنِّكَرَةُ مَا وَضِعَ لِشَيْءٍ غَيْرِ مُّعَيَّنٍ كَرَجُلٍ وَفَرَسٍ فَضَلَّ أَسْمَاءُ الْعَدَدِ مَا وَضِعَ لِيَدُلَّ عَلَى كَمِّيَّةِ أَحَادِ الْأَشْيَاءِ وَأَصُولُ الْعَدَدِ اثْنَتَا عَشْرَةَ كَلِمَةً وَاحِدَةٌ إِلَى عَشْرَةٍ وَمِائَةٌ وَالْفَتْ

قولہ والعلیم :- علم وہ اسم ہے جو معین چیز کیلئے وضع کیا گیا ہو اس حال میں کہ وضع واحد کیساتھ اس معین چیز کے غیر کو شامل نہ ہو۔ قولہ واعرف المعارف :- اور معارف میں اعرف، ضمیر متکلم ہے اس لئے کہ اس میں بالکل التباس نہیں ہوتا جیسے انا اور نحن۔ پھر ضمیر مخاطب، کہ اسمیں التباس کا احتمال ہے۔ پھر ضمیر غائب، پھر علم پھر مبہمات یعنی اسماء اشارہ اور موصولہ، پھر معرف باللام، پھر معرف بالبداء اور مضاف، مرتبہ تعریف میں مضاف الیہ کی قوت میں ہوتا ہے کیونکہ اسی سے تعریف حاصل کرتا ہے۔ سوال :- ضمیر انا مبنی بر فتح ہے یا مبنی بر سکون؟ جواب :- بصریہ کے نزدیک مبنی بر فتح ہے کیونکہ اس کے آخر میں الف اشباع ہے جو رفع التباس کیلئے لایا گیا ہے یعنی اگر یہ الف نہ ہوتا تو حالت وقف میں جب ضمیر کا آخر ساکن ہوتا تو یہ ضمیر ان مصدریہ کے ساتھ ملتبس ہو جاتی۔ اور کوفیہ کے نزدیک یہ مبنی بر سکون ہے اور الف جزو کلمہ ہے قول اول راجح ہے۔ نکرہ کی تعریف :- نکرہ وہ اسم ہے جو کسی غیر معین چیز کیلئے موضوع ہو جیسے رجل کوئی مرد۔ فائدہ :- نکرہ کی بعض علامتیں یہ ہیں (۱) اس پر لام تعریف داخل ہو سکتا ہے۔ (۲) زب اور کم خبریہ داخل ہوتا ہے۔ (۳) وہ حال اور تمیز واقع ہوتا ہے۔ (۴) لا، بمعنی لیس کا اسم واقع ہوتا ہے۔ اسماء العدد :- عدد کی تعریف :- عدد وہ ہے جو اپنی دونوں طرفوں کے مجموعہ کا نصف ہو جیسے انسان، یہ طرف اسفل یعنی واحد اور طرف اعلیٰ یعنی ثلثہ کے مجموعے کا نصف ہے چونکہ واحد کی طرف اسفل نہیں اس لئے وہ عدد نہیں لیکن عدد کی تعریف جو مصنف نے کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واحد بھی عدد ہے کیونکہ جب اسماء عدد سے مراد وہ اسماء ہیں جن کے ساتھ کسی شئی کے افراد (محدودات) کو شمار کیا جائے تو لفظ واحد بھی عدد ہوا کہ اس کے ساتھ بھی شئی کو شمار کیا جاتا ہے مثلاً کہا جائے کم درہم عندک تو جواب میں درہم آتا ہے۔ فائدہ :- جسے شمار کیا جائے اسے معدود کہتے ہیں جیسے ثلثہ رجال، میں ثلثہ اسم عدد ہے اور رجال، معدود اور تمیز ہے اور اسماء اعداد چار حصوں میں تقسیم کئے جاتے ہیں (۱) مفرد (۲) مرکب (۳) معطوف (۴) عقود۔ مفرد :- مفرد سے مراد کائیاں ہیں اور یہ عدد مفرد ایک سے لیکر دس تک کے عددوں پر جمع مائة اور الف کے بولا جاتا ہے اور انہیں کو اصول اعداد بھی کہتے ہیں، جو کل بارہ کلمات ہیں اور باقی اعداد ان سے مرکب ہو کر بنتے ہیں۔

وَاسْتَعْمَالُهُ مِنْ وَاحِدٍ إِلَى اثْنَيْنِ عَلَى الْقِيَاسِ أَعْنَى لِلْمُذَكَّرِ بَدْوِنِ التَّاءِ
 وَالْمُؤنَّثِ بِالتَّاءِ تَقُولُ فِي رَجُلٍ وَاحِدٍ وَفِي رَجُلَيْنِ اثْنَانِ وَفِي امْرَأَةٍ وَاحِدَةٍ
 وَفِي امْرَأَتَيْنِ اثْنَتَانِ وَثِنْتَانِ وَمِنْ ثَلَاثَةٍ إِلَى عَشْرَةٍ عَلَى خِلَافِ الْقِيَاسِ أَعْنَى
 لِلْمُذَكَّرِ بِالتَّاءِ تَقُولُ ثَلَاثَةَ رِجَالٍ إِلَى عَشْرَةِ رِجَالٍ وَالْمُؤنَّثِ بِدْوِنِهَا تَقُولُ ثَلَاثُ
 نِسْوَةٍ إِلَى عَشْرِ نِسْوَةٍ وَبَعْدَ الْعَشْرَةِ تَقُولُ أَحَدَ عَشَرَ رَجُلًا وَاثْنًا عَشَرَ رَجُلًا وَثَلَاثَةَ
 عَشَرَ رَجُلًا إِلَى تِسْعَةِ عَشَرَ رَجُلًا وَاحِدِي عَشْرَةَ امْرَأَةً وَاثْنَتَا عَشْرَةَ امْرَأَةً
 وَثَلَاثَ عَشْرَةَ امْرَأَةً إِلَى تِسْعَ عَشْرَةَ امْرَأَةً وَبَعْدَ ذَلِكَ تَقُولُ عِشْرُونَ رَجُلًا
 وَعِشْرُونَ امْرَأَةً بِلا فَرْقٍ بَيْنَ الْمُذَكَّرِ وَالْمُؤنَّثِ إِلَى تِسْعِينَ رَجُلًا وَامْرَأَةً وَاحِدًا
 وَعِشْرُونَ رَجُلًا وَاحِدِي وَعِشْرُونَ امْرَأَةً وَاثْنَانِ وَعِشْرُونَ رَجُلًا وَاثْنَتَانِ
 وَعِشْرُونَ امْرَأَةً وَثَلَاثَةَ وَعِشْرُونَ رَجُلًا وَثَلَاثَ وَعِشْرُونَ امْرَأَةً إِلَى تِسْعَةِ
 وَتِسْعِينَ رَجُلًا وَتِسْعَ وَتِسْعِينَ امْرَأَةً ثُمَّ تَقُولُ مِائَةَ رَجُلٍ وَمِائَةَ امْرَأَةٍ وَالْفُ
 وَالْفُ امْرَأَةٍ وَمِائَتَا رَجُلٍ وَمِائَتَا امْرَأَةٍ وَالْفُ رَجُلٍ وَالْفُ امْرَأَةٍ بِلا فَرْقٍ بَيْنَ
 الْمُذَكَّرِ وَالْمُؤنَّثِ فَإِذَا زَادَ عَلَى الْمِائَةِ وَالْأَلْفِ يُسْتَعْمَلُ عَلَى قِيَاسِ مَا عَرَفْتَ
 وَيُقَدَّمُ الْأَلْفُ عَلَى الْمِائَةِ وَالْمِائَةُ عَلَى الْأَحَادِ وَالْأَحَادُ عَلَى الْعَشْرَاتِ تَقُولُ
 عِنْدِي أَلْفٌ وَمِائَةٌ وَاحِدٌ وَعِشْرُونَ رَجُلًا وَالْفُانِ وَمِائَتَانِ وَاثْنَانِ وَعِشْرُونَ
 رَجُلًا وَارْبَعَةُ أَلْفٍ وَتِسْعُ مِائَةٍ وَخَمْسُ وَارْبَعُونَ امْرَأَةً وَعَلَيْكَ بِالْقِيَاسِ

تولید و استعمال :- اور عدد کا استعمال واحد سے اثنین تک قیاس کے مطابق ہوتا ہے یعنی مذکر کے لئے بغیر تاء
 تانیث کے اور مؤنث کیلئے تاء کے ساتھ، مائة اور الف مذکر و مؤنث دونوں کے لئے بغیر کسی فرق کے آتا ہے اور تین سے
 لیکر دس تک خلاف قیاس یعنی تمیز مذکر کے لئے اسم عدد مؤنث اور مؤنث کیلئے اسم عدد مذکر آتا ہے۔ مرکب :- اس سے مراد
 گیارہ سے لیکر انیس تک کے عدد ہیں جن میں سے بارہ (اثنا عشر) کا پہلا جز تثنیہ کیسا تھ مشابہت کی وجہ سے معرب ہوتا
 ہے اور حالت رفع میں الف کیسا تھ آتا ہے جیسے ہذا اثنا عشر درہما اور حالت نصب و جر میں یاء کے ساتھ آتا ہے جیسے
 وہبت اثنی عشر غلاما و مرزث باثنی عشر غلاما۔ معطوف :- اس سے مراد اکیس سے لیکر نواوے تک کے عدد
 ہیں ان کی اکائی اور دہائی کے درمیان واو عاطفہ ہوتی ہے اور اکائی کو معطوف اور دہائی کو معطوف علیہ کہتے ہیں۔ عدد معطوف
 و مرکب میں واحد اور اثنان قیاس کے مطابق اور باقی خلاف قیاس استعمال ہوتے ہیں۔ عقود :- ان سے مراد دہائیاں
 ہیں ان میں اسم عدد مذکر و مؤنث کیلئے ایک جیسا آتا ہے جیسے عِشْرُونَ رَجُلًا اور عِشْرُونَ امْرَأَةً۔

واعلم ان الواحد والاثنين لا مُمَيِّز لهما لان لفظ المُمَيِّز يُعْنَى عَنْ ذِكْرِ الْعَدَدِ فِيهِمَا تَقُولُ عِنْدِي رَجُلٌ وَرَجُلَانِ وَأَمَّا سَائِرُ الْأَعْدَادِ فَلَا بُدَّ لَهَا مِنْ مُمَيِّزٍ فَتَقُولُ مُمَيِّزُ الثَّلَاثَةِ إِلَى الْعَشْرَةِ مَخْفُوضٌ مُجْمُوعٌ تَقُولُ ثَلَاثَةٌ رِجَالٌ وَثَلَاثٌ نِسْوَةٌ إِلَّا إِذَا كَانَ الْمُمَيِّزُ لَفْظَ الْمِائَةِ فَحِينَئِذٍ يَكُونُ مَخْفُوضًا مُفْرَدًا تَقُولُ ثَلَاثُ مِائَةٍ وَتَسَعُ مِائَةٌ وَالْقِيَاسُ ثَلَاثُ مِائَةٍ أَوْ مِئَتَيْنِ وَمُمَيِّزُ أَحَدٍ عَشْرٍ إِلَى تِسْعَةٍ وَتِسْعِينَ مَنْصُوبٌ مُفْرَدٌ تَقُولُ أَحَدٌ عَشْرَ رَجُلًا وَاحِدٌ عَشْرَةَ امْرَأَةً وَتِسْعُونَ رَجُلًا وَتِسْعُ امْرَأَتَيْنِ وَتِسْعُونَ امْرَأَةً وَتِسْعُونَ رَجُلًا وَتِسْعُ مِائَةٍ رَجُلٍ وَمِائَةٌ امْرَأَةٍ وَالْفِ وَتَثْنِيَّتُهُمَا وَجَمْعُ الْأَلْفِ مَخْفُوضٌ مُفْرَدٌ تَقُولُ مِائَةٌ رَجُلٍ وَمِائَةٌ امْرَأَةٍ وَالْفِ رَجُلٍ وَمِائَتَا رَجُلٍ وَمِائَتَا امْرَأَةٍ وَالْفَا رَجُلٍ وَالْفَا امْرَأَةً وَثَلَاثَةُ الْأَلْفِ رَجُلٍ وَثَلَاثُ الْأَلْفِ امْرَأَةً وَقَسٌّ عَلَى هَذَا

فائدہ۔ عدد مرکب اور معطوف میں برائے تخفیف واحد کو واحد بولتے ہیں اور واحدہ کو واحدی۔ سوال۔ ارشاد باری تعالیٰ من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها، میں اسم عدد مذکریوں آیا ہے؟ جبکہ تمیز بھی مذکر ہے۔ جواب۔ اس لئے کہ امثال سے مراد حسنت ہیں اور وہ مؤنث ہے اور تمیز مؤنث کیسے عدد مذکر آتا ہے، نیز جمع مذکر ہو یا مؤنث حکماً مؤنث ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی طرف مؤنث کی ضمیر راجع کی جاسکتی ہے۔ قولہ ان الواحد۔ اس عبارت میں مصنف نے اسم عدد کی تمیز کے احوال بیان کئے ہیں اور وہ تین ہیں یعنی اسم عدد کی تمیز تین طرح آتی ہے جسے شاعر نے ایک رہائی میں اس طرح بیان کیا ہے۔

مُمَيِّزُ الْأَعْدَادِ بِرِسْمِ حَبْتِ دَالٍ رِسْمُهُ تَادَهُ هَمْزٌ مُجْمُوعٌ وَمَسْجُورٌ

زِدَهُ تَادَهُ هَمْزٌ مَنْصُوبٌ وَمَشْرُودٌ رِسْمُهُ بِرِثْمِ فِرْدَا سِتِّ وَمَجْرُورٌ

(۱) واحد اور انسان کے ساتھ تمیز ذکر نہیں کی جاتی، اور یہ ہے کہ واحد اور انسان تمیز کے ساتھ ذکر نہیں کئے جاتے اس لئے کہ تمیز کے آنے سے اسم عدد یعنی واحد اور انسان کے ذکر سے استغناء ہو جاتا ہے کیونکہ لفظ تمیز، مثلاً رَجُلٌ اور رَجُلَانِ باعتبار تصیغ کے وحدت اور تثنیہ پر دلالت کرتے ہیں اور عرب کے قول رَجُلٌ وَاحِدٌ میں واحد برائے تائید ہے۔ (۲) تین سے لیکر دس تک کی تمیز جمع اور مجرور ہوتی ہے سوائے لفظ مِائَةٍ کے جسے ثَلَاثُ مِائَةٍ مَفْرُودٌ آتا ہے۔ (۳) گیارہ سے لیکر تالیس تک کی تمیز مفرد اور منصوب ہوتی ہے۔ (۴) مِائَةٌ اور الْفِ اور ان کے تثنیہ و جمع کی تمیز مفرد اور مجرور آتی ہے۔ سوال۔ ارشاد باری تعالیٰ وَقَطَعْنَا لَهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَبِيطًا مِمَّا فِي مِيزِ مَفْرُودِيَّوْنَ نَمِيْنَ آئی؟ جواب۔ اس ارشاد باری تعالیٰ میں السباطا تمیز نہیں ورنہ اسم عدد تیس کے مطابق (اثنا عشر) آتا، بلکہ یہ تیس سے بدل کر تین ہے اور تمیز مخدوف ہے اور وہ فرقة ہے۔

فصل الإسم إماماً مذكراً وإمماً مؤنثاً فالْمُؤنثُ ما فيه علامة التانيث لفظاً أو تقديراً والمذكر ما بخلافه وعلامة التانيث ثلاثة التاء كطلحة والالف المقصورة كحبله والالف الممدودة كعمراء والمقدرة إنما هو التاء فقط كأرض ودار بدليل أريضة وذويرة ثم المؤنث على قسمين حقيقي وهو ما بإزائه ذكر من الحيوان كما مرأة وناقاة ولفظي وهو ما بخلافه كظلمة وعين وقد عرفت أحكام الفعل إذا أسند إلى المؤنث فلا نعيدها

قوله الإسم إماماً مذكراً وإمماً مؤنثاً :- جس کے اعتبار سے اسم کی دو قسمیں ہیں مذکر اور مؤنث، مذکر وہ ہے جس میں علامت تانیث نہ ہو۔ مؤنث وہ ہے جس میں تانیث کی علامت لفظاً یا تقدیراً ہو۔ اور تانیث کی علامتیں تین ہیں۔ (۱) تائے مدورہ (ة)، یہ علامت، اسم جامد اور اسم صفت میں پائی جاتی ہے جیسے عُرفَة (کمرہ) یہ اسم جامد ہے اور ضارِبَة (مارنے والی) یہ اسم صفت ہے (۲) الف مقصورہ، یہ علامت صفت مشبہ اور اسم تفضیل میں پائی جاتی ہے جیسے عَطْشِي (پیا سی عورت) اور حَسَنِي (سب سے زیادہ خوبصورت عورت)۔ (۳) الف ممدودہ، یہ علامت صفت مؤنث اور اسم کے آخر میں آتی ہے جیسے حَمْرَاءُ اور صَحْرَاءُ - حَمْرَاءُ مؤنث کی صفت ہے اور صَحْرَاءُ اسم ہے۔ قوله والمقدرة :- یعنی تانیث کی علامتوں میں سے مقدر، صرف تاء ہوتی ہے جیسے اَرْضُ اور دَارُ اور ان میں تقدیر تاء پر دلیل یہ ہے کہ ان کی تصغیر اَرِيضَةٌ اور ذَوِيْرَةٌ ہے اور تصغیر میں اسم کے تمام حروف اصل پر آجاتے ہیں۔ سوال :- مؤنث کی تعریف مذکور جامع نہیں ہے اس لئے کہ ہی، ہذہ اور التی وغیرہ پر صادق نہیں آتی کیونکہ ان میں کوئی علامت تانیث نہیں ہے نہ ملفوظ اور نہ مقدر؟ جواب :- مذکورہ تعریف مؤنث، اسم متمکن کی ہے اور ہی وغیرہ اسم متمکن نہیں بلکہ اسم غیر متمکن ہیں جس پر مذکورہ تعریف کا صادق نہ آنا ضروری ہے۔ فائدہ :- کسی اسم کی تانیث، بچند وجوہ معلوم کی جاسکتی ہے (۱) اسم کی طرف راجع ضمیر سے جیسے وَالشَّمْسُ وَضَحْهَآ (۲) اسم اشارہ سے جیسے تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ - (۳) فعل کے مؤنث ہونے سے جیسے التفت الساق بالساق - (۴) تصغیر کے ساتھ جیسے اَرِيضَةٌ - (۵) عدد مجرد عن التاء کے ساتھ جیسے ثلث اذرع (عقد) قوله ثم المؤنث :- پھر مؤنث کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) حقیقی، یہ وہ مؤنث ہے جس کے مدلول کے مقابلہ میں نر جاندار ہو جیسے امرأة اور ناقاة کہ اول کے مدلول کے مقابلہ میں رَجُلٌ ہے جو نر حیوان ہے اور ثانی کے مدلول کے مقابلہ میں جمل ہے جو نر حیوان ہے (۲) لفظی، مؤنث لفظی وہ ہے جس کے مدلول کے مقابلہ میں نر جاندار نہ ہو، اس میں کبھی علامت تانیث لفظوں میں ظاہر ہوتی ہے جیسے ظلمة اور کبھی ظاہر نہیں ہوتی جیسے عَيْنٌ - فائدہ :- لفظ عَيْنٌ، الفاظ مشترکہ سے ایک لفظ ہے اور اپنے ہر معنی کے اعتبار سے مؤنث ہے اس کی جمع عُيُونٌ اور اَعْيَانٌ ہے۔

فصل الثمینی اسم الحوق باخره الف او یاء مفتوح ما قبلها ونون مكسورة
لیدل علی ان معہ اخر مثله نحو رجلان ورجلین هذا فی الصغیح
أما المقصور فان كانت الفه منقلبة عن واو و كان ثلاثیا رداً الى أصله
كعصوان فی عصا وان كانت عن یاء او واو وهو أكثر من الثلاثی أو لیست
منقلبة عن شیئ تقلب یاء كرحیان فی رخی وملهیان فی ملهی وخباریان
فی خباری وخبلیان فی خبلی وأما الممدود فان كانت همزته أصلیة
تثبت كقراءان فی قراء وان كانت للتانیث تقلب واو كحمراوان فی حمراء
وان كانت بدلاً من أصل واو او یاء جازفیه الوجهان ككساوان وكساان
ویجب حذف نونه عند الإضافة تقول جاء نبي غلاما زید ومسلما مصر

التمنی مصنف علیہ الرحمۃ نے مثنی کو بوجہ ذیل جمع پر مقدم کیا۔ (۱) یہ اپنے اصل یعنی مفرد کے زیادہ قریب ہے۔ (۲) اس میں مفرد کے اندر تبدیلی نہیں آتی۔ (۳) بوجہ اسکی کثرت کے، کیونکہ یہ کسی شرط کے ساتھ مشروط نہیں اور غیر مشروط کثیر ہوتا ہے۔ **تعریف**:- تشنیہ وہ اسم ہے جس کے مفرد کے آخر میں الف نون حالت رفع میں اور یاء و نون حالت نصب و جر میں بڑھایا جائے تاکہ یہ اضافہ اس امر پر دلالت کرے کہ مفرد کے ساتھ اس کی مثل ایک اور بھی ہے جیسے رجل سے رجلاں اور رجلین۔ اور مفرد میں مذکورہ بالا تبدیلی صرف صحیح اور جاری مجرای صحیح میں ہوگی۔ سوال:- ہما اور انما، مثنی ہیں حالانکہ ان کے مفرد ہوا اور انت کے آخر میں الف نون یا یاء و نون نہیں بڑھایا گیا؟ جواب:- یہ دونوں اسم غیر متمکن ہیں اور تعریف مذکور اس مثنی کی ہے جو اسم متمکن ہے۔ **قولہ وأما المقصور**:- اسم مقصور سے تشنیہ بنانا ہو تو دیکھیں۔ (۱) اگر واحد ثلاثی ہے اور اس کا الف واؤ سے بدلا ہوا ہے تو تشنیہ بناتے وقت الف کو اس کے اصل (واؤ) کی طرف لوٹادیں مثلاً عصی سے عصوان۔ (۲) اگر وہ ثلاثی ہے اور اس کا الف یاء سے بدلا ہوا ہے تو تشنیہ میں الف کو یاء کر دیں مثلاً رخی سے رحیان۔ (۳) اگر اسم ثلاثی نہیں ہے اور الف واؤ سے بدلا ہوا ہے تو الف یاء سے بدل جائے گا مثلاً ملھی سے ملهیان، یہ اسم مفعول ہے الہاء، بمعنی مشغول کرنا ہے۔ (۴) اگر الف کسی سے بدلا ہوا نہیں ہے تو یاء ہو جائے گا جیسے خبلی سے خبلیان یہ ثلاثی مجرد ہے اور خباری سے خباریان، یہ ثلاثی مزید فیہ ہے۔ **قولہ والممدود**:- جس اسم کے آخر میں الف ممدود ہو اس سے تشنیہ بنانے کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) اگر ہمزہ اصلیہ اور کسی حرف سے بدلا ہوا نہیں ہے تو تشنیہ میں ہمزہ ہی رہے گا جیسے قراء سے قراءان۔ (۲) اگر ہمزہ تانیث کا ہے تو واؤ ہو جائے گا جیسے حمراء سے حمراوان۔ (۳) اگر ہمزہ واؤ یا یاء اصلیہ سے مبدل ہے تو ہمزہ باقی رہے گا۔ قراء کے ہمزہ کی مشابہت کی وجہ سے جیسے کساء سے کساان یا واؤ سے بدل جائے گا بوجہ مشابہت ہمزہ حمراء کے۔ جیسے کساء سے کساوان۔

وَكذَلِكَ تُحذَفُ تَاءُ التَّانِيثِ فِي تَثْنِيَةِ الْخُصِيَّةِ وَالْإِلِيَّةِ خَاصَّةً تَقُولُ
 خُصِيَّانِ وَالْيَانِ لِأَنَّهُمَا مُتَلَازِمَانِ فَكَانَهُمَا شَيْئًا وَاحِدًا وَاعْلَمْ أَنَّهُ إِذَا رِيدَ
 إِضَافَةٌ مُثْنِيٌّ إِلَى الْمُثْنِيِّ يُعْبَرُ عَنِ الْأَوَّلِ بِلِفظِ الْجَمْعِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى فَقَدْ
 صَفَتْ قُلُوبُكُمْ وَأَفَاطَعُوا أَيْدِيَهُمَا وَذَلِكَ لِكِرَاهَةِ اجْتِمَاعِ تَثْنِيَّتَيْنِ فِيمَا
 تَأَكَّدَ الْإِتِّصَالَ بَيْنَهُمَا لَفْظًا وَمَعْنَى فَضْلِ الْمَجْمُوعِ اسْمٌ دَلَّ عَلَى الْحَادِ
 مَقْصُودَةٍ بِحُرُوفٍ مُفْرَدَةٍ بِتَغْيِيرٍ مَا أَمَّا الْفِظِيَّ كِرَجَالٍ فِي رَجُلٍ أَوْ تَقْدِيرِيَّ
 كَفُلْكَ عَلَى وَزْنِ أُسْدٍ فَإِنَّ مُفْرَدَهُ أَيْضًا فُلْكَ لِكِنَّةِ عَلَى وَزْنِ قُفْلٍ فَقَوْمٌ
 وَرَهْطٌ وَنَحْوُهُ وَإِنْ دَلَّ عَلَى الْحَادِ لِكِنَّةِ لَيْسَ بِجَمْعٍ إِذْ لَا مُفْرَدَ لَهُ

تو کہ کذاک تحذف تاء التانیث فی تثنیۃ الخصیۃ و الیۃ خاصۃ تقول
 خصیان و الیان لانهما متلازمان فكانهما شیئاً واحداً و اعلم انه اذا رید
 إضافة مثنیٰ الی المثنیٰ یعتبر عن الأول بلفظ الجمع کقولہ تعالیٰ فقد
 صفت قلوبکم و افاطعوا ایدیہما و ذلک لکراہۃ اجتماع تثنیئین فیما
 تأکد الاتصال بینہما لفظاً و معنی فضل المجموع اسم دل علی الحاد
 مقصودۃ بحروف مفردۃ بتغییر ما اما الفظی کرجال فی رجل ا و تقدیری
 کفلک علی وزن اسد فان مفردہ ایشاً فلک لکنۃ علی وزن قفل فقوم
 و رھط و نحوہ و ان دل علی الحاد لکنۃ لیس بجمع اذ لا مفرد لہ
 ہے۔ مصنف نے حذف تاء کو حذف نون کے ساتھ حذف میں تشبیہ دی ہے مراد یہ نہیں کہ بوقت اضافت نون کی طرح تاء بھی
 ساقط ہو جاتی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ الیۃ، کا تشبیہ بنات وقت تاء ساقط ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ خصیین اور الیین شدت
 اتصال کی وجہ سے بمنزلہ شے واحد کے ہیں اور مفرد کے حکم میں ہیں اور مفرد کے وسط میں تاء تانیث نہیں آتی۔ قولہ
 و اعلم۔ یعنی جب کسی مثنیٰ کی ضمیر مثنیٰ کی طرف اضافت کی جائے تو مثنیٰ مضاف کو جمع لایا جائے گا جیسے فقد صفت
 قلوبکم میں قلوب جمع ہے اور فاطعوا ایدیہما میں ایدی جمع ہے۔ قولہ و ذلک۔ اور تشبیہ مضاف کو بصورت جمع
 اس لئے لایا جاتا ہے کہ مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان لفظاً و معنی اتصال مؤکد ہے اور ایسی جگہ دو مثنیٰ کا اجتماع مکروہ ہے۔
 قولہ المجموع۔ اگرچہ مشہور نام جمع ہے لیکن مصنف نے المجموع یا تو المثنیٰ کی موافقت میں کہا یا اس کے ایک
 مثنیٰ نام کو ظاہر کرنے کیلئے۔ جمع وہ اسم ہے جو افراد مقصودہ پر مفرد کے حروف کے ساتھ جمع کچھ تغیر کے دلالت کرے اور صیغہ
 جمع کی مفرد کے ساتھ مغایرت کبھی لفظی ہوتی ہے جیسے رجال میں جو رجال کی جمع ہے اور کبھی مغایرت تقدیری ہوتی ہے جیسے
 فلک جو معنی شتیاں ہے، یہ جمع ہے اور بروزن اسد ہے اور فلک بمعنی کشتی مفرد ہے یہ بروزن قفل ہے یعنی فلک
 مفرد اور جمع میں لفظوں میں کوئی فرق نہیں ہے سرف فرق تقدیری ہے اور وہ جمع کا بروزن اسد اور مفرد کا بروزن قفل ہونا۔
 قولہ فقوم۔ یہ مصنف کے قول بحروف مفردہ پر متفرع ہے یعنی قوم اور رھط وغیرہ اگرچہ احاد پر دلالت کرتے ہیں
 لیکن جمع نہیں اس لئے کہ ان کا مفرد نہیں ہے بلکہ یہ اسم جمع ہیں۔

ثُمَّ الْجَمْعُ عَلَى قِسْمَيْنِ مُصَحَّحٌ وَهُوَ مَا لَمْ يَتَغَيَّرْ بِنَاءٍ وَاحِدِهِ وَمُكْسَرٌ وَهُوَ
مَا يَتَغَيَّرُ فِيهِ بِنَاءٌ وَاحِدِهِ وَالْمُصَحَّحُ عَلَى قِسْمَيْنِ مُذَكَّرٌ وَهُوَ مَا لِحَقِّ بِآخِرِهِ
وَإِوَاءٌ مَضْمُومٌ مَاقْبَلَهَا وَنُونٌ مَفْتُوحَةٌ كَمُسْلِمُونَ أَوْ يَاءٌ مَكْسُورٌ مَاقْبَلَهَا وَنُونٌ
كَذَلِكَ لِيَدُلَّ عَلَى أَنَّ مَعَهُ أَكْثَرَ مِنْهُ نَحْوُ مُسْلِمِينَ وَهَذَا فِي الصَّحِيحِ
أَمَّا الْمَنْقُوصُ فَتُحذفُ يَأْوُهُ مِثْلُ قَاضُونَ وَدَاعُونَ وَالْمَقْصُورُ يُحذفُ أَلِفُهُ
وَيُبْقَى مَاقْبَلَهَا مَفْتُوحًا لِيَدُلَّ عَلَى أَلِفِ مَحذُوفَةٍ مِثْلُ مُصْطَفُونَ وَيُخْتَصُّ
بِأُولَى الْعِلْمِ وَأَمَّا قَوْلُهُمْ سِنُونَ وَأَرْضُونَ وَثُبُونَ وَقِلُونَ فَشَازٌ

قوله ثم الجمع :- پھر جمع کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مصحح (سالم) یہ وہ جمع ہے جس میں واحد کا وزن تبدیل نہ ہو صرف آخر میں چھ حروف بڑھائیے جائیں۔ (۲) جمع مکسر یہ وہ ہے جس میں واحد کا وزن باقی نہ رہے جیسے رجال جو رجل کی جمع ہے اور جمع مصحح کی دو قسمیں ہیں اول جمع مذکر دوم جمع مؤنث۔ قسم اول :- جمع مذکر سالم وہ جمع ہے جس کے مفرد کے آخر میں حالت رفع میں واؤ ماقبل مضموم اور نون مفتوحہ لاحق کیا جائے جیسے مُسْلِمُونَ یا یا، ماقبل مکسور اور نون مفتوحہ بڑھایا جائے جیسے مُسْلِمِينَ تاکہ یہ اضافہ اس امر پر دلالت کرے کہ مفرد کے ساتھ اس کی جنس سے اشتراک ہے اور یہ الحاق بغیر کسی دوسری تبدیلی کے صرف مفرد جمع میں ہوتا ہے۔ قولہ أما المنقوص :- یعنی اسم منقوص مفرد کی یا، جمع سالم بناتے وقت حذف ہو جاتی ہے جیسے قَاضُونَ جو اصل میں قَاضِيُونَ تھا اور اسم مقصور کا الف بھی حذف ہو جاتا ہے اور اس کے ماقبل کافتہ باقی رہتا ہے تاکہ الف محذوفہ پر دلالت کرے جیسے مُصْطَفُونَ جو اصل میں مُصْطَفِيُونَ تھا۔ یا، الف ہو کر التھا، سائنین کی وجہ سے حذف ہو گئی، اور یہ جمع (واؤ نون اور یا، نون کیساتھ) اولی العلم یعنی ذوی العقول کے ساتھ خاص ہے۔ فائدہ :- عالمین، عالم کی جمع از باب تغليب ہے یعنی غیر عقلاء پر عقلاء کو غلبہ دے کر یہ جمع یا، و نون کے ساتھ بنائی گئی ہے اور ارشاد باری تعالیٰ رَأَيْتَهُمْ لِي سَاجِدِينَ میں چونکہ ستاروں سے ذوی العقول والا فعل (جدہ) صادر ہوا اس لئے ان کو ذوی العقول کا درجہ دیکر ان کی جمع یا، و نون کے ساتھ الائی گئی۔ قولہ واما قولہم :- یہ ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے تقریر اعتراض یہ ہے کہ لفظ ارض (زمین) سنة (سال) ثبوة (رہ) قلة (کلی ذنبا) یہ تمام الفاظ ذی عقل نہیں حالانکہ ان کی جمع واؤ نون اور یا، نون کے ساتھ آئی ہے لہذا اس جمع کے لئے ذی عقل کی شرط صحیح نہیں۔ جواب یہ ہے کہ ارضون، سنون، ثبون اور قلون، جموع شاذہ اور خلاف قیاس ہیں۔

وَيَجِبُ أَنْ لَا يَكُونَ أَفْعَلٌ مُؤَنَّثَةٌ فَعَلَاءً كَأَحْمَرَ وَحَمْرَاءَ وَلَا فَعْلَانٌ مُؤَنَّثَةٌ فَعْلَى
 كَسُكْرَانَ وَسُكْرَى وَلَا فَعِيلًا بِمَعْنَى مَفْعُولٍ كَجَرِيحٍ بِمَعْنَى مَجْرُوحٍ وَلَا فَعُولًا
 بِمَعْنَى فَاعِلٍ كَصَبُورٍ بِمَعْنَى صَابِرٍ وَيَجِبُ حَذْفُ نُونِهِ بِالْإِضَافَةِ نَحْوُ
 مُسْلِمٍ مُضْرٍ وَمُؤَنَّثٌ وَهُوَ مَا لَحِقَ بِآخِرِهِ الْفَاءُ وَتَاءُ نَحْوِ مُسْلِمَاتٍ وَشَرْطُهُ أَنْ كَانَ
 صِفَةً وَلَهُ مُذَكَّرٌ أَنْ يَكُونَ مُذَكَّرُهُ قَدْ جُمِعَ بِالْوَاوِ وَالنُّونِ نَحْوِ مُسْلِمُونَ وَإِنْ لَمْ يَكُنْ
 لَهُ مُذَكَّرٌ فَشَرْطُهُ أَنْ لَا يَكُونَ مُؤَنَّثًا مُجَرَّدًا عَنِ التَّاءِ كَالْحَائِضِ وَالْحَامِلِ

قولہ و یجب :- یعنی جس مفرد کی یہ جمع بنانی ہو اگر وہ اسم محض ہو تو اُس میں تین شرطیں ہیں۔ (۱) مذکر ہو۔ (۲) علم ہو۔ (۳) عاقل ہو۔ اور اگر اسم صفت ہو تو اُس میں چھ شرطیں ہیں۔ (۱) وہ اسم صفت اُس اَفْعَل کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فَعْلَاء کے وزن پر آتی ہے جیسے أَحْمَر، کہ اس کی مؤنث حَمْرَاء کے وزن پر آتی ہے۔ یہ شرط اس لئے ہے کہ فعل تفضیل جس کی جمع واو اور نون کے ساتھ آتی ہے اُس سے التباس نہ ہو۔ (۲) وہ اسم صفت اُس فَعْلَان کے وزن پر نہ ہو جس کی مؤنث فَعْلَى کے وزن پر آتی ہے جیسے سُكْرَانَ، اس کی مؤنث سُكْرَى آتی ہے، وجہ یہ ہے کہ فَعْلَان، فَعْلَانَةُ کی جمع واو اور نون کے ساتھ آتی ہے اور فَعْلَان، فَعْلَى کی جمع بھی اگر واو اور نون کے ساتھ آئے تو ان میں فرق نہیں ہو سکے گا جیسے نذمان کی جمع نذمانون آتی ہے۔ (۳) وہ اسم صفت فَعِيل، بِمَعْنَى مَفْعُول نہ ہو جیسے جَرِيح، بِمَعْنَى مَجْرُوح۔ (۴) وہ اسم صفت فَعُول، بِمَعْنَى فَاعِل نہ ہو جیسے صَبُور، بِمَعْنَى صَابِر۔ وجہ یہ ہے کہ اس فَعِيل اور فَعُول میں تذکیر و تانیث مساوی ہے لہذا ان کی جمع نہ تو واو اور نون کے ساتھ آئے گی اور نہ الف اور تاء کیساتھ بلکہ ایسے لفظ کیساتھ آئی گی جس میں تذکیر و تانیث برابر ہو۔ (۵) اسم میں تاء نہ ہو جیسے عَلَامَةٌ۔ (۶) یہ شرط وجودی ہے کہ وہ اسم صفت مذکر عاقل ہو۔ قولہ وَمُؤَنَّثٌ :- یعنی جمع سالم کی دوسری قسم جمع مؤنث سالم ہے یہ وہ جمع ہے جس کے مفرد کے آخر میں الف اور تاء لاحق کیا گیا ہو جیسے مُسْلِمَات جو مُسْلِمَة کی جمع ہے۔ قولہ شَرْطُهُ :- یعنی جس اسم کی جمع الف اور تاء کے ساتھ لانا چاہتے ہو اگر وہ صیغہ صفت ہو اور اُس کا مذکر بھی ہو تو اُس کی شرط یہ ہے کہ اُس کے مذکر کی جمع واو اور نون کے ساتھ آئی ہو اس لئے کہ اگر مؤنث کی جمع سالم آئے اور مذکر کی نہ آئے تو فرغ کی اصل پر زیادتی لازم آئے گی اور اگر اُس مؤنث کا مذکر نہ ہو تو اُس کی شرط یہ ہے کہ وہ مؤنث مجرد عن التاء نہ ہو جیسے حَائِضٌ اور حَامِلٌ۔ یہ دونوں اسم صفت مجرد عن التاء ہیں اور ان کا مذکر نہیں ہے لہذا ان کی جمع الف اور تاء کے ساتھ (حَائِضَاتٌ اور حَامِلَاتٌ) نہیں آئے گی بلکہ حَوَائِضٌ اور حَوَامِلٌ آئے گی تاکہ حَائِضَةٌ اور حَامِلَةٌ (بالتاء) کی جمع کے ساتھ التباس نہ ہو کہ ان کی جمع الف اور تاء کے ساتھ آتی ہے۔

وَأَنَّ كَانَ اسْمًا غَيْرَ صِفَةٍ جُمِعَ بِالْأَلْفِ وَالتَّاءِ بِلاَ شَرْطٍ كَهِنْدَاتٍ وَ الْمُكْسَرُ
صِيغَتُهُ فِي الثَّلَاثِي كَثِيرَةٌ تُعْرَفُ بِالسَّمَاعِ كَرَجَالٍ وَ أَفْرَاسٍ وَ فُلُوسٍ وَ فِي
غَيْرِ الثَّلَاثِي عَلَى وَزْنِ فَعَالِلٍ وَ فَعَالِيلٍ قِيَاسًا كَمَا عَرَفْتَ فِي التَّصْرِيْفِ ثُمَّ
الْجَمْعُ أَيضًا عَلَى قِسْمَيْنِ جَمْعُ قَلَّةٍ وَ هُوَ مَا يُطْلَقُ عَلَى الْعَشْرَةِ فَمَا ذُوْنَهَا
وَ ابْنِيَّتُهُ أَفْعُلُ وَ أَفْعَالٌ وَ أَفْعَلَةٌ وَ فَعْلَةٌ وَ جَمْعًا الصَّحِيْحُ بِذُوْنِ اللَّامِ كَزَيْدُوْنٍ وَ مُسْلِمَاتٍ
وَ جَمْعُ كَثْرَةٍ وَ هُوَ مَا يُطْلَقُ عَلَى مَا فَوْقَ الْعَشْرَةِ وَ ابْنِيَّتُهُ مَا عَدَا هَذِهِ الْآبْنِيَّةِ

فائدہ :- یہ تفریق لفظ اس لئے ضروری ہے کہ ان دونوں میں معنی تفریق ہے کیونکہ حائض کے معنی ہیں بالغ عورت اور حائضہ، وہ ہے جو فی الحال حیض میں مبتلا ہے۔ قوله وَأَنَّ كَانَ :- اور اگر وہ مفرد اسم محض ہو تو اس کی جمع بغیر کسی شرط کے الف اور تاء کے ساتھ آئے گی۔ جیسے ہند، کی جمع ہندات ہے۔ قوله وَالْمُكْسَرُ :- یعنی جمع مکسر کے صیغے ثلاثی میں کثیر ہیں جو سماع سے معلوم ہوتے ہیں جیسے رجال، وغیرہ اور غیر ثلاثی میں فَعَالِلُ اور فَعَالِيلُ کے وزن پر آتے ہیں۔ جیسے ذراہم اور دنانیر۔ قوله ثُمَّ الْجَمْعُ :- جمع کی معنی کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں۔ (۱) جمع قلت، جس کا اطلاق تین سے لیکر دس افراد تک ہو اور اس کے وزن یہ ہیں أَفْعُلُ، جیسے اَكْلَبُ (جمع كَلْبُ)۔ أَفْعَالُ، جیسے أَفْرَاسُ (جمع فرس)۔ أَفْعَلَةٌ، جیسے اَرْغِفَةٌ (جمع رَغِيْفٌ) فَعْلَةٌ جیسے غَلْمَةٌ (جمع غُلَامٌ) اور دو جمع صحیح جبکہ وہ الف لام کے بغیر ہوں جیسے زَيْدُوْنٍ اور مُسْلِمَاتٍ۔

جمع السلامة منكوراً يراد به	قطعه	من الثلاثة الى عشر فلا تزد
و افعل ثم افعال و افعلة		وفعلة مثله في ذلك العدد
كافلس و كاثواب و ارغفة		و غلمة فاحفظها حفظ مجتهد

فائدہ :- مصنف کا قول جَمْعًا الصَّحِيْحُ، مرکب اضافی ہے اس کا مضاف اصل میں جمعمان (صیغہ تثنیہ) تھا۔ نون بوجہ اضافت گر گیا ہے اور یہ مصنف کے قول فَعْلَةٌ پر معطوف ہے یعنی جمع قلت کی ابنیہ سے دو جمع سالم ہیں جیسے مُسْلِمُوْنٍ اور مُسْلِمَاتٍ۔ قوله بِذُوْنِ اللَّامِ :- حال ہونے ان اوزان سے کہ لام کے بغیر۔ کیونکہ اوزان سے جب معرف بلام ہوں گے تو مفید استغراق ہوں گے۔ (۲) جمع کثرت دس سے اوپر غیر محدود افراد پر اطلاق کی جاتی ہے اور اس کے اوزان جمع قلت کے اوزان سے کے علاوہ ہیں۔ **فائدہ** جمع قلت اور جمع کثرت کے درمیان فرق عند المصنف مبدأ اور منتہی کے لحاظ سے ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ لیکن علامہ تفتازانی وغیرہ کے نزدیک ان میں فرق باعتبار منتہی کے ہے یعنی جمع قلت کا اطلاق تین سے دس تک ہوتا ہے اور جمع کثرت کا اطلاق تین سے شروع ہوتا ہے اور اس کے زائد کی کوئی حد نہیں۔

فصل المَصْدَرُ اسْمٌ يَدُلُّ عَلَى الْحَدِثِ فَقَطْ وَيُشْتَقُّ مِنْهُ الْأَفْعَالُ كَالضَّرْبِ وَالنَّصْرِ مَثَلًا وَابْنِيَّتُهُ مِنَ الثَّلَاثِي الْمَجْرَدِ غَيْرُ مَضْبُوطَةٍ تُعْرَفُ بِالسَّمَاعِ وَمِنْ غَيْرِهِ قِيَاسِيَّةٌ كَالْإِفْعَالِ وَالْإِنْفَعَالِ وَالْإِسْتِفْعَالِ وَالْفَعْلَلَةُ وَالْتَفَعْلُلُ مَثَلًا فَالْمَصْدَرُ إِنْ لَمْ يَكُنْ مَفْعُولًا مُطْلَقًا يَعْمَلُ عَمَلِ فِعْلِهِ أَغْنَى يَرْفَعُ الْفَاعِلَ إِنْ كَانَ لِأَزْمَانًا نَحْوُ أَعْجَبَنِي قِيَامٌ زَيْدٌ وَيَنْصَبُ مَفْعُولًا أَيْضًا إِنْ كَانَ مُتَعَدِّيًا نَحْوُ أَعْجَبَنِي ضَرْبٌ زَيْدٌ عَمْرًا وَلَا يَجُوزُ تَقْدِيمُ مَعْمُولِ الْمَصْدَرِ عَلَيْهِ فَلَا يُقَالُ أَعْجَبَنِي زَيْدٌ ضَرْبٌ عَمْرًا وَلَا عَمْرًا ضَرْبٌ زَيْدٌ

۵۔ **المصدر** مصدر وہ اسم ہے جو صرف معنی حدت پر دلالت کرے اور اس سے افعال مشتق کئے جاتے

ہوں۔ جیسے الضرب اور النصر وغیرہ۔ سوال :- اسمائے عاملہ کو افعال پر مقدم کیوں کیا گیا ہے حالانکہ اسماء کا عمل افعال

سے مستعار ہے؟ جواب :- اس لئے کہ اسماء باعتبار مفہوم اقویٰ ہیں کیونکہ اسم کے معنی فہم میں کسی چیز کے محتاج نہیں اور اقویٰ

محتاج الیہ کی تقدیم اولیٰ ہے۔ فائدہ :- حدت سے مراد وہ معنی ہیں جو قائم بالغیر ہوں جیسے طول اور قصر چونکہ نحوات بصرہ کے

نزدیک مصدر اشتقاق میں سب کی اصل ہے اس لئے تمام متعلقات فعل میں اس کو مقدم کیا گیا ہے۔ قولہ ابْنِيَّتُهُ :- یعنی

مصدر کے اوزان کا ثلاثی مجرد سے کوئی قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ سماع کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں چنانچہ صاحب علم الصیغہ نے مصادر

مشہورہ ۴۴ ذکر کئے ہیں۔ قولہ ومن غیرہ :- اور غیر ثلاثی مجرد سے قیاسی ہیں یعنی ان کے وزن مقرر ہیں مثلاً ماضی اَفْعَلٌ کا

مصدر افعال اور ماضی فَعْلَلٌ کا فَعْلَلَةٌ وغیرہ۔ مصدر کا عمل اور شرط :- مصدر اپنے فعل کی مانند عمل کرتا ہے یعنی فعل لازم کا

مصدر ہو تو صرف فاعل کو رفع کرتا ہے اور فعل متعدی کا ہو تو فاعل کو رفع اور مفعول بہ کو نصب کرتا ہے بشرطیکہ وہ مصدر مفعول

مطابق نہ ہو۔ سوال :- مصدر مفعول مطلق ہونے کی صورت میں عمل کیوں نہیں کرتا؟ جواب :- اس صورت میں چونکہ

فعل موجود ہوتا ہے جو عمل میں اصل ہے اس لئے اصل کی موجودگی میں فرع کو عامل قرار دینا مناسب نہیں۔ قولہ

وَلَا يَجُوزُ :- اور مصدر پر اس کے معمول کو مقدم کرنا جائز نہیں یا تو اس لئے کہ مصدر عامل ضعیف ہے اور یا اس لئے کہ

مصدر ان مع الفعل کی تقدیر میں ہوتا ہے اور ان، موصول حرفی ہے جس پر اس کا صلہ یا معمول صلہ مقدم نہیں ہو سکتا۔

سوال :- صلہ موصول پر مقدم کیوں نہیں ہوتا؟ جواب :- اس لئے کہ موصول اور صلہ شے واحد کے حکم میں ہوتے ہیں

یعنی دونوں مل کر کلام کا ایک جز بنتے ہیں اور شئی واحد کا بعض اس کے بعض پر مقدم نہیں ہوتا۔

وَيَجُوزُ إِضَافَتُهُ إِلَى الْفَاعِلِ نَحْوُ كَرِهْتَ ضَرْبَ زَيْدٍ عَمْرًا وَإِلَى الْمَفْعُولِ بِهِ نَحْوُ كَرِهْتَ ضَرْبَ عَمْرٍو زَيْدًا وَأَمَّا إِنْ كَانَ مَفْعُولًا مُطْلَقًا فَالْعَمَلُ لِلْفِعْلِ الَّذِي قَبْلَهُ نَحْوُ ضَرَبْتُ ضَرْبًا عَمْرًا فَعَمْرٌو مَنْصُوبٌ بِضَرَبْتُ فَصَلَّ اسْمُ الْفَاعِلِ اسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلِ لِيَدُلَّ عَلَى مَنْ قَامَ بِهِ الْفِعْلُ بِمَعْنَى الْجُدُوثِ وَصِيغَتُهُ مِنَ الثَّلَاثِي الْمُبْجَرَّدِ عَلَى وَزْنِ فَاعِلٍ كَضَارِبٍ وَنَاصِرٍ وَمِنْ غَيْرِهِ عَلَى صِيغَةِ الْمُضَارِعِ مِنْ ذَلِكَ الْفِعْلِ بِمِيمٍ مَضْمُومٍ مَكَانَ حَرْفِ الْمُضَارَعَةِ وَكَسْرٍ مَا قَبْلَ الْآخِرِ كَمُدْخِلٍ وَمُسْتَخْرَجٍ

قولہ ویجوز: اور مصدر کی اضافت فاعل طرف جائز ہے اس وقت فاعل لفظ مجرور ہوگا۔ جیسے کرہت ضرب زید عمرا (میں نے زید کے عمرو کو مارنے کو ناپسند کیا) اور مفعول کی طرف اضافت بھی جائز ہے اس وقت مفعول لفظ مجرور ہوگا جیسے کرہت ضرب عمرو زید۔ لیکن مصدر کا مضاف نہ ہونا اور مفعول ہو کر عمل کرنا اولیٰ ہے۔ سوال: کیا مصدر کے عمل کے لئے اعتماد شرط ہے؟ جواب: نہیں۔ سوال: مصدر کب عمل کرتا ہے؟ جواب: (۱) جب مفعول مطلق تاکید یا مددی نہ ہو۔ (۲) جب اس کے آخر میں تائید نہ ہو۔ (۳) جب تشبیہ و جمع نہ ہو۔ (۴) جب محذوف نہ ہو۔ (۵) جب معمول سے مؤخر نہ ہو۔ قولہ اسم الفاعل: اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہو تاکہ اس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل بطریق حدوث قائم ہے۔ فائدہ: اسم فاعل اور دیگر صفات کے مشتق منہ میں دو قول ہیں۔ (۱) تمام صفات فعل سے مشتق ہیں۔ اس قول کے پیش نظر مصنف کے قول من فعل سے مراد فعل اصطلاحی ہوگا۔ (۲) تمام صفات مصدر سے مشتق ہیں۔ اس قول کی بنا پر من فعل سے فعل لغوی مراد ہوگا۔ سوال: اسم فاعل کی تعریف جامع نہیں اس لئے کہ تعریف میں لفظ من، مذکور ہے جو ذی عقل کیلئے آتا ہے لہذا اس تعریف سے وہ اسم فاعل خارج ہو گیا جس کا مدلول غیر ذی عقل ہوتا ہے جیسے مفتوس اور ذاہق۔ جواب: اسم فاعل کی تعریف میں کلمہ من سے تغلیباً ذی عقل اور غیر ذی عقل دونوں مراد ہیں لہذا تعریف جامع ہے۔ قولہ وصیغته: اور اسم فاعل کا صیغہ ثلاثی مجرد سے اکثر فاعل کے وزن پر آتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے علامت مضارع کی جگہ میم مضموم لگانے اور ما قبل آخر کو کسرہ دینے سے بنتا ہے۔ جیسے مدخل، مستخرج۔

وَهُوَ يَعْمَلُ عَمَلٌ فِعْلُهُ الْمَعْرُوفُ إِنْ كَانَ بِمَعْنَى الْحَالِ أَوْ إِنْ سَتَقْبَالِ وَمُعْتَمِدًا عَلَى الْمُبْتَدَأِ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ أَبَوُهُ أَوْ ذِي الْحَالِ نَحْوُ جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ ضَارِبًا أَبَوَهُ عَمْرًا أَوْ مَوْصُولٍ نَحْوُ مَرَرْتُ بِالضَّارِبِ أَبَوُهُ عَمْرًا أَوْ مَوْصُوفٍ نَحْوُ عِنْدِي رَجُلٌ ضَارِبٌ أَبَوَهُ عَمْرًا أَوْ هَمْزَةَ الْإِسْتِفْهَامِ نَحْوُ أَقَائِمٌ زَيْدٌ أَوْ حَرْفِ النَّفْيِ نَحْوُ مَا قَائِمٌ زَيْدٌ فَإِنْ كَانَ بِمَعْنَى الْمَاضِي وَجَبَّتِ الْإِضَافَةُ مَعْنَى نَحْوُ زَيْدٌ ضَارِبٌ عَمْرًا أَوْ إِذَا كَانَ مُنْكَرًا أَمَا إِذَا كَانَ مُعْرَفًا بِاللَّامِ يَسْتَوِي فِيهِ جَمِيعُ الْأَزْمِنَةِ نَحْوُ زَيْدٌ الضَّارِبُ أَبَوَهُ عَمْرًا الْآنَ أَوْ غَدًا أَوْ أَمْسَ

قولہ وهو یعمل: اور اسم فاعل اپنے فعل معروف والا عمل کرتا ہے یعنی لازم ہو تو فاعل کو رفع دیتا ہے اور اگر متعدی ہو تو مفعول بہ کو نصب بھی دیتا ہے لیکن اس کے عمل کے لئے دو شرطیں ہیں۔ (۱) حال یا استقبال کے معنی میں آئے تاکہ زمانہ میں موافقت کی وجہ سے مضارع کیساتھ اس کی موافقت برقرار رہے۔ (۲) مبتدأ، ذوالحال، موصول، موصوف، ہمزہ استفہام اور حرف نفی میں سے کسی ایک پر اعتماد کرتا ہو۔ سوال: آیت کریمہ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ میں باسِطٌ بمعنی ماضی ہے حالانکہ مفعول بہ کو نصب دے رہا ہے؟ جواب: - باسِطٌ (اسم فاعل) بطور حکایت بمعنی حال ہے۔ فائدہ: - علامہ عبدالرسول نے اس تاویل کو تکلف قرار دیا ہے وہ فرماتے ہیں۔

لیک در معنی ماضی ہم کند گاہے عمل ہست تا ویلش تکلف فہم کن نکتہ را

سوال: - إِنْ زَيْدًا قَائِمٌ میں اسم فاعل عمل کر رہا ہے حالانکہ اس کا اعتماد اشیاء ستہ میں سے کسی پر نہیں ہے؟ جواب: - اشیاء ستہ میں سے ایک مبتدأ ہے جس سے مراد مسندالیہ ہے اور وہ مثال مذکور میں موجود ہے یعنی زَيْدًا، کیونکہ حرف مشبہ بفعل کا اسم مسندالیہ ہوتا ہے۔ قولہ فَإِنْ كَانَ: - پس اگر اسم فاعل بمعنی ماضی ہو تو اس کی اضافت مابعد کی طرف باضافت معنویہ واجب ہے۔ جیسے زَيْدٌ ضَارِبٌ عَمْرًا أَوْ أَمْسَ، زید نے عمر کو گذشتہ کل مارا۔ فائدہ: - اسم فاعل بمعنی ماضی کی اضافت اس وقت واجب ہے جب اس کا مابعد از روئے معنی مفعول بہ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو، ورنہ اضافت واجب نہیں لہذا ہذا ضاربٌ أَمْسَ، میں ضارب پر توین بھی جائز ہے کہ لفظ أَمْسَ باعتبار معنی مفعول بہ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ قولہ وَهَذَا: - اور اسم فاعل کے عمل کے لئے مذکورہ شرط اس وقت ہے جب نکرہ ہو اور اگر معرفہ بلام موصولہ ہو تو بغیر شرط کے مفعول بہ کو نصب دے گا اس لئے کہ اسم فاعل مقرون بلام موصولہ، فعل کے مقام اور اس کی قوت میں ہوتا ہے لہذا بلا شرط عمل کرتا ہے۔ جیسے الضَّارِبُ أَبَوَهُ عَمْرًا الْآنَ أَوْ غَدًا أَوْ أَمْسَ هُوَ زَيْدٌ۔

فصل اسم المفعول اسم مشتق من فعل متعدٍ ليدل على من وقع عليه الفعل وصيغته من مجرد الثلاثي على وزن مفعول لفظًا كمضروب أو تقديرًا كمنقول ومرمي ومن غيره كما سم الفاعل بفتح ما قبل الآخر كمذخل ومستخرج ويعمل عمل فعله المجهول بالشرائط المذكورة في اسم الفاعل نحو زيد مضروب علامة الآن أو غدا أو أمس **فصل الصفة المشبهة اسم مشتق من فعل لازم ليدل على من قام به الفعل بمعنى الثبوت وصيغتها على خلاف صيغة اسم الفاعل والمفعول إنما تعرف بالسمع كحسن وصب وظريف وهي تعمل عمل فعلها مطلقًا بشرط الإغتماد المذكور**

قوله اسم المفعول :- اسم مفعول وہ اسم ہے جو فعل متعدی سے مشتق ہوتا کہ اس ذات پر دلالت کرے جس پر فاعل کا فعل واقع ہوا ہے۔ اور اس کا صیغہ ثلاثی مجرد سے اکثر مفعول کے وزن پر آتا ہے اور غیر ثلاثی مجرد سے اسم فاعل کے وزن پر صرف اتنے فرق کے ساتھ کہ ما قبل آخر اس میں مفتوح ہوتا ہے اور یہ فعل مجہول والاعمل کرتا ہے انہیں شرائط کے ساتھ جو اسم فاعل میں گذری ہیں۔ **قوله الصفة المشبهة** :- صفت مشبہ وہ اسم ہے جو فعل لازم سے مشتق ہو، تاکہ اس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل (معنی مصدری) بطور ثبوت قائم ہو اور ثبوت سے مراد دوام و استمرار نہیں جس کے معنی ہیں تمام ازمہ میں پایا جانا بلکہ مراد مقابلہ حدوث ہے یعنی کسی ایک زمانہ کے ساتھ مقید نہ ہو۔ **فائدہ** :- صفت مشبہ کو اسم فاعل کے ساتھ دو امور میں مشابہت ہے۔ اول گردان میں کہ دونوں کی تصریف ہوتی ہے اور دوم ذات مبہم پر دلالت کرنے میں۔ **قوله وصيغتها** :- چونکہ صفت مشبہ بعض امور میں اسم فاعل کے ساتھ مخالفت رکھتی ہے اس لئے مصنف ان کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صفت مشبہ کا صیغہ اسم فاعل اور اسم مفعول کے صیغہ کے مخالف ہوتا ہے۔ **فائدہ** :- **قوله انما تعرف بالسمع** ہمزہ کے فتح کے ساتھ صیغتها کی خبر ثانی ہے اور پہلی خبر کی دلیل کو متضمن ہے یعنی یہ مخالفت اس طرح ہے کہ صفت مشبہ کے صیغہ سماعی ہیں اور اسم فاعل اور اسم مفعول کے صیغہ قیاسی ہیں۔ **قوله وهي تعمل** :- اور صفت مشبہ مطلقاً اپنے فعل لازم والاعمل کرتی ہے یعنی زمانہ حال یا استقبال کی شرط کے بغیر عمل کرتی ہے، لیکن اعتماد مذکور اس کے عمل کیلئے بھی شرط ہے۔ **فائدہ** :- صفت مشبہ کے عمل کرنے کیلئے اشیاء ستہ میں موصول کے علاوہ کسی ایک پر اعتماد ضروری ہے اور موصول پر اعتماد اس کا معتبر نہیں کہ اس پر داخل لام بالاتفاق لام موصول نہیں ہوتا اس لئے کہ لام موصول کا صلہ صرف اسم فاعل ہوتا ہے یا اسم مفعول۔

وَمَسَائِلُهَا ثَمَانِيَةٌ عَشْرٌ لِأَنَّ الصِّفَةَ إِمَّا بِاللَّامِ أَوْ مُجَرَّدَةٌ عَنْهَا
وَمَعْمُولٌ كُلٌّ وَاحِدٌ مِنْهُمَا إِمَّا مُضَافٌ أَوْ بِاللَّامِ أَوْ مُجَرَّدٌ عَنْهُمَا فَهَذِهِ
سِتَّةٌ وَمَعْمُولٌ كُلٌّ مِنْهَا إِمَّا مَرْفُوعٌ أَوْ مَنْصُوبٌ أَوْ مُجَرَّوْرٌ فَذَلِكَ ثَمَانِيَةٌ
عَشْرٌ وَتَفْصِيلُهَا نَحْوُ جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ الْحَسَنُ وَجْهٌ ثَلَاثَةٌ أَوْ جِهٌ وَكَذَلِكَ
الْحَسَنُ الْوَجْهُ وَالْحَسَنُ وَجْهٌ وَحَسَنٌ وَجْهٌ وَحَسَنُ الْوَجْهُ وَحَسَنٌ وَجْهٌ
وَهِيَ عَلَى خَمْسَةِ أَقْسَامٍ مِنْهَا مُتَمَتِّعٌ الْحَسَنُ وَجْهٌ وَالْحَسَنُ وَجْهٌ
وَمُخْتَلَفٌ فِيهِ حَسَنٌ وَجْهٌ وَالْبَوَاقِي أَحْسَنٌ إِنْ كَانَ فِيهِ ضَمِيرٌ وَاحِدٌ
وَحَسَنٌ إِنْ كَانَ فِيهِ ضَمِيرَانِ وَقَبِيحٌ إِنْ لَمْ يَكُنْ فِيهِ ضَمِيرٌ

قوائم و مسائل لها: اور صفت مشبہ کے مسائل کی اٹھارہ اقسام ہیں جو متمتع، مختلف، قبیح، حسن اور احسن ہیں یعنی
اس کے مسائل ان پانچ صورتوں کی طرف منقسم ہوتے ہیں۔ شاعر نے ان اٹھارہ اقسام کو اجمالاً ایک شعر میں جمع کر دیا ہے۔
حسن دو باشد و احسن نہ و قبیح چہار
دو متمتع بود و مختلف یکے بشمار

تفصیل (۱) جب صیغہ صفت معرفہ بلا لام ہو اور اس کا مضاف الیہ لام اور اضافت سے مجرد ہو جیسے الْحَسَنُ
وجہ، یہ صورت متمتع ہے۔ وجہ امتناع یہ ہے کہ یہ "رفہ کی اضافت ہے نکرہ کی طرف جو متمتع ہے۔ (۲) جب صیغہ صفت معرفہ
بلا لام ہو اور اس کا معمول ضمیر کی طرف مضاف ہو۔ جیسے الْحَسَنُ وَجْهٌ یہ بھی متمتع ہے۔ وجہ امتناع عدم افادہ تخفیف ہے۔
قوائم مختلف فیہ: جس صورت میں اختلاف ہے یعنی بعض کے نزدیک جائز ہے اور بعض کے نزدیک ناجائز۔ وہ یہ ہے
کہ صیغہ صفت مجرد من اللام ہو اور اس کا معمول مجرد ہو اور موصوف کی طرف راجع ضمیر کی طرف مضاف ہو جیسے حَسَنٌ
وجہہ۔ وجہ عدم جواز یہ ہے کہ یہ اضافت مستلزم ہے اضافة الشئی الی نفسہ کو جو متمتع ہے کیونکہ وجہہ اور حَسَنٌ
دونوں کا مصداق ایک ہے اور وجہ جواز یہ ہے کہ حَسَنٌ عام اور وجہہ خاص ہے اور اضافت عام کی خاص کی طرف جائز
ہے۔ قوائم والبواقی: یعنی مذکورہ صورتوں کے علاوہ باقی پندرہ کی تین اقسام ہیں۔ (۱) أَحْسَنٌ۔ (۲) حَسَنٌ۔
(۳) قَبِيحٌ۔ احسن، وہ صورتیں ہیں جن میں صرف ایک ضمیر ہے کیونکہ موصوف کیساتھ ربط بذریعہ ایک ضمیر کافی ہے لہذا
خیر الکلام ما قل ودل۔ حسن، وہ صورتیں ہیں جن میں دو ضمیریں ہیں کیونکہ ایک ضمیر زائد علی الحاجت ہے اس لئے
حَسَنٌ ہیں۔ قَبِيحٌ، وہ صورتیں ہیں جن میں کوئی ضمیر نہیں کہ موصوف کے ساتھ ربط نہ ہونا قبیح ہے۔

وَالضَّابِطَةُ أَنْكَ مَتَى رَفَعَتْ بِهَا مَعْمُولَهَا فَلَا ضَمِيرَ فِي الصِّفَةِ وَمَتَى نَصَبَتْ
أَوْ جَرَرَتْ فَفِيهَا ضَمِيرُ الْمُوصُوفِ نَحْوُ زَيْدٌ حَسَنٌ وَجْهٌ فَضَلَّ اسْمُ التَّفْضِيلِ
اسْمٌ مُشْتَقٌّ مِنْ فِعْلٍ لِيَدُلَّ عَلَى الْمُوصُوفِ بِزِيَادَةِ عَلَى غَيْرِهِ وَصِيغَتُهُ أَفْعَلُ
فَلَا يُبْنَى الْأَمِنْ الثَّلَاثِي الْمَجْرَدِ الَّذِي لَيْسَ بِلَوْنٍ وَلَا عَيْبٍ نَحْوُ زَيْدٌ أَفْضَلُ
النَّاسِ فَإِنْ كَانَ زَائِدًا عَلَى الثَّلَاثِي أَوْ كَانَ لَوْنًا أَوْ عَيْبًا يَجِبُ أَنْ يُبْنَى أَفْعَلُ مِنْ
ثَلَاثِي مُجْرَدٍ لِيَدُلَّ عَلَى مُبَالَغَةٍ وَشِدَّةٍ وَكَثْرَةٍ ثُمَّ يُذَكَّرُ بَعْدَهُ مَصْدَرٌ ذَلِكَ الْفِعْلِ
مَنْصُوبًا عَلَى التَّمْيِيزِ كَمَا تَقُولُ هُوَ أَشَدُّ اسْتِخْرَاجًا وَأَقْوَى حُمْرَةً وَأَقْبَحُ عَرَجًا

قولہ والضابطۃ: - مصنف علیہ الرحمۃ صیغہ صفت میں ضمیر ہونے یا نہ ہونے کا ایک ضابطہ بیان کرتے ہیں کہ جب
تم صیغہ صفت کے ساتھ اس کے معمول کو رفع دو تو اس وقت صیغہ صفت میں کوئی ضمیر نہیں ہوگی کیونکہ ایک عامل کے
دو فاعل نہیں ہوتے اور اگر صیغہ صفت کے ساتھ نصب یا جر دو تو صیغہ صفت میں ضمیر فاعل ہوگی جو موصوف کو لوٹے گی۔
* اسم التفضیل * قولہ: - اسم تفضیل، وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ اس ذات پر دلالت کرے جو معنی
مصدری کے ساتھ زیادہ متصف ہو بہ نسبت اپنے غیر کے اور اس کا صیغہ مذکر کیلئے بروزن أفعل آتا ہے اور مؤنث کیلئے
بروزن فاعلی۔ جیسے اضرب اور ضربی اور خیر و شر جو اصل میں اخیر اور اشیر تھے یہ دونوں فی الحال اگرچہ
أفعل (اسم تفضیل) کے وزن پر نہیں ہیں لیکن باعتبار اصل کے أفعل کے وزن پر ہیں۔ فائدہ: - کلام عرب میں لفظ خیر،
کا استعمال تین طرح آیا ہے۔ (۱) بحیثیت اسم تفضیل جو اصل میں اخیر تھا۔ (۲) مصدر از باب خار یخیر۔ (۳) صیغہ
صفت مشبہ (خیر) کا مخفف۔ قولہ فلا یبنی: اور اسم تفضیل اس وزن پر صرف ثلاثی مجرد سے آتا ہے کیونکہ غیر ثلاثی
مجرد سے یہ وزن بنانے کیلئے کچھ حرف کم کرنے پڑینگے جس سے لفظ اور معنی میں خلل واقع ہوگا اور ثلاثی مجرد لون و عیب سے
بھی اسم تفضیل اس وزن پر نہیں آتا اس لئے کہ اس وزن پر ثلاثی مجرد لون و عیب سے صفت مشبہ آتی ہے۔ سوال: -
جہل، عیب ہے اور ثلاثی مجرد ہے پھر اس سے اسم تفضیل اَجْهَلُ کیوں آیا ہے؟ جواب: - جس عیب سے اسم تفضیل،
أفعل کے وزن پر نہیں آتا وہ عیب ظاہری ہے اور جہل، عیب باطنی ہے۔ قولہ فان کان: - یعنی اگر ابواب غیر ثلاثی مجرد یا
ثلاثی مجرد بمعنی لون یا عیب سے اسم تفضیل کے معنی ادا کرنے ہوں تو ضروری ہے کہ پہلے لفظ شدت یا کثرت سے
صیغہ أفعل بنائیں تاکہ شدت و کثرت پر دلالت کرے پھر اس فعل کا مصدر منصوب ذکر کریں جس سے اسم تفضیل بروزن
أفعل ممتنع ہے اور اس مصدر کو بنا بر تمیز منصوب کر دیں جیسے هُوَ أَشَدُّ اسْتِخْرَاجًا، یہ ثلاثی مزید فیہ سے اسم تفضیل بنانے کی
مثال ہے اور اقوی حُمْرَةً، ثلاثی مجرد لون کی اور اقبح عَرَجًا، ثلاثی مجرد عیب کی۔

وَقِيَّاسُهُ أَنْ يَكُونَ لِلْفَاعِلِ كَمَا مَرَّ وَقَدْ جَاءَ لِلْمَفْعُولِ قَلِيلًا نَحْوُ اعْذَرُ وَأَشْغَلُ
وَأَشْهَرُ وَاسْتِعْمَالُهُ عَلَى ثَلَاثَةِ أَوْجُهٍ إِمَّا مُضَافًا كَزَيْدٌ أَفْضَلُ الْقَوْمِ أَوْ مَعْرِفَةً
بِاللَّامِ نَحْوُ زَيْدٍ الْأَفْضَلُ أَوْ بِمَنْ نَحْوُ زَيْدٍ أَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو وَيَجُوزُ فِي الْأَوَّلِ
الْأَفْرَادَ وَمُطَابَقَةً إِسْمِ التَّفْضِيلِ لِلْمَوْصُوفِ نَحْوُ زَيْدٍ أَفْضَلُ الْقَوْمِ وَالزَّيْدَانِ
أَفْضَلُ الْقَوْمِ وَأَفْضَلًا الْقَوْمِ وَالزَّيْدُونَ أَفْضَلُ الْقَوْمِ وَأَفْضَلُوا الْقَوْمَ
وَفِي الثَّانِي يَجِبُ الْمُطَابَقَةُ نَحْوُ زَيْدٍ الْأَفْضَلُ وَالزَّيْدَانِ الْأَفْضَلَانِ
وَالزَّيْدُونَ الْأَفْضَلُونَ وَفِي الثَّلَاثِ يَجِبُ كَوْنُهُ مُفْرَدًا مَذْكَرًا أَبَدًا نَحْوُ زَيْدٍ
وَهِنْدٌ وَالزَّيْدَانِ وَالْهِنْدَانِ وَالزَّيْدُونَ وَالْهِنْدَاتُ أَفْضَلُ مِنْ عَمْرٍو وَعَلَى
الْأَوْجُهِ الثَّلَاثَةِ يُضْمَرُ فِيهِ الْفَاعِلُ وَهُوَ يَعْمَلُ فِي ذَلِكَ الْمُضْمَرِ

قولہ وقياسه: - اور اسم تفضیل کا قیاسی استعمال یہ ہے کہ وہ تفضیل فاعل کیلئے ہو اس لئے کہ زیادتِ فعل میں فاعل
ہی کا اثر ہوتا ہے اور کبھی تفضیل مفعول کیلئے بھی آتا ہے جیسے اشہر، بمعنی مشہورتر۔ قولہ واستعماله: - یعنی کلام عرب
میں اسم تفضیل کا استعمال تین طرح آیا ہے۔ (۱) مضاف ہو کر جیسے زید افضل القوم، اس قسم میں اسم تفضیل کو صیغہ مفرد
لانا جائز ہے خواہ اس کا موصوف تشبیہ ہو یا جمع اور موصوف کے مطابق لانا بھی جائز ہے جیسا کہ متن کی مثالوں سے واضح ہے۔
(۲) معرفہ بلام عہد جیسے زید الافضل، اس قسم میں اسم تفضیل کی موصوف کے ساتھ مطابقت ضروری ہے۔ (۳) من
کے ساتھ جیسے زید افضل من عمرو، اس قسم میں اسم تفضیل کا ہمیشہ مفرد مذکر ہونا واجب ہے خواہ اس کا موصوف تشبیہ ہو
یا جمع مؤنث۔ فائدہ: - اسم تفضیل کے استعمال کے طرقِ ثلاثہ میں سے اس کا من کے ساتھ استعمال اصل ہے اور چونکہ اس
صورت میں اتصالِ من کی وجہ سے اسم تفضیل کا آخر وسط ہو جاتا ہے اس لئے صیغہ مفرد ہی رہے گا کہ وسط کلمہ صیغہ تشبیہ یا جمع
کی علامت لاحق کرنے کی جگہ نہیں ہے اور اسم تفضیل مضاف کو مفرد لانا جائز ہے کہ اس کو مفضل علیہ کے مذکور ہونے میں اسم
تفضیل مستعمل بمن کے ساتھ مشابہت ہے اور یہ اسم تفضیل مستعمل بمن کے مخالف بھی ہے کہ مضاف ہے لہذا موصوف کے
ساتھ مطابقت بھی جائز ہے اور اسم تفضیل مستعمل بلام میں موصوف کے ساتھ مطابقت ضروری ہے اس لئے کہ اس قسم میں
مستعمل بمن کے ساتھ مشابہت موجود نہیں ہے۔ قولہ وعلی الأوجه: - اور اسم تفضیل کے استعمال کے تینوں طریقوں
پر اسم تفضیل میں ضمیر فاعل مستتر ہوتی ہے جس میں وہ عمل کرتا ہے اور اسم مظهر میں عمل نہیں کرتا بجز مازائت رجلاً احسن
فی عينه الكحل منه فی عين زید کے، کہ اس میں اسم تفضیل (احسن) اسم ظاہر (الكحل) میں عمل کر رہا ہے۔

وَلَا يَعْمَلُ فِي الْمُظْهَرِ أَضْلًا إِلَّا فِي مِثْلِ قَوْلِهِمْ مَا رَأَيْتُ رَجُلًا أَحْسَنَ فِي عَيْنِهِ الْكُخْلُ مِنْهُ فِي عَيْنِ زَيْدٍ فَإِنَّ الْكُخْلَ فَاعِلٌ لِأَحْسَنَ وَهَهُنَا بَحْثُ الْقِسْمِ الثَّانِي فِي الْفِعْلِ وَقَدْ سَبَقَ تَعْرِيفُهُ وَأَقْسَامُهُ ثَلَاثَةٌ

قولہ اضلاً۔ لفظ اضلاً، مضارع منفی کے بعد بمعنی ابتدا آتا ہے جیسے لا یعمل فی المظہر اضلاً میں اور ماضی منفی کے بعد بمعنی قَطُّ آتا ہے جیسے ماضربنہ اضلاًئی قَطُّ اور بہر تقدیر مفعول فیہ بنتا ہے۔ سوال:۔ زید اکثر منیک مالا میں اسم تفضیل (اکثر) نے مالا کو نصب دیا ہے لہذا یہ قول باطل ٹھہرا کہ اسم تفضیل مظہر میں عمل نہیں کرتا؟ جواب:۔ یہاں پر عمل سے صرف عمل رفع مراد ہے یعنی اسم تفضیل اسم مظہر کو رفع نہیں کرتا۔ سوال:۔ مذکورہ مثال مارائٹ الخ میں اسم تفضیل نے اسم ظاہر کو رفع کیوں دیا ہے؟ جواب:۔ اس لئے کہ اس مثال میں اسم تفضیل کے اسم مظہر کو رفع دینے کی تینوں شرطیں پائی جاتی ہیں جو درج ذیل ہیں۔ شرط اول، یہ شرط دو باتوں کا مجموعہ ہے۔ (۱) اسم تفضیل باعتبار لفظ کے ایک چیز کا وصف ہو (خواہ صفت ہو یا حال یا خبر) اور معنی کے اعتبار سے دوسری چیز کا وصف ہو جیسے گذشتہ مثال میں لفظ احسن، اسم تفضیل ہے جو لفظ کے اعتبار سے رجلاً کا وصف (صفت) ہے اور معنی کے اعتبار سے الکحل، کا وصف ہے کیونکہ الکحل، فاعل ہے جس کی طرف اسم تفضیل مسند ہے۔ (۲) وہ دوسری چیز پہلی چیز کا متعلق (بکسر لام) ہو جیسے رجلاً، الکحل کا متعلق ہے، اسی وجہ سے رجلاً کو موصوف اور احسن، کو صفت بحال متعلقہ کہا جاتا ہے۔ شرط دوم، دوسری شرط یہ ہے کہ وہ دوسری چیز پہلی چیز میں بھی پائی جاتی ہو اور اس کے غیر میں بھی اور پہلی چیز میں پائے جانے کے لحاظ سے مفضل ہو اور اس کے غیر میں پائے جانے کے لحاظ سے مفضل علیہ ہو جیسا کہ مثال مذکور میں کحل (سرمہ) زجل کی آنکھ میں پایا جاتا ہے جو مفضل ہے اور زید کی آنکھ میں بھی پایا جاتا ہے اور یہ سرمہ مفضل علیہ ہے۔ شرط ثالث، تیسری شرط یہ ہے کہ اسم تفضیل منفی ہو اور مثال مذکور میں تفضیل کی نفی ہی مقصود ہے اور ترجمہ یہ ہے کہ ”میں نے نہیں دیکھا کوئی ایسا مرد جسکی آنکھ میں سرمہ زیادہ خوبصورت ہو زید کی آنکھ کے سرمہ سے“ یعنی زید کی آنکھ کا سرمہ ہر ایک کی آنکھ کے سرمہ سے زیادہ خوبصورت ہے۔ سوال:۔ اسم ظاہر کو رفع کرنے کیلئے اسم تفضیل کا منفی ہونا کیوں شرط ہے؟ جواب:۔ اس لئے کہ منفی ہونے کی صورت میں اسم تفضیل سے زیادت کے معنی زائل ہو جاتے ہیں اور وہ بمعنی فعل ہو جاتا ہے جیسا کہ مثال مذکور میں احسن، بمعنی حسن ہو گیا ہے پس وہ فعل کی مثل عمل کرنے لگتا ہے۔ ﴿القسم الثانی فی الفعل﴾ معنی اور زمانہ کے اعتبار سے فعل کی تین قسمیں ہیں ماضی، مضارع اور امر۔ اس لئے کہ فعل کا آخر عامل لفظی کے بغیر مفتوح ہوگا یا مرفوع یا موقوف پہلا فعل ماضی ہے دوسرا مضارع اور تیسرا امر۔

مَاضٍ وَمُضَارِعٍ وَأَمْرٍ الْأَوَّلُ الْمَاضِي وَهُوَ فِعْلٌ دَلَّ عَلَى زَمَانٍ قَبْلَ زَمَانِكَ وَهُوَ مَبْنِيٌّ عَلَى الْفَتْحِ إِنْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ ضَمِيرٌ مَرْفُوعٌ مُتَحَرِّكٌ وَلَا وَاوٌ كَضَرَبَ وَمَعَ الضَّمِيرِ الْمَرْفُوعِ الْمُتَحَرِّكِ عَلَى السُّكُونِ كَضَرَبْتَ وَعَلَى الضَّمِّ مَعَ الْوَاوِ كَضَرَبُوا

قولہ الاول الماضی :- ماضی کو باعتبار اصل ہونے کے مقدم کیا کیونکہ مضارع ماضی سے بلا واسطہ اور امر بالواسطہ بنتا ہے نیز ماضی میں پایا جانے والا زمانہ مضارع و امر میں پائے جانے والے زمانے سے پہلے ہے اس لئے ماضی کو مقدم کیا۔ فعل ماضی وہ فعل ہے جو اس زمانہ پر دلالت کرے جو تیرے زمانہ سے پہلے ہے۔ سوال :- فعل ماضی کی تعریف جامع نہیں ہے اس لئے کہ یہ ان ضربت ضربت پر صادق نہیں ہے کیونکہ فعل ماضی ہونے کے باوجود اس میں زمانہ استقبال ہے اور یہ تعریف مانع بھی نہیں ہے اس لئے کہ لم تضرب پر صادق ہے کیونکہ اول مثال میں ضربت سے زمانہ ماضی مفہوم نہیں ہوتا ہے اور ثانی مثال میں لم تضرب ماضی نہیں ہے مگر اسکی دلالت گذشتہ زمانہ پر ہے؟ جواب :- فعل ماضی کی تعریف میں دلالت سے وہ دلالت مراد ہے جو اصل وضع کے اعتبار سے ہو۔ لہذا فعل ماضی کی تعریف جامع بھی ہے اور مانع بھی کیونکہ ان ضربت ضربت کی زمانہ استقبال پر دلالت، وضعی نہیں بلکہ حرف شرط کی وجہ سے عارضی ہے اور لم تضرب کی زمانہ گذشتہ پر دلالت بحسب وضع نہیں بلکہ حرف لم کی وجہ سے ہے کیونکہ لم مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتا ہے۔ قولہ وهو مبني :- اور ماضی فتح پر مبنی ہوتی ہے اگر اس کے آخر میں ضمیر مرفوع متحرک نہ ہو اور واو بھی نہ ہو جیسے ضرب۔ سوال :- دغا اور رمی دونوں فعل ماضی ہیں اور ضمیر مذکور اور واو سے بھی مجرد ہیں لیکن فتح پر مبنی نہیں ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب :- فتح پر مبنی ہونا عام ہے کہ لفظاً ہو جیسے ضرب یا تقدیراً ہو یعنی اصل کے اعتبار سے جیسے دغا اور رمی کہ یہ دونوں تقدیراً مبنی بر فتح ہیں اس لئے کہ دغا اصل میں دغا اور رمی اصل میں رمی تھا۔ قولہ ومع الضمير :- اور ماضی ضمیر مرفوع متحرک کیساتھ مبنی علی السكون ہوتی ہے جیسے ضربت تاکہ بمنزلہ کلمہ واحدہ میں متواتر اور پے در پے چار حرکتیں لازم نہ آئیں جو بوجہ ثقل جائز نہیں اور سکون بنا میں اصل ہے۔ قولہ وعلى الضم :- اور ماضی مبنی علی الضم ہوتی ہے اگر اس کے آخر میں واو ہو جیسے ضربوا۔ فائدہ :- جب تین شرطیں پائی جائیں تو واو کے بعد خط قیاسی میں الف لکھا جاتا ہے۔ (۱) واو ضمیر جمع ہو۔ (۲) وہ کلمہ فعل ہو۔ (۳) واو طرف میں واقع ہو جیسے ضربوا کہ اس میں تینوں شرطیں موجود ہیں لیکن مصحف عثمانی میں طرف میں واقع ہونے والے ہر واو کے بعد الف لکھا جاتا ہے جو بعض کوفیین کا مختار ہے۔ سوال :- ماضی کا آخر مبنی بر فتح کیوں ہوتا ہے؟ جواب :- ماضی کا آخر مبنی تو اس لئے ہوتا ہے کہ فعل میں اصل بنا ہے اور فتح پر مبنی اس لئے کہ فتح خفیف حرکت ہے لیکن اتصال ضمیر کے وقت تو الی اربع حرکات سے بچنے کیلئے ماضی کا آخر مبنی علی السكون ہوتا ہے اور واو ضمیر کے ساتھ واو کی رعایت میں کہ واو ماقبل کا ضمہ چاہتا ہے اس لئے ماضی کا آخر مبنی بر ضم ہوتا ہے۔

وَالثَّانِي الْمُضَارِعُ وَهُوَ فِعْلٌ يَشْبَهُ الْإِسْمَ بِأَخْذِ حُرُوفِ اثْنَيْنِ فِي أَوَّلِهِ لَفْظًا فِي اتِّفَاقِ الْحَرَكَاتِ وَالسَّكَنَاتِ نَحْوُ يَضْرِبُ وَيَسْتَخْرِجُ كضاربٍ وَمُسْتَخْرِجٍ وَفِي دُخُولِ لَامِ التَّأَكِيدِ فِي أَوَّلِهِمَا تَقُولُ إِنَّ زَيْدًا لَيَقُومُ كَمَا تَقُولُ إِنَّ زَيْدًا لِقَائِمٌ وَفِي تَسَاوِيهِمَا فِي عَدَدِ الْحُرُوفِ وَ مَعْنَى فِي أَنَّهُ مُشْتَرِكٌ بَيْنَ الْحَالِ وَالْإِسْتِقْبَالِ كِاسْمِ الْفَاعِلِ وَلِذَلِكَ سَمَّوْهُ مُضَارِعًا وَالسَّيْنُ وَسَوْفَ تُخَصِّصُهُ بِالْإِسْتِقْبَالِ نَحْوُ سَيَضْرِبُ وَسَوْفَ يَضْرِبُ وَاللَّامُ الْمَفْتُوحَةُ بِالْحَالِ نَحْوُ لَيَضْرِبُ

قولہ و الثانی: فعل کی قسم ثانی فعل مضارع ہے مصنف نے ماخذ امر ہونے کی وجہ سے مضارع کو امر پر مقدم کیا ہے۔ فائدہ: مضارع لغت میں بمعنی مشابہ ہے اور اصطلاح میں مضارع وہ فعل ہے جو حروف اتین میں سے کسی ایک حرف کے ماضی کے اول میں آنے کی وجہ سے اسم کے مشابہ ہو جائے چونکہ اس تعریف سے وجہ تسمیہ بھی معلوم ہوتی ہے اس لئے مشہور تعریف سے عدول کیا ہے اور یہ تعریف اختیار کی ہے۔ قولہ لفظاً: یہ بنا بر تسمیہ منصوب ہے اور اسی طرح معنی بھی اس پر معطوف ہو کر منصوب ہے ائی من حیث اللفظ والمعنی یعنی مضارع کو اسم کے ساتھ باعتبار لفظ کے مشابہت ہے ایک تو حرکات و سکنات میں یعنی اسم فاعل میں جتنے حرف متحرک اور ساکن ہوتے ہیں مضارع میں بھی اتنے متحرک اور ساکن ہوتے ہیں جیسے ضارب اور یضرب۔ دوم، دخول لام تاکید میں یعنی دونوں کے اول میں لام تاکید آتا ہے جیسے ان زید القائم اور ان زید الیقوم۔ سوم، تعداد حروف میں کہ دونوں کے حروف کی تعداد برابر ہوتی ہے جیسے ضارب میں چار حرف ہیں تو یضرب میں بھی چار حرف ہیں اور مشابہت معنویہ یہ ہے کہ مضارع، اسم فاعل کی مثل زمانہ حال اور استقبال میں مشترک ہے اور اسی مشابہت مذکورہ کی وجہ سے فعل کی اس قسم کو مضارع کہتے ہیں۔ فائدہ: نکرہ کی صفت واقع ہونے میں بھی مضارع اسم فاعل کے مشابہ ہے جس کو برائے اختصار ذکر نہیں کیا۔ قولہ والسنین: یعنی سین اور سوف مضارع پر داخل ہو کر اس کو استقبال کے ساتھ خاص کر دیتے ہیں جیسے سیضرب، وہ عنقریب مارے گا۔ اور لام مفتوحہ زمانہ حال کے ساتھ جیسے لیضرب، وہ مارتا ہے۔ سوال: لام الکر حال کیلئے ہے تو اسکو سوف کے ساتھ نہیں آنا چاہئے حالانکہ قرآن کریم میں یہ دونوں ایک ساتھ آئے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے ولسوف یعطیک ربک فتراضی۔؟ جواب: لام دو معنی کا افادہ کرتا ہے۔ اول تاکید کا، دوم زمانہ حال کے ساتھ تخصیص کا اور ارشاد مذکور میں لام صرف تاکید کیلئے ہے زمانہ حال کے ساتھ تخصیص کا افادہ نہیں کرتا لہذا سین اور لام کا اجتماع درست ہے۔

وَحُرُوفُ الْمُضَارَعَةِ مَضْمُومَةٌ فِي الرَّبَاعِيِّ نَحْوُ يُدْخِرُ وَيُخْرِجُ لِأَنَّ
أَصْلَهُ يُأَخْرِجُ وَمَفْتُوحَةٌ فِي مَا عَدَاهُ كَيَضْرِبُ وَيَسْتَخْرِجُ وَإِنَّمَا أَعْرَبُوهُ
مَعَ أَنَّ أَصْلَ الْفِعْلِ الْبِنَاءُ لِمُضَارَعَتِهِ أَيْ لِمُشَابَهَتِهِ الْإِسْمَ فِي مَا عَرَفْتَ
وَأَصْلُ الْإِسْمِ الْإِعْرَابُ وَذَلِكَ إِذَا لَمْ يَتَّصِلْ بِهِ نُونٌ تَاكِيدٌ وَلَا نُونٌ جَمْعٍ
الْمُؤَنَّثِ وَإِعْرَابُهُ ثَلَاثَةٌ أَنْوَاعٍ رَفْعٌ وَنَصْبٌ وَجَزْمٌ نَحْوُ هُوَ يَضْرِبُ
وَلَنْ يَضْرِبَ وَلَمْ يَضْرِبْ فَفَصْلٌ فِي أَصْنَافِ إِعْرَابِ الْفِعْلِ وَهِيَ أَرْبَعَةٌ الْأَوَّلُ
أَنْ يَكُونَ الرَّفْعُ بِالضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ وَالْجَزْمُ بِالسُّكُونِ وَيُخْتَصُّ
بِالْمُفْرَدِ الصَّحِيحِ غَيْرِ الْمُخَاطَبَةِ تَقُولُ هُوَ يَضْرِبُ وَلَنْ يَضْرِبَ وَلَمْ يَضْرِبْ

قوله و حُرُوفُ :- اور حروف مضارع جن کو علامت مضارع اور حروف اتین بھی کہتے ہیں چار ہیں۔ یہ حروف
ماضی چار حرفی کے مضارع معلوم میں مضموم ہوتے ہیں جیسے يُدْخِرُ جسکی ماضی دَخَرَ ج ہے اور يُخْرِجُ جو اصل میں
يُأَخْرِجُ تھا اور ماضی چار حرفی کے غیر میں مفتوح ہوتے ہیں جیسے يَضْرِبُ، يَسْتَخْرِجُ، اول کی ماضی ضَرَبَ سہ حرفی ہے
اور ثانی کی ماضی اسْتَخْرَجَ چھ حرفی ہے۔ قولہ وَإِنَّمَا أَعْرَبُوهُ :- یعنی مضارع فعل ہے اور فعل میں اصل اگر چہ بنا ہے لیکن
نجات نے مضارع کو اسم کے ساتھ مشابہت مذکورہ کی وجہ سے معرب کر دیا ہے اور اسم میں اصل اعراب ہے۔ واضح رہے کہ
مضارع معرب اس وقت ہوگا جبکہ اس کے ساتھ نون تائید اور نون جمع مؤنث غائبہ و حاضر لاحق نہ ہو اور نونہائے مذکورہ کے
ساتھ مضارع مبنی ہوگا اس لئے کہ اتصال نون سے مضارع کا آخر وسط ہو جاتا ہے جو محل اعراب نہیں اور نون کلمہ کا آخر نہیں
ہے اس لئے اس پر بھی اعراب نہیں آسکتا۔ فائدہ :- فعل میں اصل بنا ہے اس لئے کہ معانی ثلثہ یعنی فاعلیت، مفعولیت
اور اضافت فعل میں نہیں پائے جاتے وہی معانی مقتضی اعراب ہیں لہذا فعل مبنی ہوتا ہے۔ قولہ وَإِعْرَابُهُ :- فعل مضارع
کے اعراب تین ہیں۔ (۱) رفع (۲) نصب۔ (۳) جزم۔ جیسے هُوَ يَضْرِبُ یہ حالت رفع کی مثال ہے اور لَنْ يَضْرِبَ یہ
حالت نصب کی مثال ہے اور لَمْ يَضْرِبْ یہ حالت جزم کی مثال ہے۔ قولہ فِي أَصْنَافٍ :- اصْنَافٌ، صِنْفٌ کی جمع ہے
بمعنی قسم یعنی یہ فصل فعل مضارع کے اعراب کے اقسام کے بیان میں ہے اور وہ چار ہیں۔ (۱) رفع ضمہ کے ساتھ، نصب فتح
کے ساتھ اور جزم سکون کے ساتھ۔ یہ اعراب اس مضارع کا ہے جو مفرد ہو اور ضمیر بارز سے خالی ہو اور صیغہ واحد مؤنث
مخاطب بھی نہ ہو جیسے هُوَ يَضْرِبُ، هِيَ تَسْمَعُ، أَنْتَ تَفْتَحُ، أَنَا اضْرِبُ اور نَحْنُ نَعْلَمُ۔

وَالثَّانِي أَنْ يَكُونَ الرَّفْعُ بِثُبُوتِ النُّونِ وَالنَّصْبُ وَالْجَزْمُ بِحَذْفِهَا وَيُخْتَصُّ
بِالتَّثْنِيَةِ وَجَمْعِ الْمَذْكَرِ وَالْمُفْرَدَةِ الْمُخَاطَبَةِ صَحِيحًا كَانَ أَوْ غَيْرَهُ تَقُولُ
هُمَا يَفْعَلَانِ وَهُمْ يَفْعَلُونَ وَأَنْتِ تَفْعَلِينَ وَلَنْ يَفْعَلَا وَلَنْ يَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلِي
وَلَمْ تَفْعَلَا وَلَمْ تَفْعَلُوا وَلَمْ تَفْعَلِي وَالثَّالِثُ أَنْ يَكُونَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيرِ الضَّمَّةِ
وَالنَّصْبُ بِالْفَتْحَةِ لَفْظًا وَالْجَزْمُ بِحَذْفِ اللَّامِ وَيُخْتَصُّ بِالنَّاقِصِ الْيَائِي
وَالرَّوَايِ غَيْرِ تَثْنِيَةٍ وَجَمْعٍ وَمُخَاطَبَةِ تَقُولُ هُوَ يَرْمِي وَيَغْرُو وَلَنْ يَرْمِيَ
وَيَغْرُو وَلَمْ يَرْمِ وَيَغْرُ وَالرَّابِعُ أَنْ يَكُونَ الرَّفْعُ بِتَقْدِيرِ الضَّمَّةِ وَالنَّصْبُ بِتَقْدِيرِ
الْفَتْحَةِ وَالْجَزْمُ بِحَذْفِ اللَّامِ وَيُخْتَصُّ بِالنَّاقِصِ الْآلِفِيِّ غَيْرِ تَثْنِيَةٍ وَجَمْعٍ
وَمُخَاطَبَةِ نَحْوِ هُوَ يَسْعَى وَلَنْ يَسْعَى وَلَمْ يَسْعَ **فصل المرفوع عامله معنوي**
وَهُوَ تَجْرُدُهُ عَنِ النَّاصِبِ وَالْجَازِمِ نَحْوُ هُوَ يَضْرِبُ وَيَغْرُو وَيَرْمِي وَيَسْعَى

(۲) رفع نون اعرابی کے ساتھ اور نصب و جزم حذف نون کے ساتھ۔ اعراب کی یہ قسم صیغہ تثنیہ، جمع اور واحد مؤنث

مخاطب کے ساتھ مختص ہے خواہ صحیح ہوں یا غیر صحیح۔ جیسے ہما یفعلان وغیرہ۔ (۳) رفع ضمہ تقدیری، نصب فتح لفظی اور جزم

حذف لام کے ساتھ، یہ ناقص واوی اور یائی کے ساتھ مختص ہے جو تثنیہ، جمع اور صیغہ مخاطبہ نہ ہو۔ (۴) رفع تقدیری ضمہ کے

ساتھ، نصب تقدیری فتح کے ساتھ اور جزم حذف لام کے ساتھ اور یہ قسم ناقص الفی کے ساتھ مختص ہے درانحالیکہ وہ صیغہ تثنیہ،

جمع اور واحد مؤنث مخاطب نہ ہو جیسے ہو یسعی الخ۔ **قولہ المرفوع**۔ مضارع مرفوع کا عامل معنوی ہے اور وہ عامل

معنوی مضارع کا ناصب اور جازم سے خالی ہونا ہے جیسے ہو یضرب۔ **والعامل المعنوي ما يعرف بالقلب وليس**

لللسان فيه حظ۔ یعنی عامل معنوی وہ ہے جو دل سے جانا جائے اور زبان اس کا تلفظ نہ کرے۔ **فائدہ**۔ مضارع کا عامل

معنوی کی وجہ سے مرفوع ہونا یہ نجات کوفہ کا مذہب ہے اور نجات بصرہ کے نزدیک مضارع کا اسم کی جگہ واقع ہونا مضارع رافع

ہے جیسے زیند یضرب کا مضارع زیند ضارب کے اسم کی جگہ واقع ہے اور کسائی کے نزدیک علامات مضارع (اتین) رافع

ہیں کیونکہ مضارع کے اصل یعنی ماضی میں رفع نہیں ہے۔ بلکہ علامت مضارع کے اضافہ کے بعد رفع آیا ہے جس سے معلوم

ہوا کہ خود علامت مضارع اس کی رافع ہے۔ **سوال**۔ مصنف نے نجات کوفہ کا مذہب کیوں اختیار کیا؟ **جواب**۔ اس لئے

کہ نجات بصرہ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جہاں اسم نہیں آسکتا اور وہاں مضارع آجائے تو اس کا رافع کیا ہوگا مثلاً **السدي**

يضرب میں فعل مضارع صلہ واقع ہو رہا ہے اس جگہ اسم فاعل نہیں آسکتا کہ اسم فاعل صلہ نہیں ہوتا بلکہ صلہ جملہ ہوتا ہے۔

فصل الْمَنْصُوبُ عَامِلُهُ خَمْسَةٌ أَحْرَفٌ أَنْ، وَلَنْ، وَكَيْ

فائدہ: - عامل لفظی اُس کو کہتے ہیں کہ جس کا زبان سے تلفظ ہو سکے یا اُس پر دلالت کرنے والے کا تلفظ ہو سکے (جیسے اِنْ ناصبہ، کا بعض صورتوں میں تلفظ ہوتا ہے اور بعض صورتوں میں تلفظ نہیں ہو سکتا) مثلاً جب حَتَّى کے بعد مقدر ہو اس صورت میں حَتَّى جو اُس (اِنْ مقدرہ) پر دلالت کرتا ہے اُس کا تلفظ ہوتا ہے لہذا یہ اِنْ مقدرہ بھی عامل لفظی ہو اور جو اس طرح نہ ہو یعنی نہ خود متلفظ ہو نہ اُس پر دلالت کرنے والا وہ عامل معنوی ہوتا ہے جیسے فعل مضارع کا ناصب اور جازم سے خالی ہونا۔ چونکہ اس کا تلفظ نہیں ہو سکتا اس لئے یہ عامل معنوی ہے۔ **قوله الْمَنْصُوبُ:** - مضارع منصوب کے عامل پانچ حرف ہیں۔ (۱) اِنْ، یہ مضارع کے نواصب میں اصل ہے اور باقی حروفِ ناصبہ اس پر محمول ہو کر نصب کرتے ہیں۔

فائدہ: - کلمہ اِنْ دو قسم پر ہے۔ (۱) اسم۔ (۲) حرف۔ اِنْ، اسمیہ ضمیر متکلم ہوتا ہے جیسے اِنْ فَعَلْتُ اور تلفظ میں اِنْ، کے نون کو فتح دینا اور کتابت میں الف کا اضافہ کرنا کثیر الاستعمال ہے یعنی اِنَّا، کہنا تا کہ اِنْ حرفیہ سے التباس نہ ہو۔ اور اِنْ، ضمیر مخاطب بھی ہوتا ہے چنانچہ جمہور کے نزدیک اَنْتَ، اَنْتُمْ الخ میں ضمیر اِنْ ہے اور تاء حرفِ خطاب ہے۔ اور اِنْ حرفیہ کی چار قسمیں ہیں۔ (۱) زائدہ جیسے لَمَّا اِنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا، میں اِنْ زائدہ ہے۔ (۲) اِنْ، مُخَفَّفَةٌ مِنَ الْمُثَقَّلَةِ جیسے عَلِمَ اِنْ سَيَكُونُ۔ (۳) حرف تفسیر، جب ایسے فعل کے بعد واقع ہو جو معنی قول کو متضمن ہے جیسے وَنَادَيْنَاهُ اِنْ يَا اِبْرَاهِيمُ۔ (۴) اِنْ مصدریہ۔

فائدہ: - اِنْ ناصبہ، اِنْ مُخَفَّفَةٌ مِنَ الْمُثَقَّلَةِ کی مشابہت لفظی و معنوی کی وجہ سے عمل کرتا ہے۔ مشابہت لفظی تو واضح ہے اور مشابہت معنوی اس طرح ہے کہ یہ دونوں اپنے مدخول کے ساتھ مصدر کی تاویل میں ہو جاتے ہیں۔ (۲) لَنْ، یہ مضارع کو نصب کرنے کے ساتھ ساتھ اُس کو نفی مؤکد مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے اور سیبویہ کے نزدیک یہ مستقل حرف ہے اور فراء کے نزدیک اس کا نون الف سے بدلا ہوا ہے یعنی اصل میں لا، تھا۔ **فائدہ:** - فراء کا مذکورہ بالا قول بدو وجہ ضعیف ہے۔ اول، اس لئے کہ لا (مطلق) نفی کے لئے ہے اور لَنْ نفی تاکید کیلئے تو لَنْ میں زیادتی فی المعنی کہاں سے آگئی۔ جب کہ کوئی حرف بڑھانے سے تو معنی میں زیادتی ہوتی ہے لیکن ایک حرف کو دوسرے حرف کے ساتھ تبدیل کرنے سے معنی میں زیادتی نہیں آتی۔ دوم، اس لئے کہ الف کو نون کر دینا متعارف نہیں بلکہ نون کو الف کرنا متعارف ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے لَنْسَفَعًا جَوَاصِلٍ مِّنْ لَنْسَفَعِينَ تھا۔ (۳) کئی، یہ سبب کیلئے ہے یعنی اس کا ما قبل ما بعد کیلئے سبب ہوتا ہے جیسے اَسْلَمْتُ كَيْ اَدْخَلَ الْجَنَّةَ، میں اسلام لایا تا کہ جنت میں داخل ہوں۔ **فائدہ:** - کلمہ کئی میں تین مذہب ہیں۔ (۱) اخفش کے نزدیک یہ ہمیشہ حرف جر ہوتا ہے اور اس کا ما بعد تقدیر اِنْ منصوب ہوتا ہے اور کبھی اِنْ، مذکور بھی ہوتا ہے جیسے جَنَّتٌ كَيْ اَنْ تَكْرَمَنِ۔ (۲) نحاس کوفہ کے نزدیک کئی بمعنی اِنْ ناصبہ خود فعل کا ناصب ہے۔ (۳) نحاس بصرہ کے نزدیک کئی حرف جر اور حرف ناصب ہونے میں مشترک ہے پس جَنَّتٌ كَيْ اَنْ تَكْرَمَنِ میں حرف جر ہے اور قول باری تَعَالَى لِكَيْلَا تَأْسَوْا مِّنْ حَرْفٍ نَّاصِبٍ ہے اور اَسْلَمْتُ كَيْ اَدْخَلَ الْجَنَّةَ میں حرف جر بھی ہو سکتا ہے اور حرف ناصب بمعنی لام تعلیلہ بھی۔

وَإِذْ قَالَ نَحْوُ أَرِيدُ أَنْ تُحْسِنَ إِلَيَّ وَأَنَا لَنْ أَضْرِبَكَ وَأَسْلَمْتُ
 كَيْ أَدْخُلَ الْجَنَّةَ وَإِذْ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكَ وَتَقَدَّرُ أَنْ فِي سَبْعَةِ مَوَاضِعَ بَعْدَ
 حَتَّى نَحْوُ أَسْلَمْتُ حَتَّى أَدْخَلَ الْجَنَّةَ وَلَا مِ كَيْ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ لِيَذْهَبَ
 وَلَا مِ الْجَحْدِ نَحْوُ مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَالْفَاءُ الْوَاقِعَةُ فِي
 جَوَابِ الْأَمْرِ وَالنَّهْيِ وَالْإِسْتِفْهَامِ وَالنَّفْيِ وَالتَّمْنِيِ وَالْعَرْضِ نَحْوُ
 أَسْلِمَ فَتَسْلِمَ وَلَا تَعَصُ فَتُعَذِّبُ وَهَلْ تَعْلَمُ فَتَنْجُو وَمَاتَرُورُنَا فَفَنَكْرِمَكَ
 وَلَيْتَ لِي مَالًا فَأَنْفِقَهُ وَالْأَلِفُ تَنْزِلُ بِنَا فَتُصِيبُ خَيْرًا وَبَعْدَ الْوَائِ الْوَاقِعَةُ
 فِي جَوَابِ هَذِهِ الْمَوَاضِعِ كَذَلِكَ نَحْوُ أَسْلِمَ وَتَسْلَمَ إِلَى الْآخِرِ

(۴) اذن، جمہور کے نزدیک یہ حرف بسیط ہے اور خلیل کے نزدیک اذ اور ان سے مرکب ہے، ہمزہ کی حرکت ما قبل کو دینے کے بعد ہمزہ کے ساقط ہو جانے سے اذن بنا۔ فائدہ:- اذن، کا رسم الخط نون کے ساتھ مبرد کے نزدیک ہے اور جمہور کے نزدیک الف کے ساتھ (اذا) لکھا جائے گا یعنی وقف یوجہ سے نون، الف ہو جائے گا۔ (۵) ان مقدرہ، اور یہ ان سے تہ مقدرہ ہوتا جن کی تفصیل متن میں موجود ہے۔ سوال:- کلمہ حتی، لام کئی اور لام جہد کے بعد ان کیوں مقدر مانا جاتا ہے؟ جواب:- اس لئے کہ یہ تینوں حروف جارہ ہیں جو اسم پر داخل ہوتے ہیں لہذا ان کے بعد ان مقدر مانا گیا تاکہ ان سے فعل مصدر کی تاویل میں ہو جائے اور حروف جارہ کا دخول بن سکے۔ فائدہ:- کلمہ ان مضارع کو مصدر کی تاویل میں آتا ہے یا ان سے مضارع تاویل مصدر ہوتا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ ان اور مضارع کا مجموعہ بمعنی مصدر ہو جاتا ہے جیسا کہ نحو میر میں ہے "ان بفعل بمعنی مصدر باشد" کیونکہ اگر صرف مضارع بمعنی مصدر ہو جائے تو ان کا دخول مصدر پر ہو جائے گا حالانکہ وہ فعل پر داخل ہوتا ہے اور یہ بھی لازم آئے گا کہ اس پر حرف جر کا دخول درست نہ ہو کہ حرف جر اسم پر داخل ہوتا ہے اور یہ اسم نہیں ہے۔ لیکن اگر ان اور فعل کا مجموعہ بمعنی مصدر ہو جائے تو کوئی خرابی لازم نہیں آئے گی (البشیر)۔ قولہ والفاء:- یعنی امر وغیرہ کے جواب میں واقع فاء کے بعد ان مقدر ہوتا ہے اور اس واقعہ کے بعد بھی جو مذکورہ چھ چیزوں میں سے کسی کے جواب میں واقع ہو، وجہ تقدیر ان یہ ہے کہ فاء اور واؤ دونوں حرف ہیں جنکا ما قبل جملہ انشائیہ ہے اور ما بعد جملہ خبریہ کا عطف انشائیہ پر جائز نہیں لہذا کلمہ ان مقدر مانا تاکہ مضارع سے ان تاویل مصدر ہو جائے اور اس مصدر کا عطف اس مصدر پر ہو جائے جو جملہ انشائیہ سے مفہوم ہوتا ہے اور یہ عطف از قبیل عطف المفرد علی المفرد بن جائے۔

وَبَعْدَ أَوْ بِمَعْنَى إِلَى أَنْ أَوْ لِأَنَّ نَحْوًا لَا حَبْسَنَكَ أَوْ تُعْطِينِي حَقِّي وَوَاوِ الْعَطْفِ إِذَا كَانَ الْمَعْطُوفُ عَلَيْهِ إِسْمًا صَرِيحًا نَحْوًا عَجَبْنِي قِيَامُكَ وَتَخْرُجُ وَيَجُوزُ إِظْهَارُ أَنْ مَعَ لَامٍ كُنِيَ نَحْوًا وَسَلَّمْتُ لِأَنَّ ادْخَلَ الْجَنَّةَ وَمَعَ وَوَاوِ الْعَطْفِ نَحْوًا عَجَبْنِي قِيَامُكَ وَأَنْ تَخْرُجُ وَيَجِبُ إِظْهَارُ أَنْ فِي لَامٍ كُنِيَ إِذَا اتَّصَلَتْ بِلَا النَّافِيَةِ نَحْوًا لِنَلَا يَعْلَمُ وَأَعْلَمُ أَنَّ الْوَاقِعَةَ بَعْدَ الْعِلْمِ لَيْسَتْ هِيَ النَّاصِبَةُ لِلْفِعْلِ الْمُضَارِعِ وَإِنَّمَا هِيَ الْمُخَفَّفَةُ مِنَ الْمُثْقَلَةِ نَحْوًا عَلِمْتُ أَنَّ سَيَقُومُ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى عَلِيمٌ أَنْ سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَرُضَى وَأَنَّ الْوَاقِعَةَ بَعْدَ الظَّنِّ جَازِفِيهِ الْوَجْهَانِ

قولہ وبعداؤ: اور ان مقدر ہوتا ہے لفظ او کے بعد جو بمعنی الی یا الا ہو۔ وجہ تقدیر یہ ہے کہ الی کا ما بعد مجرور اور الا کا ما بعد مستثنی ہوتا ہے اور مجرور یا مستثنی اسم ہوتا ہے۔ فائدہ: مصنف کے قول او بمعنی الی ان سے مراد یہ نہیں کہ کلمہ او، الی ان یا الا ان کے مجموعہ کے معنی میں ہوتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ او بمعنی الی ہوتا ہے جس کے بعد ان مقدر ہوتا ہے یا بمعنی الا ہوتا ہے جس کے بعد ان مقدر ہوتا ہے۔ قولہ وواو العطف: وواو عطف کے بعد جب کہ معطوف سے اسم صریح ہو لفظ ان مقدر ہوتا ہے وجہ تقدیر صحت عطف ہے یعنی فعل کا عطف اسم پر اور جملہ کا عطف مفرد پر صحیح نہیں لیکن لفظ ان مقدر ماننے سے عطف صحیح ہو جائے گا کیونکہ یہ جملہ ان کے ساتھ بتاویل مفرد ہو جائے گا۔ فائدہ: مصنف علیہ الرحمۃ ان بعد حرف العطف فرماتے تو یہ بہتر تھا اس لئے کہ واؤ کے علاوہ دیگر حروف عطف کے بعد بھی ان مقدر ہوتا ہے جس کی وجہ سے فعل مضارع منصوب ہو جاتا ہے۔ قولہ ویجوز: اور لام کئی کے ساتھ ان کا اظہار بھی جائز ہے اس لئے کہ یہ لام اسم صریح پر داخل ہوتا ہے جیسے جنتک لئلا کرام لہذا لام کئی، ان مع الفعل پر بھی داخل ہوگا کیونکہ فعل بمع ان اسم کی تقدیر میں ہوتا ہے۔ فائدہ: لام کئی کے ملحق مثلاً لام زائدہ اور حروف عطف جو مضارع کا اسم صریح پر عطف کرتے ہیں ان کے ساتھ بھی ان کا اظہار جائز ہے کیونکہ یہ بھی اسم صریح پر داخل ہوتے ہیں۔ قولہ ویجب: لام کئی جب لانا فیہ سے متصل ہو تو اس میں اظہار ان واجب ہے جیسے لنلا یعلم کیونکہ بصورت عدم اظہار دو لاموں کا اجتماع لازم آئے گا جو زبان پر ثقیل ہوگا۔ قولہ اعلم: مصنف علیہ الرحمۃ ان ناصبہ کے بیان کے بعد ایک ایسے ان کا بیان کرتے ہیں جو فعل مضارع کو نصب نہیں کرتا کیونکہ وہ ان ناصبہ نہیں ہوتا بلکہ ان کا مخفف ہوتا ہے جیسے عَلِمْتُ أَنَّ سَيَقُومُ (بضم میم) یہ وہ ان ہے جو علم مفید یقین کے بعد ہو واقع ہو اور جو ان، ظن کے بعد واقع ہو اس میں دو وجہیں جائز ہیں۔

النَّصْبُ بِهَا وَأَنْ تَجْعَلَهَا كَالْوَاقِعَةِ بَعْدَ الْعِلْمِ نَحْوُ ظَنَنْتُ أَنْ سَيَقُومُ فَضْلُ
 الْمَجْرُومِ عَامِلُهُ لَمْ وَلَمَّا وَلَا مِ الْأَمْرِ وَلَا فِي النَّهْيِ وَكَلِمُ الْمُجَازَاتِ وَهِيَ أَنْ
 وَمَهُمَا وَإِذَا مَا وَحَيْثُ مَا وَأَيْنَ وَمَتَى وَمَا وَمَنْ وَأَيُّ وَأَنْتَى وَإِنْ الْمُقَدَّرَةُ نَحْوُ لَمْ
 يَضْرِبُ وَلَمَّا يَضْرِبُ وَيَضْرِبُ وَلَا تَضْرِبُ وَإِنْ تَضْرِبُ أَضْرِبُ إِهْ وَأَعْلَمُ
 أَنْ لَمْ تَقْلِبُ الْمُضَارِعَ مَاضِيًا مَنفِيًّا وَلَمَّا كَذَلِكَ إِلَّا أَنْ فِيهَا تَوْقَعًا بَعْدَهُ
 وَدَوَامًا قَبْلَهُ نَحْوُ قَامَ الْأَمِيرُ لَمَّا يَرْكَبُ وَأَيْضًا يَجُوزُ حَذْفُ الْفِعْلِ بَعْدَ لَمَّا
 خَاصَّةً تَقُولُ نَدِمَ زَيْدٌ وَلَمَّا أَيُّ وَلَمَّا يَنْفَعُهُ النَّدَمُ وَلَا تَقُولُ نَدِمَ زَيْدٌ وَلَمْ

اول، یہ کہ اس سے فعل کو نصب دیں اس بنا پر کہ ان ناصبہ ہے۔ دوم، یہ کہ اس کو علم کے بعد واقع ہونے والے ان کی
 طرح ان مخففہ من الثقيلة قرار دیا جائے جیسے ظننت ان سيقوم (ميم کے فتح اور ضمہ کے ساتھ) فائدہ: علم کے بعد
 جب ان مخففہ آئے تو ان اور فعل کے درمیان فاصد ضروری ہے تاکہ اول امر سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ ان مخففہ ہے ناصبہ نہیں
 اس لئے کہ ان ناصبہ اور فعل مضارع میں فصل نہیں کیا جاتا کہ وہ عامل ضعیف ہے اور جن کلمات کے ساتھ فصل کیا جاتا ہے وہ یہ
 ہیں (۱) مین جیسے علم ان سیکون۔ (۲) سوف جیسے علمت ان سوف يقوم۔ (۳) قد جیسے لیعلم ان قد ابلاغوا۔
 (۴) حرف نفی جیسے علمت ان لا يقوم۔ قولہ، المعجروم۔ فعل مضارع کے جازم دو قسم پر ہیں۔ اول حرف جازمہ جو
 پانچ ہیں۔ لم وغیرہ۔ دوم، کلمہ المجازات یعنی کلمات شرط و جزا اور یہ ان وغیرہ ہیں۔ قسم اول، ایک فعل کو جزم کرتی
 ہے اور قسم دوم کے اکثر، دو فعلوں کو۔ قولہ لم تقلب۔ حرف لم اور لَمَّا یہ دونوں مضارع کو ماضی منفی کے معنی میں کر دیتے ہیں
 اور ان میں چند وجوہ سے فرق ہے۔ (۱) لم میں استغراق نہیں ہوتا لیکن لَمَّا میں استغراق ہوتا ہے یعنی نفی کے معنی، وقت انتفاء
 سے سیر وقت تکلم تک تمام ازمنہ ماضیہ و شامل ہوتے ہیں چنانچہ لَمَّا یضرب کے معنی ہیں اب تک نہیں مارا۔ (۲) لَمَّا کا استعمال
 اکثر اس فعل میں ہوتا ہے جس کے واقع ہونے کی توقع ہو۔ بخلاف لم کے۔ (۳) لَمَّا کے بعد واقع فعل کو بوقت قیام قرینہ
 حذف کرنا جائز ہے، بخلاف لم کے جیسے ندم زیدو لَمَّا ای ولَمَّا یفَعُّه النَّدَمُ۔ زید پشیمان ہوا لیکن ابھی تک اس کو شرمندگی
 نے فائدہ نہیں دیا۔ (۴) لَمَّا پر ادوات شرط داخل نہیں ہو سکتے پس ان لَمَّا یضرب، نہیں کہہ سکتے لیکن لم پر داخل ہو سکتے ہیں
 جیسے ان لم تفعلوا۔ (۵) لَمَّا کبھی اسم بھی ہوتا ہے یعنی ظرف بمعنی اذ ہوتا ہے جس کو جواب لازم ہے اور اس وقت اس کا مدخول
 فعل ماضی ہوتا ہے اور جواب بھی فعل ماضی ہوتا ہے جیسے فلَمَّا انجائکم الی البر اعرضتُم یا جواب جملہ اسمیہ ہوتا ہے جو
 اذا مفا جاتیہ سے مقرون ہوتا ہے جیسے فلَمَّا کتب علیہم القتال اذا فریق منہم۔

وَأَمَّا كَلِمُ الْمُجَازَاتِ حَرْفًا كَانَتْ أَوْ إِسْمًا فَهِيَ تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَتَيْنِ لِتَدُلَّ
عَلَى أَنَّ الْأُولَى سَبَبٌ لِلثَّانِيَةِ وَتُسَمَّى الْأُولَى شَرْطًا وَالثَّانِيَةُ جَزَاءً ثُمَّ إِنْ
كَانَ الشَّرْطُ وَالْجَزَاءُ مُضَارِعَيْنِ يَجِبُ الْجَزْمُ فِيهِمَا لَفْظًا نَحْوُ إِنْ تَكْرَمَنِي
أَكْرَمَكَ وَإِنْ كَانَا مَاضِيَيْنِ لَمْ تَعْمَلْ فِيهِمَا لَفْظًا نَحْوُ إِنْ ضَرَبْتَ ضَرَبْتُ
وَإِنْ كَانَ الْجَزَاءُ وَحْدَهُ مَاضِيًّا يَجِبُ الْجَزْمُ فِي الشَّرْطِ نَحْوُ إِنْ تَضْرِبْنِي
ضَرَبْتُكَ وَإِنْ كَانَ الشَّرْطُ وَحْدَهُ مَاضِيًّا جَازٍ فِي الْجَزَاءِ الْوَجْهَانِ نَحْوُ
إِنْ جِئْتَنِي أَكْرَمَكَ **وَاعْلَمْ أَنَّهُ إِذَا كَانَ الْجَزَاءُ مَاضِيًّا بَغَيْرِ قَدْ لَمْ يَجُزِ
الْفَاءُ فِيهِ نَحْوُ إِنْ أَكْرَمْتَنِي أَكْرَمْتُكَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا**

قولہ واما کلمۃ المجازاتہ :- بہر حال شرط اور جزا کے کلمات خواہ اسم ہوں یا حرف وہ دو فعلیہ جملوں پر داخل ہوتے ہیں تاکہ اس بات پر دلالت کریں کہ پہلا جملہ دوسرے کیلئے سبب ہے اور پہلے جملہ کو شرط اور دوسرے کو جزا کہتے ہیں کیونکہ پہلا جملہ دوسرے کے تحقق کیلئے شرط ہے اور دوسرا پہلے پر مرتب ہے۔ قولہ ثم ان کان :- مصنف علیہ الرحمۃ شرط اور جزا کے مجزوم ہونے کی صورتیں بیان کرتے ہیں۔ (۱) اگر شرط اور جزا دونوں مضارع ہوں تو دونوں میں لفظاً جزم واجب ہے اس لئے کہ مضارع میں جزم قبول کرنے کی صلاحیت ہے کہ وہ معرب ہے اور حرف جازم بھی موجود ہے جیسے ان تکرمتنی اکرمک۔ (۲) اگر شرط اور جزا دونوں فعل ماضی ہوں تو کلمات شرط و جزا ان میں لفظاً عمل نہیں کریں گے بلکہ دونوں میں جزم محلی ہوگا اس لئے کہ ماضی مبنی ہے جیسے ان ضربت ضربت۔ (۳) اگر صرف جزا ماضی ہو اور شرط مضارع ہو تو شرط میں جزم واجب ہوگا جیسے ان تضربنی ضربتک۔ (۴) اگر صرف شرط ماضی ہو اور جزا مضارع تو جزا میں دو وجہیں جائز ہیں ایک جزم اور دوسرے رفع۔ جزم تو اس لئے کہ مضارع قابل جزم ہے اور رفع اس لئے کہ جب شرط میں ماضی ہونے کی وجہ سے جزم لفظی باطل ٹھہرا تو اس کی موافقت میں مضارع میں بھی جزم نہیں آئے گا جیسے ان جئتنی اکرمک۔ قولہ واعلم :- شرط و جزاء میں انجرام و عدم انجرام کو بیان کرنے کے بعد اب جزاء پر فاء کے دخول و عدم دخول کے مواضع بیان کرتے ہیں جو درج ذیل ہیں۔ (۱) جب جزا لفظاً یا معنی ماضی ہو بغیر حرف قد کے تو جزاء پر فاء لانا جائز نہیں اس لئے کہ حرف شرط نے ماضی میں اثر کیا کہ اس کو مستقبل کے معنی میں کر دیا لہذا دوسرے رابطہ یعنی فاء کی ضرورت نہیں جیسے ان اکرمتني اکرمتک۔

وَأَنْ كَانَ مُضَارِعًا مُتَّبِعًا أَوْ مَنْفِيًّا بِلَا جَازٍ فِيهِ الْوَجْهَانِ نَحْوُ أَنْ تَضْرِبَنِي
 أَضْرِبُكَ أَوْ فَاضْرِبُكَ وَأَنْ تَشْتَمَنِي لَا أَضْرِبُكَ أَوْ فَلَا أَضْرِبُكَ وَأَنْ
 لَمْ يَكُنِ الْجَزَاءُ أَحَدَ الْقِسْمَيْنِ الْمَذْكُورَيْنِ فَيَجِبُ الْفَاءُ فِيهِ وَذَلِكَ فِي
 أَرْبَعِ صُورٍ الْأُولَى أَنْ يَكُونَ الْجَزَاءُ مَاضِيًّا مَعَ قَدْ كَقَوْلِهِ تَعَالَى إِنْ يُسْرِقْ
 فَقَدْ سَرَقَ أَخْ لَّهُ مِنْ قَبْلُ وَالثَّانِيَّةُ أَنْ يَكُونَ مُضَارِعًا مَنْفِيًّا بِغَيْرِ لَا
 كَقَوْلِهِ تَعَالَى وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَالثَّلَاثَةُ
 أَنْ يَكُونَ جُمْلَةً اِسْمِيَّةً كَقَوْلِهِ تَعَالَى مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْتَالِهَا
 وَالرَّابِعَةُ أَنْ يَكُونَ جُمْلَةً اِنْشَائِيَّةً اِمَّا أَمْرًا كَقَوْلِهِ تَعَالَى قُلْ إِنْ كُنْتُمْ
 تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي وَإِنِّي أَخْ لَّهُ مِنْ قَبْلُ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ
 فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ إِلَى الْكُفَّارِ وَقَدْ يَقَعُ إِذَا مَعَ الْجُمْلَةِ اِسْمِيَّةٍ مَوْضِعَ الْفَاءِ
 كَقَوْلِهِ تَعَالَى وَإِنْ تُصِيبُهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيَهُمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ

(۲) اگر جزاء مضارع مثبت ہو یا منفی بلا، تو جزاء میں دو وجہ جائز ہیں اتیان فاء اور ترک فاء۔ فاء کا لانا تو اس لئے جائز ہے کہ حرف شرط نے جزاء میں پورا اثر نہیں کیا کیونکہ مضارع میں زمانہ مستقبل پہلے سے موجود تھا لہذا برا کے بظ فاء کا لانا جائز ہے اور حرف شرط نے اثر کیا بھی ہے اگرچہ وہ ضعیف ہے یعنی مضارع کو استقبال کے ساتھ خاص کر دیا ہے لہذا دوسرے رابطہ کی ضرورت نہیں پس ترک فاء بھی جائز ہے۔ (۳) اگر جزاء مذکورہ دو قسموں میں سے کوئی نہ تو اس میں فاء کا لانا واجب ہے۔ قولہ وذلك: یعنی جزاء کا مذکورہ دو قسموں میں سے کوئی قسم نہ ہونا اس کی چار صورتیں ہیں (۱) جزاء ماضی ہو قد کے ساتھ جیسے ارشاد باری إِنْ يُسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ أَخْ لَّهُ مِنْ قَبْلُ۔ (۲) جزاء مضارع منفی ہو بغیر لا کے جیسے وَمَنْ يَتَّبِعْ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ۔ (۳) جزاء اسمیہ ہو جیسے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْتَالِهَا۔ (۴) جزاء جملہ انشائیہ ہو خواہ امر ہو یا نہی جیسے إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي۔ فائدہ: جزاء میں فاء کے لانے یا نہ لانے کا ضابطہ یہ ہے کہ اگر حرف جازم شرط و جزاء میں مؤثر ہے یعنی جزم رہا ہے یا نفی مستقبل کے معنی میں کر رہا ہے تو دخول فاء جائز نہیں اور اگر مؤثر نہیں ہے تو دخول فاء واجب ہے اور اگر حرف کی تاثیر و عدم تاثیر دونوں محتمل ہیں تو فاء کا لانا اور ترک دونوں جائز ہیں۔ قولہ وَقَدْ يَقَعُ إِذَا: اور کبھی جزاء پر فاء کی جگہ اذا مفا جاتی آتا ہے جبکہ جزاء جملہ اسمیہ ہو جیسے وَإِنْ تُصِيبُهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيَهُمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ۔ اس لئے کہ اذا میں فاء کی مثل تعقیب کے معنی پائے جاتے ہیں۔

وَأِنَّمَا تَقْدَرُ أَنْ بَعْدَ الْأَفْعَالِ الْخَمْسَةِ الَّتِي هِيَ الْأَمْرُ نَحْوُ تَعَلَّمَ تَنْجُ وَالنَّهْيُ
 نَحْوُ لَا تَكْذِبُ يَكُنْ خَيْرًا لَكَ وَالْأَسْتِفْهَامُ نَحْوُ هَلْ تَزُورُنَا نَكْرِمُكَ وَالتَّمَنِّيُ
 نَحْوُ لَيْتَكَ عِنْدِي أَخْدِمُكَ وَالْعَرْضُ نَحْوُ الْآتِنِزْلُ بِنَاتُصِبُ خَيْرًا وَبَعْدَ
 النَّفْيِ فِي بَعْضِ الْمَوَاضِعِ نَحْوًا لَا تَفْعَلْ شَرًّا يَكُنْ خَيْرًا لَكَ وَذَلِكَ إِذَا اقْصِدَ
 أَنَّ الْأَوَّلَ سَبَبٌ لِلثَّانِي كَمَا رَأَيْتَ فِي الْأَمْثَلَةِ فَإِنَّ مَعْنَى قَوْلِنَا تَعَلَّمَ تَنْجُ
 هُوَ أَنْ تَتَعَلَّمَ تَنْجُ وَكَذَلِكَ الْبَوَاقِي فَلِذَلِكَ امْتَنَعَ قَوْلُكَ لَا تَكْفُرْ تَدْخُلُ
 النَّارَ لِامْتِنَاعِ السَّبَبِيَّةِ إِذْ لَا يَصِحُّ أَنْ يُقَالَ إِنَّ لَا تَكْفُرْ تَدْخُلُ النَّارَ وَالثَّالِثُ
 الْأَمْرُ وَهُوَ صِيغَةٌ يُطْلَبُ بِهَا الْفِعْلُ مِنَ الْفَاعِلِ الْمُخَاطَبِ بِأَنْ تَحْذِفَ
 مِنَ الْمُضَارِعِ حَرْفَ الْمُضَارَعَةِ ثُمَّ تَنْظُرَ فَإِنْ كَانَ مَا بَعْدَ حَرْفِ
 الْمُضَارَعَةِ سَاكِنًا زِدْتَ هَمْزَةَ الْوَصْلِ مَضْمُومَةً إِنْ انْضَمَّ ثَالِثُهُ نَحْوُ
 أَنْصُرُ وَمَكْسُورَةً إِنْ انْفَتَحَ أَوْ انْكَسَرَ كَأَعْلَمُ وَأَضْرِبُ وَاسْتَخْرِجُ

قولہ وَاِنَّمَا تَقْدَرُ :- یعنی ان شرطیہ بمع شرط پانچ چیزوں کے بعد مقدر ہوتا ہے جبکہ یہ ارادہ کیا جائے کہ مضمون
 اول سبب ہے مضمون ثانی کیلئے۔ اول، امر جیسے تَعَلَّمَ تَنْجُ اِی تَعَلَّمَ اِنْ تَعَلَّمَ تَنْجُ۔ دوم، نہی جیسے لَا تَكْذِبُ
 یَكُنْ خَيْرًا لَكَ اِی لَا تَكْذِبُ اِنْ لَا تَكْذِبُ یَكُنْ خَيْرًا لَكَ۔ سوم، استفہام جیسے هَلْ تَزُورُنَا نَكْرِمُكَ اِی
 هَلْ تَزُورُنَا اِنْ تَزُورُنَا نَكْرِمُكَ۔ چہارم، تمنی لیتک عِنْدِي اِخْدِمُكَ اِی لیتک عِنْدِي اِنْ تَكُنْ عِنْدِي
 اِخْدِمُكَ۔ پنجم، عرض جیسے الْآتِنِزْلُ بِنَاتُصِبُ خَيْرًا اِی الْآتِنِزْلُ بِنَاتُصِبُ خَيْرًا۔ قولہ وَبَعْدَ
 النَّفْيِ :- یہ عبارت کاتب کی غلطی ہے۔ قولہ الْأَمْرُ :- فعل کی قسم ثالث امر ہے اصطلاح نجات میں امر ایسا صیغہ ہے
 جس کے ذریعے فاعل مخاطب سے فعل طلب کیا جائے اور وہ مضارع سے بنتا ہے جس کی تفصیل اس طرح ہے۔ (الف)
 علامت مضارع حذف کرنے کے بعد دیکھو اگر بعد والا حرف ساکن ہے تو علامت مضارع کی جگہ ہمزہ لاؤ تا کہ
 ابتدا ساکن سے نہ ہو اور ہمزہ اس لئے لایا جاتا ہے کہ یہ حروف زوائد سے ثقیل حرف ہے اور ہمزہ کی حرکت عین کلمہ کی
 حرکت کے موافق ضمہ ہو گا یا کسرہ جیسے تَضْرِبُ سے اِضْرِبُ، تَفْتَحُ سے اِفْتَحُ اور تَنْصُرُ سے اُنْصُرُ۔ سوال :-
 اگر عین مضارع مفتوح ہو تو امر میں ہمزہ وصل مفتوح کیوں نہیں آتا؟ جواب :- اس لئے کہ اگر عین کلمہ کی موافقت میں
 ہمزہ مفتوح آئے تو صیغہ امر کا صیغہ واحد متکلم مضارع سے التباس ہوگا۔

وَأَنَّ كَانَ مُتَعَرِّكَ فَلَاحَاجَةٌ إِلَى الْهَمْزَةِ نَحْوُ عِدْوٍ حَاسِبٍ وَالْأَمْرُ مِنْ
 بَابِ الْإِفْعَالِ مِنَ الْقِسْمِ الثَّانِي وَهُوَ مَبْنِيٌّ عَلَى عَلَامَةِ الْجَزْمِ كَالضَّرْبِ
 وَأَعْرُوزٍ وَإِسْعٍ وَإِضْرِبًا وَإِضْرِبُوا وَإِضْرِبِي فَضَلَّ فِعْلٌ
 مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ هُوَ فِعْلٌ حُذِفَ فَاعِلُهُ وَأَقِيمَ الْمَفْعُولُ مَقَامَهُ
 وَيُخْتَصُّ بِالْمُتَعَدِّيِّ وَعَلَامَتُهُ فِي الْمَاضِي أَنْ يَكُونَ أَوَّلُهُ مَضْمُومًا فَقَطُّ
 وَمَاقِبِلَ آخِرِهِ مَكْسُورًا فِي الْأَبْوَابِ الَّتِي لَيْسَتْ فِي أَوَائِلِهَا هَمْزَةٌ وَضَلَّ
 وَلا تَاءُ زَائِدَةٌ نَحْوُ ضَرْبٍ وَذُخْرَجٍ وَآكْرِمٍ وَأَنْ يَكُونَ أَوَّلُهُ وَثَانِيهِ مَضْمُومًا
 وَمَاقِبِلَ آخِرِهِ كَذَلِكَ فِيمَا فِي أَوَّلِهِ تَاءُ زَائِدَةٌ نَحْوُ تَفْضَلٍ وَتَضُورِبٍ

(ب) اگر علامت مضارع کا بعد متحرک رہ جائے تو آخر میں وقف کر دو جیسے تَعَدُّ سے عِدٌّ۔ قولہ وَالْأَمْرُ

اور باب افعال کا امر قسم ثانی سے ہے اس لئے کہ اُكْرِمُ، تُكْرِمُ سے بنا ہے جو اصل میں تَأْكُرِمُ تھا یہ ہمزہ وصلی نہیں

ہے۔ (ج) اگر مضارع کے آخر میں حرف علت ہے تو وہ امر میں گر جائے گا اور ذَوَاتِ السُّنُونِ صِغَعُونَ سے نون بھی گر

جائے گا جیسے اِزْمٌ، اِزْمِيَا۔ قولہ وَهُوَ مَبْنِيٌّ۔ اور امر علامت جزم پر مبنی ہوتا ہے یہ نجات بصرہ کا مذہب ہے وجہ بنا یہ ہے

کہ فعل میں اصل بنا ہے لیکن فعل مضارع علامت مضارع کی زیادت کے بعد اسم کے مشابہ ہو گیا ہے لہذا مضارع معرب

بن گیا اور جب یہ مشابہت حرف مضارع کے حذف سے ختم ہو گئی تو امر مبنی ہو گیا۔ اور اخفش کے نزدیک امر مبنی نہیں بلکہ مجزوم

بلام طلب ہے اور اس کے نزدیک قُمْ کا اصل لَتَقُمْ اور اَقْعُدْ کا لَتَقْعُدْ ہے لام برائے تخفیف اور علامت مضارع لام کے

اتباع میں حذف ہو گئی تو لَتَقُمْ سے قُمْ رہ گیا۔ ﴿فِعْلٌ مَا لَمْ يُسَمَّ فَاعِلُهُ﴾ فعل ما لم يسم فاعله (فعل مجہول) وہ

فعل ہے جس کا فاعل کلام سے حذف کر کے اس کی جگہ مفعول رکھ دیا گیا ہو اور یہ حذف وائیان، فعل متعدی کے ساتھ مختص

ہے یعنی فعل مجہول، فعل متعدی سے بنایا جاتا ہے کیونکہ مفعول بہ اسی کا آتا ہے۔ قولہ وَعَلَامَتُهُ۔ اور ماضی میں فعل

مجہول کی علامت یہ ہے کہ اس کا پہلا حرف اصل میں مضموم اور آخر سے پہلا مکسور ہوتا ہے یہ علامت ان ابواب میں ہے جو

ہمزہ وصل اور تاء زائدہ سے خالی ہوتے ہیں جیسے ضَرْبٍ، ذُخْرَجٍ وغیرہ۔ اور جن ابواب کے اول میں تاء ہے ان میں

پہلا اور دوسرا حرف مضموم اور آخر سے پہلا مکسور ہوتا ہے جیسے تَفْضَلٍ وغیرہ۔

فصل الفعل اما متعدٍ وهو ما يتوقف فهم معناه على متعلق غير الفاعل كضرب واما لازم وهو ما بخلافه كقعد وقام والمتعدى قد يكون الى مفعول واحد كضرب زيد عمرا والى مفعولين كاعطى زيد عمرا درهما ويجوز فيه الاقتصار على احد مفعوليه كاعطيت زيدا او اعطيت درهما بخلاف باب علمت والى ثلاثة مفاعيل نحو اعلم الله زيدا عمرا فاضلا ومنه ارى وانبا ونبأ واخبر وخبر وحدث وهذه السبعة مفعولها الاول مع الاخيرين كمفعولي اعطيت في جواز الاقتصار على احدهما تقول اعلم الله زيدا والثاني مع الثالث كمفعولي علمت في عدم جواز الاقتصار على احدهما فلاتقول اعلمت زيدا خيرا الناس بل تقول اعلمت زيدا عمرا خيرا الناس

۰ الفصل اما متعدٍ ۰ فعل کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) متعدی۔ (۲) لازم۔ (۱) متعدی، وہ فعل ہے کہ جس کے

معنی کا سمجھنا فاعل کے علاوہ کسی متعلق پر موقوف ہو جیسے ضرب کہ اس کا سمجھنا جس طرح کہ فاعل پر موقوف ہے، فاعل کے غیر یعنی مفعول پر بھی موقوف ہے۔ (۲) لازم، وہ فعل ہے جس کا سمجھنا فاعل کے علاوہ کسی متعلق پر موقوف نہ ہو جیسے قعد وغیرہ

تولہ والمتعدی :- یعنی متعدی کی تین قسمیں ہیں۔ اول، ایک مفعول کی طرف متعدی جیسے ضرب۔ دوم، دو مفعولوں کی

طرف متعدی جیسے اعطی۔ سوم، تین مفعولوں کی طرف متعدی جیسے اعلم وغیرہ۔ فائدہ :- متعدی بدو مفعول کی دو قسمیں

ہیں۔ اول، وہ جو دو مفعولوں کی طرف متعدی ہو اور اس کا دوسرا مفعول مصداق میں مفعول اول کا غیر ہو جیسے اعطی زيدا

عمرا درهما۔ اس قسم میں کسی ایک مفعول کو حذف کر کے دوسرے پر اقتصار جائز ہے۔ دوم، وہ جو دو مفعولوں کی طرف

متعدی ہو اور اس کے ایک مفعول پر اقتصار جائز نہ ہو، یہ وہ ہے کہ جس کا دوسرا مفعول مصداق میں پہلے کا غیر نہیں ہے جیسے

علمت زيدا فاضلا۔ اس قسم میں کسی ایک مفعول کو حذف کرنا جائز نہیں البتہ دونوں مفعولوں کو حذف کرنا جائز ہے۔ قولہ

ومنہ :- اور متعدی بہ مفعول سے اری وغیرہ ہیں اور ان ساتوں فعلوں کا پہلا مفعول بعد کے دونوں مفعولوں کے ساتھ باب

اعطيت کے دو مفعولوں کی مثل ہے یعنی ان کے پہلے مفعول کو بعد کے دو کے بغیر ذکر کر سکتے ہیں جیسے اعلم الله زيدا اور ان

کا دوسرا مفعول تیسرے کے ساتھ علمت کے دو مفعولوں کی طرح ہے یعنی کسی ایک کو حذف کر کے دوسرے پر اقتصار جائز

نہیں ہے لہذا علمت زيدا خيرا الناس نہیں کہا جائے گا بلکہ اعلمت زيدا عمرا خيرا الناس کہا جائے گا۔

**فصل أفعال القلوب عَلِمْتُ وَظَنَنْتُ وَحَسِبْتُ وَخَلْتُ وَرَأَيْتُ وَوَجَدْتُ
وَزَعَمْتُ وَهِيَ أفعالٌ تَدْخُلُ عَلَى الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ فَتَنْصِبُهُمَا عَلَى الْمَفْعُولِيَّةِ
نَحْوُ عَلِمْتُ زَيْدًا عَالِمًا وَاعْلَمْ أَنَّ لِهَذِهِ الْأَفْعَالِ خَوَاصَّ مِنْهَا أَنْ لَا تُقْتَصَرَ
عَلَى أَحَدِ مَفْعُولِيَّهَا بِخِلَافِ بَابِ أَعْطَيْتُ فَلَا تَقُولُ عَلِمْتُ زَيْدًا وَمِنْهَا
جَوَازُ الْأَلْغَاءِ إِذَا تَوَسَّطَتْ نَحْوُ زَيْدٌ ظَنَنْتُ قَائِمًا أَوْ تَأَخَّرَتْ نَحْوُ زَيْدٌ قَائِمٌ
ظَنَنْتُ وَمِنْهَا أَنَّهَا تَعْلُقُ إِذَا وَقَعَتْ قَبْلَ الْأَسْتِفْهَامِ نَحْوُ عَلِمْتُ أَرِيذًا عِنْدَكَ
أَمْ عَمْرٌو وَقَبْلَ النَّفْيِ نَحْوُ عَلِمْتُ مَا زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَقَبْلَ لَامِ الْإِبْتِدَاءِ نَحْوُ
عَلِمْتُ لَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ وَمِنْهَا أَنَّهَا يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ فَاعِلُهَا وَمَفْعُولُهَا
ضَمِيرَيْنِ لِشَيْئٍ وَاحِدٍ نَحْوُ عَلِمْتُ نِيَّ مُنْطَلِقًا وَظَنَنْتُكَ فَاضِلًا**

قولہ افعال القلوب :- افعال قلوب سات بین جن میں عَلِمْتُ، رَأَيْتُ اور وَجَدْتُ یقین کے لئے آتے ہیں اور ظَنَنْتُ، خَلْتُ اور حَسِبْتُ، ظن کیلئے آتے ہیں اور زَعَمْتُ، ظن و یقین میں مشترک ہے اور سات میں یہ انحصار استغراقی ہے عقلی نہیں۔ فائدہ :- مذکورہ بالا سات افعال میں شک اور یقین کے معنی پائے جاتے ہیں جن کا تعلق قلب سے ہے اس لئے ان کو افعال قلوب کہتے ہیں۔ قولہ وہی أفعال :- یعنی افعال قلوب وہ افعال ہیں جو مبتدا اور خبر پر داخل ہو کر ان کو بنا بر مفعولیت نصب دیتے ہیں جیسے عَلِمْتُ زَيْدًا عَالِمًا (یہ زَيْدًا وَ عَالِمًا) دونوں مفعول اصل میں مبتدا اور خبر تھے اسی زید عالمہ۔ قولہ خواص :- خواص، خاصۃ کی جمع ہے اور کسی چیز کا خاصہ وہ ہے جو اس کے ساتھ خاص ہو اور اس کے غیر میں نہ پایا جائے اور افعال قلوب کے خواص یہ ہیں۔ (۱) ان کے دو مفعولوں میں سے کسی ایک پر اقتصار نہیں کیا جاتا یعنی جب ایک ذکر کیا جائے گا تو دوسرا بھی ذکر کیا جائے گا اس لئے کہ اصل میں یہ مبتدا اور خبر ہوتے ہیں اور مبتدا اور خبر میں سے ہر ایک کیلئے دوسرے کا ہونا ضروری ہے لہذا عَلِمْتُ زَيْدًا نہیں کہے گا۔ (۲) جب یہ افعال مبتدا اور خبر کے درمیان واقع ہوں تو ان کے عمل کو لفظ اور معنی باطل کرنا لازم ہے جیسے زَيْدٌ ظَنَنْتُ قَائِمٌ یا جب یہ افعال مبتدا اور خبر سے مؤخر ہو جائیں جیسے زَيْدٌ قَائِمٌ ظَنَنْتُ۔ (۳) جب یہ حرف استفہام سے پہلے واقع ہوں یا نفی سے پہلے واقع ہوں یا لام ابتداء سے قبل تو ان کا عمل لفظ باطل ہوتا ہے اس لئے کہ مذکورہ تینوں کلمات صدارت کلام کو چاہتے ہیں پس اگر افعال قلوب کو عمل دیا جائے تو ان کلمات کی صدارت باطل ہو جائیگی ہے۔ (۴) ان افعال میں یہ جائز ہے کہ ان کا فاعل اور مفعول اول دونوں ضمیریں ہوں جن سے مراد شئی واحد ہو اور مفعول ثانی اسم ظاہر ہو جیسے عَلِمْتُ نِيَّ مُنْطَلِقًا (میں نے خود کو جانے والا یقین کیا)

وَاعْلَمُ أَنَّهُ قَدْ يَكُونُ ظَنَنْتُ بِمَعْنَى اتَّهَمْتُ وَعَلِمْتُ بِمَعْنَى عَرَفْتُ وَرَأَيْتُ
بِمَعْنَى أَبْصَرْتُ وَوَجَدْتُ بِمَعْنَى أَصَبْتُ الضَّالَّةُ فَتَنْصِبُ مَفْعُولًا وَاجِدًا فَقَطْ
فَلَا تَكُونُ جَيْنِيذٍ مِنْ أَعْمَالِ الْقُلُوبِ فَضَّلِ الْأَفْعَالَ النَّاْقِصَةَ هِيَ أَعْمَالٌ
وَضَعْتُ لِتَقْرِيرِ الْفَاعِلِ عَلَى صِفَةٍ غَيْرِ صِفَةِ مَصْدَرِهَا وَهِيَ كَانُ
وَصَارَ وَظَلَّ وَبَاتَ إِلَى الْخِرَاهَا تَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ الْإِسْمِيَّةِ لِإِفَادَةِ نِسْبَتِهَا
حُكْمَ مَعْنَاهَا فَتَرْفَعُ الْأَوَّلَ وَتَنْصِبُ الثَّانِي فَتَقُولُ كَانُ زَيْدٌ قَائِمًا

فائدہ:- افعال قلوب کے علاوہ دیگر افعال میں یہ جائز نہیں کہ ان کے فاعل کی اور مفعول کی ضمیر شنی واحد کی طرف لوٹیں، کیونکہ اس صورت میں شخص واحد فاعل اور مفعول بن جائے گا جو جائز نہیں۔ اور افعال قلوب میں یہ اس لئے جائز ہے کہ ان کا پہلا مفعول درحقیقت مفعول ثانی کے لئے محض تمہید ہوتا ہے اور اصل میں مفعول دوسرا ہی مفعول ہے۔ سوال:- فقدتنی (میں نے خود کو گم پایا) میں ضمیر فاعل اور ضمیر مفعول سے شخص واحد یعنی متکلم مراد ہے جب کہ یہ افعال قلوب سے نہیں تو یہ کیسے جائز ہو گیا؟ جواب:- یہ افعال قلوب پر محمول ہے وجہ حمل یہ ہے کہ یہ وجدتنی کی نقیض ہے لہذا اس پر محمول کیا گیا از قبیل حمل النقیض علی النقیض۔ قولہ قد یكون: یعنی افعال قلوب میں سے بعض افعال کے دوسرے معنی بھی ہیں جن کی وجہ سے وہ صرف مفعول واحد کی طرف متعدی ہوتے ہیں اور اس وقت وہ افعال قلوب سے نہیں ہوتے جیسے ظننت بمعنی اتهمت وغیرہ۔ ﴿الْأَفْعَالُ النَّاقِصَةُ﴾ افعال ناقصہ وہ افعال ہیں جو فاعل کو کسی ایسی صفت پر ثابت کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہوں جو ان کی صفت مصدر کے علاوہ ہو (اور وہ صفت ان کی خبر کی صفت ہوتی ہے) جیسے کان زیند قائمًا (زید کھڑا ہونے والا تھا) اس مثال میں فعل ناقص (کان) نے اپنے فاعل (زیند) کیلئے صفت قیام کو ثابت کیا ہے جو کان کی خبر کی صفت ہے اور یہ صفت قیام کان کے مصدر کی صفت یعنی کینونہ کے علاوہ ہے۔ وجہ تسمیہ:- افعال ناقصہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ تنہا فاعل کیساتھ کلام تام نہیں ہوتے بلکہ کلام بننے میں خبر کے محتاج ہوتے ہیں اس لئے ان کو ناقصہ کہتے ہیں یا اس لئے کہ ان میں باقی افعال کی نسبت نقصان پایا جاتا ہے اور وہ اس طرح کہ یہ افعال صرف زمانہ پر دلالت کرتے ہیں جبکہ باقی افعال زمانہ کے علاوہ حدث پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ قولہ تدخل:- یعنی افعال ناقصہ جملہ اسمیہ پر داخل ہوتے ہیں تاکہ ان افعال کی خبر کی طرف نسبت، خبر کو ان کا معنی اور اثر دے مثلاً صار کا معنی انتقال ہے اور اس پر جو اثر مرتب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کوئی شئی منتقل الیہ ہو پس جب وہ زیند غنی پر داخل ہوا تو خبر (غنی) کو منتقل الیہ ہونا دید یا معنی ہوئے انتقل زیند من الفقر الی الغناء، ۱۲۔

وَكَانَ عَلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ نَاقِصَةٌ وَهِيَ تَدُلُّ عَلَى ثُبُوتِ خَبَرِهَا لِفَاعِلِهَا فِي الْمَاضِي إِمَّا دَائِمًا نَحْوُ كَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا أَوْ مُنْقَطِعًا نَحْوُ كَانَ زَيْدٌ شَابًا وَتَامَةً بِمَعْنَى ثَبَّتَ وَحَصَلَ نَحْوُ كَانَ الْقِتَالُ أَيْ حَصَلَ الْقِتَالُ وَزَائِدَةٌ لَا يَتَغَيَّرُ بِاسْقَاطِهَا مَعْنَى الْجُمْلَةِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ

جِيَادُ ابْنِي أَبِي بَكْرٍ تَسَامِي شَعْرٌ عَلَى كَانَ الْمُسْوَمَةِ الْعَرَابِ

أَيْ عَلَى الْمُسْوَمَةِ وَصَارَ لِلِانْتِقَالِ نَحْوُ صَارَ زَيْدٌ غَنِيًّا وَاصْبَحَ وَأَمْسَى وَأَضْحَى تَدُلُّ عَلَى اقْتِرَانِ مَضْمُونِ الْجُمْلَةِ بِتِلْكَ الْأَوْقَاتِ نَحْوُ اصْبَحَ زَيْدٌ ذَا كِرَاءٍ كَانِ ذَا كِرَاءٍ فِي وَقْتِ الصُّبْحِ وَبِمَعْنَى صَارَ نَحْوُ اصْبَحَ زَيْدٌ غَنِيًّا وَتَامَةً بِمَعْنَى دَخَلَ فِي الصُّبْحِ وَالضُّحَى وَالْمَسَاءِ

قولہ علی ثلاثہ :- یعنی کان تین قسم پر ہے (۱) ناقصہ، یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خبر اس کے فاعل (اسم) کیلئے زمانہ ماضی میں یا بطریق دوام ثابت ہے جیسے کان اللہ علیما حکیمًا (اللہ حکیم وعلیم ہے) اور یا بطریق انقطاع ثابت ہے جیسے کان زید شابا، زید جوان تھا۔ (۲) تامہ، جو بمعنی ثبت اور حصل ہوتا ہے جیسے کان القتال یعنی قتال ہوا۔ (۳) زائدہ، یہ وہ ہے جس کے حذف کرنے سے جملہ کے معنی متغیر نہ ہوں۔ فائدہ :- زائدہ، صرف کان ہوتا ہے جبکہ ناقصہ اور تامہ کان بھی ہوتا ہے اور اس کے باقی مشتقات بھی۔ قولہ کقول :- مصنف علیہ الرحمۃ نے کان زائدہ کی مثال میں شعر ذکر کیا جس کے معنی میں یہ ہے بیٹے ابو بکر کے گھوڑے ان عربی گھوڑوں پر فوقیت رکھتے ہیں جن پر عمدہ ہونے کے نشانات لگائے گئے ہیں۔ مصنف نے اپنے قول ائی علی المسوومۃ میں لفظ کان کے زائدہ ہونے کو بیان کیا ہے۔ فائدہ :- جیاد جمع جید ہے بمعنی تیز رفتار گھوڑے۔ تسامی اصل میں تسامی تھا بمعنی بلند ہیں مسوومۃ بفتح واو، وہ گھوڑے جن پر علامت و نشانی لگائی گئی ہو عرب بلبر اول جمع عربی بمعنی عربی۔ سوال :- مصنف نے افعال ناقصہ میں کان تامہ اور زائدہ کا ذکر کیا ہے حالانکہ یہ دونوں فعل ناقص نہیں ہیں ایسا کیوں کیا؟ جواب :- چونکہ ان کو کان ناقصہ کے ساتھ لفظی مشابہت ہے اس لئے ان کو افعال ناقصہ میں ذکر کیا ہے ورنہ یہ دونوں ناقصہ نہیں۔ قولہ و صار :- اور صار شئی کے ایک حال سے دوسرے حال کی طرف انتقال کیلئے ہوتا ہے جیسے صار زید غنیًا، زید غنی ہو گیا یا ایک حقیقت سے دوسری حقیقت کی طرف انتقال کے لئے جیسے صار الطین حجرا، مٹی پتھر بن گئی۔ قولہ و اصبح :- یعنی یہ تینوں افعال اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ بعد کے جملہ کا مضمون ان کے اوقات یعنی صبح، شام اور چاشت کے ساتھ مقارن ہے اور کبھی یہ تینوں بمعنی صار ہوتے ہیں اور کبھی تامہ۔

و ظل و بات ید لأن علی اقتیران مضمون الجملة بوقتیهما نحو ظل زید
کاتباً و بمعنی صار و مازال و ما فتی و ما برح و ما انفک تدل علی استمرار
ثبوت خبرها لفاعلها مذقبله نحو مازال زید امیراً و یلزمها حرف النفی
و مادام یدل علی توقيت امر بمدة ثبوت خبرها لفاعلها نحو اقوم مادام
الامیر جالساً و لیس یدل علی نفي معنى الجملة حالاً و قيل مطلقاً و قد
عرفت بقية أحكامها في القسم الأول فلانعيذها فصل أفعال المقاربة هي
أفعال و وضعت للدلالة علی ذنوالخبر لفاعلها وهي ثلاثة أقسام

قوله ظل و بات :- یعنی ظل اور بات بھی مضمون جملہ کو اپنے اپنے اوقات میں روز و شب کے ساتھ مقرر ہونے
پر دلالت کرتے ہیں اور بمعنی صار بھی ۔ قولہ مازال :- یعنی یہ چاروں افعال اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کی خبر
ان کے فاعل کی طرح بطور استمرار ثابت ہے جب سے فاعل نے خبر کو قبول کیا ہے اور ان کو حرف نفی لازم ہے ۔ فائدہ :- مازال
غیر چاروں افعال کوئی لازم ہے یعنی ماضی ہوں تو ہا یا لا (نافیہ) لازم ہے اور مضارع ہوں تو ان یا لم یا لن اس کے کہ
ان کے معنی میں نفی پائی جاتی ہے اور جب نفی پر نفی آجائے تو وہ اثبات اور مفید استمرار ہو جاتی ہے ۔ قولہ و لیس :- لیس
زمانہ حال میں مضمون جملہ کی نفی کرتا ہے اور بعض کے نزدیک مطلقاً مضمون جملہ کی نفی کرتا ہے یہ اسل میں لیس بروزن
سمع تھا بنظر تخفیف میں کلمہ و ما کن ردیا تو لیس ہوا ۔ سوال :- لیس کی یہ کو بقاعدہ باع الف یوں نہیں کیا ؟ جواب :-
یہ یعنی الف نہ کرنا اس کے فعل غیر متصرف ہونے پر دلالت کرتے ہیں ۔ فائدہ :- لیس کے فعل ہونے پر دلیل یہ ہے کہ
اس کے آخر میں تائید تائید تائید ساکنہ آتی ہے جیسے لیست اور خما نر بارزہ متصدا بھی آتی ہیں جیسے لیست اور یوفیہ کے نزدیک
لیس حرف ہے اس کے کہ اس میں تمہ ایف نہیں ہے ۔ **أفعال المقاربة** :- افعال مقاربه، وہ افعال ہیں جو خبر کے
حصول کو اپنے فاعل سے قریب کرنے کیلئے وضع کئے گئے ہیں اور اسی سے ان کو افعال مقاربه کہتے ہیں ۔ فائدہ :- بعض
حضرات کے نزدیک فاعل پر تمام نہ ہونے کی وجہ سے یہ افعال بھی از قسم افعال ناقصہ ہیں اور صرف احکام مخصوصہ کی وجہ سے
ان کو الگ ذکر کیا گیا ہے ۔ لیکن یہ درست نہیں کیونکہ محض مرفوع پر تمام نہ ہونے کی وجہ سے اگر یہ افعال ناقصہ ہیں تو پھر افعال
متعدی بھی ناقصہ کہلائیں گے جو صحیح نہیں ۔ قولہ وہی الخ :- یعنی افعال مقاربه کی تین قسمیں ہیں ۔

الْأَوَّلُ لِلرَّجَاءِ وَهُوَ عَسَى وَهُوَ فِعْلٌ جَامِدٌ لَا يُسْتَعْمَلُ مِنْهُ غَيْرُ الْمَاضِي وَهُوَ فِي الْعَمَلِ مِثْلُ كَادَ الْآنَ خَبْرُهُ فِعْلٌ مُضَارِعٌ مَعَ أَنَّ نَحْوُ عَسَى زَيْدٌ أَنْ يَقُومَ وَيَجُوزُ تَقْدِيمُ الْخَبْرِ عَلَى اسْمِهِ نَحْوُ عَسَى أَنْ يَقُومَ زَيْدٌ وَقَدْ يُحذفُ أَنْ نَحْوُ عَسَى زَيْدٌ يَقُومُ وَالثَّانِي لِلْخُصُولِ وَهُوَ كَادَ وَخَبْرُهُ مُضَارِعٌ دُونَ أَنْ نَحْوُ كَادَ زَيْدٌ يَقُومُ وَقَدْ تَدْخُلُ أَنْ نَحْوُ كَادَ زَيْدٌ أَنْ يَقُومَ

قسم اول، رجاء کیلئے ہے یعنی اس بات پر دلالت کرنے کیلئے کہ متکلم کو امید ہے کہ فاعل کیلئے حصول خبر قریب ہے اور اس معنی کیلئے فعل عسی موضوع ہے مگر کلام الہی میں یہ وجوب کیلئے آتا ہے کیونکہ رجاء اور طمع، اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے۔ قولہ وهو فعل۔ اور عسی فعل ہے کیونکہ فعل کی علامات قبول کرتا ہے اور غیر متصرف ہے کیونکہ ماضی معلوم کے علاوہ اس سے کوئی صیغہ نہیں آتا اور ماضی معلوم کے بھی تمام صیغے نہیں آتے اور یہ عمل میں کماذ کی طرح ہے یعنی فعل عسی، کماذ کی طرح اسم کو رفع دیتا ہے اور کماذ کی طرح اس کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے جیسے عسی زید ان یقوم، میں زید، عسی کا اسم ہے اور ان یقوم، محلا منصوب اسکی خبر ہے لیکن کو فیین کے نزدیک ان یقوم، زید سے بدل الاشتمال ہے، قولہ الا ان۔ یعنی صرف اتنا فرق ہے کہ عسی کی خبر فعل مضارع مع ان ہوتی ہے جیسے عسی زید ان یقوم اور کماذ کی خبر فعل مضارع بغیر ان کے جیسے کماذ زید یخرج۔ سوال: عسی زید ان یقوم میں عسی کی خبر مؤول بالمصدر ہے جس کا ذات پر حمل درست نہیں ہے؟ لہذا عسی زید ان یقوم بولنا صحیح نہیں؟ جواب: اس مثال میں مضاف مقدر ہے یا جانب اسم میں ای عسی شان زید۔ القیام یا جانب خبر میں ای عسی زید صاحب الخروج۔ قولہ ویجوز: اور عسی کی خبر کی تقدیم اس کے اسم پر جائز ہے کیونکہ یہ فعل ہونے کی وجہ سے قوت رکھتا ہے۔ جیسے عسی ان یقوم زید یعنی زید کا قیام قریب ہے۔ فائدہ: مشہور یہ ہے کہ تقدیم خبر کی صورت میں عسی فعل تام ہوتا ہے یعنی خبر کا محتاج نہیں ہوتا لیکن ابن مالک نے کہا کہ عسی ہمیشہ فعل ناقص ہوتا ہے اور عسی ان یقوم زید میں کلمہ ان مع الصلہ قائم مقام اسم و خبر ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ اَحْسِبِ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا، میں ان اپنے صلہ کے ساتھ ملکر قائم مقام دو مفعول کے ہے لہذا عسی فعل ناقص ہے تام نہیں۔ قسم دوم، حصول کیلئے یعنی خبر کا فاعل کیلئے حصول باعتبار جزم متکلم کے قریب ہے اور اس کے لئے کماذ ہے اور اس کی خبر فعل مضارع ہوتی ہے بغیر ان کے اور کبھی ان کے ساتھ عسی کی مشابہت کی وجہ سے۔ جیسے کماذ زید یقوم، زید یقیناً کھڑے ہونے کے قریب ہے۔

وَالثَّلَاثُ لِلْأَخْذِ وَالشَّرُوعِ فِي الْفِعْلِ وَهُوَ طَفِقَ وَجَعَلَ وَكَرُبَ وَأَخَذَ وَاسْتَعْمَالَهَا
مِثْلُ كَادَ نَحْوُ طَفِقَ زَيْدٌ يَكْتُبُ وَأَوْشَكَ وَاسْتَعْمَالَهَا مِثْلُ عَسَى وَكَادَ فَصْلُ
فِعْلًا التَّعْجِبُ مَا وَضِعَ لِإِنْشَاءِ التَّعْجِبِ وَلَهُ صِيغَتَانِ مَا أَفْعَلَهُ نَحْوُ مَا أَحْسَنَ زَيْدًا
أَيُّ شَيْءٍ أَحْسَنَ زَيْدًا وَفِي أَحْسَنَ ضَمِيرٌ وَهُوَ فَاعِلُهُ وَأَفْعَلُ بِهِ نَحْوُ أَحْسَنَ بَزِيدًا

سوم۔ تحصیل فعل سے ہیں متکلم کو یہ جزم ہو کہ فاعل نے خبر کی تحصیل شروع کر دی ہے اس سے طفق اور جعل وغیرہ ہیں بلکہ استعموں کا ادنیٰ مثل ہے جیسے طفق زید یکتب زید نے یقیناً کھنا شروع کر دیا ہے۔ فائدہ۔ اوشک ایسا کاتے کے معنی اسرع اور اس سے ہے یوشک ان یكون کذا، جس وا کثر لوگ یوشک شین کے فتح کے ساتھ پڑتے ہیں صحیح لغت کسر السین ہے۔ فائدہ۔ جب اوشک کا اسم فعل مضارع مقرون بان ہو تو وہ خبر سے مستغنی ہوتا ہے جیسے اوشک ان یقوم زید۔ تو یہ فعلا التعجب۔ فعلا اصل میں فعلان تھا۔ نون تثنیہ انصافت و ہجرت سے ساتھ ہو گیا تو فعلا ہوا اور تعجب کے دو فعل ہیں۔ تعجب ن تعریف۔ تعجب اس کیفیت کو کہتے ہیں جو نفس میں سے مسم سے پیدا ہو جس کا سبب بنتی ہے۔ تو یہ ما وضع۔ فعل تعجب دو فعل ہے جو انشاء و ایجاد تعجب کے اسے وضع کیا گیا جس کے دو صیغے ہیں۔ فائدہ۔ صیغہ تثنیہ امر چہ افراد پر دونات کرتا ہے لیکن ما وضع الخ سے امر تعجب ن تعریف انشائی کی بد تثنیہ کے ضمن میں جو جنس پائی جاتی ہے یہ تعریف اس کی ہے۔ تو یہ ما افعلہ۔ تعجب کا پہلا صیغہ ما افعلہ ہے جیسے ما احسن زید کیا اچھا ہے زید۔ اس صیغہ کی ترکیب میں تین قوں ہیں۔ اوں، ما استغنیہ میں معنی کی شئی مبتدأ ہے اور احسن زید، محذوموں اس کی خبر ہے اور احسن فاعل ضمیر مستتر ہے اور زید مفعول بہ ہے۔ صنف کے ہی شئی احسن زید اسے اس کی ترکیب و صرف اشارہ دیا ہے۔ وہ یہ ما موصولہ معنی الندی ہے اور احسن اس کا مصدر ہے اور موصول اپنے مصدر سے مل کر تمام فروع مبتدأ ہے اور شئی مقدر اس کی خبر ہے تخریر عبارت ہے الندی احسن زید اس کی شئی عظیمہ۔ سوم، ما معنی شئی کمرہ مخصوصہ مبتدأ ہے اور بعد اس کے خبر ہے۔ تو یہ و فعل نہ۔ اور صیغہ فعل تعجب ما افعل بہ ہے جیسے احسن زید، احسن صیغہ امر معنی ما فعلی ہے یونہی تعجب اس چیز پر ہوتا ہے جو زمانہ ما فعلی میں ثابت ہو اور احسن کا فاعل ضمیر مجرور ہے اور بہ کی باء مذکور ہے اور احسن کا ضمیر ورت کا ہے ہذا احسن بوزید کی تخریر احسن زید ہے معنی صار زید دا احسن یعنی زید احسن ہو گیا۔ فائدہ۔ صیغہ واحد امر ما فعلی میں انت ضمیر فاعل مستتر ہوتی ہے لیکن چونکہ احسن بہ میں صیغہ امر معنی ما فعلی ہے اس کے اس کا فاعل ضمیر مجرور ہے اور باء مذکور ہے جو فاعل پر انش ہے۔ سوال۔ ما افعلہ یا افعل بہ، مجموعہ فعل نہیں ہذا ان کو فعل تعجب کہنا درست نہیں؟ جواب۔ ہاں کی مراد یہ ہے کہ ما افعلہ اور افعل بہ کے ضمن میں جو فعل سے وہ فعل تعجب ہے۔

فصل أفعال المدح والذم ماوضع لإنشاء مدح أو ذم أما المدح فله إعلان نعم وفاعله اسم معرفت باللام نحو نعم الرجل زيد أو مضاف إلى المَعْرِفِ باللام نحو نعم غلام الرجل زيد وقد يكون فاعله مضمرا ويجب تمييزه بنكرة منصوبة نحو نعم رجلا زيدا أو بما نحو قوله تعالى فنعما هي أي نعم شيئا هي وزيد يسمى المخصوص بالمدح وحبذا نحو حبذا زيد حب فعل المدح وفاعله ذا والمخصوص بالمدح زيد ويجوز أن يقع قبل مخصص أو بعده تمييز نحو حبذا رجلا زيدا وحبذا زيد رجلا أو حال نحو حبذا اراكبا زيدا وحبذا زيدا وأما الذم فله إعلان أيضا بنس نحو بنس الرجل عمر ووبنس غلام الرجل عمر ووبنس رجلا عمر و

۰ افعال المدح والذم ۰ افعال مدح و ذم وہ ہیں جو انشاء مدح و ذم کیلئے وضع کئے گئے ہوں اور مدح کیلئے دو فعل ہیں۔ اول، نعم اور اس کے فاعل کی تین صورتیں ہیں۔ (۱) فاعل معرفہ بلا م ہوگا جیسے نعم الرجل زيد، زید اچھا مرد ہے۔ (۲) فاعل معرفہ بلا مین طرف مضاف ہوگا جیسے نعم غلام الرجل زيد، مرد کا اچھا غلام ہے زید۔ اس میں غلام، نعم کا فاعل ہے جو رجل کی طرف مضاف ہے۔ (۳) فاعل ضمیر مستتر ہوگی جیسے نعم رجلا زيدا، زید اچھا ہے از رو کے مرد ہونے کے۔ فائدہ: نعم، اصل میں نعمت ہے، فاعل میں نعمت، اور لہذا، کو میں کی موافقت میں کہ وہ دنیا پر مہین کو برائے تکلیف ساکن مرد یا نجات بھروسے کے نزدیک یہ فعل ہے بدلیل اتصال تائید جیسے نعمت، اور باقی حالت کے نزدیک یہ اسم ہے اس لئے کہ اس پر حرف نداء داخل ہوتا ہے جیسے یا نعم المولى۔ قولہ و يجب: یعنی جب نعم کا فاعل مستتر ہو تو اس کی تمیز لانا واجب ہے۔ نکرہ منصوبہ کے ساتھ جیسے نعم رجلا زيدا، یا لفظ ما کے ساتھ جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے فسعما ہی، یہ ما نکرہ بمعنی شیء بنا بر تمیز محال منصوب ہے اور اسی بات کی طرف مصنف نے اسی نعم شیئا ہی سے اشارہ کیا ہے اور مذمت تمام مشاوں میں لفظ زید مخصوص بالمدح ہے۔ یوم، حبذا جیسے حبذا زيدا، حب فعل مدح اور ذم اس کا فاعل ہے اور زید مخصوص بالمدح ہے۔ اور اس کے مخصوص بالمدح سے پہلے یا اس کے بعد تمیز لانا جائز ہے، جیسے حبذا رجلا زيدا، یہ مخصوص بالمدح سے پہلے تمیز آنے کی مثال ہے اور حبذا زيدا رجلا، یہ مخصوص کے بعد تمیز آنے کی مثال ہے اور حال لانا بھی جائز ہے جیسے حبذا اربابا زيدا وحبذا زيدا اربابا۔ قولہ اما الذم: فعل ذم بھی دو ہیں۔ اول، بنس جیسے بنس الرجل زيد، زید برا مرد ہے۔ یہ فاعل معرفہ بلا م کی مثال ہے اور بنس غلام الرجل، اس فاعل کی مثال ہے جو معرفہ بلا مین طرف مضاف ہے۔

وَسَاءٌ نَحْوُ سَاءِ الرَّجُلِ زَيْدٌ وَسَاءٌ غَلَامُ الرَّجُلِ زَيْدٌ وَسَاءٌ رَجُلًا زَيْدٌ وَسَاءٌ
مِثْلُ بئسَ فِي سَائِرِ الْأَقْسَامِ الْقِسْمِ الثَّلَاثِ فِي الْحُرُوفِ وَقَدْ مَضَى
تَعْرِيفُهُ وَأَقْسَامُهُ سَبْعَةٌ عَشْرَ حُرُوفِ الْجَرِّ وَالْحُرُوفِ الْمُشَبَّهَةُ بِالْفِعْلِ
وَحُرُوفِ الْعَطْفِ وَحُرُوفِ التَّنْبِيهِ وَحُرُوفِ الْإِنْدَاءِ وَحُرُوفِ الْإِيْجَابِ
وَحُرُوفِ الزِّيَادَةِ وَحُرُوفِ التَّفْسِيرِ وَحُرُوفِ الْمَصْدَرِ وَحُرُوفِ التَّخْضِيضِ
وَحُرُوفِ التَّوَقُّعِ وَحُرُوفِ الْإِسْتِفْهَامِ وَحُرُوفِ الشَّرْطِ وَحُرُوفِ الرَّدْعِ وَتَاءُ
التَّائِيْتِ السَّاكِنَةُ وَالتَّنْوِينُ وَنُونُ التَّكْيِيدِ فَصَلُّ حُرُوفِ الْجَرِّ حُرُوفُ

دوم، ساء جیسے ساء الرجل زید، زید برآمد ہے اور یہ دونوں فعل استعمال میں نعم کی طرح ہیں۔

القسم الثالث في الحروف: حروف کی دو قسمیں ہیں۔ اول، حروف مبانی یہ کسی خاص معنی پر دلالت نہیں کرتے بلکہ ان سے کلمات مرکب کئے جاتے ہیں اور ان کو حروف تہجی بھی کہتے ہیں جیسے ا، ب، ت، ث، ج وغیرہ کہ ان حروف سے زید، ضرب، من بنتے ہیں۔ دوم: حروف معانی ان کی پھر دو قسمیں ہیں۔ (۱) عاملہ (۲) غیر عاملہ۔ اول کی چند قسمیں ہیں حروف جر وغیرہ۔ قولہ حروف الجر: حروف جارہ کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کثیر ہیں اور عمل میں کسی کی فرغ نہیں ہیں۔ وجہ تسمیہ: جر کے معنی ہیں کھینچنا، چونکہ یہ حروف معانی افعال کو اپنے مدخول کی طرف کھینچتے ہیں اس لئے ان کو حروف جر کہتے ہیں یا اس لئے کہ یہ اسم کو جردیتے ہیں اور ان کو حروف اضافت بھی کہتے ہیں اس لئے کہ کبھی بوقت اضافت معنویہ مقدر ہوتے ہیں۔ فائدہ: حروف جارہ کی چھ قسمیں ہیں۔ اول، جو اسم ظاہر و اسم ضمیر دونوں کو جردیتے ہیں۔ یہ سات حروف ہیں من، الی، عن، علی، باء، لام، فی۔ دوم، جو صرف اسم ظاہر کو جردیتے ہیں اور کسی مخصوص اسم ظاہر کے ساتھ مختص نہیں یہ تین حرف ہیں کاف، حتی، واو۔ سوم: جو مخصوص اسم ظاہر کو جرد کرتے ہیں یہ تاء ہے جو اسم جلال اللہ (جل جلالہ) کو جرد دیتی ہے جیسے تاللہ اور انخفش کے نزدیک لفظ رب کو (بھی) جبکہ وہ لفظ کعبہ یا یاء کی طرف مضاف ہو جیسے ترب الکعبہ اور تربی لافعلن۔ چہارم: جو اسم ظاہر کی نوع خاص اور فرد خاص کو جرد کرتا ہے یہ کلمہ کسی سے جو دو چیزوں کو جرد کرتا ہے (۱) ما استفہامیہ کو جو فرد خاص ہے مثلاً آپ کو کوئی کہے جنتک امس، میں تمہارے پاس کل آیا۔ تو آپ اس سے آنے کی علت پوچھتے ہوئے کہیں کیمنہ، جو اصل میں کسی ماتھا، ما استفہامیہ کا الف و جو با حذف کر کے ہائے سکتے بڑھائی تو کیمنہ ہوا۔

وَضَعْتُ لِأَفْضَاءِ الْفِعْلِ وَشِبْهِهِ أَوْ مَعْنَى الْفِعْلِ إِلَى مَا تَلِيهِ نَحْوُ
مَرَرْتُ بِزَيْدٍ وَأَنَا مَارٌّ بِزَيْدٍ وَهَذَا فِي الدَّارِ أَبُو كَأَى أَشِيرُ إِلَيْهِ فِيهَا
وَهِيَ تِسْعَةَ عَشَرَ حَرْفًا مِنْ وَهِيَ لِابْتِدَاءِ الْغَايَةِ وَعَلَامَتُهُ أَنْ يَصْحَ
فِي مُقَابَلَتِهِ الْإِنْتِهَاءُ كَمَا تَقُولُ سِرْتُ مِنَ الْبَصْرَةِ إِلَى الْكُوفَةِ

فائدہ۔ حروف جارہ غیر مشہورہ چار ہیں کئی، لات، لعل، بنی عقیل کی لغت میں اور لولا، جب اس کے ساتھ ضمیر مجرور متصل ہو جیسے لولاک، ماۃ عامل عبدالرسول میں ہے۔

چار حرف جار بود دیگر کہ بود مشتہر کئی بودور کیمہ از بہر غرض زان چارہا

(۲) ان پوشیدہ کو جمع اس کے صلہ کے اور یہ نوع خاص ہے جیسے جنتک کئی تکر منی میں ان مقدرہ مع الفعل

(سد) کئی تعلیلیہ کا (مدخول) مجرور ہے۔ پنجم۔ جو اسم ظاہر کی نوع خاص کو جردیتے ہیں یہ دو حروف ہیں مذ اور منذ،

جن کا مجرور اسم زمان معین ہوتا ہے پھر وہ زمان یا ماضی ہوتا ہے یا حال جیسے مَارَ اَيْتُهُ مُذِيَوْمِ الْجُمُعَةِ يَأْمُذُ يَوْمَنَا۔

ششم۔ جو اسم ظاہر اور اسم ضمیر کی نوع خاص کو جردیتے ہیں وہ کلمہ رُب ہے جو اسم ظاہر نکرہ موصوفہ کو جردیتا ہے اور ضمیر

مفرد مذکر کو جس کی تمیز نکرہ منصوبہ کے ساتھ واجب ہوتی ہے۔ قولہ لافضاء۔ یعنی حروف جار، وہ ہیں جو فعل یا شبہ فعل یا

معنی فعل کو اپنے مدخول تک پہنچانے کیلئے وضع کئے گئے ہوں۔ مصنف کی عبارت میں لفظ افضاء ہے جس کے معنی وصول

ہیں اور یہ لازمی معنی ہیں بہتر یہ تھا کہ للافضاء بفعل کہتے تاکہ باء کیساتھ متعدی ہو کر معنی ایصال ہوتا جیسا کہ کافیہ میں

ہے۔ قولہ مررت بزید۔ یہ افضاء فعل کی مثال ہے اور انامار بزید، افضاء شبہ فعل کی مثال ہے اور ہذا فی

الدار ابوک، معنی فعل کی مثال ہے اس لئے کہ ہذا میں ذال اسم اشارہ بمعنی اشیر ہے ائی اشیر الی ابیک فی

الدار۔ فائدہ۔ شبہ فعل وہ ہے جو فعل کے مادہ سے ہو اور فعل جیسا عمل کرے جیسے مصدر، اسم فاعل، اسم مفعول، صفت مشبہ

اور معنی فعل وہ لفظ ہے جس کے معنی فعل مستنبط ہوتے ہوں اور وہ فعل کے مادہ سے نہ ہو جیسے اسم اشارہ، حرف تنبیہ اور

جار مجرور وغیرہ۔ فائدہ۔ مجرور اسم صریح ہوتا ہے یا اسم تاویل یا وہ حرف اور فعل جس سے مراد اس کی ذات و لفظ ہو یا جملہ

جو تاویل ہذا القول ہو۔ قولہ من کلمہ من کلام عرب میں حرف کے علاوہ فعل اور اسم بھی آیا ہے یہ مان یمین سے سیغہ

امر ہے اور بطور اسم بھی آیا ہے چنانچہ علامہ طیبی کہتے ہیں کہ ارشاد باری تعالیٰ فاخرج به من الثمرات رزقاً لکم، میں کلمہ

من امر مفعول مانا جائے تو یہ اسم ہوگا۔ چونکہ من ابتداء کے لئے آتا ہے اسلئے مصنف نے اس کو مقدم کیا اور فرمایا کہ من کی

چار اقسام ہیں۔ (۱) ابتداء غایت، یعنی کلمہ من اس چیز کی ابتداء بیان کرتا ہے جس کی نہایت ہو اور اس کی علامت یہ ہے کہ

اس کے مقابلہ میں الی کا لانا صحیح ہو جو انتہاء غایت کیلئے آتا ہے جیسے سرت من البصرة الی الکوفہ۔

وَاللَّتَبِيِّنِ وَعَلَامَتُهُ أَنْ يَصِحَّ وَضَعُ لَفْظِ الَّذِي مَكَانَهُ كَقَوْلِهِ تَعَالَى
فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاللتَّبَعِيضِ وَعَلَامَتُهُ أَنْ يَصِحَّ وَضَعُ لَفْظِ
بَعْضِ مَكَانَهُ نَحْوُ أَخَذْتُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَزَائِدَةٌ وَعَلَامَتُهُ أَنْ لَا يَخْتَلَّ الْمَعْنَى
بِاسْقَاطِهَا نَحْوُ مَا جَاءَ نَبِيٌّ مِنْ أَحَدٍ وَلَا تَزَادُ مِنْ فِي الْكَلَامِ الْمَوْجِبِ خِلَافًا لِلْمَكُوفِيِّنِ

فائدہ:- جو لفظ، الی کے معنی کا افادہ کرے اگر من کے مقابلہ میں اس کا لانا صحیح ہو تو وہ من بھی ابتداء غایت
میں ہوگا جیسے تَعَوَّذُ (اعوذ باللہ) میں باء معنی الی ہے لہذا تَعَوَّذُ کا من ابتداء یہ ہے اور اَعُوذُ بِاللَّهِ بمعنی التَّجِيُّ
الی اللہ ہے۔ اس صورت میں مقابلہ عام ہوگا خواہ وہ اول میں ہو یا آخر میں۔ سوال:- ابتداء کی اضافت غایت کی
طرف صحیح نہیں ہے اس لئے کہ غایت کے معنی انتہاء ہیں اور ابتداء و انتہاء ایک دوسرے کی نقیض ہیں اور ایک نقیض کی
دوسری طرف اضافت صحیح نہیں ہے؟ جواب:- یہاں پر غایت سے مجازاً مسافت مراد ہے یعنی جز بول کر کل مراد ہے۔
(۲) براے تبیین یعنی گذشتہ امر مبہم کی مراد کو ظاہر و واضح کرنے کیلئے آتا ہے اس کی علامت یہ ہے کہ اس کی جگہ الَّذِي
(اسم موصول) کا رکھنا صحیح ہو جیسے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ میں کلمہ من کی جگہ الَّذِي رکھنا صحیح ہے۔ فائدہ:- اگر
امر مبہم معرفہ ہو جیسے الرِّجْسَ معرفہ ہے تو من ظرف مستقر ہو کر حال واقع ہوگا اور امر مبہم نکرہ ہو تو من اسکی صفت واقع ہوگا
جیسے ارشاد باری تعالیٰ يَلْبَسُونَ ثِيَابًا خَضْرَاءً مِنْ سُندُسٍ، میں مِنْ سُندُسٍ صفت بن رہا ہے۔ سوال:- گذشتہ مثال
میں کلمہ من کی جگہ الَّذِي اسم موصول رکھنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ الْأَوْثَانِ، موصول کا صلہ نہیں بن سکتا کہ مفرد ہے اور
صلہ بعد ہوتا ہے؟ جواب:- من بیانہ کی جگہ الَّذِي موصول رکھنے سے مراد یہ ہے کہ موصول بمع صلہ من کی جگہ رکھنا صحیح ہو
اس لئے علامہ جائی نے من الرِّجْسِ کی تفسیر الَّذِي هُوَ الْأَوْثَانِ کے ساتھ کی ہے جو موصول بمع صلہ ہے۔ (۳) براے
تبعیض یعنی کلمہ من اس بات پر دلالت کرنے کیلئے آتا ہے کہ کوئی چیز من کے مدخول کا بعض ہے اور وہ چیز کبھی مذکور ہوتی
ہے جیسے اخذت شيناً من الدرَاهِمِ اور کبھی غیر مذکور جیسے اخذت من الدرَاهِمِ أى بعض الدرَاهِمِ اور من تبعیض کی
علامت یہ ہے کہ اس کی جگہ لفظ بعض کا رکھنا صحیح ہو جیسے گذشتہ مثال اور من تبعیض کا مدخول عموماً صیغہ جمع مکسر ہوا کرتا ہے۔
فائدہ:- کلمہ من بنی علی السُّكُونِ ہے لیکن اس کے بعد اگر الف لام آجائے تو الف کی حرکت سے مفتوح ہو جاتا ہے
جیسے من البيت اور ان الف لام کے علاوہ دوسرا ساکن آجائے تو مکسور ہو جاتا ہے جیسے من ابْنِكِ۔ کیونکہ قاعدہ ہے
السَّاكِنُ إِذَا حَرَّكَ حَرَّكَ بِالْكَسْرِ۔ (۴) من زائدہ اس کی علامت یہ ہے کہ اس کے حذف کرنے سے معنی میں
فرق نہ آئے جیسے ما جاء نبي من احد، میں من زائدہ ہے۔ فائدہ:- جمہور کے نزدیک زیادت من کی تین شرطیں ہیں۔
(۱) کلام غیر موجب ہو۔ (۲) من کا مدخول نکرہ ہو۔ (۳) من کا مدخول فاعل ہو یا مفعول یا مبتدا۔

وَأَمَّا قَوْلُهُمْ قَدْ كَانَ مِنْ مَطَرٍ وَشِبْهَهُ فَمُتَأَوَّلٌ وَالْيَ وَهِيَ لِانْتِهَاءِ الْغَايَةِ كَمَا مَرَّ
وَبِمَعْنَى مَعَ قَلِيلًا كَقَوْلِهِ تَعَالَى فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ
وَحَتَّى وَهِيَ مِثْلُ إِلَى نَحْوِ نِمْتِ الْبَارِحَةِ حَتَّى الصَّبَاحِ وَبِمَعْنَى مَعَ كَثِيرًا
نَحْوُ قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّى الْمَشَاةِ وَلَا تَدْخُلُ الْأَعْلَى الظَّاهِرُ فَلَا يُقَالُ حَتَّاهُ

قوله واما قولهم: - یہ مصنف کے قول ولا تراذ الخ پر وارد ہونے والے اعتراض کا جواب ہے اعتراض یہ ہے کہ مصنف نے کہا کہ نجات بصرہ کے نزدیک کلام موجب میں من زائد نہیں ہوتا حالانکہ قد کان من مطر، کلام موجب ہے اور اس میں من زائد ہے۔ جواب: یہ ہے کہ یہ کلام متأول ہے بایں طور کہ یہ من یا تو تعضیہ ہے اور یا من بیان ہے ای قد کان بعض مطر او قد کان شیئ من مطر۔ فائدہ: - کتاب میں مذکور معانی کے علاوہ دیگر چند معانی کیے بھی من مستعمل ہے۔ (۱) براے بقیاس جیسے ارشاد ہے مِمَّا حَطِيتَهُمْ اَعْرَفُوا۔ (۲) معنی بدل جیسے ارشاد ہے اَرْضِيْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ۔ (۳) معنی فی جیسے ارشاد ہے اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ۔ (۴) معنی با جیسے ارشاد ہے يَنْظُرُونَ مِنْ طَرَفِ اٰیِ بِطَرَفٍ۔ (۵) معنی علی جیسے ارشاد ہے وَنَصْرَنَا مِنْ الْقَوْمِ اٰیِ عَلَى الْقَوْمِ۔ (۶) معنی قسم جیسے السَّارِفِي السَّاءِ خَيْرٌ مِنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ۔ قولہ والی: - اور کلمہ الی انتہاء نایت کیلئے آتا ہے۔ جیسے سَرَتْ مِنَ الْبُصْرَةِ اِلَى الْكُوفَةِ اور الی معنی مع بھی آتا ہے لیکن کم جیسے الی المرافق میں الی معنی مع ہے ای مع المرافق۔ قولہ وحتی: - کلمہ حتی تین قسم پر ہے۔ (۱) حتی ابتدائیہ جس کا مابعد کلام متانف ہوتا ہے۔ (۲) حتی عاطفہ جو انتہائے نایت کیلئے آتا ہے۔ (۳) حتی جارہ، یہ چار معنی کیلئے آتا ہے اول بمعنی الی۔ دوم، بمعنی کسی، ان دونوں صورتوں میں کلمہ حتی فعل پر داخل ہوتا ہے اور لفظوں میں اس کا اثر ظاہر نہیں ہوتا اس لئے مصنف نے ان دونوں کا ذکر نہیں کیا۔ سوم، معنی انتہائے نایت جیسے نِمْتُ الْبَارِحَةَ حَتَّى الصَّبَاحِ (میں گذشتہ رات صبح تک سویا) جہازم، معنی مع جو کلام عرب میں کثیر ہے جیسے قَدِمَ الْحَاجُّ حَتَّى الْمَشَاةِ (حاجی حج پیداہ پا حاجی آگئے) قولہ وَلَا تَدْخُلُ: - کلمہ حتی اور الی دونوں انتہاء نایت کیلئے ہیں لیکن دو اعتبار سے ان میں فرق ہے۔ (۱) حتی بمعنی مع کثیر ہے اور الی بمعنی مع قلیل ہے۔ (۲) جس کو مصنف نے اپنے قول وَلَا تَدْخُلُ الخ سے بیان کیا ہے یعنی حتی جارہ صرف اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے ضمیر پر داخل نہیں ہوتا لیکن الی اسم ظاہر و اسم ضمیر دونوں پر داخل ہوتا ہے پس حتّاهُ نہیں کہا جاتا اور اِلَيْهِ کہا جاتا ہے۔ فائدہ: - حتی عاطفہ ضمیر پر داخل ہوتا ہے جیسے ضَرَبْتُ الْقَوْمَ حَتَّى اِيَّاكَ۔

خِلَافًا لِلْمُبَرَّدِ وَقَوْلُ الشَّاعِرِ

فَلَا وَاللَّهِ لَا يَبْقَى أَنَا	شَعْرٌ	فَتَى حَتَّى كَ يَا بَنَ أَبِي زِيَادٍ
-----------------------------------	--------	--

شَاذٌ وَفِي وَهِيَ لِلظَّرْفِيَّةِ نَحْوُ زَيْدٌ فِي الدَّارِ وَالْمَاءِ فِي الكَوْزِ وَبِمَعْنَى
عَلَى قَلِيلًا نَحْوُ قَوْلِهِ تَعَالَى وَلَا صَلِّبَنَّكُمْ فِي جُدُوعِ النَّخْلِ
وَالْبَاءُ وَهِيَ لِلإِصْبَاقِ نَحْوُ مَرَرْتُ بِزَيْدٍ أَيْ التَّصَقُّ مَرُورِي
بِمَوْضِعٍ يَقْرُبُ مِنْهُ زَيْدٌ وَ لِلِاسْتِعَانَةِ نَحْوُ كَتَبْتُ بِالْقَلَمِ وَقَدْ يَكُونُ
لِلتَّعْلِيلِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ

قوله خلاف للمبرد :- مبرد حتی جارہ کا ضمیر پر داخل ہونا جائز کہتے ہیں جنہوں نے اس شعر سے استدلال کیا ہے فلا واللہ الخ مصنف کہتے ہیں کہ شعر میں کلمہ حتی کا ضمیر پر داخل ہونا شاذ ہے۔ (ترجمہ شعر) اللہ کی قسم زمین پر کوئی انسان اور حیوان باقی نہیں رہے گا حتی کہ تو اے عبد اللہ بن زیاد۔ قولہ وفی :- کلمہ فی ظرفیت کیلئے ہے یعنی اپنے ما بعد کو ما قبل کیلئے ظرف بنانے کیلئے اور بمعنی علی بھی آتا ہے مگر قلیل۔ فائدہ :- اس کے علاوہ کلمہ فی درج ذیل معانی کیلئے بھی آتا ہے۔ (۱) مصاحبت کیلئے جیسے اذخُلُوا فِي أُمَّمِ أَيْ مَعَ أُمَّمِ۔ (۲) تعلیل کیلئے جیسے إِنْ امْرَأَةً دَخَلَتْ فِي النَّارِ فِي هَرَّةٍ أَيْ لِاجْلِ هَرَّةٍ۔ (۳) الی کے معنی میں جیسے فَرَدُّوا أَيْدِيَهُمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ أَيْ إِلَى أَفْوَاهِهِمْ۔ فائدہ :- یک حرفی حروف جارہ کو کھلی بلا م لکھا جاتا ہے جیسے الباء اور دو یا زائد حروف پر مشتمل کو بغیر لام کے جیسے مِنْ، الی۔ قولہ الباء :- کلمہ باء الصاق کیلئے ہے یعنی معنی فعل کو اپنے مدخول کے ساتھ ملانے کیلئے ہے جیسے مَرَرْتُ بِزَيْدٍ (میں زید کے پاس سے گزرا) یہ الصاق مجازی کی مثال ہے کیونکہ گزرنا حقیقتہً اُس جگہ کے ساتھ مُلصَقٌ وَ مُتَّصِلٌ ہے جو زید کے قریب ہے لہذا بواسطہ اُس مکان کے متکلم کے گزرنے کا زید کیساتھ اتصال ہوا اور مصنف نے اِی التَّصَقُّ مَرُورِي سے اِی الصاقِ مجازی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ فائدہ :- مررت بزید، الصاق حقیقی کی مثال بھی ہو سکتی ہے بایں طور کہ بوقت گزرنے کے متکلم کا بدن زید سے مس کر گیا ہو اور متکلم اسی کی خبر دے رہا ہو۔ قولہ لِلِاسْتِعَانَةِ :- باء استعانت کیلئے ہے یعنی یہ بتلانے کیلئے کہ باء کا مدخول فعل کا آلہ ہے، اس کو بائے آلہ اور بائے وصلۃ الفعل بھی کہتے ہیں جیسے كَتَبْتُ بِالْقَلَمِ۔ قولہ وَقَدْ يَكُونُ :- یعنی باء کبھی تعلیل کیلئے بھی ہوتی ہے تعلیل کے معنی ہیں کسی چیز کی علت بیان کرنا، اور یہ متکلم کا فعل ہے یعنی متکلم علت بیان کرتا ہے لہذا بائے تعلیل کے معنی یہ ہوئے کہ متکلم کا یہ بیان کرنا کہ مدخول باء کسی چیز کی علت ہے اور اس کو بائے سبب بھی کہتے ہیں۔

وَالْمُصَاحِبَةُ كَخَرَجَ زَيْدٌ بِعَشِيرَتِهِ وَالْمُقَابَلَةُ كَبِعْتُ هَذَا بِذَاكَ
وَالتَّعْدِيَّةُ كَذَهَبْتُ بِزَيْدٍ وَ لِلظَّرْفِيَّةِ كَجَلَسْتُ بِالْمَسْجِدِ وَ زَائِدَةٌ قِيَاسًا
فِي خَبَرِ النَّفْيِ نَحْوَمَا زَيْدٌ بِقَائِمٍ وَ فِي الْأَسْتِفْهَامِ نَحْوَهُلْ زَيْدٌ بِقَائِمٍ

قولہ وللمصاحبة۔ اور باء مصاحبت کیلئے ہے یعنی اس بات کا افادہ کرتی ہے کہ اس کا مدخول تعلق فعل میں

کسی اور کے ساتھ شریک ہے جیسے خرج زیند بعشیرتہ (زید اپنے کنبے کے ہمراہ نکلا) فائدہ:۔ باء مصاحبت کی دو علامتیں ہیں۔ (۱) آء باء کی جگہ لفظ مع لایا جائے تو معنی کا حسن باقی رہے مثلاً اشتریت الفرس مع سرجہ

(۲) آء باء کے مدخول سے صیغہ صفت اخذ کر کے اس کو حال بنائیں تو باء اور اس کے مدخول سے استغناء ہو جائے مثلاً

اشتریت الفرس بسرجہ میں باء کے مدخول (سرج) سے فسرج اخذ کر کے اشتریت الفرس فسرجا کہیں۔

سوال:۔ کیا باء الصاق اور باء مصاحبت میں کوئی فرق ہے یا دونوں ایک شئی ہیں؟ جواب:۔ ان میں دو اعتبار سے

فرق ہے۔ اول، یہ کہ باء مصاحبت ظرف مستقر ہو کر حال واقع ہوتی ہے اور باء الصاق مبتدا کی خبر واقع ہوتی ہے۔

دوم، یہ کہ باء مصاحبت کا مجرور فعل مذکور کے معمول کے توابع یعنی صفات و احوال سے ہوتا ہے اور باء الصاق میں یہ

بات نہیں ہوتی۔ قولہ وللمقابلة:۔ اور باء مقابله کیلئے ہے یعنی اس امر کا افادہ کرتی ہے کہ باء کا مجرور کسی دوسری شئی کے

مقابلہ میں ہے اس وجہ سے یہ باء کسی چیز کے عوض اور ضمن پر داخل ہوتی ہے جیسے بعثت هذا بذاک (میں نے اسکو اس

کے بدلے بجا) قولہ وللتعدية:۔ اور باء تعدیہ کیلئے ہے یعنی لازم کو متعدی بنانے کیلئے اور متعدی بیک مفعول کو متعدی

بدو مفعول بنانے کیلئے۔ باء کیساتھ تعدیہ کا طریقہ یہ ہے کہ فاعل پر باء داخل کریں تو فاعل، مفعول بہ غیر صریح بن جائے

جیسے ذهب زیند سے ذهب بزید۔ قولہ للظرفية:۔ اور باء ظرفیت کیلئے ہے اور علامت ظرفیت یہ ہے کہ باء کی جگہ

کلمہ فی کالانا درست ہو جیسے جلسنت بالمسجد ای فی المسجد۔ قولہ زائده:۔ یہ مصنف کے قول

للالصاق پر معطوف ہے اور مبتدا (ہی) کی خبر ہے یعنی باء زائده ہوتی ہے جس کے حذف کرنے سے معنی میں کوئی تغیر

نہیں آتا۔ قولہ قیاسا:۔ مصنف کے قول قیاسا اور سماعا کے نصب میں تین احتمال ہیں۔ (۱) مفعول مطلق ہونے کی

وجہ سے منصوب ہیں ای قسناها قیاسا وسمعاها سماعا۔ (۲) فعل ناقص محذوف کی خبر کی بناء پر ای وتلك

الزيادة تكون قیاسا وسماعا کہ اس صورت میں دونوں تگون کی خبر ہیں معنی قیاسیة وسماعیة (۳) منصوب

ببزع الحافض یعنی حرف جار حذف کرنے کی وجہ سے منصوب ای عرفنا زيادة الباء بالقياس وبالسماع۔

وَسَمَاعًا فِي الْمَرْفُوعِ نَحْوَ بِحَسْبِكَ زَيْدًا أَي حَسْبُكَ زَيْدٌ وَكَفَى
 بِاللَّهِ شَهِيدًا أَي كَفَى اللَّهُ وَفِي الْمَنْصُوبِ نَحْوَ أَلْقَى بِيَدِهِ أَي
 أَلْقَى يَدَهُ وَاللَّامُ وَهِيَ لِلِاخْتِصَاصِ نَحْوَ الْجُلِّ لِلْفَرَسِ وَالْمَالِ
 لِزَيْدٍ وَالتَّغْلِيلِ كَضَرْبَتُهُ لِلتَّادِيْبِ وَزَائِدَةٌ كَقَوْلِهِ تَعَالَى رَدِفَ لَكُمْ
 أَي رَدَفَكُمْ وَبِمَعْنَى عَنِ إِذَا اسْتَعْمَلَ مَعَ الْقَوْلِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى قَالَ
 الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَا سَبَقُونَا إِلَيْهِ وَفِيهِ نَظَرٌ

فائدہ:- زیادت باء کے مواضع قیاسی یہ ہیں نفی بما اور نفی بلیس کی خبر میں اور کلمہ ہل کے بعد واقع
 مبتدیانہ خبر میں جیسے ما زید بقائم، لیس زید بقائم اور ہل زید بقائم اور مواضع سماعی یہ ہیں۔ (۱) کفی
 معنی اکتفی کے فاعل پر جیسے کفی باللہ شہیداً ای کفی اللہ۔ (۲) مبتدا پر جیسے بحسبک زیداً ای
 حسبک زید۔ (۳) خبر پر جیسے حسبک بزیداً ای حسبک زید۔ (۴) مفعول بہ پر جیسے ألقى
 بیده ای ألقى يده (اس نے اپنا ہاتھ ڈالا)۔ قولہ وَاللَّامُ:- اور لام اختصاص کیلئے ہے یعنی اپنے مدخول
 کیساتھ کسی چیز کے تعلق وارتباط کیلئے خواہ وہ تعلق بصورت ملک ہو جیسے الْمَالِ لِزَيْدٍ یا بطریق استحقاق جیسے
 الْجُلِّ لِلْفَرَسِ۔ فائدہ:- لام جارہ جب اسم ظاہر پر داخل ہو تو معمول کی موافقت میں مجرور ہوتا ہے تاکہ لام
 ابتداء سے التباس نہ ہو سوائے لام مستغاث کے کہ وہ مجرور نہیں ہوتا تاکہ مستغاث کا مستغاث لہ سے التباس
 نہ ہو اور خبر پر داخل ہونے والا لام جارہ مفتوح ہوتا ہے کیونکہ لام ابتداء سے التباس کا خوف نہیں کہ وہ خبر پر
 داخل نہیں ہوتا اور یک حرفی کلمہ میں اصل فتح ہے۔ قولہ وَالتَّغْلِيلِ:- اور لام تغلیل کیلئے ہے یعنی یہ بیان کرنے
 کیلئے کہ اس کا مدخول کسی چیز (فعل) کی علت ہے۔ جیسے ضَرْبَتُهُ لِلتَّادِيْبِ (میں نے ادب سکھانے کیلئے
 اسکی پٹائی کی ہے)۔ قولہ وَزَائِدَةٌ:- ای وہی زَائِدَةٌ، یعنی لام زائدہ ہے جیسے رَدِفَ لَكُمْ أَي رَدَفَكُمْ
 (وہ تمہارے پیچھے ہوا) اس میں لام زائدہ ہے اس لئے کہ رَدِفَ متعدی بنفسہ ہے۔ مصنف کا قول زَائِدَةٌ
 مبتدیانہ مخذوف کی خبر ہے جو وہی ہے۔

وَبِمَعْنَى الْوَاوِ فِي الْقَسَمِ لِلتَّعَجُّبِ كَقَوْلِ الْهَزَلِيِّ

لِلَّهِ يَبْقَى عَلَى الْآيَامِ ذُو حَيْدٍ شَعْرٌ بِمُشْخَرِبِهِ الظِّيَانُ وَالْأَسُّ

وَرُبٌّ وَهِيَ لِلتَّقْلِيلِ كَمَا أَنَّ كَمِ الْخَبْرِيَّةِ لِلتَّكْثِيرِ وَتَسْتَحِقُّ صَدْرَ
الْكَلَامِ وَلَا تَدْخُلُ الْأَعْلَى نِكْرَةَ مَوْصُوفَةٍ نَحْوُ رَبِّ رَجُلٍ كَرِيمٍ
لَقَيْتُهُ أَوْ مَضْمَرٍ مَبْهُمٍ مُفْرَدٍ مُذَكَّرٍ أَبَدًا مُتَمَيِّزٍ بِنِكْرَةِ مَنْصُوبَةٍ نَحْوُ رَبِّهِ
رَجُلًا وَرَبِّهِ رَجُلَيْنِ وَرَبِّهِ رَجَالًا وَرَبِّهِ امْرَأَةً كَذَلِكَ وَعِنْدَ الْكُوفِيِّينَ
يَجِبُ الْمَطَابَقَةُ نَحْوُ رَبِّهِمَا رَجُلَيْنِ وَرَبِّهِمَا رَجَالًا وَرَبِّهَا امْرَأَةً

قولہ بمعنی عن :- اور لام بمعنی عن ہوتا ہے جبکہ قول یا اس کے مشتقات کیساتھ استعمال کیا جائے اور بمعنی
واو قسم (مقسم بہ جسکی قسم کھائی جائے) ہوتا ہے اور اس کا جواب قسم، امور عظام سے ہوتا ہے جن سے تعجب کیا جاتا ہے
جیسے ہذلی کا قول ہے للہ الخ - فائدہ :- شاعر کا قول للہ، أقسم فعل مقدر کے متعلق ہے اور یبقی سے پہلے لا
مقدر ہے ای لا یبقی اور حید بمعنی گرہ جو پہاڑی بکرے کے سینگ پر ہوتی ہے اور ذو حید بمعنی گرہ والا یہ لا یبقی
کا فاعل ہے اور بمشخر لا یبقی کے متعلق ہے اور باء بمعنی فی ہے۔ ظیان، بمعنی خوشبودار گھاس اور اس بمعنی ریحان
ہے یہ بہ کے ساتھ جملہ اسمیہ ہو کر مشخر بمعنی بلند پہاڑ کی صفت ہے۔ شعر کے معنی اس طرح ہیں ”اللہ تعالیٰ کی قسم
نہیں باقی رہے گا زمانہ کے گزرنے کی وجہ سے کوئی گرہ والا بلند پہاڑ میں جسمیں خوشبودار گھاس ہے اور ریحان ہے“ قولہ
ورب :- اور رب تقلیل کیلئے ہے یعنی اپنے مدخول کی قلت بیان کرنے کیلئے آتا ہے مصنف کی عبارت میں مضاف مقدر
ہے ای لانشاء التقلیل یعنی رب انشاء تقلیل کیلئے ہے جیسا کہ کم خبر یہ انشاء تکثیر کیلئے ہوتا ہے۔ فائدہ :- رب تقلیل
کیلئے موضوع ہے لیکن زیادہ تر اس کا استعمال تکثیر کیلئے ہوتا ہے جیسے لفظ قد مضارع میں برائے تقلیل ہے لیکن مقام مدح
میں برائے تکثیر و تحقیق آتا ہے جیسے قد یعلم الذین یسئلون۔ قولہ وتستحق :- یعنی کلمہ رب صدر کلام میں آتا
ہے کیونکہ یہ انشاء تقلیل کیلئے ہے جسکو صدر کلام لازم ہے اور اس کا مدخول دو طرح آتا ہے۔ (۱) نکرہ موصوفہ اس لئے کہ
تقلیل نکرہ سے حاصل ہوتی ہے اور شئی موصوفہ بصف، غیر موصوف سے اقل ہوتی ہے۔ (۲) ضمیر مبہم، یعنی وہ ضمیر
جس سے کوئی معین مراد نہ ہو اور یہ ضمیر ہمیشہ مفرد مذکر ہوتی ہے اور اس کی تمیز نکرہ منصوبہ ہوتی ہے۔ فائدہ :- رب کے
بعد ضمیر مفرد مذکر اس لئے آتی ہے کہ ابہام زیادہ اسی میں ہوتا ہے اور یہ نجات بصرہ کا مذہب ہے لیکن نجات کوفہ کے
نزدیک ضمیر اور تمیز میں مطابقت واجب ہے۔ فریقین کا موقف متن کی مثالوں سے واضح ہے۔

وَقَدْ تَلَحُّقَهَا مَا الْكَافَّةُ فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَتَيْنِ نَحْوُ رَبِّمَا قَامَ زَيْدٌ وَرَبِّمَا
 زَيْدٌ قَائِمٌ وَلَا بُدَّ لَهَا مِنْ فِعْلٍ مَاضٍ لِأَنَّ رَبَّ لِلتَّقْلِيلِ الْمُحَقَّقِ
 وَهُوَ لَا يَتَحَقَّقُ إِلَّا بِهِ وَيُحْذَفُ ذَلِكَ الْفِعْلُ غَالِبًا كَقَوْلِكَ رَبُّ رَجُلٍ
 أَكْرَمَنِي فِي جَوَابٍ مَنْ قَالَ هَلْ لَقِيتَ مَنْ أَكْرَمَكَ أَمْ رَبُّ رَجُلٍ
 أَكْرَمَنِي لَقِيتَهُ فَأَكْرَمَنِي صِفَةُ الرَّجُلِ وَلَقِيتَهُ فِعْلُهَا وَهُوَ مَحْذُوفٌ
 وَوَأُورُبُّ وَهِيَ الْوَاوُ الَّتِي تُبْتَدَأُ بِهَا فِي أَوَّلِ الْكَلَامِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ

وَبَلَدَةٌ لَيْسَ بِهَا أَنْيْسٌ شَعْرٌ إِلَّا الْيَعَافِيرُ وَالْأَعْيَسُ

وَوَاوُ الْقِسْمِ وَهِيَ تُخْتَصُّ بِالظَّاهِرِ نَحْوُ وَاللَّهِ وَالرَّحْمَنِ لَا ضَرْبَيْنِ فَلَا يُقَالُ وَكَ

قوله وقد تلحقها: یعنی بھی رب کے ساتھ ما کافہ لاحق ہوتا ہے جو رب کو عمل کرنے سے روک دیتا ہے اور
 یہ ما کلمہ رب کے ساتھ ملا کر لکھا جاتا ہے جیسے ربما اور ما کے لاحق ہونے کے بعد جملہ اسمیہ اور جملہ فعلیہ دونوں پر داخل
 ہوتا ہے۔ قولہ ولا بد لها من فعل ماضی ہونا ضروری ہے اس لئے کہ رب تقلیل محقق کیلئے
 موضوع ہے اور وہ تقلیل محقق صرف ماضی میں متصور ہے اور یہ فعل، قرینہ پائے جانے کی وجہ سے اکثر استعمالات میں
 محذوف ہوتا ہے جیسے آپ هل لقيت من اكرمك کے جواب میں کہیں رب رجل اكرمني، ائ رب رجل
 اكرمني لقيته۔ پس اس جواب میں رجل موصوف ہے اور اكرمني اس کی صفت ہے اور رب کا فعل محذوف ہے جو
 لقيته سے اور حذف پر قرینہ سوال ہے۔ فائدہ: رب کا تعلق فعل کے ساتھ لفظی تعلق نہیں ہوتا جیسا کہ بآء، من وغیرہ کا
 فعل سے لفظی تعلق ہوتا ہے بلکہ اس تعلق سے مراد معنوی تعلق ہے اور جس فعل سے رب کا معنوی تعلق ہوتا ہے وہ جواب
 رب کہلاتا ہے۔ قولہ وواورب: اور واو بمعنی رب یہ واو بھی رب کی مثل شروع کلام میں آتا ہے اور اسم ظاہر نکرہ
 موصوفہ پر داخل ہوتا ہے اور اس کا متعلق بھی فعل ماضی ہوتا ہے جیسے شاعر کا قول وَبَلَدَةٌ أَيْ رَبُّ بَلَدَةٍ۔ فائدہ: شعر
 میں واو بمعنی رب ہے انیس بمعنی دوست یعنی جس کا انس حاصل کیا جائے۔ يَعَافِيرُ جَمْعُ يَعْفُورٍ بمعنی میالے رنگ
 کا ہرن۔ عَيْسُ بَلْسَرُ عَيْنُ جَمْعُ اَعْيَسُ، بمعنی شتر جس کے بال سفید و سرخ ہوں۔ ترجمہ، میں بہت سے شہر پھرا ہوں ان
 میں سوائے ہرن اور شتر سفید و سرخ منو کے کوئی مونس و مددگار نہیں۔ سوال: واورب کا جارہ ہونا کس کا مذہب ہے؟
 جواب: یہ نحاس کوفہ کا مذہب ہے اور سبویہ کے نزدیک اس واو کے بعد رب مقدر ہوتا ہے جو جر دیتا ہے۔ قولہ
 وواو القسم: یہ واو اسم ظاہر کے ساتھ مختص ہے اسم ضمیر پر داخل نہیں ہوتی اس لئے وَاللَّهِ لَا فَعْلَنَ کہہ سکتے ہیں لیکن
 اس کو ضمیر پر داخل کر کے وَكَ لَا فَعْلَنَ نہیں کہہ سکتے وجہ یہ ہے کہ حروف قسم میں باء اصل ہے جو اسم ظاہر اور ضمیر دونوں پر
 داخل ہوتی ہے تو واو جو باء کی فرع ہے اس کو اسم ظاہر کے ساتھ مختص کیا تا کہ اس کا درجہ اصل سے کم رہے۔

وَتَاءُ الْقَسَمِ وَهِيَ تُخْتَصُّ بِاللَّهِ وَحْدَهُ فَلَا يُقَالُ تَالرَّحْمَنِ وَقَوْلُهُمْ تَرَبَّ
 الْكُفْبَةُ شَاذٌ وَبَاءُ الْقَسَمِ وَهِيَ تَدْخُلُ عَلَى الظَّاهِرِ وَالْمُضْمَرِ نَحْوُ بِاللَّهِ
 وَبِالرَّحْمَنِ وَبِكَ وَلَا بُدَّ لِلْقَسَمِ مِنَ الْجَوَابِ وَهِيَ جُمْلَةٌ تُسَمَّى الْمُقْسَمِ
 عَلَيْهَا فَإِنْ كَانَتْ مُوجِبَةً يَجِبُ دُخُولُ اللَّامِ فِي الْأَسْمِيَّةِ وَالْفِعْلِيَّةِ نَحْوُ
 وَاللَّهِ لَزِيدٌ قَائِمٌ وَاللَّهِ لَا فَعَلَنْ كَذَا وَإِنْ فِي الْأَسْمِيَّةِ نَحْوُ وَاللَّهِ إِنْ زِيدًا
 لِقَائِمٌ وَإِنْ كَانَتْ مَنفِيَّةً وَجِبَ دُخُولُ مَاوَلَا نَحْوُ وَاللَّهِ مَا زِيدٌ بِقَائِمٍ وَاللَّهِ
 لَا يَقُومُ زِيدٌ وَاعْلَمْ أَنَّهُ قَدْ يُحْذَفُ حَرْفُ النَّفْيِ لِزَوَالِ اللَّبْسِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى
 تَاللَّهِ تَفْتَرُوْا تَذَكُرُ يُوسُفَ أَيْ لَا تَفْتَرُوْا وَيُحْذَفُ جَوَابُ الْقَسَمِ إِنْ تَقَدَّمَ مَا يَدُلُّ
 عَلَيْهِ نَحْوُ زِيدٌ قَائِمٌ وَاللَّهِ أَوْ تَوَسَّطَ الْقَسَمُ نَحْوُ زِيدٌ وَاللَّهِ قَائِمٌ

قوله وتاء القسم :- اور حروف جارہ میں سے تاء قسم ہے جو اسم جلال (اللہ) کے ساتھ مختص ہے یعنی اسم جلال
 کے علاوہ کسی اسم ظاہر یا ضمیر کیساتھ مستعمل نہیں ہوتی اور عرب کا قول تَرَبَّ الْكُفْبَةُ شَاذٌ ہے۔ قوله وباء القسم :-
 حروف جارہ میں باء قسم ہے جو باب قسم میں اصل ہونے کی وجہ سے اسم ظاہر اور اسم ضمیر دونوں پر داخل ہوتی ہے کیونکہ اصل کا
 عام ہونا ضروری ہے اور اسم ظاہر بھی عام ہے کہ خواہ اسم جلال ہو جیسے بِاللَّهِ یا کوئی اور اسم جیسے بِالرَّحْمَنِ۔ قوله
ولا بُدَّ :- یعنی قسم کیلئے جواب قسم ضروری ہے خواہ قسم ملفوظ ہو یا مقدر اور جواب قسم سے مراد وہ جملہ ہے جس کی تقویت و تاکید
 کیلئے قسم کو لایا گیا ہے اور اس جملہ کو مُقْسَمٌ علیہا کہتے ہیں یعنی جس پر قسم کھائی گئی۔ قوله فَإِنْ كَانَتْ :- یہاں سے
 جواب قسم کی تفصیل بیان کرتے ہیں کہ اگر وہ جملہ مثبتہ ہے خواہ اسمیہ ہے یا فعلیہ تو اس جملہ پر لام تاکید کا داخل ہونا ضروری
 ہے اور جملہ اسمیہ میں اِنْ مَكْسُورَہ كَاللَّهِ ضروری ہے۔ قوله وَإِنْ كَانَتْ :- یعنی اگر جواب قسم جملہ منفیہ ہے خواہ اسمیہ یا
 فعلیہ تو حرف نفی (ما اور لا) کا جواب پر لانا ضروری ہے۔ فائدہ :- قسم اور جواب قسم دونوں مستقل جملے ہیں اور ایک دوسرے
 سے مستغنی ہیں لہذا اُن میں ربط اور تعلق پیدا کرنے کیلئے حروف اربعہ مذکورہ میں سے کسی ایک کا ہونا ضروری ہے۔ قوله
واعلم :- یعنی منفی کا مثبت سے التباس نہ ہوتا ہو تو جواب قسم سے حرف نفی کو حذف کر دیا جاتا ہے اور کبھی جواب قسم بھی حذف
 کر دیا جاتا ہے اگر قسم سے پہلے وہ چیز ہو جو جواب پر دلالت کرتی ہے یا قسم اُس جملہ کے درمیان واقع ہو جو جواب پر دلالت
 کرتا ہے کیونکہ دال علی الجواب موجود ہے اور وجہ حذف اختصار ہے۔

وَعَنْ لِمُجَاوِزَةَ نَحْوُ رَمَيْتُ السَّهْمَ عَنِ الْقَوْسِ إِلَى الصَّيْدِ وَعَلَى
لِلِاسْتِعْلَاءِ نَحْوُ زَيْدٌ عَلَى السَّطْحِ وَقَدْ يَكُونُ عَنْ وَعَلَى اسْمَيْنِ إِذَا دَخَلَ
عَلَيْهِمَا مِنْ، كَمَا تَقُولُ جَلَسْتُ مِنْ عَنْ يَمِينِهِ وَنَزَلْتُ مِنْ عَلَى الْفَرَسِ
وَالْكَافُ لِلتَّشْبِيهِ نَحْوُ زَيْدٌ كَعُمُرٍ وَزَائِدَةٌ كَقَوْلِهِ تَعَالَى لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ
وَقَدْ تَكُونُ اسْمًا كَقَوْلِ الشَّاعِرِ : يَضْحَكُنَّ عَنْ كَالْبَرْدِ الْمُنْهَمِّ

قولہ و عن :- کلام عرب میں کلمہ عن (جارہ) متعدد معانی کیلئے آتا ہے جن میں سے ایک معنی مشہور ہے اور وہ مجاوزت ہے یعنی اپنے مجرور سے کسی چیز کو دور کر دینا جیسے رَمَيْتُ السَّهْمَ عَنِ الْقَوْسِ میں نے تیر کمان سے بجانب شکار پھینک دیا۔ قولہ و علی :- کلمہ علی بھی متعدد معانی میں مستعمل ہے جن میں سے ایک معنی مصنف نے بیان کیا ہے باقی بوجہ قلت ترک کر دیئے ہیں اور وہ معنی استعلاء ہے یعنی بلندی طلب کرنا جیسے زَيْدٌ عَلَى السَّطْحِ زید چھت پر ہے۔ قولہ قَدْ يَكُونُ :- اور کبھی عن اور علی اسم ہوتے ہیں اور عن اسمیہ بمعنی جانب ہوتا ہے جب اس پر من جارہ آجائے جیسے جنت من عن یمینک (میں تیری دائیں جانب سے آیا) یا اس پر علی آجائے جیسے علی عن یمینی (میری دائیں جانب پر) اور جب علی پر من آجائے تو وہ اسم ہوتا ہے جیسے نَزَلْتُ مِنْ عَلَى الْفَرَسِ (میں گھوڑے کے اوپر سے اتر ا) قولہ و الکاف :- اور کاف جارہ تشبیہ کیلئے ہے جیسے زَيْدٌ كَعُمُرٍ (زید عمر کی طرح ہے) اس میں زید مشبہ اور عمر و مشبہ بہ ہے اور کاف حرف تشبیہ ہے اور وجہ شبہ بہادری وغیرہ ہے۔ قولہ و زَائِدَةٌ :- اور کاف کبھی زائدہ ہوتا ہے جیسے لیس کمثلہ شیئی میں کاف زائدہ ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے مثل کی نفی نہیں ہوگی بلکہ مثل کے مثل کی نفی ہوگی اور مثل کا اثبات ہوگا جو منافی تو حید ہے۔ سوال :- آیت میں زیادت کا حکم کاف پر لگایا ہے مثل پر کیوں نہیں لگایا گیا حالانکہ لفظ مثل بھی زائد ہوتا ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ میں لفظ مثل زائد ہے۔ جواب :- جب دو آئینہ تشبیہ جمع ہو جائیں اور ان میں سے ایک حرف ہو تو زیادت کا حکم حرف پر لگاتے ہیں نظر برآں حرف (کاف) پر یہ حکم لگایا گیا۔ قولہ و قَدْ تَكُونُ :- یعنی کاف کبھی اسم ہوتا ہے اور بمعنی مثل ہو کر مابعد کی طرف مضاف ہوتا ہے اور کاف اسمی کی علامت یہ ہے کہ اس پر حرف جر داخل ہو جاتا ہے جیسے شاعر کا قول ہے يَضْحَكُنَّ عَنْ كَالْبَرْدِ الْمُنْهَمِّ، یعنی وہ عورتیں ان دانتوں سے ہنستی ہیں جو لطافت میں پگھلے ہوئے اولے کی مثل ہیں۔

مُذُوْ مُنْذُ لِلزَّمَانِ اِمَّا لِلْاِبْتِدَاءِ فِي الْمَاضِي كَمَا تَقُوْلُ فِي شَعْبَانَ مَا رَأَيْتُهُ
مُذُ رَجَبٍ اَوْ لِلظَّرْفِيَّةِ فِي الْحَاضِرِ نَحْوُ مَا رَأَيْتُهُ مُذُ شَهْرِنَا وَمُنْذُ يَوْمِنَا
بِئْسَ شَهْرِنَا وَفِي يَوْمِنَا وَخَلَاوَعْدَاوَحَاشَا لِلْاِسْتِثْنَاءِ نَحْوُ جَاءَ نِي الْقَوْمُ خَلَا زَيْدٍ
حَاشَا عُمُرٍ وَعْدَا بَكْرٍ **فصل الحُرُوفُ الْمُشَبَّهَةُ بِالْفِعْلِ سِتَّةٌ اِنَّ**
اَنَّ وَكَانَ وَلَكِنَّ وَلَيْتَ وَلَعَلَّ هَذِهِ الْحُرُوفُ تَدْخُلُ عَلٰى الْجُمْلَةِ
الْاِسْمِيَّةِ تَنْصِبُ الْاِسْمَ وَتَرْفَعُ الْخَبَرَ كَمَا عَرَفْتَ نَحْوُ اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ

قولہ مُذُوْ مُنْذُ :- یہ دونوں حرف، زمان کیلئے آتے ہیں اور اس بات کا افادہ کرتے ہیں کہ فعل مثبت یا منفی کی
بتداء اس زمانہ ماضی سے ہے جس پر یہ داخل ہیں جیسے آپ ماہ شعبان میں کہیں مَا رَأَيْتُهُ مُذُ رَجَبٍ (میں نے اُس کو ماہ
جب سے نہیں دیکھا) یعنی میرے اُس کو نہ دیکھنے کی ابتداء ماہ رجب ہے۔ **فائدہ:-** کلمہ مُذُ اور مُنْذُ میں اصل کون ہے اس
کے بارے اختلاف ہے بعض کے نزدیک مُذُ اصل ہے جس میں نون بڑھا کر مُنْذُ بنا دیا گیا اور ذال کو میم کے اتباع میں ضمہ
یا گیا ہے اور بعض کے نزدیک مُنْذُ اصل ہے نون کو حذف کر کے ذال کو ساکن کر دیا گیا ہے۔ ان دونوں کے تین حال
ہیں۔ (۱) ان کا مابعد یا ان کی وجہ سے مجرور ہوگا کیونکہ یہ حرف جر ہیں یا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہوگا اُس وقت
دونوں اسم مضاف ہوں گے۔ (۲) یہ دونوں اسم معنی مدت مبتدا اور مابعد بنا بر خبر مرفوع ہوگا یا اپنے بعد والے مبتدا کی خبر
وں گے۔ (۳) یہ جملہ کی طرف مضاف ہوں گے اور مبتدا ہوں گے اور جملہ بتقدیر زمان خبر ہوگا۔ **قولہ** اَوْ
لِظَرْفِيَّةٍ :- یعنی یا یہ دونوں زمانہ حال میں ظرفیت کیلئے ہوں گے اور بمعنی فی ہوں گے جیسے مَا رَأَيْتُهُ مُذُ شَهْرِنَا فِي
شَهْرِنَا، میں نے اُس کو اس مہینہ میں نہیں دیکھا۔ **قولہ** خَلَاوَعْدَا :- یعنی ان کلمات میں سے ہر ایک استثناء کیلئے ہے یعنی
اپنے مابعد کو ماقبل کے حکم سے خارج کرنے کے لئے ہے۔ **فائدہ:-** خَلَا اور عَدَا جب جردیں تو بمعنی اِلا ہوتے ہیں اور
کسی سے متعلق نہیں ہوتے اس لئے کہ باقی حروف جارہ اپنے متعلق کے معنی کو مجرور تک پہنچاتے ہیں اور یہ اپنے متعلق کے
معنی کو مجرور سے زائل کر دیتے ہیں جیسے جَاءَ نِي الْقَوْمُ خَلَا زَيْدٍ، میرے پاس قوم زید کے سوا آئی۔ **الحُرُوفُ
الْمُشَبَّهَةُ بِالْفِعْلِ** فعل کے ساتھ لفظی اور معنوی مشابہت رکھنے والے حروف چھ ہیں انکی فعل کے ساتھ مشابہت لفظی
اس بات میں ہے کہ یہ فعل کی مثل ثلاثی و رباعی ہوتے ہیں اور انکا آخر فعل ماضی کی طرح مبنی بر فتح ہوتا ہے اور مشابہت
معنوی بایں طور ہے کہ ان اور ان معنی تحقیق پر دلالت کرنے میں فعل حَقَّقْتُ کے مشابہ ہیں۔ اور یہ حروف جملہ اسمیہ پر
داخل ہو کر اسم کو نصب دیتے ہیں اور خبر کو رفع جیسے اِنَّ زَيْدًا قَائِمٌ۔

وَبَعْدَ الْمُوصُولِ نَحْوَمَا رَأَيْتَ الَّذِي إِنَّهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَإِذَا كَانَ فِي خَبَرِهَا
 اللَّامُ نَحْوَانِ زَيْدًا لِقَائِمٌ وَيَجِبُ الْفَتْحُ حَيْثُ يَقَعُ فَاعِلًا نَحْوُ بَلَعْنِي أَنْ
 زَيْدًا قَائِمٌ وَحَيْثُ يَقَعُ مَفْعُولًا نَحْوُ كَرِهْتُ أَنْكَ قَائِمٌ وَحَيْثُ يَقَعُ مُبْتَدَأً
 نَحْوُ عِنْدِي أَنْكَ قَائِمٌ وَحَيْثُ يَقَعُ مُضَافًا إِلَيْهِ نَحْوُ عَجِبْتُ مِنْ طُولِ
 أَنْ بَكَرًا قَائِمٌ وَحَيْثُ يَقَعُ مَجْرُورًا نَحْوُ عَجِبْتُ مِنْ أَنْ بَكَرًا قَائِمٌ وَبَعْدَ لَوْ
 نَحْوُ لَوْ أَنْكَ عِنْدَنَا لَا كَرَمَتِكَ وَبَعْدَ لَوْلَا نَحْوُ لَوْلَا أَنَّهُ حَاضِرٌ
 لَغَابَ زَيْدٌ وَيَجُوزُ الْعَطْفُ عَلَى اسْمٍ إِنْ الْمَكْسُورَةُ بِالرَّفْعِ وَالنَّصْبِ
 بِإِعْتِبَارِ الْمَحَلِّ وَاللَّفْظِ مِثْلُ إِنْ زَيْدًا قَائِمٌ وَعَمْرُو، وَعَمْرًا

فائدہ:- جو قول بمعنی حکایت ہو اس کے بعد ان بکسر ہمزہ آتا ہے اس لئے کہ قول بمعنی حکایت کا معمول
 جملہ مکتبیہ ہوتا ہے لیکن جو قول بمعنی ظن یا علم یا اعتقاد وغیرہ ہو اس کے بعد ان مفتوح آتا ہے مثلاً آپ کہیں یقول
 الشیعة ان علیا خلیفة بلا فضل ای تعتقد، چونکہ یہاں قول بمعنی اعتقاد ہے اس لئے یہاں ان بافتح پڑھا
 جائیگا۔ (۳) موصول کے بعد اس لئے کہ صلہ جملہ ہوتا ہے۔ (۴) جب اس کی خبر پر لام ہو اس لئے کہ لام جملہ
 کے معنی کی تاکید کرتا ہے۔ قولہ ویجب:- اور ان کے ہمزہ پر درج ذیل مقامات میں فتح واجب ہے۔ (۱) جب
 ان اپنے اسم اور خبر سے ملکر فاعل واقع ہو۔ (۲) جب مفعول واقع ہو۔ (۳) خبر واقع ہو۔ (۴) جب مضاف
 الیہ واقع ہو۔ (۵) جب مجرور واقع ہو۔ (۶) جب لؤ کے بعد واقع ہو۔ (۷) جب لؤلا کے بعد واقع ہو۔
 سوال:- زید ان اباه قائم میں ان مفتوح ہونا چاہئے کہ اصل خبر میں افراد ہے؟۔ جواب:- ان مفتوح ہر دو معمول
 کے ساتھ مصدر کی تاویل میں ہوتا ہے اور مصدر کا حمل ذات پر درست نہیں چونکہ مثال مذکور میں ان مفتوح پڑھیں تو
 معنی ہوں گے زید قیام ابیہ اور یہ صحیح نہیں اس لئے کہ یہاں ان مکسورہ پڑھا جائے گا تا کہ مصدر کا حمل ذات پر نہ
 ہو۔ قولہ ویجوز العطف:- یہ عبارت مصنف کے قول یجب الکسر پر معطوف ہے ای ولذالک
 یجوز العطف یعنی اسی وجہ سے کہ ان مکسورہ الهمزة جملہ کے معنی تبدیل نہیں کرتا اس کے اسم پر رفع کے
 ساتھ عطف جائز ہے محل کی رعایت کرتے ہوئے کہ وہ اصل میں مرفوع ہے اور نصب کے ساتھ عطف کرنا بھی لفظ
 کی رعایت کرتے ہوئے جائز ہے اس لئے کہ اسم ان لفظا منصوب ہے۔

وَاعْلَمَ أَنَّ إِنَّ الْمَكْسُورَةَ يَجُوزُ دُخُولُ اللَّامِ عَلَى خَبَرِهَا وَقَدْ تَخَفَّتْ
فَيَلْزَمُهَا اللَّامُ كَقَوْلِهِ تَعَالَى وَإِنْ كَلَّا لَمَّا لِيُوقِفِيْنَهُمْ وَحَيْثُ يَجُوزُ
الْفَاوْهُمَا كَقَوْلِهِ تَعَالَى وَإِنْ كَلُّ لَمَّا جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُخَضَّرُونَ وَيَجُوزُ
دُخُولُهَا عَلَى الْأَفْعَالِ عَلَى الْمُبْتَدَأِ وَالْخَبَرِ نَحْوُ قَوْلِهِ تَعَالَى وَإِنْ كُنْتَ مِنْ
قَبْلِهِ لَمِنَ الْغُفْلَيْنِ وَإِنْ تَطَّنْكَ لَمِنَ الْكُذِبَيْنِ وَكَذَلِكَ أَنَّ الْمَفْتُوحَةَ قَدْ
تَخَفَّتْ فَحَيْثُ يَجِبُ إِعْمَالُهَا فِي ضَمِيرِ شَأْنٍ مُقَدَّرٍ فَتَدْخُلُ عَلَى الْجُمْلَةِ
اسْمِيَّةً كَأَنْتَ نَحْوُ بَلَّغْنِي أَنْ زَيْدٌ قَائِمٌ أَوْ فَعْلِيَّةً نَحْوُ بَلَّغْنِي أَنْ قَدْ قَامَ زَيْدٌ
وَيَجِبُ دُخُولُ السِّينِ أَوْ سَوْفَ أَوْ قَدْ أَوْ حَرْفِ النَّفْيِ عَلَى الْفِعْلِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى
عَلِمَ أَنْ سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَرَضِي وَالضَّمِيرُ الْمُسْتَتَرُ اسْمٌ أَنْ وَالْجُمْلَةُ خَبَرُهَا

قوله واعلم:- یعنی ان مکسورۃ الہمزۃ کی خبر پر لام ابتداء کا دخول جائز ہے اس لئے کہ یہ لام بھی تاکید کا افادہ کرتا ہے لیکن یہ ان مخففہ کر دیا جائے تو خبر پر دخول لام لازم کر دیا جاتا ہے تاکہ ان مخففہ اور ان نافیہ میں لام کی وجہ سے فرق ہو جائے اور بوقت تخفیف اس کے عمل کو باطل کرنا بھی جائز ہے کہ فعل کے ساتھ مشابہت جاتی رہی ہے اور اس وقت ان مخففہ کا ان افعال پر داخل ہونا بھی جائز ہے، جو مبتدا اور خبر دونوں پر داخل ہوتے ہیں جیسے افعال ناقصہ وغیرہ۔
قوله وکذا لک ان:- یعنی ان مکسورۃ الہمزۃ کی طرح ان مفتوحۃ الہمزۃ بھی کبھی مخفف کر دیا جاتا ہے اور اس وقت اس کا ضمیر شان مقدر میں عمل کرنا ضروری ہے جو ان کا اسم بنے گی اور ضمیر شان کی تفسیر کرنے والا جملہ اس کی خبر بنے گا پھر یہ جملہ اسمیہ و فعلیہ دونوں پر داخل ہوگا۔ فائدہ:- ان مفتوحہ کو بہ نسبت ان مکسورہ فعل کے ساتھ مناسبت زیادہ ہے اور مکسورہ کا بعد از تخفیف اسم ظاہر میں عمل کرنا جائز ہے لہذا ان مفتوحہ کے لئے ضمیر شان میں عمل کرنا ضروری قرار دیا گیا تاکہ اسپر ان مکسورہ کی ترجیح لازم نہ آئے۔ قوله و یجب:- اور جب ان مفتوحۃ الہمزۃ تخفیف کے بعد فعل متصرف پر آئے تو سین وغیرہ کا فعل پر داخل ہونا ضروری ہے تاکہ ان مخففہ اور ان مصدریہ میں فرق ہو جائے کیونکہ یہ حروف ان مصدریہ کے ساتھ نہیں آتے اور اس لئے بھی ان حروف میں سے کسی کا آنا ضروری ہے کہ اس حرف کے لانے سے حذف نون کی کمی پوری ہو جائے گی کیونکہ یہ حروف فعل کے ساتھ مختص ہیں۔

وَكَانَ لِلتَّشْبِيهِ نَحْوُ كَانَ زَيْدًا الْأَسَدُ وَهُوَ مُرَكَّبٌ مِنْ كَافِ التَّشْبِيهِ
وَإِنَّ الْمَكْسُورَةَ وَإِنَّمَا فَتَحَتْ لِتَقْدَمِ الْكَافِ عَلَيْهَا تَقْدِيرُهُ إِنَّ زَيْدًا كَالْأَسَدِ
وَقَدْ تَخَفَّفَ فَتُلْفَى نَحْوُ كَانَ زَيْدًا أَسَدٌ وَلَكِنَّ لِالِاسْتِدْرَاكِ وَيَتَوَسَّطُ
بَيْنَ كَلَامَيْنِ مُتَغَايِرَيْنِ فِي الْمَعْنَى نَحْوَمَا جَاءَ نِي الْقَوْمِ لَكِنَّ عَمْرًا
جَاءَ وَغَابَ زَيْدٌ لَكِنَّ بَكْرًا حَاضِرٌ وَيَجُوزُ مَعَهَا الْوَاوُ نَحْوَمَا جَاءَ زَيْدٌ
وَلَكِنَّ عَمْرًا قَاعِدٌ وَقَدْ تَخَفَّفَ فَتُلْفَى نَحْوَمَا مَشَى زَيْدٌ لَكِنَّ بَكْرًا عِنْدَنَا

قولہ وکان :- اور کان، انشاء تشبیہ کیلئے ہے یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ کسی وصف میں شریک کرنے کیلئے
جیسے کان زید ا۔ الاسد (گویا زید شیر ہے) اور کبھی ظن و شک کیلئے بھی آتا ہے جیسے کانی امشی اور کانک قاعد۔
قولہ وھو مرکب :- لفظ کان کے متعلق نجات کا اختلاف ہے جمہور کے نزدیک یہ حرف بسیط ہے مرکب نہیں ہے اور خلیل
کے نزدیک ان مکسورہ اور کاف تشبیہ سے مرکب ہے نرشتہ مثال اصل میں ان زید ا کا لاسد تھی۔ کاف کو شروع میں لا کر
اس کی رعایت میں ان مکسورہ کے ہمزہ کو فتح دیا تو کان زید۔ الاسد ہو گیا۔ قولہ وقد تخفف :- اور کبھی کان میں تخفیف
کر لی جاتی ہے پس اس مذہب کی بنا پر عمل نہیں کرتا کیونکہ آخر کا فتح زائل ہونے کے سبب اس کی فعل کے ساتھ مشابہت ختم
ہو گئی اور اس وقت وہ جمد فعلیہ پر بھی داخل ہوتا ہے جیسے کان لم تغن بالامس۔ قولہ ولکن :- نجات کوفہ کے نزدیک
یہ لائے نئی، کاف زائدہ اور ان مکسورہ سے مرکب ہے اصل میں لا کان تھا ہمزہ کی حرکت کاف کو دے کر ہمزہ کو حذف
کر دیا۔ اور نجات بصرہ کے نزدیک یہ حرف بسیط ہے یہ حرف استدراک ہے۔ لغت میں استدراک کے معنی ہیں کسی
چیز کے ساتھ مافات کی تلافی کرنا۔ اصطلاح میں کلام سابق سے پیدا شدہ وہم کو دفع کرنا استدراک ہے۔ قولہ و
یتوسط :- یعنی لکن ایسے دو کلاموں کے درمیان آتا ہے جو نئی اور اثبات میں معنی متغایر ہوں جیسے غاب زید لکن
بکر حاضر اور لکن کے ساتھ خواہ مشددہ ہو یا مخففہ واو کا ہونا بھی جائز ہے۔ فائدہ :- اصل میں بصورت تخفیف
لکن، مع واو لایا جاتا ہے یعنی ولکن تاکہ لکن عطف سے ملتبس نہ ہو پھر اس کی موافقت میں لکن مشددہ کے ساتھ بھی
واو لایا جاتا ہے جیسے ولکن اللہ سلم۔ قولہ وقد تخفف :- اور لکن میں کبھی تخفیف کر لی جاتی ہے پس وہ عمل سے لغو
کر دیا جاتا ہے یعنی اس وقت وہ عمل نہیں کرتا اس لئے کہ تخفیف کے بعد فعل کی مشابہت جاتی رہی اور یہ لکن عطف کے
مشابہ ہو گیا جو عمل نہیں کرتا جیسے مشی زید لکن بکر عندنا زید چلا گیا لیکن بکر ہمارے پاس ہے یعنی وہ نہیں گیا۔

وَلَيْتَ لَلتَّمَنِي نَحْوُ لَيْتٍ هِنْدًا عِنْدَ نَاوَا جَازَ الْفَرَاءِ لَيْتٌ زَيْدًا قَائِمًا بِمَعْنَى
أَتَمَنِي وَلَعَلَّ لِلتَّرَجِي كَقَوْلِ الشَّاعِرِ

أَحِبُّ الصَّالِحِينَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ شِعْرٌ لَعَلَّ اللَّهُ يَرْزُقُنِي صِلَاخًا

وَشَدَّ الْجَرُّ بِهَا نَحْوُ لَعَلَّ زَيْدٌ قَائِمٌ وَفِي لَعَلَّ لُغَاتٌ عَلٌّ وَعَنْ وَأَنَّ وَلَا نَّ وَلَعَنَّ
وَعِنْدَ الْمُبَرِّدِ أَصْلُهُ عَلٌّ زَيْدٌ فِيهِ اللَّامُ وَالْبَوَاقِي فُرُوعٌ

قولہ ولیت :- اور لیت انشاء تمنی یعنی کسی چیز کو بر سبیل محبت طلب کرنے کیلئے ہے۔ جیسے لیت ہندا
عندنا کاش ہند ہمارے پاس ہوتی۔ اور فرء نے لیت کے بعد واقع دونوں جزووں کا نصب جائز رکھا ہے جیسے
لیت زیدا قائما۔ اس لئے کہ لیت بمعنی اتمنی ہے۔ لہذا دونوں جزووں کا بنا بر مفعول نصب جائز ہے۔
فائدہ :- مصنف نے فرء کا استدلال عقلی ذکر کیا ہے کہ لیت بمعنی اتمنی ہے لہذا افعال قلوب کی طرح ہر دو جزو کو
نصب دیا لیکن یہ استدلال ضعیف ہے اس لئے کہ لیت حرف ہے اور افعال قلوب صریح افعال ہیں جن پر لیت کو
قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔ قولہ ولعل :- اور لعل، انشاء ترجی کیلئے ہے ترجی ایسے امر محبوب یا مکروہ کی امید کرنا جس
کے حصول پر وثوق نہ ہو جیسے شاعر کا قول أحبب الخ، میں نیک لوگوں سے محبت کرتا ہوں حالانکہ خود ان میں
سے نہیں ہوں شاید کہ اللہ تعالیٰ نیک بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ قولہ وشد الجر :- یعنی لعل کو حروف جارہ میں
شمار کر کے اس کے ساتھ جردینا شاذ ہے۔ یعنی لعل زید قائم، زید کے جر کے ساتھ پڑھنا خلاف قیاس ہے اور
شاعر کے قول لعل ابی المغواء سے استدلال درست نہیں اس لئے کہ ہو سکتا ہے شاعر کے قول میں ابی المغواء،
لعل کی وجہ سے مجرور نہ ہو بلکہ اسپر اعراب حکائی ہو کہ وہ ابی المغواء کے نام سے مشہور ہو۔ قولہ عند المبرد :-
یعنی لعل میں چند لغات ہیں بعض کتب نحو میں کل تیرہ لغتیں ذکر کی گئیں ہیں جن میں اصح اور اشہر لغت، جمہور کے
نزدیک لعل ہے اور مبرد کے نزدیک عل اصل ہے اس کے اول میں لام بڑھایا تو لعل ہو اور باقی لغات اس کی فرع
ہیں۔ فائدہ :- تمنی اور ترجی میں یہ فرق ہے کہ تمنی تو ہر شے کی ہو سکتی ہے خواہ وہ ممکن ہو یا محال اور ترجی اس چیز کی
ہوتی جس چیز کا ہونا ممکن ہو پس لیت الشباب یعود کہہ سکتے ہیں اور لعل الشباب نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ جوانی
کالوشنا ممکن نہیں اور حضرت زلیخا کی جوانی کالوشنا از قبیل خوارق تھا جو امتناع عادی کے منافی نہیں۔

**فصل حُرُوفِ الْعَطْفِ عَشْرَةُ الْوَاوُ وَالْفَاءُ وَثُمَّ وَحَتَّى وَ أَوْ وَإِمَّا وَ أَمْ وَ لَا وَ بَلْ
وَلَكِنْ فَالْأَرْبَعَةُ الْأُولَى لِلْجَمْعِ فَالْوَاوُ لِلْجَمْعِ مُطْلَقًا نَحْوُ جَاءَ نَبِيٌّ زَيْدٌ
وَ عَمْرٌ وَسِوَاهُ كَانَ زَيْدٌ مُقَدِّمًا فِي الْمَجِيئِ أَوْ عَمْرٌ وَ الْفَاءُ لِلتَّرْتِيبِ
بِلا مُهْلَةٍ نَحْوُ قَامَ زَيْدٌ فَعَمْرٌ وَإِذَا كَانَ زَيْدٌ مُتَقَدِّمًا وَ عَمْرٌ مُتَأَخِّرًا بِلا مُهْلَةٍ
وَ ثَمَّ لِلتَّرْتِيبِ بِمُهْلَةٍ نَحْوُ دَخَلَ زَيْدٌ ثَمَّ عَمْرٌ إِذَا كَانَ زَيْدٌ مُتَقَدِّمًا وَ بَيْنَهُمَا
مُهْلَةٌ وَ حَتَّى كَثُمَّ فِي التَّرْتِيبِ وَ الْمُهْلَةُ إِلَّا أَنْ مُهْلَتَهَا أَقْلٌ مِنْ مُهْلَةٍ ثَمَّ
وَ يُشْتَرَطُ أَنْ يَكُونَ مَعْطُوفُهَا دَاخِلًا فِي الْمَعْطُوفِ عَلَيْهِ**

قولہ حُرُوفِ الْعَطْفِ :- حروف عطف دس ہیں جنکو شاعر نے اس قطعہ میں یکجا کر دیا ہے۔

گر حروف عطف خواہی بے خلل یاد گیراں بیت و میخوایں در محل

واو، فاء، ثم، حتی، نیز او باام و اما، ولكن، لا و بل

دوسرے شاعر نے ان حروف کو اس طرح بیان کیا ہے۔

دہ حروف عاطفہ مشہور اند یعنی واو فاء ثم، حتی، او، اما، ام، و بل، لکن و لا

اور یہ حروف ثبوت حکم کے اعتبار سے تین قسم پر ہیں۔ (۱) جن سے تابع اور متبوع دونوں کیلئے حکم ثابت ہوتا ہے اور وہ

چار ہیں واو، فاء، ثم، حتی۔ (۲) جن سے تابع اور متبوع میں سے ایک غیر معین میں حکم ثابت ہوتا ہے اور وہ تین حروف ہیں

او، اما، ام۔ (۳) جن سے ایک معین کیلئے حکم ثابت ہوتا ہے وہ بھی تین ہیں۔ لا، بل، لکن۔ قولہ الواو :- قسم اول سے واو

مطلق جمع کیلئے ہے یعنی اس میں معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان ترتیب اور معیت ملحوظ نہیں ہوتی جیسے جاء نبی زید

و عمرو میرے پاس زید اور عمرو آیا۔ اس مثال میں مطلقاً زید اور عمرو کے آنے کا بیان ہے خواہ ایک ساتھ ہوں یا آگے پیچھے۔

قولہ الفاء :- اور فاء ترتیب بغیر مہلت کے لئے ہے جیسے قام زید فعمر و زید کھڑا ہوا پھر عمرو، یہ اس وقت کہا جاتا ہے جب

زید پہلے کھڑا ہوا اور پھر بلا تاخیر عمر وہ کھڑا ہوا۔ قولہ ثم :- ثم ترتیب مع مہلت کیلئے ہے جیسے دخل زید ثم عمرو، یعنی زید

پہلے داخل ہوا پھر پچھدیر بعد عمر داخل ہوا۔ قولہ حتی :- حتی، ثم کی مثل ترتیب مع مہلت کیلئے ہے لیکن حتی میں ثم کی

نسبت مہلت کم ہوتی ہے نیز حتی میں یہ شرط ہے کہ اس کا معطوف معطوف علیہ میں داخل ہو یعنی معطوف علیہ کا جزو قوی یا جزو

ضعیف ہوتا کہ یہ جزو قوت و ضعف کی وجہ سے کل سے ممتاز ہو جائے گویا کہ یہ کل جزو کا غیر ہے تاکہ یہ جزو غایت بن سکے۔

وہی تَفِيدُ قُوَّةً فِي الْمَعْطُوفِ نَحْوَمَا تِ النَّاسِ حَتَّى الْأَنْبِيَاءِ أَوْ ضَعْفًا
نَحْوُ قَدَمِ الْحَاجِّ حَتَّى الْمَشَاةِ وَأَوْ إِمَا وَأَوْ أَمَّا ثَلَاثَتَهَا لِثُبُوتِ الْحُكْمِ
لِأَحَدِ الْأَمْرَيْنِ مُبْهَمًا لَا بَعِيْنَهُ نَحْوُ مَرَرْتُ بِرَجُلٍ أَوْ امْرَأَةٍ وَإِمَّا إِنَّمَا
تَكُونُ حَرْفَ الْعَطْفِ إِذَا تَقَدَّمَ مَتَهَا إِمَّا أُخْرَى نَحْوُ الْعَدَدِ إِمَّا زَوْجٍ وَإِمَّا
فِرْدٌ وَيَجُوزُ أَنْ يَتَقَدَّمَ إِمَّا عَلَى أَوْ نَحْوِ زَيْدٍ إِمَّا كَاتِبٌ أَوْ أُمِّيٌّ

قولہ وہی تَفِيدُ :- اور یہ کلمہ حتی اپنے معطوف میں قوت کا افادہ کرتا ہے یا ضعف کا یعنی قوت و ضعف پر
دلالت کرتا ہے۔ اول کی مثال مات الناس حتی الانبياء، کیونکہ انبیاء کرام اجزاء ناس میں سے جز و قوی ہیں اور
دوسرے کی مثال قدم الحاج حتى المشاة یعنی حاجی سوار آگے یہاں تک کہ پیادہ پا حاجی آگے۔ اس مثال میں پیادہ
پا حاجی اجزاء حاج میں سے جز و ضعیف ہیں۔ فائدہ:- کلمہ ثم اور حتی ترتیب مع المہلت میں شریک ہیں تاہم ان کے
مابین تین وجوہ سے فرق ہے۔ (۱) حتی کا معطوف اپنے معطوف علیہ کا جز و قوی یا ضعیف ہوتا ہے اور ثم میں یہ شرط
نہیں۔ (۲) حتی میں مہلت باعتبار ذہن کے ہوتی ہے اور ثم میں باعتبار خارج کے مثلاً مات الناس حتی
الانبياء میں باعتبار ذہن کے مناسب یہ ہے کہ موت کا تعلق اولاً غیر انبیاء سے ہو اور پھر انبیاء سے کیونکہ انبیاء کی شرافت
کی وجہ سے ان سے موت مستبعد ہے لیکن باعتبار خارج کے انبیاء کی موت باقی لوگوں کے درمیان ہے لہذا مات الناس
ثم الانبياء کجناح نہیں کہ خلاف واقع ہے۔ (۳) حتی کے اندر مہلت بنسبت ثم کے کم ہوتی ہے۔ قولہ أَوْ وَإِمَّا وَ
إِمَّا - یہ تینوں حروف دوامروں میں سے کسی ایک امر مبہم کیلئے (یعنی جو عند المتکلم معین نہیں ہے) حکم ثابت کرنے کیلئے
آتے ہیں جیسے مررت برجلٍ أو امرأة (میں مرد یا عورت کے پاس سے گذرا) قولہ وَإِمَّا إِنَّمَا تَكُونُ :- یعنی إِمَّا
حرف عطف اس وقت ہوگا جب اس سے قبل دوسرا إِمَّا ہو، تا کہ اول امر سے یہ بات معلوم ہو جائے کہ حکم احد الامرین
کیلئے ہے جیسے العدد إِمَّا زَوْجٍ وَإِمَّا فِرْدٌ - عدد یا زوج (برابر تقسیم ہونے والا) ہے یا فرد یعنی برابر تقسیم نہ ہونے والا۔
قولہ يَجُوزُ :- اور اَوْ عاطفہ سے پہلے اِمَّا کالانا جائز ہے جیسے زَيْدٌ اِمَّا كَاتِبٌ أَوْ اُمِّيٌّ اور ترک اِمَّا بھی جائز ہے جیسے زَيْدٌ
اِمَّا كَاتِبٌ أَوْ اُمِّيٌّ - فائدہ:- اِمَّا عاطفہ اور اِمَّا شرطیہ کی پہچان کے دو طریقے ہیں۔ (۱) اگر اس سے پہلے دوسرا اِمَّا
یا بعد میں اُو ہو تو اِمَّا عاطفہ ہوگا۔ ورنہ اِمَّا شرطیہ جیسے شرح مائة میں ہے اِمَّا حَقِيقَةٌ وَ اِمَّا مَجَازًا، اس مثال میں پہلا اِمَّا
تردید یہ اور دوسرا عاطفہ ہے اور اُو زائدہ ہے۔ (۲) اگر بعد میں فاء ہو تو اِمَّا شرطیہ ہوگا ورنہ اِمَّا عاطفہ جیسے وَ اِمَّا الَّذِينَ
سَعَدُوا فِي الْجَنَّةِ - فائدہ:- ابوبلی کے نزدیک اِمَّا (بکسر ہمزہ) عطف کیلئے نہیں ہے اس لئے کہ یہ معطوف علیہ پر
مقدم ہوتا ہے اور اس پر اُو بھی داخل ہوتا ہے جیسے اِمَّا حَقِيقَةٌ وَ اِمَّا مَجَازًا میں پہلا اِمَّا معطوف علیہ پر مقدم ہے
اور دوسرے پر اُو داخل ہے لیکن جمہور کے نزدیک یہ حرف عطف ہے اس لئے کہ یہ اُو کی مثل شک کیلئے ہے۔

وَأَمْ عَلَى قَسْمَيْنِ مُتَّصِلَةٌ وَهِيَ مَا يُسْتَأَلُ بِهَا عَنْ تَعْيِينِ أَحَدِ الْأَمْرَيْنِ
وَالسَّائِلُ بِهَا يَعْلَمُ ثُبُوتَ أَحَدِهِمَا مُبْتَهَمًا بِخِلَافِ أَوْوَ إِمَّا فَإِنَّ السَّائِلَ بِهِمَا
لَا يَعْلَمُ ثُبُوتَ أَحَدِهِمَا أَصْلًا وَتُسْتَعْمَلُ بِثَلَاثَةِ شَرَايِطٍ الْأَوَّلُ أَنْ يَقَعَ قَبْلَهَا
هَمْزَةٌ نَحْوُ زَيْدٌ عِنْدَكَ أَمْ عَمْرُو وَالثَّانِي أَنْ يَلِيهَا لَفْظٌ مِثْلُ مَا يَلِي الْهَمْزَةَ
أَعْنَى إِنْ كَانَ بَعْدَ الْهَمْزَةِ اسْمٌ فَكَذَلِكَ بَعْدَ أَمْ كَمَا مَرَّ وَإِنْ كَانَ بَعْدَ الْهَمْزَةِ فِعْلٌ
فَكَذَلِكَ بَعْدَهَا نَحْوُ أَقَامَ زَيْدٌ أَمْ قَعَدَ فَلَا يُقَالُ أَرَأَيْتَ زَيْدًا أَمْ عَمْرًا وَالثَّلَاثُ
أَنْ يَكُونَ أَحَدُ الْأَمْرَيْنِ الْمُسْتَوَيَيْنِ مُحَقَّقًا وَإِنَّمَا يَكُونُ الْأَسْتِفْهَامُ عَنِ التَّعْيِينِ

قوله وام:۔ کلمہ ام اور اما اور او کے درمیان مذکورہ بالا اشتراک کے باوجود کئی اعتبار سے فرق ہے جسکو مصنف
تقسیم ام کے ضمن میں بیان کرتے ہیں یعنی کلمہ ام دو قسم پر ہے ایک متصل جس کے ساتھ سوال کرنے والا دو امروں
میں سے کسی ایک امر کی تعیین کا سوال کرے اور سائل یہ جانتا ہو کہ ان دو امروں میں سے کوئی ایک (جو سائل کے نزدیک
غیر معین ہے) ثابت ہے، لیکن کلمہ او یا اما کے ساتھ سوال کرنے والا احد الامرین کے ثبوت کو اصلاً نہیں جانتا، نہ مبہم طور
پر نہ معین طور پر۔ قولہ تستعمل:۔ اور ام متصل کا استعمال تین شرطوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ (۱) ام سے قبل ہمزة استفہام
ہو جیسے ازید عندک ام عمرو، کیا تیرے پاس زید ہے یا عمرو؟ بخلاف او اور اما کے کہ ان سے پہلے ہمزة ہونا
ضروری نہیں۔ فائدہ:۔ ہمزة استفہام کبھی ملفوظ ہوتا ہے کبھی مقدر اور ام سے پہلے صرف ہمزة آتا ہے ہل اس لئے نہیں
آتا کہ ہمزة میں استفہام زیادہ ہوتا ہے نسبت ہل کے۔ (۲) ام کے بعد جو لفظ واقع ہو وہ اس لفظ کی مانند ہو جو ہمزة
استفہام کے بعد واقع ہے مثلاً ہمزة کے بعد اسم واقع ہے تو ام کے بعد بھی اسم واقع ہو جیسے ازید عندک ام عمرو اور
اگر ہمزة کے بعد فعل ہے تو ام کے بعد بھی فعل ہو جیسے اقام زید ام قعد کیا زید کھڑا ہے یا بیٹھا ہے اور یہ نہیں کہہ سکتے
ارایت زیداً ام عمرو کہ ہمزة کے بعد فعل ہے اور ام کے بعد اسم اور یہ مصنف اور ابن حاجب کا مذہب ہے۔ لیکن
سیبویہ کے نزدیک ارایت زیداً ام عمرو جائز ہے۔ غالباً اس نے معنی کا لحاظ کرتے ہوئے اس ترکیب کو جائز و مستحسن
قرار دیا ہے اس لئے کہ معنی میں ارایت زیداً ام رأیت عمراً۔ (۳) امرین یعنی معطوف علیہ و معطوف میں سے
کوئی ایک عند المتکلم محقق اور ثابت ہو اور متکلم کا سوال صرف تعیین کے بارے ہو۔

فَلِذَلِكَ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ جَوَابُ أَمْ بِالتَّعْيِينِ دُونَ نَعْمٍ أَوْ لَا فَإِذَا قِيلَ أَزِيدُ
عِنْدَكَ أَمْ عَمْرُو فَجَوَابُهُ بِتَّعْيِينِ أَحَدِهِمَا إِذَا سُئِلَ بِأَوْ وَإِمَّا فَجَوَابُهُ نَعْمٌ أَوْ لَا
وَمُنْقَطِعَةٌ وَهِيَ مَا تَكُونُ بِمَعْنَى بَلْ مَعَ الْهَمْزَةِ كَمَا رَأَيْتَ شَبْعًا مِنْ بَعِيدٍ قُلْتَ
إِنَّهَا لِأَبْلِ عَلَى سَبِيلِ الْقَطْعِ ثُمَّ حَصَلَ لَكَ شَكٌّ أَنَّهَا شَاةٌ فَقُلْتَ أَمْ هِيَ شَاةٌ
تَقْصِدُ الْأَعْرَاضَ عَنِ الْإِخْبَارِ الْأَوَّلِ وَالْأَسْتِيفَانِ بِسُؤَالِ الْآخِرِ مَعْنَاهُ بَلْ أَمْ هِيَ شَاةٌ

قولہ فلذلك :- پس اسی وجہ سے کہ ام کے ساتھ سوال سے متکلم کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مخاطب احد
الامرین کی تعیین کر دے یہ واجب ہے کہ ام کے ساتھ سوال کا جواب تعیین کے ساتھ دیا جائے نہ نعم اور لا سے کہ یہ
دونوں لفظ تعیین کا افادہ نہیں کرتے پس جب کہا جائے ازيد عندك ام عمرو تو اس کا جواب زید یا
عمرو سے دیا جائے گا یعنی کسی ایک کو متعین کیا جائے گا۔ لیکن جب اما یا او کے ساتھ سوال ہو تو جواب میں نعم
یا لا کہہ سکتے ہیں۔ سوال :- ام متصل کے جواب میں کبھی امرین کی نفی بھی کی جاتی ہے جیسے ازيد عندك لم
بکرو، کے جواب میں لا زید عندی ولا بکرو بولا جاتا ہے لہذا مصنف کا یہ قول صحیح نہیں ہے کہ یجب ان
تکون جواب ام بالتعین دون نعم و لا؟ جواب :- مصنف نے تعیین میں حصر نہیں کیا یعنی یہ نہیں کہا کہ یہ
صرف تعیین کا فائدہ دیتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ تعیین کا فائدہ دیتا ہے اور دونوں کی نفی بھی کرتا ہے۔ قولہ
و منقطعة :- اور ام منقطعة هل اور ہمزہ استفہام کے معنی میں ہوتا ہے یعنی اضراب عن الاول اور شک ثانی میں
مثلاً آپ نے دور سے ایک صورت کو دیکھ کر کہا انہا لابل بلاشبہ وہ اونٹ ہے پھر جب اس صورت کے قریب
ہوئے تو آپ کو شک ہوا کہ وہ اونٹ نہیں بلکہ بکری ہے تو آپ نے کہا ام ہی شاة کیا وہ بکری ہے؟ پس آپ نے
پہلی خبر (انہا لابل) سے اعراض کیا اور دوسرا سوال کیا کہ ام ہی شاة جس کے معنی ہیں بل امی شاة بلکہ کیا وہ
بکری ہے؟ - فائدہ :- ام منقطعة کے مذکورہ معنی یعنی اول سے اضراب اور دوسرے میں شک، اکثری ہیں اور کبھی
صرف اضراب کیلئے آتا ہے اور اس کے دو مقام ہیں۔ (۱) جب ام کا مابعد یقینی ہو جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ام انا
خیر من هذا الذی ہومہین اس لئے کہ یہاں استفہام کے معنی درست نہیں۔ (۲) ام کا مابعد حرف استفہام پر
مشتمل ہو جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ام هل تستوی الظلمات والنور۔

وَاعْلَمَ أَنَّ أُمَّ الْمُنْقَطَعَةِ لَا تُسْتَعْمَلُ إِلَّا فِي الْخَبَرِ كَمَا مَرَّ وَفِي الْإِسْتِفْهَامِ
 نَحْوُ اعْنُدَكَ زَيْدًا أُمَّ عُمْرٍ وَسَأَلْتِ أَوْلَاءَ عَنِ حُصُولِ زَيْدٍ ثُمَّ أَضْرَبْتِ
 عَنِ السُّوَالِ الْأَوَّلِ وَآخَذْتِ فِي السُّوَالِ عَنِ حُصُولِ عُمْرٍ وَوَلَا وَبَلْ
 وَلَكِنْ جَمِيعُهَا لِثُبُوتِ الْحُكْمِ لِأَحَدِ الْأَمْرَيْنِ مُعَيَّنًا أَمَّا لَا فَلِئَنِّي
 مَا وَجِبَ لِلْأَوَّلِ عَنِ الثَّانِي نَحْوُ جَاءَ نِي زَيْدًا لَأَعْمُرُو وَبَلْ لِلْأَضْرَابِ
 عَنِ الْأَوَّلِ وَالْإِثْبَاتِ لِلثَّانِي نَحْوُ جَاءَ نِي زَيْدًا بَلْ عُمْرٍ وَمَعْنَاهُ
 بَلْ جَاءَ نِي عُمْرٍ وَمَا جَاءَ بَكْرًا بَلْ خَالِدًا مَعْنَاهُ بَلْ مَا جَاءَ خَالِدًا

قولہ واعلم :- یعنی ام منقطعہ خبر میں استعمال کیا جاتا ہے جیسے آپ نے دور سے کسی شے کی صورت دیکھ کر کہا
 انہا لابل ام ہی شاة، یا استفہام میں جیسے اعندک زید ام عمرو، آپ نے پہلے زید کے بارے سوال کیا کہ وہ
 تمہارے پاس ہے؟ پھر پہلے سوال سے اعراض کرتے ہوئے عمرو کے بارے سوال کیا کہ وہ آپ کے پاس ہے؟ قولہ
 ولاوبل ولكن :- یعنی یہ تینوں حروف احد الامرین کیلئے حکم ثابت کرتے ہیں جو متکلم کے نزدیک معین ہوتا ہے اور ان میں
 ماہہ الامتیاز یہ ہے کہ کلمہ لا اس حکم کی معطوف سے نفی کرتا ہے جو معطوف علیہ کیلئے ثابت ہے مثلاً جاء زید لا عمرو میں
 کلمہ لانے زید کیلئے آنا ثابت کیا ہے اور عمرو سے آنے کی نفی کی ہے۔ فائدہ :- کلمہ لا کی خصوصیات - (۱) لا کے ساتھ
 عطف صرف کلام موجب میں کیا جاتا ہے لہذا ما جاء زید لا عمرو کہنا صحیح نہیں۔ (۲) کلمہ لا کے ساتھ عامل کا اظہار
 مستحسن نہیں لہذا جاء زید لا جاء عمرو کہنا درست نہیں۔ (۳) لا کے ذریعہ اسم پر عطف کیا جاتا ہے اور اس کے
 ساتھ فعل مضارع پر عطف نادر اور قلیل ہے۔ (۴) کلمہ لا جب لفظ غیر کے بعد واقع ہو تو عاطفہ نہیں ہوتا بلکہ غیر سے
 استفادہ نفی کی تاکید کرتا ہے جیسے ولا الضالین میں لانی کی تاکید کیلئے ہے۔ کلمہ بل، اضراب کیلئے ہے یعنی اول سے حکم کو
 پھیر کر ثانی کیلئے ثابت کرنے کیلئے جیسے جاء زید بل عمرو، جس کے معنی ہیں بل جاء عمرو اور جیسے ما جاء بکر
 بل خالد۔ اس کے معنی ہیں بل ما جاء خالد۔ فائدہ :- کلمہ بل جب نفی کے بعد آئے تو جمہور کے نزدیک یہ معطوف
 کیلئے اس حکم کو ثابت کرتا ہے جو معطوف علیہ سے منفی ہے لہذا ان کے نزدیک ما جاء بکر بل خالد کے معنی ہیں بل جاء
 خالد یعنی بکر نہیں آیا بلکہ خالد آیا ہے اور مبرد کے نزدیک اس کے معنی ہیں بل ما جاء خالد (بلکہ خالد نہیں آیا) یعنی کلمہ بل
 نے حکم منفی کو معطوف علیہ سے معطوف کی طرف پھیر دیا ہے۔

فصل حُرُوفِ الْإِيجَابِ سِتَّةٌ نَعَمْ وَبَلَىٰ وَ أَجَلٌ وَ جَيْرٌ وَ إِنْ وَ أَيْ، أَمَّا نَعَمْ
فَلِتَقْرِيرِ كَلَامٍ سَابِقٍ مُثَبَّتًا كَانَ أَوْ مَنْفِيًّا نَحْوَ أَجَاءَ زَيْدٌ قُلْتَ نَعَمْ وَ أَمَّا جَاءَ
زَيْدٌ قُلْتَ نَعَمْ وَ بَلَىٰ تَخْتَصُّ بِإِيجَابِ مَا نَفَى اسْتِفْهَامًا كَقَوْلِهِ تَعَالَى
السُّتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ أَوْ خَيْرًا كَمَا يُقَالُ لَمْ يَقُمْ زَيْدٌ قُلْتَ بَلَىٰ أَيْ قَدْ قَامَ
وَ أَيْ لِلْإِثْبَاتِ بَعْدَ الْاسْتِفْهَامِ وَ يَلْزِمُهَا الْقَسَمُ كَمَا إِذَا قِيلَ هَلْ كَانَ كَذَا
قُلْتَ إِي وَاللَّهِ وَ أَجَلٌ وَ جَيْرٌ وَ إِنْ لِتَصْدِيقِ الْخَبَرِ كَمَا إِذَا قِيلَ جَاءَ زَيْدٌ
قُلْتَ أَجَلٌ أَوْ جَيْرٌ أَوْ إِنْ أَيْ أَصْدَقَكَ فِي هَذَا الْخَبَرِ **فصل حُرُوفِ**
الزِّيَادَةِ سَبْعَةٌ إِنْ وَ أَنْ وَ مَا وَ لَا وَ مِنْ وَ الْبَاءُ وَ اللَّامُ فَإِنْ تَزَادَ مَعَ مَا النَّافِيَةِ
نَحْوَ مَا إِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ وَ مَعَ مَا الْمَصْدَرِيَّةِ نَحْوَ أَنْتَظِرُ مَا إِنْ يَجْلِسُ الْأَمِيرُ
وَ مَعَ لَمَّا نَحْوُ لَمَّا إِنْ جَلَسْتَ جَلَسْتُ وَ أَنْ تَزَادَ مَعَ لَمَّا كَقَوْلِهِ تَعَالَى فَلَمَّا إِنْ جَاءَ
الْبَشِيرُ وَ بَيْنَ لَوْ وَ الْقَسَمِ الْمُتَقَدِّمِ عَلَيْهَا نَحْوُ وَاللَّهِ إِنْ لَوْ قُمْتَ قُمْتَ

قولہ حُرُوفِ الْإِيجَابِ :- ایجاب کے معنی ہیں جواب دینا چونکہ یہ حروف کسی نہ کسی بات کا جواب دیتے ہیں اس لئے ان کو حروف ایجاب کہتے ہیں اور ان کو حروف تصدیق بھی کہتے ہیں اور یہ کل چھ حروف ہیں۔ (۱) نَعَمْ، یہ کلام سابق کے مضمون کو ثابت کرنے کیلئے آتا ہے خواہ کلام سابق مثبت ہو یا منفی۔ (۲) بَلَىٰ، یہ مختص ہے اس کام کے اثبات کیلئے جو پہلے منفی ہو خواہ وہ نفی استفہام ہو یعنی حرف استفہام سے متصل ہو جیسے السُّتُ بِرَبِّكُمْ میں، خواہ وہ نفی خبر ہو جیسے لَمْ يَقُمْ زَيْدٌ کے جواب میں بَلَىٰ۔ (۳) إِي، یہ استفہام کے بعد اثبات کیلئے آتا ہے اور اس کو قسم لازم ہے۔ (۴) أَجَلٌ، جَيْرٌ اور إِنْ، یہ تینوں خبر کی تصدیق کیلئے آتے ہیں۔ قولہ حُرُوفِ الزِّيَادَةِ :- ان حروف کو حروف زیادتہ بایں معنی کہتے ہیں کہ ان کو حذف کر دیا جائے تو کلام کا معنی مختل نہیں ہوتا۔ یہ سات حروف ہیں۔ اِنْ، یہ تین جگہ زائد ہوتا ہے۔ اول مسانافیہ کے ساتھ جیسے مَا إِنْ زَيْدٌ قَائِمٌ۔ دوم ما مصدریہ کیساتھ جیسے أَنْتَظِرُ مَا إِنْ يَجْلِسُ الْأَمِيرُ یعنی امیر کے بیٹھنے تک انتظار کر۔ سوم لَمَّا حینیہ کے ساتھ لیکن زیادہ مشہور یہ ہے کہ لَمَّا حیدیہ کے بعد اِنْ بفتح الہمزہ زائد ہوتا ہے۔ قولہ وَ أَنْ :- اور کلمہ اِنْ یہ دو جگہ زائد ہوتا ہے۔ اول لَمَّا حیدیہ کے بعد۔ دوم جب اس سے پہلے قسم ہو اور بعد میں کلمہ لَوْ ہو۔

وَمَا تَزَادُ مَعِ إِذَا وَمَتَىٰ وَأَيُّ وَأَيْنُ وَإِنْ شَرْطِيَّاتٍ كَمَا تَقُولُ إِذَا مَا صُمِّتَ
صُمِّتَ وَكَذَا الْبَوَاقِي وَبَعْدَ حُرُوفِ الْجَرِّ نَحْوُ قَوْلِهِ تَعَالَىٰ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ
وَعَمَّا قَلِيلٍ لِّيُصْبِحُنَّ نَادِمِينَ وَمِمَّا خَطِيئَتُهُمْ أُغْرِقُوا فَأَذَلُّوا نَارًا وَزَيْدٌ
صِدِّيقِي كَمَا أَنَّ عَمْرًا أَخِي وَلَا تَزَادُ مَعَ الْوَاوِ بَعْدَ النَّفْيِ نَحْوُ مَا جَاءَ نِي زَيْدٌ
وَلَا عَمْرُو. وَبَعْدَ أَنْ الْمَصْدَرِيَّةِ نَحْوُ قَوْلِهِ تَعَالَىٰ مَا مَنَعَكَ أَنْ لَا تُسْجُدَ وَقَبْلَ
الْقَسَمِ كَقَوْلِهِ تَعَالَىٰ لَا أَقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ بِمَعْنَىٰ أَقْسِمُ وَأَمَّا مِنْ وَالْبَاءُ وَاللَّامُ
فَقَدْ مَرَّ ذِكْرُهَا فِي حُرُوفِ الْجَرِّ فَلَا نَعِيدُهَا فَفَصْلٌ حَرْفَا التَّفْسِيرِ أَيُّ وَإِنْ فَأَيُّ
كَقَوْلِهِ تَعَالَىٰ وَاسْئَلِ الْقَرْيَةَ أَيُّ أَهْلِ الْقَرْيَةِ كَأَنَّكَ تُفَسِّرُهُ أَهْلَ الْقَرْيَةِ وَإِنْ إِنَّمَا
يُفَسِّرُ بِهَا فِعْلٌ بِمَعْنَى الْقَوْلِ كَقَوْلِهِ تَعَالَىٰ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيمُ فَلَا يَقَالُ قُلْتُ
لَهُ أَنْ أَكْتُبَ إِذْ هُوَ لَفْظُ الْقَوْلِ لَا مَعْنَاهُ فَفَصْلٌ حُرُوفُ الْمَصْدَرِ ثَلَاثَةٌ مَا وَانْ وَأَنَّ

قولہ ما تَزَادُ: اور ما یہ ان لفظوں کے ساتھ زائد ہوتا ہے اِذَا، مَتَى، أَيُّ، اَيْنُ، جبکہ یہ کلمات برائے

شرط ہوں اور پچھ حروف جر کے بعد بھی سماغا زائد ہوتا ہے جیسے عَمَّا قَلِيلًا مِمَّا خَطِيئَتُهُمْ اور مضاف کے ساتھ جیسے

مِثْلَ مَا أَنْتُمْ تَنْطِقُونَ۔ قولہ وَلَا: اور کلمہ لَا درج ذیل مواضع میں زائد ہوتا ہے۔ (۱) اُس واوِ عاطفہ کے بعد

جوئی کے بعد واقع ہو خواہ نفی لفظاً ہو جیسے مَا جَاءَ نِي زَيْدٌ وَلَا عَمْرُو یا معنی جیسے وَلَا الضَّالِّينَ کیونکہ اس جگہ غَيْرَ

بمعنی لانا ہے۔ (۲) اِن مصدریہ کے بعد جیسے مَا مَنَعَكَ أَنْ لَا تُسْجُدَ۔ (۳) فعلِ قسم سے پہلے جیسے

لَا أَقْسِمُ بِمَعْنَى أَقْسِمُ۔ اور بقیہ حروف زائدہ کا بیان حروف جارہ میں گذر چکا ہے۔ قولہ حَرْفَا التَّفْسِيرِ: تفسیر

کے دو حرف ای اور ان، کلمہ اِن کے ساتھ اُس فعل کے مفعول کی تفسیر کی جاتی ہے جو بمعنی قول ہو، نہ کہ قولِ صریح کے

مفعول کی جیسے نَادَيْنَاهُ اِنْ يَا اِبْرَاهِيمَ میں اِن نے نَادَيْنَاهُ کے مفعول بلفظِ مقدر کی تفسیر کی ہے۔ سوال:۔ ارشاد

باری تعالیٰ مَا قُلْتُ لَهُمْ۔ الخ میں کلمہ اِن برائے تفسیر ہے جبکہ مصنف فرماتے ہیں کہ یہ صریح قول کی تفسیر نہیں

کرتا۔ جواب:۔ ارشاد مذکور میں اِن قول کی تفسیر نہیں بلکہ لفظِ امر کی تفسیر ہے۔ قولہ حُرُوفُ الْمَصْدَرِ:۔ حروف

مصدر یعنی جو اپنے ما بعد کے ساتھ مل کر بمعنی مصدر ہو جاتے ہیں وہ تین ہیں مَا، اِنْ اور اَنَّ۔

فَالْأُولِيَانِ لِلْجُمْلَةِ الْفِعْلِيَّةِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى وَضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ
بِمَا رَزَقْنَاهُنَّ أَيُّ بِرُحْبَةٍ أَوْ قَوْلُ الشُّعْرَاءِ

يَسُرُّ الْمَرْءَ مَا ذَهَبَ اللَّيَالِيُ شِعْرٌ وَكَانَ ذَهَابُهُنَّ لَهُ ذَهَابًا

وَأَنْ نَحْوُ قَوْلِهِ تَعَالَى فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَيُّ قَوْلِهِمْ
وَأَنَّ لِلْجُمْلَةِ الْأَسْمِيَّةِ نَحْوُ عَلِمْتَ أَنْكَ قَائِمٌ أَيُّ قِيَامِكَ فَضَلَّ حُرُوفُ
التَّخْصِيصِ أَرْبَعَةٌ هَلَا وَالْأَوْلَى وَلَوْلَا وَلَوْ مَا لَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ وَمَعْنَاهَا حَضُّ عَلَى
الْفِعْلِ إِنْ دَخَلَتْ عَلَى الْمُضَارِعِ نَحْوُ هَلَا تَأْكُلُ وَلَوْمْ إِنْ دَخَلَتْ عَلَى
الْمَاضِي نَحْوُ هَلَا ضَرَبْتَ زَيْدًا وَجِيئًا لَا تَكُونُ تَخْصِيصًا إِلَّا بِاعْتِبَارِ
مَافَاتٍ وَلَا تَدْخُلُ إِلَّا عَلَى الْفِعْلِ كَمَا مَرَّ وَإِنْ وَقَعَ بَعْدَهَا اسْمٌ فَبِاضْمَارِ فِعْلِ كَمَا
تَقُولُ لِمَنْ ضَرَبَ قَوْمًا هَلَا زَيْدًا أَيُّ هَلَا ضَرَبْتَ زَيْدًا وَجَمِيعُهُمْ رَكْبَةٌ جُرُوهَا
الثَّانِي حَرْفُ النَّفْيِ وَالْأَوَّلُ حَرْفُ الشَّرْطِ أَوِ الْأَسْتِفْهَامِ أَوْ حَرْفُ الْمَصْدَرِ

ما اور ان یہ دونوں جملہ فعلیہ پر داخل ہو کر معنی مصدر ہو جاتے ہیں اور ان جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر اس کو حکم
مصدر میں کر دیتا ہے جو کہ مضمون جملہ ہوتا ہے۔ قولہ حُرُوفُ التَّخْصِيصِ :- تخصیص باب تفعیل کا مصدر ہے بمعنی
ابھارنا یعنی وہ حروف جو فعل کی تحریض و ترغیب پر دلالت کرتے ہیں چار ہیں اور یہ کلام کے شروع میں آتے ہیں۔ قولہ
مَعْنَاهَا :- یہ حروف فعل مضارع پر داخل ہوں تو معنی تخصیص اور ترغیب علی الفعل ہوتا ہے جیسے هَلَا تَأْكُلُ تو کیوں نہیں
کھاتا؟ اَرْمَاضِي پر داخل ہوں تو تخصیص کے ملاوہ ترک فعل پر ملامت کیلئے بھی ہوتے ہیں جیسے هَلَا ضَرَبْتَ زَيْدًا
تو نے زید کو کیوں نہیں مارا؟ اور اس وقت تخصیص باعتبار مافات کے ہوگی یعنی تجھے مارنا تھا۔ قولہ وَلَا تَدْخُلُ :- اور یہ
حروف صرف فعل پر داخل ہوتے ہیں اس لئے کہ تخصیص کا تعلق فعل کے ساتھ ہوتا ہے یعنی فعل پر ابھارا جاتا ہے اور اگر
کہیں حرف تخصیص اسم پر آجائے تو وہاں فعل مقدر ہوگا جیسے هَلَا زَيْدًا أَيُّ هَلَا ضَرَبْتَ زَيْدًا۔ قولہ وَجَمِيعُهُمْ :-
اور حروف تخصیص تمام کے تمام مرکب ہوتے ہیں جن کا جزو ثانی حرف نفی ہوتا ہے اور پہلا جز بعض میں حرف شرط ہوتا
ہے جیسے لَوْلَا وَلَوْ مَا۔ اور بعض میں حرف استفہام جیسے هَلَا اور بعض میں حرف مصدر جیسے اَلَا۔

وَلِلْوَلَا مَعْنَى آخِرُ هُوَ امْتِنَاعُ الْجُمْلَةِ الثَّانِيَةِ لَوْجُودِ الْجُمْلَةِ الْأُولَى نَحْوُ لَوْلَا
عَلَى لَهْلَكَ عُمُرٌ وَحِينَئِذٍ تَحْتَاجُ إِلَى جُمْلَتَيْنِ أُولَهُمَا اسْمِيَّةٌ أَبَدًا فَضَلَّ
حَرْفُ التَّوَقُّعِ قَدْ وَهِيَ فِي الْمَاضِي لِتَقْرِيْبِ الْمَاضِي إِلَى الْحَالِ نَحْوُ
قَدْ رَكِبَ الْأَمِيرُ أَي قُبَيْلَ هَذَا وَلَا جَلَّ ذَلِكَ سُمِّيَتْ حَرْفُ التَّقْرِيْبِ أَيْضًا
وَلِهَذَا تَلَزَمَ الْمَاضِي لِيُصْلَحَ أَنْ يَقَعَ حَالًا وَقَدْ تَجِبُ لِلتَّأَكِيدِ إِذَا كَانَ جَوَابًا
لِمَنْ يُسْأَلُ هَلْ قَامَ زَيْدٌ تَقُولُ قَدْ قَامَ زَيْدٌ وَفِي الْمُضَارِعِ لِلتَّقْلِيلِ نَحْوُ إِنَّ
الْكَذُوبَ قَدْ يَصْدُقُ وَإِنَّ الْجَوَادَ قَدْ يَبْغُلُ وَقَدْ تَجِبُ لِلتَّحْقِيقِ كَقَوْلِهِ
تَعَالَى قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعْوِقِينَ وَيَجُوزُ الْفَصْلُ بَيْنَهَا وَبَيْنَ الْفِعْلِ بِالْقَسَمِ
نَحْوُ قَدْ وَاللَّهِ أَحْسَنْتَ وَقَدْ يُحذفُ الْفِعْلُ بَعْدَ قَدْ عِنْدَ الْقَرِيْنَةِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ

أَفِدَ التَّرْحُلُ غَيْرَ أَنْ رَكَا بَنَا شَعْر لَمَّا تَزَلُ بِرَحْلِنَا وَكَانَ قَدِنُ

أَي وَكَانَ قَدْ زَالَتْ

قوله وَلِلْوَلَا :- اور کلمہ لَوْلَا کے کھمبھض کے علاوہ دوسرے معنی بھی ہیں اور وہ معنی جملہ اولی کے پائے جانے کی

صورت میں جملہ ثانیہ کا منتہی ہونا ہے اور اُس وقت کلمہ لَوْلَا دو جملوں کا محتاج ہوتا ہے جن میں پہلا جملہ ہمیشہ اسمیہ ہوتا ہے جیسے

لَوْلَا عَلَى لَهْلَكَ عُمُرٌ - قولہ حَرْفُ التَّوَقُّعِ :- تَوَقُّعُ کے معنی ہیں کسی چیز کے حصول کا انتظار، حرف تَوَقُّعِ قَدْ ہے جو ماضی

پر داخل ہو کر اُس کو حال کے قریب کر دیتا ہے اسی لئے اُس کو حرف تقریب بھی کہتے ہیں جیسے قَدْ رَكِبَ الْأَمِيرُ بِشَكِّ امِيرِ ابھی

سوار ہو گیا۔ یہ اُس شخص سے کہا جائے گا جس کو اس خبر سے پہلے امیر کے سوار ہونے کا انتظار ہو یعنی جس چیز کا تمہیں انتظار تھا وہ

ابھی واقع ہو گئی ہے۔ اس مثال میں کلمہ قَدْ، تَوَقُّعِ کے ساتھ ساتھ تقریب اور تحقیق کا بھی افادہ کر رہا ہے۔ قولہ وَلِهَذَا

تَلَزَمَ :- اور اسی وجہ سے کہ قَدْ ماضی کو قریب بحال کرتا ہے یہ ماضی کو لازم ہے تاکہ ماضی میں حال واقع ہونے کی صلاحیت ہو

جائے اور کبھی یہ کلمہ تقریب کے معنی سے خالی ہو کر محض تاکید کیلئے آتا ہے اور کبھی تحقیق کیلئے۔ خلاصہ یہ کہ قَدْ ماضی میں تقریب

کا فائدہ دیتا ہے اور مضارع میں تقلیل و تکثیر کا اور معنی تحقیق کا فائدہ دونوں میں دیتا ہے۔ قولہ وَيَجُوزُ :- یعنی قَدْ اور فعل کے

درمیان قسم کے ساتھ فصل جائز ہے اور کبھی قیام قرینہ کے وقت قَدْ کے بعد فعل کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے شعر میں ہے وَكَانَ

قَدِنُ، باتوں میں ترنم جو اصل میں وَكَانَ قَدْ زَالَتْ تھا۔ ترجمہ :- کوچ کا وقت قریب آ گیا مگر ہمارے اونٹ جن پر ہم نے سفر

کرنا ہے روانہ نہیں ہوئے ہمارے کجاووں کے ساتھ گویا شان یہ ہے کہ وہ سواریاں عنقریب زائل ہو جائیں گی۔

فصل حَرْفِ الْأَسْتِفْهَامِ الْهَمْزَةُ وَهَلْ لَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ وَتَدْخُلَانِ عَلَى الْجُمْلَةِ
 اِسْمِيَّةٌ كَانَتْ نَحْوُ أَزِيدٌ قَائِمٌ أَوْ فِعْلِيَّةٌ نَحْوُ هَلْ قَامَ زَيْدٌ وَدُخُولُهُمَا عَلَى الْفِعْلِيَّةِ
 أَكْثَرُ إِذَا الْأَسْتِفْهَامُ بِالْفِعْلِ أَوْلَى وَقَدْ تَدْخُلُ الْهَمْزَةُ فِي مَوَاضِعَ لَا يَجُوزُ دُخُولُ
 هَلْ فِيهَا نَحْوُ أَزِيدًا ضَرَبْتُ وَاتَّضَرَبْتُ زَيْدًا وَهُوَ أَخُوكَ وَزَيْدٌ عِنْدَكَ أَمْ
 عَمْرُوٌّ وَأَمَنْ كَانَ وَأَقَمَنْ كَانَ وَأَثُمَّ إِذَا مَا وَقَعَ وَلَا تُسْتَعْمَلُ هَلْ فِي هَذِهِ
 الْمَوَاضِعِ وَهَهُنَا بَحْثٌ **فصل** حُرُوفِ الشَّرْطِ اِنْ لَوْ وَأَمَّا لَهَا صَدْرُ الْكَلَامِ
 وَيَدْخُلُ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهَا عَلَى الْجُمْلَتَيْنِ اِسْمِيَّتَيْنِ كَانَتَا أَوْ فِعْلِيَّتَيْنِ أَوْ مُخْتَلِفَتَيْنِ

قوله حَرْفِ الْأَسْتِفْهَامِ: - استفہام کے دو حرف ہیں ہمزہ اور ہل، جن کے احکام یہ ہیں۔ (۱) ان دونوں کو
 صدارت کلام لازم ہے تاکہ اول امر سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ کلام نوع استفہام ہے۔ (۲) یہ جملہ پر داخل ہوتے ہیں خواہ
 وہ جملہ فعلیہ ہو یا جملہ اسمیہ مگر جملہ فعلیہ پر ان کا داخل ہونا کثیر ہے اس لئے کہ اسم کی نسبت فعل سے استفہام اولیٰ ہے۔ جملہ
 اسمیہ جیسے أَزِيدٌ قَائِمٌ اور فعلیہ جیسے هَلْ قَامَ زَيْدٌ۔ (۳) ہمزہ کبھی ایسے مواضع میں بھی آتا ہے جہاں ہل نہیں آسکتا ہے اور
 وہ چار مواضع ہیں۔ اول، فعل کے ہوتے ہوئے ہمزہ اسم پر داخل ہو جاتا ہے جیسے أَزِيدًا ضَرَبْتُ، لیکن ہل داخل نہیں ہوتا
 لہذا هَلْ زَيْدًا ضَرَبْتُ نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ لفظ هَلْ اصل میں بمعنی قَدْ ہے اور فعل کے ساتھ مختص ہے لہذا جب فعل موجود
 ہوگا تو هَلْ فعل کی طرف رغبت کرے گا اور اسی کے ساتھ متصل ہوگا۔ دوم، استفہام انکاری میں ہمزہ کا استعمال جائز ہے کہ
 اَسْ کی وضع استفہام انکاری کیلئے ہے اور هَلْ کا استعمال جائز نہیں کیونکہ اَسْ کی وضع استفہام انکاری کیلئے نہیں ہے۔ سوم،
 ہمزہ ام متصلہ کے ساتھ آتا ہے جیسے أَزِيدٌ عِنْدَكَ أَمْ عَمْرُوٌّ اور هَلْ نہیں آتا۔ چہارم، ہمزہ حروفِ عاطفہ پر داخل ہوتا ہے
 جیسے أَوْ مَنْ كَانَ مَيْتًا لیکن هَلْ داخل نہیں ہوتا۔ قولہ حُرُوفِ الشَّرْطِ: - حروفِ شرط تین ہیں اِنْ، لَوْ، اَمَّا یہ ہمیشہ صدر
 کلام میں آتے ہیں اور دو جملوں پر داخل ہوتے ہیں خواہ دونوں اسمیہ ہوں یا فعلیہ یا ان میں سے ایک جملہ اسمیہ ہو اور دوسرا
 فعلیہ، پہلے جملہ کو شرط کہتے ہیں اور دوسرے کو جزا۔ سوال: - تمہیں مذکور سے ثابت ہوتا ہے کہ حرفِ اِنْ اور لَوْ جملہ اسمیہ پر داخل
 ہوتے ہیں جو مصنف کے اپنے قول وَيَلْزَمُهُمَا الْفِعْلُ کے منافی ہے لہذا مصنف کے کلام میں تعارض ہے؟ **جواب:** - کبھی
 بظاہر حروفِ شرط اسم پر داخل ہوتے ہیں جیسے وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ میں اِنْ بظاہر اسم پر داخل ہے اگرچہ یہاں فعل
 محذوف ہے تو اس ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے تعمیم کردی ورنہ کلمہ اِنْ اور لَوْ کو حسب تصریح مصنف فعل کو لازم ہے۔

فَإِنْ لِلِاسْتِقْبَالِ وَإِنْ دَخَلْتُ عَلَى الْمَاضِي نَحْوَانِ زُرْتَنِي أَكْرَمْتُكَ
وَلَوْ لِلْمَاضِي وَإِنْ دَخَلْتُ عَلَى الْمُضَارِعِ نَحْوَلَوْ تَزُورُنِي أَكْرَمْتُكَ
وَيَلْزِمُهُمَا الْفِعْلُ لَفْظًا كَمَا مَرَّ أَوْ تَقْدِيرًا نَحْوَانِ أَنْتَ زَائِرِي فَأَنَا
أَكْرَمُكَ وَأَعْلَمُ أَنَّ إِنْ لَا تُسْتَعْمَلُ إِلَّا فِي الْأُمُورِ الْمَشْكُوكَةِ فَلَا يُقَالُ
إِتْيَاكَ إِنْ طَلَعَتِ الشَّمْسُ بَلْ يُقَالُ إِتْيَاكَ إِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ

قولہ فان :- یعنی کلمہ ان استقبال کیلئے ہے خواہ اسکا مدخول فعل ماضی ہو۔ اور کلمہ لو، ماضی کیلئے ہے اگرچہ مضارع پر داخل ہو اور ان دونوں کو فعل لازم ہے یعنی ہمیشہ فعل پر داخل ہوتے ہیں خواہ وہ فعل لفظاً ہو یا تقدیراً۔ قولہ واعلم :- یعنی ان شرطیہ ہمیشہ امور مشکوکہ کیلئے آتا ہے لہذا ایتیک ان طلعت الشمس (میں تیرے پاس آؤں گا اگر سورج طلوع ہوگا) کہنا درست نہیں کیونکہ سورج کا طلوع ہونا امر مشکوک نہیں بلکہ امر یقینی ہے چنانچہ اسوقت ایتیک اذا طلعت الشمس (میں تیرے پاس آؤں گا جب سورج طلوع ہوگا) کہا جائے گا۔ لطیفہ :- ان شرطیہ شک کیلئے ہے اور اپنے مدخول (فعل) کو جزم کرتا ہے اور کلمہ اذا جزم و یقین کیلئے ہے لیکن اپنے مدخول (فعل) کو جزم نہیں کرتا۔ علامہ زنجیری نے کہا۔

عِنْدِي سَوْأَلٌ مِّنْ يَّحِلُّهُ يُعْظَمُ	سَلَّمَ عَلَيَّ شَيْخُ النَّحْوَةِ وَقَالَ لَهُ
میرا ایک سوال ہے جو حل کرے گا تعظیم کیا جائے گا	نحو یوں کے شیخ کو سلام کے بعد کہو کہ
وَإِذَا جَزَمْتُ فَإِنِّي لَمْ أَجْزِمُ	أَنَا إِنْ شَكَّكَتُ وَجَدْتُ مَوْنِي جَازِمًا
اور جب میں جزم کروں تو میں نے جزم نہیں دیا؟	وہ یہ ہے کہ اگر میں شک کروں کہ تم مجھے جازم پاتے ہو

جواب

جَزَمْتُ وَمَعْنَاهَا التَّرَدُّدُ فَأَعْلَمُ	قَالَ فِي الْجَوَابِ بَانَ إِنْ فِي شَرْطِهَا
حالانکہ وہ شک اور تردد کیلئے آتا ہے	اسے جواب دو کہ ان شرطیہ جزم دیتا ہے
وَلَكِنْ لَفْظُهَا لَمْ يَجْزِمُ	وَإِذَا الْجَزْمُ الْحُكْمُ إِنْ شَرْطِيَّةٌ
لیکن اسکا لفظ جزم نہیں دیتا	اذا شرطیہ جزم اور یقین کا افادہ کرتا ہے

وَلَوْ تَدُلُّ عَلَى نَفْيِ الْجُمْلَةِ الثَّانِيَةِ بِسَبَبِ نَفْيِ الْجُمْلَةِ الْأُولَى كَقَوْلِهِ تَعَالَى
 لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا وَإِذَا وَقَعَ الْقَسَمُ فِي أَوَّلِ الْكَلَامِ وَتَقَدَّمَ عَلَى
 الشَّرْطِ يَجِبُ أَنْ يَكُونَ الْفِعْلُ الَّذِي تَدْخُلُ عَلَيْهِ حَرْفُ الشَّرْطِ مَاضِيًا لَفِظًا
 نَحْوُ وَاللَّهِ إِنْ أَتَيْتَنِي لَا كَرَمْتُكَ أَوْ مَعْنَى نَحْوُ وَاللَّهِ إِنْ لَمْ تَأْتِنِي لَا هَجَرْتُكَ
 وَحِينَئِذٍ تَكُونُ الْجُمْلَةُ الثَّانِيَةُ فِي اللَّفْظِ جَوَابًا لِلْقَسَمِ لِأَجْزَاءِ لِلشَّرْطِ
 فَلِذَلِكَ وَجِبَ فِيهَا مَا وَجِبَ فِي جَوَابِ الْقَسَمِ مِنَ اللَّامِ وَنَحْوِهَا كَمَا رَأَيْتَ
 فِي الْمِثَالَيْنِ أَمَّا أَنْ وَقَعَ الْقَسَمُ فِي وَسْطِ الْكَلَامِ جَازَانُ يُعْتَبَرُ الْقَسَمُ
 بِأَنْ يَكُونَ الْجَوَابُ لَهُ نَحْوًا إِنْ أَتَيْتَنِي وَاللَّهِ لَا تَيْنُكَ وَجَازَانُ يُلْفَى نَحْوًا إِنْ
 تَأْتِنِي وَاللَّهِ أَتَيْتَكَ وَأَمَّا التَّفْصِيلُ مَا ذَكَرْنا مُجْمَلًا نَحْوُ النَّاسِ سَعِيدٌ وَشَقِيٌّ
 أَمَّا الَّذِينَ سَعِدُوا وَفِي الْجَنَّةِ وَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا وَفِي النَّارِ

قوله ولو تدلُّ :- اور کلمہ لو اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ جملہ ثانیہ منتهی ہے بسبب منتهی ہونے جملہ اولی کے جسے
 لو کان فیہما الی اخرہ۔ قولہ واذنا۔ یعنی جب قسم ابتداء کلام میں شرط سے پہلے واقع ہو تو فعل شرط کو ماضی لانا
 واجب ہے خواہ وہ لفظ ماضی ہو جیسے واللہ ان اتیتنی اکرمتک، اللہ کی قسم اگر تو میرے پاس آئے گا تو میں تیری عزت
 کروں گا۔ یا معنی ماضی ہو جیسے واللہ ان لم تاتیني لا هجرتک، اللہ کی قسم اگر تو میرے پاس نہیں آئے گا تو میں تجھے بے
 ہودہ باتیں کہوں گا۔ اور اس وقت جملہ ثانیہ باعتبار لفظ کے صرف جواب قسم ہوگا، شرط کی جزا نہیں ہوگا اور جملہ ثانیہ میں اس
 چیز کا لانا واجب ہوگا جس کا جواب قسم میں لانا واجب ہوتا ہے مثلاً لام وغیرہ۔ فائدہ:- مذکورہ صورت میں جملہ ثانیہ صرف
 جواب قسم ہوگا اس لئے کہ اگر باعتبار لفظ کے جزا ہو تو مجزوم ہوگا اور جواب قسم ہو تو غیر مجزوم اور یہ اجتماع متناقضین ہے، البتہ
 معنی کے اعتبار سے وہ جملہ جزا بھی ہوگا اور جواب بھی۔ قال ابن مالک۔

واحد لدی اجتماع شرط وقسم جواب ما اخرت فهو ملتزم

قولہ واما ان وقع :- یعنی اگر قسم وسط کلام میں واقع ہو تو جائز ہے کہ قسم کا اعتبار کیا جائے یاں طور کہ جواب،
 جواب قسم ہو جیسے ان اتیتنی واللہ لا تینک اور یہ بھی جائز ہے کہ قسم کو لغو قرار دیکر جواب کو جزا قرار دیں اور اس پر جزا
 کے احکام جاری کریں جیسے ان اتیتنی واللہ اتک۔ قولہ واما :- یعنی کلمہ اما اس چیز کی تفصیل کیلئے ہے جس کو سابق
 میں جملاً بیان کیا گیا ہے۔ جیسے الناس سعید و شقی، یہ کلام باعتبار حکم کے مجمل ہے پس فاما الذين سعدوا الخ
 سے اس کی توضیح و تفصیل کر دی گئی ہے کہ سعید کا حکم دخول جنت ہے اور شقی کا دخول نار ہے۔

وَيَجِبُ فِي جَوَابِهَا الْفَاءُ وَأَنْ يَكُونَ الْأَوَّلُ سَبَبًا لِلثَّانِي وَأَنْ يُحذفَ فِعْلُهُمَا مَعَ أَنَّ الشَّرْطَ لَا بُدَّ لَهُ مِنْ فِعْلٍ وَذَلِكَ لِئَكُونَ تَنْبِيْهَا عَلَى أَنَّ الْمَقْصُودَ بِهَا حُكْمَ الْإِسْمِ الْوَاقِعِ بَعْدَ هَانِخِرًا مَا زَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ تَقْدِيرُهُ مَهْمَا يَكُنْ مِنْ شَيْءٍ فَرَزِيدٌ مُنْطَلِقٌ فَحُذِفَ الْفِعْلُ وَالْجَارُ وَالْمَجْرُورُ وَأَقِيمَ أَمَا مَقَامَ مَهْمَا حَتَّى بَقِيَ أَمَا فَرَزِيدٌ مُنْطَلِقٌ وَلَمَّا لَمْ يُنَاسِبْ دُخُولُ حَرْفِ الشَّرْطِ عَلَى فَاءِ الْجَزَاءِ تَقَلُّوا الْفَاءَ إِلَى الْجُزْءِ الثَّانِي وَوَضَعُوا الْجُزْءَ الْأَوَّلَ بَيْنَ أَمَا وَالْفَاءِ عِوَضًا عَنِ الْفِعْلِ الْمَحذُوفِ

فائدہ:- کلمہ اَمَا چند چیزوں کو الگ الگ بیان کرنے کیلئے بھی آتا ہے۔ جیسے فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا..... الخ، اس ارشاد میں مجمل کی تفصیل نہیں بلکہ مومن و کافر میں سے ہر ایک کے حال کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا گیا ہے۔ اور کلمہ اَمَا استیناف کیلئے بھی آتا ہے یعنی نئے کلام کے ابتدائی حصہ میں آتا ہے جیسے وہ اَمَا جو کتابوں اور خطبوں کے اوّل میں ذکر کیا جاتا ہے۔ قولہ وَيَجِبُ :- یعنی کلمہ اَمَا کے جواب میں فاء کا آنا اور اوّل یعنی مدخول اَمَا کا ثانی یعنی مدخول فاء کیلئے سبب ہونا واجب ہے تاکہ یہ دونوں چیزیں اَمَا کے حرف شرط ہونے پر دلالت کریں اور اَمَا کے مدخول فعل کا حذف بھی واجب ہے باوجودیکہ شرط کیلئے فعل جس پر وہ داخل ہو ضروری ہے اور یہ حذف اس لئے ضروری ہے تاکہ فعل کے حذف سے مخاطب کو اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ اَمَا سے جو تفصیل ہوئی ہے اُس سے مقصود وہ اسم ہے جو اَمَا کے بعد واقع ہے یعنی اسم کی تفصیل بتانا مقصود ہے نہ کہ فعل کی جیسے اَمَا زَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ۔ قولہ تَقْدِيرُهُ الْخ:- یعنی اَمَا زَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ کی تقدیر ہے مَهْمَا يَكُنْ مِنْ شَيْءٍ فَرَزِيدٌ مُنْطَلِقٌ، فعل شرط اور جار مجرور یعنی يَكُنْ مِنْ شَيْءٍ کو حذف کر کے لفظ اَمَا کو مَهْمَا کے قائم مقام کر دیا گیا تو اَمَا فَرَزِيدٌ مُنْطَلِقٌ ہو گیا۔ چونکہ حرف شرط کا فاء جزائیہ پر داخل ہونا مناسب نہ تھا لہذا نحوات نے فاء کو جزء ثانی کی طرف منتقل کر دیا اور جزء اوّل کو اَمَا اور فاء کے درمیان فعل محذوف کے عوض رکھ دیا تاکہ حرف شرط اور فاء کے درمیان اتصال نہ ہو پس اَمَا زَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ ہوا۔ سوال:- کلمہ اَمَا اور فاء کے درمیان کس کس چیز سے فاصلہ کیا جاتا ہے؟ جواب:- کلمہ اَمَا اور فاء کے درمیان چند چیزوں سے فصل کیا جاتا ہے۔ (۱) مبتدأ کے ساتھ جیسے اَمَا زَيْدٌ فَمُنْطَلِقٌ۔ (۲) خبر کے ساتھ جیسے اَمَا فِي الدَّارِ فَرَزِيدٌ۔ (۳) جملہ شرطیہ کے ساتھ جیسے فَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَرُوْحٌ وَرِيْحَانٌ۔ (۴) اُس اسم کے ساتھ جو جواب شرط کی وجہ سے منصوب ہے جیسے فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ۔ (۵) ظرف کے ساتھ جیسے اَمَا بَعْدَ فَهَذَا مُخْتَصِرٌ۔ (۶) جار مجرور کے ساتھ جیسے وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۔ فائدہ:- کلمہ اَمَا چار امور کا افادہ کرتا ہے۔ (۱) شرط کا، اسی وجہ سے اُس کے بعد فاء لازم ہے۔ (۲) تاکید کا جیسے کہ اِنْ مَفِيْدٌ تَاكِيْدٌ ہے۔ (۳) یہ فصل خطاب ہے، ابن اثیر نے کہا کہ علماء بیان اَمَا بَعْدَ کے فصل خطاب ہونے پر متفق ہیں، یعنی متکلم حمد و ثناء اور اپنے مقصود کے درمیان اَمَا بَعْدَ سے فصل کرتا ہے۔ (۴) تفصیل مجمل کے لئے غالباً۔

ثُمَّ ذَلِكَ الْجُزْءُ الْأَوَّلُ إِنْ كَانَ صَالِحًا لِلْإِبْتِدَاءِ فَهُوَ مُبْتَدَأٌ كَمَا مَرَّ وَإِلَّا فَعَامِلُهُ
مَا يَكُونُ بَعْدَ الْفَاءِ كَمَا يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَزَيْدٌ مُنْطَلِقٌ فَمُنْطَلِقٌ عَامِلٌ فِي يَوْمِ
الْجُمُعَةِ عَلَى الظَّرْفِيَّةِ فَصَلِّ حَرْفَ الرَّدْعِ كَلًّا وَضَعْتَ لِزَجْرِ الْمُتَكَلِّمِ
وَرَدْعِهِ عَمَّا يَتَكَلَّمُ بِهِ كَقَوْلِهِ تَعَالَى وَأَمَّا إِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهُ فَيَقُولُ
رَبِّي أَهَانِي كَلًّا أَيْ لَا يَتَكَلَّمُ بِهَذَا فَإِنَّهُ لَيْسَ كَذَلِكَ هَذَا بَعْدَ الْخَبَرِ وَقَدْ تَجِبِي
بَعْدَ الْأَمْرِ أَيْضًا كَمَا إِذَا قِيلَ لَكَ إِضْرِبْ زَيْدًا فَقُلْتَ كَلًّا أَيْ لَا أَفْعَلُ هَذَا قَطُّ
وَقَدْ تَجِبِي بِمَعْنَى حَقًّا كَقَوْلِهِ تَعَالَى كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ وَحِينَئِذٍ تَكُونُ أَسْمَا
يُبْنَى لِكُونِهِ مُشَابِهًا لِكَلًّا حَرْفًا وَقِيلَ تَكُونُ حَرْفًا أَيْضًا بِمَعْنَى إِنْ
لِتَحْقِيقِ الْجُمْلَةِ نَحْوُ كَلَّا إِنْ الْإِنْسَانَ لِيَطْغَرَ بِمَعْنَى إِنْ

قوله ثم ذلك الجزء الأول: - پھر وہ جز جو امّا کے بعد واقع ہوا اگر مبتداء ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے تو وہ مبتداء ہوگا اور ما بعد اسکی خبر ہوگی جیسے امّا فزید منطلق میں زید مبتداء ہے، اور اگر وہ جزء مبتداء ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس لئے کہ ظرف ہے تو جزء اول میں عامل فاء کا ما بعد ہوگا جیسے امّا یوم الجمعة فزید منطلق، اس میں یوم الجمعة، منطلق کا معمول ہے اور بنا بر ظرفیت منصوب ہے۔ قوله حرف الردع کلا: - ردع کے معنی ہیں جھڑکنا اور روکنا، حرف ردع کلا ہے یعنی وہ حرف جو متکلم کو کلام کرنے سے روکنے کیلئے وضع کیا گیا ہے وہ کلا ہے۔ جمہور کے نزدیک یہ حرف بسیط ہے لیکن ابن یعیش کے نزدیک یہ کاف تشبیہ اور لاء نافیہ سے مرکب ہے۔ قوله وهذا: - یعنی کلا کا زجر متکلم کیلئے ہونا اس وقت ہے جب یہ خبر کے بعد واقع ہو جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے فَيَقُولُ رَبِّي أَهَانِي كَلًّا، پس وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے میری اہانت کی وہ ہرگز ایسا نہ کہے۔ اور کبھی امر کے بعد بھی آتا ہے اور اس وقت نفی اجابت کیلئے ہوتا ہے مثلاً آپ سے کوئی کہے اضرب زيدا پس آپ جواب میں کہیں كلا، ائی لا أفعل هذا قط یعنی یہ کام ہرگز نہیں کروں گا۔ قوله وقد تجبى: - اور کلا کبھی بمعنی حقا بھی آتا ہے یعنی مضمون جملہ کی تحقیق کیلئے آتا ہے جیسے كلا سوف تعلمون بے شک عنقریب تم جان لو گے اور اس وقت کلا اسم ہوتا ہے اور کلا حرفی کے ساتھ لفظی و معنوی مشابہت کی وجہ سے مثنی ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک کلا بمعنی حقا حرف بھی ہوتا ہے اور ان کی طرح تحقیق جملہ کیلئے آتا ہے۔ جیسے كلا إن الإنسان ليطغى (تحقیق انسان البتہ سرکشی کرتا ہے)

**فصل ثاء التانیث الساکنۃ تلحق الماضی لتدل علی تانیث ما سندا الیہ
الفعل نحو ضربت ہند وقد عرفت مواضع وجوب الحاقها وإذا
لقیها ساکن بعد ہاوجب تحریکها بالكسر لان الساکن إذا حرک حرک
بالکسر نحو قد قامت الصلوة وحرکتها لا توجب رد ما حذف لأجل
سکونها فلا یقال رمات المرأة لان حرکتها عارضیۃ واقعة لرفع التقاء
الساکنین فقولهم المرأتان رماتا ضعیف واما الحاق علامۃ التثنیۃ وجمع
المذکر وجمع المؤنث فضعیف فلا یقال قاما الزیدان وقاموا الزیدون
وقمن النساء وبتقدير الإلحاق لا تكون الضمائر لئلا یلزم الإضمار قبل
الذکر بل علامات دالة علی احوال الفاعل کتاء التانیث**

قولہ ثاء التانیث الساکنۃ: - تاء تانیث ساکنۃ فعل ماضی کے آخر میں آتی ہے تاکہ فاعل یا نائب فاعل کے مؤنث ہونے پر دلالت کرے۔ جیسے ضربت ہند۔ اور جب اس تاء کے بعد کوئی حرف ساکن آجائے تو اس کو حرکت کسر دینا واجب ہے کیونکہ ساکن کو حرکت کسر ہدی جاتی ہے جیسے قد قامت الصلوة اور حرکت دینے کی وجہ، التقاء ساکنین سے تخرز ہے۔ قولہ حرکتها: - یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تقریر یہ ہے کہ تاء ساکنہ کے ساتھ التقاء ساکنین کی وجہ سے جو حرف حذف ہو گیا تھا جیسے رمث میں الف تو تاء کے متحرک ہونے کے بعد اس حرف کو واپس آجانا چاہئے کیونکہ علت حذف زائل ہوئی ہے جو اجتماع ساکنین ہے، لہذا رمات المرأة کہنا چاہئے یعنی رمث کے محذوف الف کو لوٹ آنا چاہئے۔ مصنف جواب دیتے ہیں کہ تاء کے ساکن ہونے کی وجہ سے جو حرف حذف ہو گیا تھا (مثلاً رمث کا الف) وہ تاء کے متحرک ہونے پر نہیں لوٹے گا اس لئے کہ تاء کی حرکت عارضی ہے جو التقاء ساکنین کو دور کرنے کیلئے لائی گئی ہے لہذا الف کو لوٹاتے ہوئے رمات المرأة نہیں کہیں گے۔ سوال: - عرب کے قول المرأتان رماتنا، میں الف کو کیوں لوٹایا گیا ہے؟۔ جواب: - یہ قول ضعیف ہے کیونکہ مذکورہ قاعدہ کے خلاف ہے۔ قولہ اما الحاق: - یعنی جب فاعل اسم ظاہر ہو تو فعل کے آخر میں علامت تثنیہ و جمع لاحق کر کے قاما الزیدان یا قاموا الزیدون یا قمن النساء کہنا ضعیف ہے کیونکہ اس میں تکرار فاعل ہے جو جائز نہیں اور بر تقدیر الحاق علامت، صیغہ تثنیہ میں الف اور صیغہ جمع مذکر میں واو اور جمع مؤنث میں نون، ضمیر فاعل نہیں ہوں گے۔ تاکہ اضمار قبل الذکر لازم نہ آئے بلکہ یہ تائے تانیث کی طرح علامات ہونگی جو فاعل کے تثنیہ و جمع یا مؤنث ہونے پر دلالت کریں گی۔

فصل التَّنْوِينِ نُونٌ سَاكِنَةٌ تَتَّبِعُ حَرَكَةَ الْاِخْرِ الْكَلِمَةِ لَا لِتَاكِيْدِ الْفِعْلِ وَهِيَ خَمْسَةٌ اَقْسَامٍ الْاَوَّلُ لِلتَّمَكِّنِ وَهُوَ مَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الْاِسْمَ مُتَمَكِّنٌ فِي مُقْتَضٰى الْاِسْمِيَّةِ اَيُّ اَنَّهُ مُنْصَرَفٌ نَحْوُ زَيْدٌ وَرَجُلٌ وَالثَّانِي لِلتَّنْكِيرِ وَهُوَ مَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الْاِسْمَ نَكْرَةٌ نَحْوُ صِهٍ اَيُّ اُسْكُتْ سُكُوْتًا مَا فِي وَقْتِ مَا وَاَمَّا صِهٍ بِالسُّكُوْنِ فَمَعْنَاهُ اُسْكُتِ السُّكُوْتُ الْاَنَ وَالثَّلَاثُ لِلْعَوَضِ وَهُوَ مَا يَكُوْنُ عَوَضًا عَنِ الْمُضَافِ اِلَيْهِ نَحْوُ حِيْنَئِذٍ وَسَاعَتِئِذٍ وَيَوْمَئِذٍ اَيُّ حِيْنَ اِذْ كَانَ كَذَا

قولہ التَّنْوِينِ :- علامہ میر تقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تنوین کے لغت عرب میں کوئی معنی نہیں اس لفظ کو انہوں نے استعمال ہی نہیں کیا یہ لفظ اہل عربیت کا ایجاد کردہ ہے انہوں نے نون سے تنوین بنایا جس کے حاصل معنی اُن کے نزدیک یہ ہیں کہ کسی کلمہ پر نون داخل کرنا۔ پھر اس معنی سے نون مخصوص یعنی نون اصطلاحی کی جانب نقل کیا۔ تنوین، اُس نون کو کہتے ہیں جو آخر کلمہ کی حرکت کے تابع ہو اور تاکید فعل کا افادہ نہ کرے۔ یہ تلفظ میں نون ساکن ہوتا ہے لیکن کتابت میں دوزبر، دوزیر اور دو پیش کی شکل میں لکھا جاتا ہے اس لئے دوزبر، دوزیر اور دو پیش کو تنوین کہہ دیتے ہیں۔ فوائد قیود :- مصنف کے قول نُونٌ سَاكِنَةٌ، سے نون متحرک خارج ہو گیا اور تتبع الخ سے من اور لذن کا نون خارج ہو گیا اس لئے کہ یہ نون خود کلمہ کے منتہی اور آخر میں منتہاے کلمہ کے تابع نہیں اور لا لتاکید سے نون خفیہ خارج ہو گیا کہ وہ تاکید فعل کیلئے آتا ہے۔ سوال :- تنوین کی تعریف سے زید الفاضل کا نون تنوین خارج ہو گیا اس لئے کہ وہ ساکن نہیں حالانکہ وہ نون تنوین ہے؟ جواب :- ساکن سے مراد ساکن الوضع ہے اور زید الفاضل کا نون باعتبار وضع کے ساکن ہے اور عارض یعنی التقائے ساکنین کی وجہ سے متحرک ہو گیا ہے۔ اقسام تنوین :- تنوین کی پانچ قسمیں ہیں جن پر یہ شعر مشتمل ہے۔

ز تنوین تنکیر باشد غرض ترنم، تملن، تقابل، عوض

تَمَكِّنُ، تنوین تملن وہ ہے جو اسم کے مقتضائے اسمیت میں راسخ ہونے پر دلالت کرے یعنی اسم کے منصرف ہونے پر، اسی لئے اس کو تنوین صرف بھی کہتے ہیں جیسے زید اور رجل کی تنوین۔ تنکیر، تنوین تنکیر وہ ہے جو اسم کے نکرہ ہونے پر دلالت کرے جیسے صہ، جس کے معنی ہیں اُسْكُتْ سُكُوْتًا مَا فِي وَقْتِ مَا، کسی وقت تو خاموش رہا کر! اور لفظ صہ جو تنوین کے بغیر ہے اس کے معنی ہیں اُسْكُتِ السُّكُوْتُ الْاَنَ تو اب چپ رہ! عوض، تنوین عوض وہ ہے جو مضاف الیہ کے عوض اور بدلہ میں ہو جیسے حینئذ ائی حین اذ کان کذا۔ اذ کے مضاف الیہ یعنی جملہ کان کذا کو حذف کر کے اُس کے عوض اذ پر تنوین لے آئے۔

وَالرَّابِعُ لِلْمُقَابَلَةِ وَهُوَ التَّنْوِينُ الَّذِي فِي جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ السَّالِمِ
نَحْوُ مُسَلِّمَاتٍ وَهَذِهِ الْأَرْبَعَةُ تُخْتَصُّ بِالْأَسْمِ وَالْخَامِسُ لِلتَّرْنَمِ وَهُوَ
الَّذِي يُلْحَقُ الْآخِرَ الْأَبْيَاتِ وَالْمَصَارِيحِ كَقَوْلِ الشَّاعِرِ

أَقْلَى اللُّومِ عَاذِلَ وَالْعِتَابَيْنِ شَعْرٌ وَقَوْلِي إِنْ أَصَبْتُ لَقَدْ أَصَابَنِي

وَقَوْلِهِ ع يَا أَبَتَا عَلِكَ أَوْ عَسَا كُنْ: وَقَدْ يُحذفُ مِنَ الْعَلَمِ إِذَا كَانَ مَوْصُوفًا
بِابْنٍ أَوْ ابْنَةٍ مُضَافًا إِلَى عِلْمِ الْآخِرِ نَحْوُ جَاءَ نَبِيَّ زَيْدُ بْنُ عَمْرٍو وَهَذَا ابْنَةُ بَكْرٍ
فَصَلْ نُونُ التَّأَكِيدِ وَهِيَ وَضِعَتْ لِتَأَكِيدَ الْأَمْرَ وَالْمُضَارِعَ إِذَا كَانَ فِيهِ طَلَبٌ
بِإِزَاءٍ قَدْ لِقَا كَيْدَ الْمَاضِي وَهِيَ عَلَى ضَرْبَيْنِ خَفِيفَةٌ أَيْ سَاكِنَةٌ أَبَدًا نَحْوُ اضْرِبْنِي

مقابلہ، تنوین مقابلہ وہ تنوین ہے جو جمع مؤنث سالم میں جمع مذکر سالم کے نون کے مقابلے میں آئے۔ جیسے
مُسَلِّمَاتٍ، پس الف اور تاء اس میں علامت جمع ہیں جیسے واو مُسَلِّمُونَ میں علامت جمع ہے اور تنوین مُسَلِّمُونَ کے نون
کے مقابلہ میں ہے اور تنوین کی یہ اقسام اربعہ اسم کے ساتھ مختص ہیں۔ ترنم، تنوین ترنم وہ ہے جو ابیات اور مضاربع کے
آخر میں تحسین آواز کیلئے لائی جاتی ہے یہ تنوین اسم، فعل اور حرف تینوں اقسام کلمہ پر آتی ہے۔ جیسے أَقْلَى اللُّومِ الخ،
یعنی اسے ملامت کرنے والی (محبوبہ!) ملامت اور عتاب کم کر، اگر میں صواب کو پہنچوں تو کہہ دے کہ صواب کو پہنچا۔ اس
شعر میں الْعِتَابِ اسم ہے اور أَصَابَ فعل ہے جنکے آخر میں تنوین ترنم ہے اور دوسری مثال میں عَسَى فعل پر تنوین ہے یعنی
اے میرے والد شاید کہ تو رزق پائے اور امید ہے کہ تو رزق پالے گا۔ قَوْلِهِ وَقَدْ يُحذفُ :- یعنی تنوین ایسے علم سے
حذف کر دی جاتی ہے جو علم کہ لفظِ ابْنِ یا ابْنَةُ کا موصوف ہو اور ابْنِ یا ابْنَةُ دوسرے اسم کی طرف مضاف ہو۔ جیسے جَاءَ نَبِيَّ
زَيْدُ بْنُ عَمْرٍو، وجہ حذف محض تخفیف ہے۔ فائدہ:- تنوین ترنم کلمہ نہیں ہے کہ کلمہ معنی کیلئے موضوع ہوتا ہے اور ترنم اس
تنوین کا معنی نہیں لہذا اس تنوین کو اقسام حروف میں شمار کرنا مسامحہ ہے یعنی باقی اقسام کے ساتھ تنوین ترنم کو بھی کلمہ کی ایک
قسم یعنی حرف کی اقسام میں شمار کر دیا گیا ہے ورنہ معنی کیلئے موضوع نہ ہونے کی وجہ سے یہ کلمہ نہیں ہے۔ قَوْلُهُ نُونُ التَّأَكِيدِ:-
نونِ تاکید وہ نون ہے جو امر اور مضارع کی تاکید کیلئے موضوع ہو بشرطیکہ مضارع میں طلب کے معنی پائے جاتے
ہوں، کیوں کہ اس نون سے اس چیز کی تاکید کی جاتی ہے جس میں طلب کے معنی ہوں اور یہ نون مضارع میں لفظِ قَدْ کے
مقابلہ میں آتا ہے جو ماضی کی تاکید کے لئے آتا ہے اور نونِ تاکید کی دو قسمیں ہیں۔ اول، نون خفیفہ۔ مصنف نے نون
خفیفہ کو مقدم کیا یا تو اس لئے کہ اس میں ثقیلہ کی نسبت تاکید کم ہوتی ہے لہذا یہ ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی ہے یا اس لئے کہ
خفیفہ میں خفت ہے جو مقتضی تقدیم ہے یا اس لئے کہ ثقیلہ کا جز اور بعض ہے یہ نون ہمیشہ ساکن ہوتا ہے۔

وَتَقِيْلَةٌ اَيُّ مُشَدَّدَةٌ مَفْتُوحَةٌ اَبَدًا اِنْ لَمْ يَكُنْ قَبْلَهَا اَلْفٌ نَحْوُ اضْرِبَنَّ
 وَ مَكْسُوْرَةٌ اِنْ كَانَ قَبْلَهَا اَلْفٌ نَحْوُ اضْرِبَانَ وَ اضْرِبْنَانَ وَ تَدْخُلُ فِي الْاَمْرِ
 وَالنَّهْيِ وَالِاسْتِفْهَامِ وَالتَّمْنِيِ وَالْعَرْضِ جَوَازًا لِاَنَّ فِي كُلِّ مِنْهَا طَلْبًا
 نَحْوُ اضْرِبَنَّ وَ لَا تَضْرِبَنَّ وَ هَلْ تَضْرِبَنَّ وَ لَيْتَكَ تَضْرِبَنَّ وَ لَا تَنْزِلَنَّ
 بِنَافِثُصِيْبٍ خَيْرًا وَ قَدْ تَدْخُلُ فِي الْقَسْمِ وَ جَوَابًا لِقُوْعِهِ عَلٰى مَا يَكُوْنُ
 مَطْلُوْبًا لِلْمُتَكَلِّمِ غَالِبًا فَاَرَادُوْا اَنْ لَا يَكُوْنُ اٰخِرُ الْقَسْمِ خَالِيًا عَنْ مَعْنٰى
 التَّاَكِيْدِ كَمَا لَا يَخْلُوْا اَوَّلُهُ مِنْهُ نَحْوُ وَاللّٰهِ لَا فَعَلَنْ كَذَا وَ اعْلَمُ اَنَّهُ يَجِبُ
 ضَمُّ مَا قَبْلَهَا فِي جَمْعِ الْمَذْكُوْرِ نَحْوُ اضْرِبَنَّ لِيَدُلَّ عَلٰى الْوَاوِ الْمَحْذُوْفَةِ
 وَ كَسْرُ مَا قَبْلَهَا فِي الْمُخَاطَبَةِ نَحْوُ اضْرِبَنَّ لِيَدُلَّ عَلٰى الْيَاءِ الْمَحْذُوْفَةِ

دوم، ثقيلہ (مشدذ) احوال ثقيلہ :- (۱) یہ نون ہمیشہ مفتوح ہوتا ہے اگر اس سے پہلے الف نہ ہو جیسے
 اضْرِبَنَّ اس لئے کہ فتح حرکت خفیفہ ہے۔ (۲) الف کے بعد مکسور ہوتا ہے بمشا بہت نون تشبیہ جیسے
 اضْرِبَانَ۔ قولہ و تَدْخُلُ :- نون تاکید امر، نہی، استفہام، تمنی اور عرض پر جواز داخل ہوتا ہے اس لئے کہ ان
 میں طلب کے معنی پائے جاتے ہیں اور کبھی نفی میں بھی بمشا بہت نہی، نون تاکید آتا ہے مگر یہ قلیل ہے اس لئے
 مصنف نے اس کو ذکر نہیں کیا۔ قولہ وَ قَدْ تَدْخُلُ فِي الْقَسْمِ :- اور کبھی نون تاکید جواب قسم پر (جب کہ
 جواب قسم مثبت ہو) و جواب داخل ہوتا ہے کیونکہ قسم اکثر اس چیز پر واقع ہوتی ہے جس کا وجود متکلم کا مطلوب و مقصود
 ہوتا ہے لہذا نجات نے یہ چاہا کہ قسم کا آخر (جواب) تاکید سے خالی نہ ہو۔ جیسا کہ اس کا اول تاکید سے خالی نہیں
 ہے جیسے وَاللّٰهِ لَا فَعَلَنْ كَذَا۔ قولہ وَ اعْلَمُ اَنَّهُ :- اس عبارت میں مصنف نے نون کے ماقبل کے احوال بیان
 کئے ہیں جو یہ ہیں۔ (۱) صیغہ جمع مذکر میں نون کے ماقبل کو ضمہ واجب ہے تاکہ واؤ محذوفہ پر دلالت کرے۔
 سوال :- جب حذف فاعل ناجائز ہے تو اضْرِبَنَّ میں واؤ کا حذف کیسے جائز ہوگا حالانکہ واؤ ضمیر فاعل ہے؟
 جواب :- چونکہ ماقبل کا ضمہ دال علی الفاعل موجود ہے اس لئے یہ حذف جائز ہے۔ (۲) واحد مؤنث حاضر میں
 نون کے ماقبل کو کسرہ واجب ہے تاکہ یہ کسرہ یاء محذوفہ پر دلالت کرے جیسے اضْرِبَنَّ۔

وَفَتْحُ مَا قَبْلَهَا فِي مَا عَدَاهُمَا مَا فِي الْمَفْرَدِ فَلِأَنَّهُ لَوْ ضُمَّ لَا لَتَبَسَ
بِجَمْعِ الْمَذْكَرِ وَلَوْ كَسِرَ لَا لَتَبَسَ بِالْمُخَاطَبَةِ وَأَمَّا فِي الْمُثْنِيِّ وَجَمْعِ
الْمُؤَنَّثِ فَلِأَنَّ مَا قَبْلَهَا الْفُ نَحْوُ اضْرِبَانٍ وَاضْرِبَانٍ وَزِيدَتِ الْفُ
قَبْلَ النُّونِ فِي جَمْعِ الْمُؤَنَّثِ لِكِرَاهَةِ اجْتِمَاعِ ثَلَاثِ نُونَاتٍ نُونِ الضَّمِيرِ
وَنُونِ التَّأَكِيدِ وَنُونِ الْخَفِيفَةِ لَا تَدْخُلُ فِي التَّثْنِيَّةِ أَصْلًا وَلَا فِي جَمْعِ
الْمُؤَنَّثِ لِأَنَّهُ لَوْ حُرِّكَتِ النُّونُ لَمْ تَبْقَ خَفِيفَةً فَلَمْ تَكُنْ عَلَى الْأَصْلِ
وَأَنَّ أَبْقِيَّتَهَا سَاكِنَةٌ يَلْزَمُ التَّقَاءُ السَّاكِنَيْنِ عَلَى غَيْرِ حَذِّهِ وَهُوَ غَيْرُ حَسَنِ
تَمَّتْ بِالسَّالِفِ خَيْرٌ

(۳) مذکورہ دو صیغوں کے علاوہ باقی صیغوں میں نون کے ما قبل کو فتح واجب ہے صیغہ مفرد میں تو اس لئے فتح واجب ہے کہ بصورت ضم جمع مذکر سے اور بصورت کسرہ واحد مؤنث سے التباس ہوگا اور تشبیہ اور جمع مؤنث میں اس لئے فتح واجب ہے کہ ان میں نون سے پہلے الف ہوتا ہے اور الف کا ما قبل مفتوح ہوتا ہے۔ قولہ زِيدَتِ الْفُ :- اور صیغہ جمع مؤنث میں نون سے پہلے الف بڑھا دیا جاتا ہے تاکہ تین نون کا اجتماع (جو کہ مکروہ ہے) نہ ہو، ایک نون ضمیر اور دو نون تاکید کے۔ سوال :- تین نونوں کے اجتماع سے بچنے کیلئے الف کیوں بڑھایا گیا ہے؟ جواب :- اس لئے کہ الف، حروف زوائد میں سے خفیف حرف ہے۔ قولہ وَنُونُ الْخَفِيفَةِ :- اور نون خفیفہ تشبیہ کے صیغوں میں بالکل نہیں آتا اور نہ جمع مؤنث میں، اس لئے کہ ان صیغوں میں نون کو اگر حرکت دی جائے تو وہ نون خفیفہ نہیں رہے گا کیونکہ نون خفیفہ ساکن الوضع ہے اور اگر نون کو حرکت نہ دی جائے تو التقاء ساکنین علی غیر حدہ لازم آئے گا کیونکہ الف ساکن الوضع ہے وہ بھی قابل حرکت نہیں اور یہ غیر مستحسن ہے۔

اللَّهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّي كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ أَجْبَاءِ كِ وَأَجْعَلْهُ وَسِيلَةً لِمَغْفِرَةِ
ذُنُوبِي وَارْحَمْ عَلِيَّ وَعَلِيَّ وَالِدِي وَعَلِيَّ جَمِيعِ الْمُؤْمِنِينَ آمِينَ، وَصَلَّى
اللَّهُ تَعَالَى عَلَى حَبِيبِهِ وَآلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ .

حل تراکیب مشکله

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لا تَقْنَطُنْ وَكُنْ بِاللّٰهِ مَخْتَسِبًا فَبَيْنَمَا أَنْتَ ذَايَاسٍ أَتَى الْفَرْجَا
اس شعر میں دو جگہ اشکال ہے۔

(۱) لفظ ذَا کے نصب میں کیونکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ انت کی خبر کی بنا پر مرفوع ہے۔ (۲) الفرجا کے نصب میں حالانکہ یہ فعل اتی کا فاعل ہے۔

حل - (۱) ذَا کا نصب کان مقدر کی خبر ہونے کی وجہ سے ہے۔ تقدیر عبارت اس طرح ہے فَبَيْنَمَا كُنْتَ ذَايَاسٍ، فعل ناقص کو حذف کر کے ضمیر متصل کو منفصل سے بدلا تو فَبَيْنَمَا أَنْتَ ذَايَاسٍ، ہوا۔ (۲) الْفَرْجَا، مَخْتَسِبًا، کا مفعول ہے اس لئے یہ منصوب ہے اور اتی کا فاعل ضمیر مستتر ہے جس کا مرجع الْفَرْجَا ہے۔ **ترجمہ** - مایوس نہ ہو اور اللہ سے کشادگی کی امید رکھ پس اسی اثناء میں کہ تو مایوس تھا تیرے پاس کشادگی آگئی۔

☆☆☆☆☆

سَاتَرَكَ مَهْرَتِي رَجُلٍ فَتَيْرٍ وَازْكَبَ فِي الْحَوَادِثِ مَهْرَتَانِ
اس شعر میں دو جگہ اشکال ہے۔

(۱) رَجُلٍ کے رفع میں کیونکہ بظاہر یہ مضاف الیہ ہے۔ (۲) مَهْرَتَانِ کے رفع میں کیونکہ بظاہر یہ از کب (فعل) کا مفعول ہے۔

حل - (۱) رَجُلٍ، مَهْرَتَيْنِ کا مضاف الیہ ہے اور مجرور بکسرہ تقدیری ہے اس لئے کہ رَجُلٍ میں اعراب دکائی ہے جس نے کسرہ کو ظاہر ہونے سے روک دیا ہے۔ (۲) مَهْرَتَانِ صیغہ ثنویہ نہیں بلکہ مَهْرٌ، بمعنی گھوڑا اور تان بمعنی تاجر سے مرکب ہے اور تان، مَهْرٌ کا مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہے اور یہ مرکب مفعول بہ ہے۔ **ترجمہ** - میں مرد رویش کے دونوں گھوڑے چھوڑ دوں گا اور تاجر کے گھوڑے پر سوار ہو جاؤں گا۔

☆☆☆☆☆

قُلْ قَالَ زَيْدٌ رَبِّ عَمْرٍو قَائِمًا

وَأَنَّ بَكَرًا يَوْمَ عِيدٍ صَائِمًا

اس شعر میں تین جگہ اشکال ہے۔

(۱) زید کے جر میں۔ (۲) عمرو کے رفع میں۔ (۳) بکر کے رفع میں۔

حل - (۱) قال، فعل ماضی نہیں بلکہ مصدر ہے بمعنی کلام کرنا اور زید، اس کا مضاف الیہ ہے۔ (۲) رَبِّ، حرف جر نہیں بلکہ فعل ماضی مجہول ہے اور عَمْرٍو، اس کا نائب فاعل ہے۔ (۳) أَنَّ، حرف نہیں بلکہ صیغہ فعل ماضی ہے از انین، بمعنی کراہنا اور بکر، اس کا فاعل ہے۔ علامہ محمد امیر مالکی نے مذکورہ شعر کا حل اس طرح فرمایا ہے۔

وَرُبَّ مَجْهُولٍ مِّنَ الْأَفْعَالِ

الْقَالَ مُصَدِّرٌ مِنَ الْمَقَالِ

فَافْهَمْ هُدَيْتَ سَبِيلَ النَّجَاحِ

وَأَنَّ مِنْ أَنْبِيَاءِ يَأْصَاحِ

فائدہ: عربی زبان میں لفظ قال، اسم اور فعل دونوں طرح استعمال ہوا ہے۔ اول کی مثال نھی

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْقَالِ وَالْقَيْلِ اور شاعر کا قول

لِقَاءِ النَّاسِ لَيْسَ يُفِيدُ شَيْئًا سِوَى الْهُدْيَانِ مِنْ قَيْلٍ وَقَالَ

دوم کی مثال من قال قال قال اللہ فقد كفر، اس مقولہ میں پہلا قال، فعل ماضی ہے قول

بمعنی گفتن سے اور دوسرا فعل ماضی ہے قِيلُوْلَةٌ سے جس کا معنی ہے دوپہر کے وقت سونا چنانچہ اس کا معنی

ہے ”جس شخص نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ دوپہر کے وقت سویا پس تحقیق وہ کافر ہو گیا“ اور درج ذیل مقولہ کا قال

بھی اسی دوسرے معنی میں ہے قال زيدٌ تحت الشجرة فانتقض وضوءه (زید درخت کے

نیچے سویا تو اس کا وضو ٹوٹ گیا)

فائدہ: لفظ أَنَّ، عربی زبان میں حرف اور فعل دونوں طرح استعمال ہوا ہے۔ حرف کی مثال جیسے

قرآن پاک میں ہے اِنِّى اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ اور فعل کی مثال اَنَّ زَيْدًا كَرِيْمًا، اس مثال میں اَنَّ

فعل، زيدٌ فاعل اور ريم، بمعنی سفید ہرن کا بچہ، مجرور ہے یعنی زید سفید ہرن کے بچے کی مثل رويا۔



فَسَلْ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ ثُمَّ أَبَا بَكْرٍ

لَقَدْ طَافَ عَبْدُ اللَّهِ بِالْبَيْتِ سَبْعَةً

اس شعر میں تین جگہ اشکال ہے۔ (۱) عبد اللہ کے نصب میں۔ (۲) عبید اللہ کے رفع میں۔ (۳) بکر کے رفع میں۔

حل - (۱) عبد اللہ مرکب اضافی ہے جس کا مضاف صیغہ تثنیہ (عبدان) ہے، نون تثنیہ بوجہ اضافت اور الف اشکال پیدا کرنے کے لئے گر گیا تو عبد اللہ ہو یہ طاف کا فاعل ہے۔ (۲) عبید اللہ کا رفع اس بناء پر ہے کہ اس سے پہلے فعل سلعن ہے (هو نوع من المشى) اشکال پیدا کرنے کے لئے اس کو ایک ساتھ نہیں لکھا اور عبید اللہ فعل کا فاعل ہے۔ (۳) بکر کا رفع اس بناء پر ہے کہ یہ فعل ابی، کا فاعل ہے جس کو الف کے ساتھ (ابا) اشکال پیدا کرنے کے لئے لکھا گیا ہے۔ **ترجمہ** - اللہ تعالیٰ کے دو بندوں نے سات بار طواف بیت اللہ کیا عبید اللہ تو چلا اور بکر چلنے سے رک گیا۔



شوی جعفر بالو غد خمسة اكنش
اس شعر میں موضع اشکال جعفر، کا جر ہے جبکہ مقام کا تقاضا یہ ہے کہ جعفر، بنا بر فاعلیت مرفوع ہو۔
حل - شوی، فعل نہیں بلکہ اسم مضاف ہے اور جعفر اس کا مضاف الیہ ہے۔ شوی، کا معنی ہے ”سر کا چمڑا“ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے نَزَّاعَةَ لِّلشَّوِی۔ **ترجمہ** - وعدہ کے مطابق جعفر کے سر کے چمڑے کی قیمت پانچ مینڈھے ہیں تاکہ ان میں سے جانع، نامی شخص کھائے حال یہ ہے کہ جعفر کو یہ ناپسند ہے۔



من سعید ابن دعلج یا ابن هند تنج من کیده ومن مسعودا
اس شعر میں موضع اشکال سعید اور مسعود کا نصب ہے۔
حل - لفظ من، حرف جر نہیں ہے بلکہ مان یمین مینا بمعنی جھوٹ بولنا، سے صیغہ امر ہے اور سعید و مسعود اس کا مفعول ہے اور تنج کا واؤ جواب امر ہونے کی وجہ سے ساقط ہو گیا ہے۔ **ترجمہ** - اے ابن ہند تو سعید بن دعلج اور مسعود سے جھوٹ بول پس تو ان کے مکر سے نجات پائے گا۔



وفی کتب الحجاج امثال مغشر
یعلمها مناسعیداً و عامراً

اس شعر میں سعید اور عامر کے نصب میں اشکال ہے بظاہر یہ دونوں یغْلَمُ کے فاعل ہونے کی وجہ سے مرفوع ہیں۔

حل - یغْلَمُ، کا فاعل ضمیر مستتر ہے جس کا مرجع حجاج ہے اور سعید و عامر فعل مَنَّا (صیغہ متکلم مع الغیر از مَنان یمین) کے مفعول ہونے کی بنا پر منصوب ہیں۔ **ترجمہ** - اور حجاج کی کتابوں میں جماعت کی مثالیں ہیں جن کو وہ جانتا ہے ہم نے سعید اور عامر سے جھوٹ بولا۔



و انتم مغشّر لنامٌ نلّقی لدیکم اذی و بؤس

اس شعر میں محل اشکال مغشّر کا جر ہے کیونکہ مقام اس کا مقتضی ہے کہ یہ بنا بر خبر بیت مرفوع ہو۔

حل - لفظ مغشّر، مفرد نہیں بلکہ مرکب اضافی ہے ائی مع شرّ، اشکال پیدا کرنے کے لئے لفظ مع، کو لفظ شرّ کے ساتھ ملا کر لکھا گیا ہے اور استقامت وزن کے لئے لفظ شرّ، میں تخفیف کر دی گئی ہے اور بؤس، شرّ پر معطوف ہے اس لئے مجرور ہے تقدیر بیت اس طرح ہے و انتم مع شرّ و بؤس نلّقی لدیکم اذی۔ **ترجمہ** - فقر اور شر کے ہوتے ہوئے ہم تمہارے پاس گندگی ڈالتے ہیں۔



ستغلم انه یاتیک بکر وان اخوک فیہ من اللغوب

اس شعر میں دو جگہ اشکال ہے۔ (۱) بکر کے جر میں کیونکہ یہ فاعل ہے۔ (۲) اخوک میں کہ یہ ان کا اسم ہے لہذا ان اخاک ہونا چاہئے۔

حل - (۱) یاتنی کا فاعل ضمیر مستتر ہے اور بکر، حرف جر کی وجہ سے مجرور ہے ائی گبکر، اشکال پیدا کرنے کے لئے کاف کو فعل کے ساتھ لکھ دیا گیا۔ (۲) ان، حرف نہیں ہے بلکہ انین سے فعل ماضی ہے اور اخوک اس کا فاعل ہے اور لغوب بمعنی تعب ہے۔ جیسے ارشاد باری مامسنا من لغوب میں۔ **ترجمہ** - تو جان لیگا کہ وہ تیرے پاس بکر کی طرح آئے گا اور تیرا بھائی اُس میں تھکاوٹ کی وجہ سے رویا۔



لقد قال عبد اللہ قولا عرفته اتانا بئ ذاود فی مرتع خصب

اس بیت میں دو جگہ اشکال ہے۔ (۱) عبد اللہ کے فتح میں جو بظاہر رفع ہونا چاہیے۔ (۲) ابی داؤد کی حالت جری میں، جو حالت رفع مناسب تھی یعنی ابو۔

حل - (۱) عبد اللہ مرفوع ہے اس لئے کہ یہ صیغہ تثنیہ (عبدالان) اسم جلالہ کی طرف مضاف ہے جس کا نون اور الف ساقط ہو گیا ہے۔ (۲) اتانا بھی اتان، کاتثنیہ ہے جس کا نون بوجہ اضافت ساقط ہو گیا ہے اور ابی داؤد اس کا مضاف الیہ ہے۔ ترجمہ - البتہ عبد اللہ نے ایک بات کہی جسکو میں جانتا ہوں ابو داؤد کی دونوں گدھیاں سرسبز چراگاہ میں ہیں۔



رأيت عبد الله يضرب خالدًا وَاَبَا عَمِيْرَةَ بِالْمَدِيْنَةِ يُضْرَبُ
اس بیت میں دو جگہ اشکال ہے۔

(۱) خالد کے رفع میں جبکہ ظاہر کلام اس کے نصب کا مقتضی ہے کیونکہ یہ يضرب، کا مفعول ہے۔

(۲) عميرة کے رفع میں جبکہ ظاہر کلام اس بات کا مقتضی ہے کہ یہ مضاف الیہ ہونے کی وجہ سے مجرور ہو۔

حل - (۱) خالد، يضرب کا فاعل ہے اور يضرب کا مفعول ضمیر پوشیدہ ہے تقدیر عبارت اس طرح

ہے يضرب خالد - (۲) عميرة فعل (ابا) کا فاعل ہے اور اشکال پیدا کرنے کے لئے فعل (ابی)

کوالف کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ ترجمہ - میں نے عبد اللہ کو خالد سے مار کھاتے دیکھا جبکہ عمیرہ نے مدینہ

میں اس کی پٹائی سے انکار کیا۔



فَرَعُونَ مَالِي وَهَامَانُ الْاَوْلَى ☆ رَعَمُوا اَنِي قَدْ بَخَلْتُ بِمَا يُعْطِيهِ قَارُونَا

اس بیت میں تین جگہ اشکال ہے۔ (۱) فرعون کے نصب میں۔ (۲) هامان کے رفع میں۔

(۳) قارون کے نصب میں، بظاہر یہ يعطى فعل کا فاعل ہے۔

حل - (۱) فرعون مرکب ہے فر صیغہ امر از و فر یفر، سے اور عون بمعنی اعوان اس کا مفعول ہے

اور فاعل انت مستتر ہے۔ (۲) وهامان بھی مرکب ہے وهما، صیغہ ماضی ہے اور مان بمعنی اسفل بطن

سے اور یہ فعل وهما کا فاعل ہے۔ (۳) قارون، يعطى کا مفعول ثانی ہے اور فاعل ضمیر مستتر ہے جس کا

مرجع اللہ ہے کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ حقیقی معطی اللہ ہے۔ **ترجمہ** - میرے مالی معاون بڑھا دو! ان لوگوں کا پیٹ ضعیف ہو گیا ہے جو گمان کرتے ہیں کہ میں نے اس کا بخل کیا جو اللہ تعالیٰ نے قارون کو دیا ہے۔

☆☆☆☆☆

ابلكوڈ تشرب قهوة بابلية لها في عظام الشاربين ديب

اس بیت میں دو جگہ اشکال ہے۔ (۱) ابلكوڈ کے رفع میں کیونکہ اس کو باء جارہ کی وجہ سے مجرور ہونا چاہئے۔ (۲) تشرب کے جزم میں کیونکہ بظاہر یہاں کوئی جازم موجود نہیں ہے۔

حل - (۱) ابل صیغہ امر ہے از ابل بمعنی تندرست ہو اور کوز منادی علم ہے جس سے پہلے حرف نداء محذوف ہے ای یا کوز۔ (۲) تشرب جواب امر ہونے کی وجہ سے مجزوم ہے۔

ترجمہ - ای کوز تو افاقہ میں آ! تو بابلی قہوہ پیئے گا۔ جس کے لئے پینے والوں کے دلوں میں سرایت کر جاتا ہے۔

☆☆☆☆☆

بخاری شریف میں ہے "لو كان ذاك وانا حي فاستغفر لك

محل اشکال استغفر لك کا نصب ہے کیونکہ ناصب کوئی نہیں۔

حل - اس ارشاد میں کلمہ لو، تمنی کیلئے ہے اور تمنی کے جواب میں فاء واقع ہو تو اس کے بعد ان مقدر ہوتا ہے پس فاستغفر، ان مقدرہ کی وجہ سے منصوب ہے جیسے ارشاد باری "فلوان لنا كره فنكون من المؤمنين" میں کلمہ لو، تمنی کیلئے ہے اور فاء کے بعد ان مقدر ہے جسکی وجہ سے فعل (نكون) منصوب ہے۔

سوال: حدیث میں مذکور لفظ لو، شرطیہ کیوں نہیں بناتے۔

جواب: اس لئے کہ (۱) لو، شرطیہ کا جواب فعل مضارع نہیں ہوتا اور یہاں جواب فعل مضارع ہے۔ (۲) شرط کا جواب اگر فعل مضارع ہو تو بالاتفاق اس پر فاء نہیں آتی اور یہاں فاء موجود ہے۔ اور (۳) اس حدیث میں مستقبل کی خبر دی گئی ہے جبکہ لو ماضی کے لئے آتا ہے جیسے لو زرتسنی اگر منتک، اگر تو میری زیارت کرتا تو میں تیرا اکرام کرتا۔

☆☆☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الفوز العظیم فی حل سوالات التنظیم

هدایة النحو ۱۹۸۵ء

(۱) علم نحو کی تعریف، غرض اور موضوع بیان کریں اور ہدایۃ النحو کے مصنف کا نام لکھیں، یا کلمہ کی تعریف اور اسکی اقسام بمع تعریف بیان کریں؟ (۲) تابع کی تعریف اور اسکی اقسام بمع تعریف لکھیں۔ (یا) مستثنیٰ کی تعریف اسکی اقسام بمع تعریف لکھیں نیز بیان کریں کہ مستثنیٰ کا اعراب کتنی قسم پر ہے؟ (۳) اسم فاعل اور فاعل، اسم مفعول اور مفعول کی تعریف بمع امثلہ لکھیں؟

الجواب نمبر ۱: جزء (الف) علم نحو کی تعریف۔ النُّحُوذُ عِلْمٌ بِأَصْوُلِ يُعْرَفُ بِهَا أَحْوَالُ أَوْ آخِرَ الْكَلِمِ الثَّلَاثِ مِنْ حَيْثُ الْأَعْرَابِ وَالْبِنَاءِ وَكَيْفِيَّةِ تَرْكِيبِ بَعْضِهَا مَعَ بَعْضٍ۔
علم نحو کی غرض۔ صیانة الذهن عن الخطاء اللفظی فی کلام العرب۔

علم نحو کا موضوع۔ الکلمة و الکلام۔ مصنف کا نام۔ بعض حضرات نے مصنف کا نام ابو حیان اندلسی بتایا ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ ہدایۃ النحو کے مصنف حضرت علامہ سراج الدین ہیں جو حضرت نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے (تفصیل کے لئے کتاب کا صفحہ نمبر ۱، ۹، ۱۰ ملاحظہ کریں)

الجواب نمبر ۱: جزء (ب) الکلمة لفظ وضع لمعنی مفرد۔ کلمہ کی تین قسمیں۔ (۱) اسم وہ کلمہ ہے جو مستقل معنی پر دلالت کرے اور اس میں ازمنہ ثلثہ سے کوئی زمانہ نہ ہو۔ جیسے رجل اور ضارب۔ (۲) فعل وہ کلمہ ہے جو مستقل معنی پر دلالت کرے اور اس میں ازمنہ ثلثہ سے کوئی ایک زمانہ ہو جیسے ضرب، یضرب۔ (۳) حرف وہ کلمہ ہے جو مستقل معنی پر دلالت نہ کرے۔ جیسے من اور الی۔

الجواب نمبر ۲: جزء (الف) تابع کی تعریف۔ تابع ہر وہ دوسرا لفظ ہے جو سابق کے اعراب کے ساتھ معرب ہو ایک جہت سے۔ اور تابع کی پانچ قسمیں ہیں۔

نعت و توكید و بدل عطف و استق عطف بیاں

نعت کی تعریف: نعت وہ تابع ہے جو ایسے معنی پر دلالت کرے جو متبوع میں ہے۔ جیسے جاء نسی رجل عالم میں عالم، رجل کی نعت ہے اس قسم کو صفت بحال الموصوف کہتے ہیں یا ایسے معنی پر دلالت کرے

جو متبوع کے متعلق میں ہے۔ جیسے جاء ننی رجل عالم ابوه، اس مثال میں عالم (صفت) نے رجل کے متعلق کی صفت بتائی کہ وہ علم والا ہے اس قسم کو صفت بحال متعلق موصوف کہتے ہیں۔

تاکید کی تعریف: تاکید وہ تابع ہے جو متبوع کے حال کو ثابت و پختہ کر دے نسبت میں یا شمول میں۔ جیسے جاء ننی زیند زیند۔

بدل کی تعریف: بدل وہ تابع ہے جس کی طرف وہ چیز نسبت کی جائے جو اس کے متبوع کی طرف منسوب ہے، اور اس نسبت سے مقصود وہی تابع ہونہ کہ اس کا متبوع۔ جیسے جاء ننی زیند اخوك۔

عطف بحرف: عطف بحرف (عطف نسق) یعنی عطف بحرف وہ تابع ہے کہ جس کی طرف وہ چیز منسوب ہو جو اس کے متبوع کی طرف منسوب ہو اور وہ دونوں اس نسبت سے مقصود ہوں جیسے جاء ننی زیند وبكر۔

عطف بیان: عطف بیان وہ تابع ہے جو صفت نہ ہو لیکن اپنے متبوع کی وضاحت کرے جس کی صورت یہ ہے کہ نام اور کنیت میں سے غیر مشہور کے بعد مشہور کو ذکر کرنا جیسے ابو حنص عمر، عبد اللہ بن عمر۔

الجواب نمبر ۲: جز (ب): **مستثنیٰ کی تعریف** - مستثنیٰ وہ لفظ ہے جو آلا یا اس کے اخوات میں سے کسی ایک کے بعد مذکور ہو یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ اس کی طرف وہ حکم منسوب نہیں کیا گیا جو آلا وغیرہ کے ماقبل مستثنیٰ منہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ مستثنیٰ کی دو قسمیں ہیں متصل اور منقطع۔

مستثنیٰ متصل کی تعریف: مستثنیٰ متصل وہ ہے جسکو آلا یا اس کے اخوات میں سے کسی ایک کے ذریعے متعدد سے نکالا گیا ہو جیسے جاء ننی التوم الأزیدا۔

مستثنیٰ منقطع کی تعریف: مستثنیٰ منقطع وہ ہے جو آلا اور اس کے اخوات میں سے کسی ایک کے بعد مذکور ہو اور اسکو ماقبل سے نہ نکالا گیا ہو جیسے جاء ننی التوم الاحمارا۔

مستثنیٰ کے اعراب کی اقسام: مستثنیٰ کے اعراب کی چار قسمیں ہیں اول نصب، جب مستثنیٰ متصل آلا کے بعد کلام موجب میں واقع ہو یا مستثنیٰ منقطع آلا کے بعد واقع ہو یا مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو یا مستثنیٰ خلا وغیرہ کے بعد واقع ہو۔ (۲) نصب اور ماقبل سے بدل بنانا۔ جب مستثنیٰ آلا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ مذکور ہو۔ (۳) عوازل کے مطابق اعراب جب مستثنیٰ مفرغ ہو یعنی مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو اور مستثنیٰ آلا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو۔ (۴) مجرور جب مستثنیٰ لفظ غیر یا سوا، سوی، وغیرہ کے بعد واقع ہو۔

الجواب نمبر ۲: جزء (الف) **اسم فاعل کی تعریف:** اسم فاعل وہ اسم ہے جو فعل سے مشتق ہوتا کہ اس ذات پر دلالت کرے جس کے ساتھ فعل بطریق حدوث قائم ہے۔

فاعل کی تعریف: فاعل وہ اسم ہے جس سے قبل فعل یا شبہ فعل ہو اور وہ فعل یا شبہ فعل اس کی طرف نسبت کیا گیا ہو یا اس معنی کے فعل یا شبہ فعل اس اسم کے ساتھ قائم ہے اس پر واقع نہیں۔

اسم مفعول کی تعریف: اسم مفعول وہ اسم ہے جو اس ذات پر دلالت کرے جس پر فعل واقع ہو اور مفعول وہ ہے کہ جس پر فاعل کا فعل واقع ہو۔

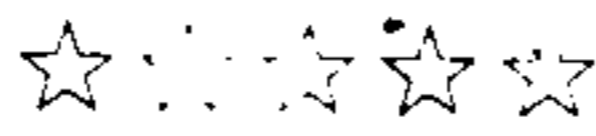
فرق: (۱) اسم فاعل اور اسم مفعول ذات مع الوصف پر دلالت کرتے ہیں اور فاعل اور مفعول صرف ذات پر۔

(۲) اسم فاعل و اسم مفعول ہمیشہ مشتق ہوتا ہے اور فاعل و مفعول کبھی مشتق ہوتا ہے اور کبھی جامد۔

الجواب نمبر ۳: جزء (ب) **مفعول بہ:** مفعول بہ اس چیز کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو۔ جیسے ضرب زینت عمر اس میں نم و مفعول بہ ہے۔

مفعول مطلق: وہ مصدر ہے جو فعل مذکور کے ہم معنی ہو۔ جیسے ضربا، ضربت ضربا میں۔

مفعول فیہ: اس زمان یا مکان کا نام ہے جس میں فاعل کا فعل واقع ہو۔ جیسے جلست فی المسجد میں المسجد مفعول فیہ ہے۔



شرح مائتہ عامل ۱۹۸۵ء

درج ذیل عبارت کی ترکیب نحوی کریں؟

سوال ۱: جزء (الف) الحمد لله المجتبی

سوال ۱: جزء (ب) - رب یسر ولا تعسر وتمم بالخیر وبک نستعین۔

جواب ۱: جزء (الف) الحمد: مبتداء اسم جار اسم جلالت مجرور ثابت مقدر کے متعلق ہوا علی جار

نعما، مضاف ضمیر مجرور مضاف الیہ، مضاف با مضاف الیہ موصوف الشاملہ، صفت، موصوف با صفت معطوف

عالیہ، واو عاطفہ الیہ مضاف، ضمیر مجرور مضاف الیہ، مضاف با مضاف مضاف الیہ الکاملہ صفت موصوف صفت

سے ملکر معطوف، معطوف علیہ با معطوف مجرور ہوا، جار مجرور سے ملکر متعلق ثابت کے ثابت دونوں طرفوں سے ملکر

شبہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر، مبتداء خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ لفظاً اور معنا انشائیہ ہوا۔ واو عاطفہ الصلوة مبتداء علی جار

سید مضاف الانبياء مضاف الیه، مضاف بامضاف الیه مبدل منہ محمد موصوف المصطفى صفت، موصوف باصفت بدل، مبدل منہ بدل سے ملکر مجرور، جار مجرور معطوف علیہ، واو عاطفہ آل، مضاف، ضمیر مضاف الیہ مرتب اضافی موصوف اور المنجبتی اس کی صفت موصوف باصفت مجرور، جار مجرور معطوف، معطوف بامعطوف علیہ متعلق نازلۃ مقدر کے نازلۃ اپنے فاعل اور متعلق سے ملکر شبہ جملہ اسمیہ ہو کر خبر، مبتدا اور خبر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

جواب ۱: جزء (ب) - رب، یہ اصل میں یارب نبی ہے، یا حرف ندا قائم مقام اذعو، اذعو فعل انما ضمیر مستتر فاعل، رب غیر جمع مذکر سالم مضاف، یاے متکلم مضاف الیہ، مضاف بمع مضاف الیہ اذعو کا مفعول ہوا اذعو فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ انشائیہ ہے، یسّر، صیغہ امر حاضر انت پوشیدہ اس کا فاعل، فعل فاعل سے ملکر جملہ انشائیہ جواب ندا ہوا۔ ولا تعسر، واو عاطفہ لا تعسر فعل نہیں انت پوشیدہ فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا، وتمم بالخیر واو عاطفہ تتم صیغہ امر حاضر از باب تفعیل انت پوشیدہ فاعل بالخیر جار مجرور ظرف اغو فعل کے متعلق ہوا یہ بھی جملہ فعلیہ انشائیہ ہے۔ وبك نستعین، واو عاطفہ بك جار مجرور نستعین کے متعلق ہوا۔ نستعین اپنے فاعل ضمیر مستتر اور متعلق سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا۔

سوال ۲: جزء (الف) عوامل لفظیہ و معنویہ کی تعریف اور اقسام بیان کریں اور ہر قسم کی تعداد بیان کریں؟

سوال ۲: جزء (ب) حروف جارہ کی تعداد، انکا مدخول اور عمل بیان کریں؟

جواب ۲: جزء (الف) **عامل لفظی کی تعریف:** عامل لفظی وہ ہے جس کا تلفظ کر سکیں یا اس پر دلالت کرنے والے کا تلفظ ہو سکے، عامل لفظی کل ۹۸ ہیں جن میں سے ۹۱ عامل سمعی ہیں اور سات عامل قیاسی ہیں۔

عامل معنوی کی تعریف: عامل معنوی وہ ہے جس کا تلفظ نہ کر سکیں اور نہ ہی اس پر دلالت کرنے والے کا تلفظ ہو سکے، عامل معنوی دو ہیں ایک مبتدا اور اور خبر کا عامل، دوم فعل مضارع کا عامل۔

جواب ۲: جزء (ب) حروف جارہ سترہ ہیں جو اس شعر میں مذکور ہیں۔

بأ، تاو، کاف، لام، واو، منذ، مذ، خلا رب، حاشا، من، عدا، فی، عن، علی، حتی، الی، حروف جارہ اسم پر داخل ہو کر اس کے آخر میں جر کرتے ہیں۔

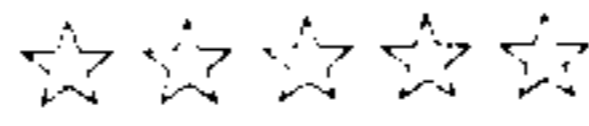
سوال ۳: جزء (الف) افعال قلوب کی تعداد انکا عمل اور مدخول بیان کریں اور بتائیں کہ وہ کون سے ہیں؟

سوال ۳: جزء (ب) افعال ناقصہ کتنے اور کون سے ہیں اور کس پر داخل ہوتے ہیں اور کیا عمل کرتے ہیں؟

جواب ۳: جزء (الف) **افعال قلوب:** یعنی جن افعال کا قلب سے تعلق ہے وہ سات ہیں اور ان کے تین طاغیہ ہیں۔ اول، شک کے لئے اور یہ تین ہیں حسبت، ظننت، خلعت۔ دوم یقین کے لئے اور یہ بھی تین ہیں، علمت، رأیت، وجدت۔ سوم، جوشک و یقین میں مشترک ہے اور وہ زعمت ہے۔

مدخول و عمل۔ افعال قلوب مبتدا اور خبر پر داخل ہوتے ہیں اور دونوں کو بنا بر مفعولیت نصب دیتے ہیں۔

جواب ۴: جزء (ب) افعال ناقصہ سترہ ہیں یہ مبتدا اور خبر پر داخل ہو کر مبتدا کو رفع اور خبر کو نصب کرتے ہیں اور یہ کان، صار، اصبیح، امسی وغیرہ ہیں۔



هدایۃ النحو ۱۹۸۶ء

سوال (۱)۔ افعال ناقصہ کا عمل اور وجہ تسمیہ لکھیں نیز وہ کون سے افعال ہیں؟

جواب۔ افعال ناقصہ سترہ ہیں کان، صار، اصبیح، ونیہ۔ یہ مبتدا اور خبر پر داخل ہو کر مبتدا کو رفع دیتے ہیں اور خبر کو نصب، جیسے کان زید قائما، چونکہ یہ افعال خبر سے ملے بغیر تام نہیں ہوتے اس لئے ان کو افعال ناقصہ کہتے ہیں۔

سوال (۲)۔ درج ذیل کی تعریف بمعنا مثلاً سپرد قلم کریں؟ مؤنث حقیقی، مخصوص بالمدح، صفت مشبہ، غیر منصرف؟

جواب (۱)۔ مؤنث حقیقی وہ ہے کہ جس کے مقابلے میں جاندار مذکر ہو جیسے امرأة کہ اس کے مقابلے میں رجل ہے۔

(۲) مخصوص بالمدح: فعل مدح کے فاعل کے بعد جو اسم ہو اس کو مخصوص بالمدح کہتے ہیں مثلاً نعم الرجل زید، میں لفظ زید مخصوص بالمدح ہے، جو ترکیب میں مبتدا ہے اور نعم الرجل اس کی خبر مقدم ہے۔

(۳) صفت مشبہ: وہ اسم ہے جو کسی ذات کے معنی مصدری کے ساتھ بطور ثبوت متصف ہونے پر دلالت کرتے جیسے سمیع۔

(۴) غیر منصرف: غیر منصرف وہ اسم ہے کہ جس میں منع صرف کے نواسباب میں سے دو سبب پائے جائیں یا ایک ایسا سبب جو دو کے قائم مقام ہو۔ جیسے عمر، کہ اس میں عدل اور علم ہے اور مصابیح، اس میں منتہی الجموع کا وزن ہے جو دو سبب کے قائم مقام ہے۔

(۵) معرفہ: معرفہ وہ اسم ہے جو کسی معین شے کے لئے موضوع ہو معرفہ کی سات قسمیں ہیں۔ (۱) علم جیسے

زید۔ (۲) ضمیریں جیسے انت، هو وغیرہ۔ (۳) اسمائے اشارہ جیسے هذا وغیرہ۔ (۴) اسمائے موصولہ جیسے الذی وغیرہ۔ (۵) معرفہ بالف لام جیسے الرجل۔ (۶) معرفہ بند جیسے یارجل۔ (۷) پہلے پانچ میں سے کسی ایک کی طرف جو اسم مضاف ہو۔ جیسے غلام زید۔



شرح مائتہ عامل ۱۹۸۶ء

سوال-(۱) مندرجہ ذیل عبارت پر اعراب لگائیں، نیز فاعل، مفعول اور موصوف و صفت الگ الگ کریں؟

الأفعال الناقصة وإنما سميت ناقصة لأنها لا تكون بمجرّد الفاعل
كلاماً تاماً فلا تخلو عن نقصان وعى تدخل على الجملة الاسمية۔

جواب- سمیت میں ضمیر نائب فاعل ہے اور وہ ہی ہے جس کا مرجع الأفعال ہے اور ناقصہ مفعول ثانی ہے، کلاماً تاماً، موصوف اور صفت یہ لا تكون کی خبر ہے جس کا اسم ضمیر مستتر ہے اولاً تدخل اور فلا تخلو کا فاعل بھی ضمیر ہے۔

سوال-(۲) مندرجہ ذیل کا ترجمہ اور ترکیب کریں؟

جاء الذی ضربک (وہ آیا جس نے تجھے مارا) هؤلاء اخوان سعید (یہ سعید کے بھائی ہیں) العاقل
یطلب الکمال (ماقل مال طلب کرتا ہے) ختم اللہ علی قلوبہم (اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر
لگا دی) رأیت احد عشر کوبا (میں نے گیارہ ستارے دیکھے)

جواب- جاء فعل الذی اسم موصول، ضرب فعل هو پوشیدہ فاعل کاف ضمیر منصوب متصل مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صلہ، موصول صلہ سے ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل سے ملکر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ هؤلاء اسم اشارہ مبتدأ، اخوان اپنے مضاف الیہ (سعید) سے ملکر خبر، مبتدأ خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ العاقل مبتدأ یطلب فعل هو مستتر فاعل الکمال مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر خبر ہوئی مبتدأ کی، مبتدأ اپنی خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ ختم فعل اللہ فاعل علی جار قلوب مضاف ہم مضاف الیہ، مضاف مضاف الیہ سے مل کر مجرور، جار مجرور ظرف لغو، فعل اپنے فاعل اور ظرف لغو سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ ہوا۔ رأیت فاعل احد عشر کوبا کبا تمیز، میز تمیز سے مل کر مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول

سے ملکر جملہ فعلیہ ہوا۔

سوال - (۳) شرح مائتہ عامل کے مصنف کے مختصر حالات زندگی لکھیں؟

جواب - اس کے مصنف عارف باللہ شیخ عبدالرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ ہیں آپ شعبان المعظم ۸۱۷ھ میں قصبہ جام میں پیدا ہوئے اور اسی قصبہ کی طرف نسبت سے آپکو جامی کہتے ہیں۔ آپ کے والدین حضرت امام محمد (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کی اولاد تھے، اپنے والد شیخ احمد جامی اور دیگر فضلاء، وقت سے استفادہ کیا۔ شرح مائتہ عامل کے علاوہ ۵۴ کتابوں کے مصنف تھے۔ محرم الحرام ۸۹۸ھ میں آپ نے وصال فرمایا۔

سوال - (۴) مندرجہ ذیل کی ترکیب کریں؟

حروف تنصب النعل المضارع وهي اربعة احرف ان ولن وكى واذن۔

جواب - حروف موصوف، تنصب فعل ضمیر مستتر اس کا فاعل الفعل موصوف المضارع صفت، موصوف صفت مفعول بہ، فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہوا۔ واو عاطفہ ہی مبتدا، اربعة متمیز مضاف احرف متمیز مضاف الیہ، مضاف اپنے مضاف الیہ سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔

ان خبر احدھا مبتدا محذوف کی واو عاطفہ لن خبر مبتدا محذوف ثانیہا کی۔ واو عاطفہ کنی خبر مبتدا محذوف ثالثھا کی اور اذن خبر مبتدا محذوف رابعھا کی، یہ تمام اسمیہ جملے ہیں۔



ہدایۃ النحو ۱۹۸ء

سوال - (۱) درج ذیل کی تعریف کریں عدل تحقیقی، ضمیر شان، اسم تصغیر، ضمیر مرفوع، متصل، فعل متعدی؟

(۲) مفاعیل نمسہ کی تعریف بمع امثلہ تحریر کریں؟ (۳) اسباب منع صرف کو اسباب منع صرف کیوں کہتے ہیں وہ کتنے اور کون کون سے ہیں کسی پانچ کی تعریف کریں؟

جواب ۱: **عدل تحقیقی:** عدل تحقیقی وہ ہے کہ غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ اس کے اصل پر کوئی دلیل ہو جیسے ثلاث کے معنی کا تکرار اس کے لفظ کے تکرار پر دلالت کرتا ہے یعنی معنی کے تکرار سے معلوم ہوا کہ ثلاث کا اصلی معنی ثلاثۃ ثلاثہ ہے۔

ضمیر شان: ضمیر شان وہ ضمیر مذکر ہے جو جملہ سے پہلے واقع ہو اور جملہ اس کی تفسیر کرے جیسے قل هو اللہ

ترکیب کی تعریف: دو یا زیادہ کلموں کا ایک ہو جانا بشرطیکہ کوئی جزء حرف نہ ہو۔ جیسے مغذین کر بن۔
وزن فعل کی تعریف: کسی اسم کا ایسے وزن پر ہونا جسکو اوزان فعل سے شمار کیا جاتا ہے۔ جیسے شمر۔



شرح مائتہ عامل ۱۹۸ء

سوال - شرح مائتہ عامل کو شرح مائتہ عامل کیوں کہتے ہیں مصنف کا نام کیا ہے اور عوامل کی تفصیل بتائیں؟

جواب - شیخ عبدالقادر جرجانی کی کتاب مائتہ عامل کی شرح ہونے کی وجہ سے اس کتاب کو شرح مائتہ عامل کہتے ہیں۔
 سوال کا بقیہ حصہ حل ہو چکا ہے۔

سوال - مندرجہ ذیل عبارت کا ترجمہ اور ترکیب کریں اور مضارع کو جزم کرنے والے حروف کی تعداد بتائیں؟

النوع السادس حروف تجزم الفعل المضارع وهي خمسة احرف ولما ولام الامر ولا النهی وان للشرط۔

جواب - ترجمہ: چھٹی نوع حروف ہیں جو فعل مضارع کو جزم کرتے ہیں وہ پانچ حروف ہیں لم، لما، لام امر، لانے نہی، اور ان جو ہونے والا ہے شرط کے لئے۔ ترکیب: النوع موصوف السادس صفت، موصوف صفت سے ملکر مبتداء، حروف موصوف تجزم فعل ہی ضمیر مستتر فاعل الفعل المضارع مرکب توصیفی مفعول، فعل اپنے فاعل اور مفعول بہ سے ملکر جملہ فعلیہ ہو کر صفت، موصوف اپنی صفت سے ملکر خبر، مبتداء خبر سے ملکر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ لم احدها مبتداء مقدر کی خبر ہے لما، ثانیہا مقدر کی خبر، لام الامر، مرکب اضافی ثالثہا مقدر کی خبر ہے، لا النهی مرکب توصیفی، خبر مبتداء محذوف رابعہا کی اور، ان اپنی صفت للشرط سے ملکر خبر ہے مبتداء محذوف خامسہا کی۔

سوال - مندرجہ ذیل عبارت پر اعراب لگائیں نیز فعل، فاعل، موصوف صفت اور جار مجرور کی نشان دہی کریں؟

جواب - الحروف المشبہة بالفعل وهي تدخل على المبتداء والخبر تنصب الاسم ورفع الخبر۔ الحروف المشبہة، مرکب توصیفی ہے، بالفعل جار مجرور ہے، تدخل فعل اور ہی ضمیر مستتر فاعل ہے، علی المبتداء والخبر عطف کے بعد جار مجرور ہے۔ تنصب کا فاعل ضمیر ہے اور الاسم مفعول بہ ہے اس طرح ترفع کا فاعل ضمیر ہے اور الخبر مفعول بہ ہے۔

سوال مع جواب - درج ذیل کا ترجمہ ترکیب نحوی کریں؟ اهدنا الصراط المستقیم - ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ جہاں فی التوہم الازیدامیہ - پاس قوم آئی سوائے زید کے، اشتریت الفرس بسرجه، میں سموز اس کی زین سمیت خریدا، والأمر اھلک بالصلوۃ اور اپنے اہل کو نماز کا حکم دیں اشتریت عشرین کتاباً، میں نے بیس کتابیں خریدیں۔

جواب - اھد، میخوام انت مستتر فاعل، ناخمیہ منسوب مفعول الصراط لمستقیم مرکب تو صغی مفعول ثانی بعد انشائیہ جہاں فعل، نون وقایہ کے متکلم مفعول التوہم مستثنیٰ منہ الأحرف استثناء زیداً مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ مستثنیٰ سے مستتر فاعل، یہ جملہ فعلیہ خبر یہ ہے۔ اشتریت فعل بفاعل الفرس مفعول، با جار سرجه، مرکب اضافی بحر ورج، جار بحر و ظرف لغو، جملہ فعلیہ خبر یہ یا انشائیہ۔ واو عاطفہ انہ صرام حاضر انت مستتر فاعل، اھلک مرکب اضافی مفعول، بالصلوۃ جار بحر و ظرف لغو، یہ جملہ انشائیہ ہے اشتریت فعل بمع فاعل عشرین اسم مدد، کتاب اتین سے مدد مفعول یہ جملہ فعلیہ خبر یہ یا انشائیہ ہے۔

.....

هدایة النحو ۲۰۰۳

سوال - ہدایۃ النحو کی روشنی میں کلمہ کی تین قسموں میں منحصر ہونے کی وجہ قلم بند کریں؟

جواب - کلمہ تین اقسام میں اس لئے منحصر ہے کہ کلمہ معنی مستقل پر دلالت کرے گا یا نہیں قسم ثانی حرف ہے پھر اگر کلمہ اپنے معنی مستقل پر دلالت کرے گا تو اس میں کوئی زمانہ ہوگا یا نہیں ہوگا اگر نہیں ہوگا تو اسم ہے، اگر ہوگا تو فعل ہے۔

سوال - حرف ن وجہ تسمیہ بیان کریں نیز کلام عرب میں حرف کے فوائد سپرد قلم کریں؟

جواب - حرف کے لغوی معنی طرف یعنی کنارہ ہیں چونکہ حرف اصطلاحی کلام عرب میں طرف اور کنارہ میں ہوتا ہے یعنی نہ مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ اس لئے کلمہ کی اس قسم کو حرف کہتے ہیں۔ **فوائد**: کلام عرب میں حرف کے کثیر فوائد ہیں مثلاً دو اسموں کے درمیان ربط و تعلق جیسے زیڈ فی الدار، دو فعلوں کے درمیان ربط جیسے اریذ ان تحسن الی، دو جملوں کے درمیان ربط جیسے ان تضربنی اضربک۔

(دیگر فوائد وقایہ انہو میں دیکھیں)

سوال - (۳) ہدایۃ انجم میں اعراب کی کل تین قسمیں ذکر کی گئی ہیں نیز اسم مقصور اور اسم منقوص کی تعریف اور اعراب

جمع امثلہ بیان کریں؟

جواب - ہدایہ النحہ میں اعراب کی چار قسمیں ذکر کی گئی ہیں۔ (۱) اعراب بالحرکت۔ (۲) اعراب بالحرک۔ (۳) اعراب لفظی۔ (۴) اعراب تقدیری، اور اعراب اسم کی نو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ (۱) رفع ضمہ کے ساتھ، نصب فتح کے ساتھ، جر کسرہ کے ساتھ، یہ منفرد منصرف صحیح، جاری مجزأ صحیح اور جمع مکسر منصرف کا اعراب ہے۔ (۲) رفع ضمہ کے ساتھ نصب اور جر کسرہ کے ساتھ یہ جمع مؤنث سالم کا اعراب ہے۔ (۳) رفع ضمہ کے ساتھ اور نصب و جر فتح کے ساتھ یہ غیر منصرف کا اعراب ہے۔ (۴) رفع واؤ کے ساتھ نصب الف کے ساتھ اور جریاء کے ساتھ یہ اسماء ستہ مکبرہ کا اعراب ہے۔ (۵) رفع الف کے ساتھ اور نصب و جریاء ما قبل مفتوح کے ساتھ یہ تشبیہ، کلا اور اثنان و اثنتان کا اعراب ہے۔ (۶) رفع واؤ ما قبل مضموم کے ساتھ اور نصب و جریاء ما قبل مکسور کے ساتھ یہ جمع مذکر سالم وغیرہ کا اعراب ہے۔ (۷) رفع تقدیری ضمہ کے ساتھ نصب تقدیری فتح کے ساتھ اور جر تقدیری کسرہ کے ساتھ یہ اسم مقصور کا اعراب ہے اور ہر اسم کا جو جمع مذکر سالم نہ ہو اور یائے متکلم کی طرف مضاف ہو۔ (۸) رفع تقدیری ضمہ کے ساتھ جر تقدیری کسرہ کے ساتھ اور نصب فتح لفظی کے ساتھ یہ اسم منقوص کا اعراب ہے۔ (۹) رفع تقدیری واؤ کے ساتھ نصب اور جریاء ملفوظ کے ساتھ یہ جمع مذکر سالم کا اعراب ہے جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہے۔

اسم مقصور: اسم مقصور اس اسم کو کہتے ہیں جس کے آخر میں الف مقصورہ ہو خواہ باقی ہو۔ جیسے العصى، یا محذوف ہو۔ جیسے عصا، اسم مقصور کا اعراب تینوں حالتوں میں تقدیری ہوتا ہے۔ جیسے جاء نسی عصا، رأیت عصا، ومررت بعصا۔

اسم منقوص: اس اسم کو کہتے ہیں جس کے آخر میں یاء ما قبل مکسور ہو۔ جیسے القاضی، اس کا اعراب حالت رفع اور جر میں تقدیری ہوتا ہے لیکن حالت نصب میں لفظی ہوتا ہے۔ جیسے جاء القاضی، رأیت القاضی، مررت بالقاضی۔

سوال - (الف) وہ کون سے اسباب منع صرف ہیں جن میں ملیت شرط ہے؟

(ب) جمع اور وزن فعل کے غیر منصرف کا سبب بننے کی شرائط تفصیلاً قلمبند کریں؟

(ج) وہ کون سی صورتیں ہیں جن میں فاعل کے فعل کا مؤنث ہونا ضروری ہے اور وہ کون سی صورتیں ہیں جن میں فعل

مذکورہ مؤنث دونوں طرح آسکتا ہے مثالیں دے کر وضاحت کریں؟

جواب - (الف) ایسے اسباب منع صرف پانچ ہیں - (۱) تانیث بالتاء - (۲) تانیث معنوی - (۳) عجمہ - (۴) ترکیب - (۵) وہ اسم جس میں الف نون زائد تان ہو۔

(ب) جمع کی شرائط، جمع کی دو شرطیں ہیں (۱) وہ جمع منتہی الجموع کے وزن پر ہو یعنی اس کے آگے جمع تکسیر نہ آسکتی ہو۔ (۲) اس جمع کے آخر میں وہ تاء نہ ہو جو حالت وقف میں ہاء، بن جاتی ہے۔ وزن فعل کی شرائط، (۱) وہ وزن فعل کے ساتھ مختص ہو اسم میں صرف منقول ہو کر پایا جائے۔ جیسے شمر اور ضرب - (۲) اگر وہ وزن فعل کے ساتھ مختص نہ ہو تو اس کے شروع میں حروف اتین میں سے کوئی ایک حرف ہو اور آخر میں وہ تاء نہ ہو جو حالت وقف میں ہاء ہو جاتی ہے۔

جواب ۲: جزء ۱: (۱) اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو اور فعل و فاعل کے درمیان فاصلہ نہ ہو تو فعل کو مؤنث لانا واجب ہے جیسے قامت ہند۔

(۲) اگر فاعل ضمیر مؤنث ہو تو فعل مؤنث ہوگا۔ جیسے الشمس طلعت۔ (۳) اگر فاعل مؤنث حقیقی ہو مگر فعل و فاعل میں فاصلہ ہو تو فعل میں تذکیر و تانیث دونوں امر جائز ہیں۔ جیسے ضرب الیوم ہند اور ضربت الیوم ہند۔ (۴) اگر فاعل مؤنث غیر حقیقی ہو تو فعل میں تذکیر و تانیث جائز ہے۔ جیسے طلعت الشمس اور طلع الشمس۔

سوال ۳: - (الف) تنازع فعلان کی کتنی اور کون کون سی صورتیں ہیں؟ مثال دے کر وضاحت کریں؟ نیز تنازع کی صورت میں بصریوں اور کوفیوں کے نزدیک کون سے فعل کو عمل دینا مختار ہے اور کیوں۔

(ب) مفعول مالم یسم فاعلہ کی تعریف اور مثال تحریر کریں؟

جواب ۳: - (الف) تنازع فعلان کی چار صورتیں ہیں اول دونوں فعل اسم ظاہر کے فاعل ہونے میں تنازع کریں۔ جیسے ضرب بنی واکرمنی زید۔

دوم: دونوں فعل اسم ظاہر کے مفعول ہونے میں تنازع کریں۔ جیسے ضربت واکرمت زیدا۔

سوم: پہلا فعل اسم ظاہر کے فاعل ہونے کو چاہے اور دوسرا مفعول ہونے کو۔ جیسے ضرب بنی واکرمت زیدا۔

چهارم: پہلا فعل اسم ظاہر کے مفعول ہونے کو چاہے اور دوسرا فاعل ہونے کو۔ جیسے ضربت واکرمنی زید۔

کس کو عمل دینا مختار ہے - اگرچہ تنازع کی صورت میں جمہور نجات کے نزدیک ہر ایک فعل کو عمل دینا جاسکتا ہے لیکن مختار اور پسندیدہ کیا ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔

مذہب بصریین: بصریین کے نزدیک دوسرے فعل کو عمل دینا مختار ہے کیونکہ وہ اسم ظاہر کے قریب ہے۔
والحق للتربیب۔

مذہب کوفیین: کوفیین کے نزدیک پہلے فعل کو عمل دینا مختار ہے کیونکہ وہ پہلا طالب و مستحق ہے۔

جواب ۲:- (ب) مفعول مالم یسم فاعله: اس مفعول کو کہتے ہیں جس کا فاعل حذف کر کے مفعول کو فاعل کی جگہ رکھ دیا گیا ہو۔ جیسے ضرب زید۔

سوال ۴: (۱) اسماء منصوبہ کتنے اور کون کون سے ہیں؟

(۱۱) - مفعول مطلق کی تعریف کریں اور بتائیں کہ یہ کس کس معنی کے لئے آتا ہے۔ مثالیں دیکر وضاحت کریں؟

(۱۱۱) - مفعول مطلق کے عامل کو کس صورت میں جواز اور کس صورت میں وجوباً حذف کیا جاتا ہے مثالیں دیکر وضاحت کریں؟

جواب ۴:- (۱) اسماء منصوبہ کل بارہ ہیں، مفاعیل خمسہ۔ (۶) حال۔ (۷) مستثنیٰ۔ (۸) تمیز۔ (۹) کان کی خبر۔ (۱۰) ان کا اسم۔ (۱۱) لائے نفی جنس کا اسم۔ (۱۲) ماوا امثابہ بلیس کی خبر۔

جواب ۴:- جزء (۱۱) - **مفعول مطلق**: مفعول مطلق وہ مصدر ہے جو فعل مذکور کے معنی میں ہو۔ مفعول مطلق تین معنی کے لئے آتا ہے۔ (۱) تاکید جیسے ضربت ضرباً۔ (۲) بیان نوع کے لئے۔ جیسے جلست جلست القاری۔ (۳) بیان عدد کئے جیسے جلست جلست اور جلستین اور جلسات۔

جواب ۴:- جزء (۱۱۱) - اگر حذف پر قرینہ ہو تو مفعول مطلق کے فعل کو جوازاً حذف کر دیا جاتا ہے جیسے تیرا قول سفر سے آنے والے کے لئے، خیر مقدم انی قدمت قدوماً خیر مقدم۔ اور کبھی وجوباً حذف کر دیا جاتا ہے، جیسے سقیاء، شکر او غیرہ میں، یہ سماں پر مقصور ہے یعنی جہاں اہل لغت نے حذف یا حذف وہاں کریں گے۔

سوال ۵:- (الف) تابع کی تعریف وجہ تسمیہ اور اقسام تحریر کریں؟

جواب: - تابع کی تعریف و اقسام گزر چکے ہیں۔ وجہ تسمیہ یہ ہے کہ تابع اعراب میں اپنے متبوع کے موافق ہوتا ہے اس لئے اس کو تابع کہتے ہیں۔

(۱۱) تابع، نعت کی تعریف وجہ تسمیہ اور اقسام تحریر کریں؟

جواب: - نعت کی تعریف گذر چکی ہے، چونکہ نعت اپنے ماقبل کی صفت اور حالت بیان کرتی ہے اس لئے اس کو نعت کہتے ہیں۔

(۱۱) تابع نعت کے فوائد قلمبند کریں؟

جواب: - (الف) فوائد نعت (۱) موصوف کی تخصیص کرنا جبکہ موصوف و صفت دونوں نکرہ ہوں جیسے رَجُلٌ عَالِمٌ۔ (۲) موصوف کی توضیح جب دونوں معرفہ ہوں جیسے زید الفاضل۔ (۳) ثناء مدح کے لئے جیسے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ (۴) ذم آئیے جیسے تعوذ میں۔ (۵) تاکید کے لئے جیسے نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ۔

سوال ۶: - (۱) کون سے اسماء افعال بمعنی فعل امر استعمال ہوتے ہیں؟ اور کون سے بمعنی فعل ماضی، مثالیں دے کر وضاحت کریں۔

(۱) درج ذیل اصطلاحات کی تعریف کریں۔ مصدر، اسم فاعل، صفت مشبہ۔

(۱۱) معرفہ کی تعریف و امثلہ بیان کریں (یہ حل ہو گیا ہے)

جواب: - زوید، معنی امر آتا ہے جیسے زوید زید انی اھیلہ۔ ہنیہات معنی ماضی آتا ہے جیسے ہنیہات زید انی بعد۔

(۱۱) مصدر کی تعریف

سینے نکلیں جس سے مصدر اس کو جان جس کے آخردن ہو یا تن اے جوان

(بقیہ حل ہو گئے ہیں)

☆☆☆☆☆

القسم الثانی شرح مائتہ عامل

سوال ۷: - (۱) حروف جارہ کتنے اور کون کون سے ہیں؟ (حل ہو چکا ہے)۔

(۲) باء کتنے اور کون کون سے معنی کے لئے آتی ہے؟ ہر ایک کی مثال تحریر کریں۔

(۳) حروف ناصبہ للاسم کتنے اور کون کون سے ہیں بمع مثال تحریر کریں؟

جواب ۷: - جز، (۲) باء جارہ درج ذیل معانی کے لئے آتی ہے۔

(۱) الصاق آئیے، جیسے بہ داء۔ (۲) اسعانت کیلئے، جیسے کتبت بالقلم۔ (۳) تعلیل کیلئے، جیسے

باتخاذکم العجل - (۴) مصاجبت کیلئے، جیسے اشتریت الفرس بسرجه - (۵) اازم کو متعدی بنانے کیلئے، جیسے ذهب اللہ بنورهم - (۶) مقابلہ کیلئے، جیسے اشتریت العبد بالفرس - (۷) قسم کیلئے، جیسے باللہ لافعلن کذا - (۸) استعطف کیلئے، جیسے ارحم بزید - (۹) ظرفیت کیلئے، جیسے زید بالبلد - (۱۰) ہائے، جیسے لاتلقوا بایدیکم الی التیلکة۔

جواب ۷: - جز۔ (۳) جن حروف کو مشبہ بالفعل کہتے ہیں وہ تعداد میں چھ ہیں (۱) ان، جیسے ان زیدا قائم۔ (۲) ان، جیسے بلغنی ان زیدا قائم۔ (۳) کان، جیسے کان زیدا اسد۔ (۴) لکن، جیسے غاب زید لکن بکرا حاضر۔ (۵) لیت، جیسے لیت زیدا قائم۔ (۶) لعل، جیسے لعل السلطان یکرمنی۔

سوال: فعل مضارع کو نصب دینے والے حروف کتنے اور کون کون سے ہیں نیز ان کے معنی بتائیں؟

جواب: فعل مضارع کو نصب دینے والے حروف چار ہیں۔ ان، لمن، کنی، اذن، ان فعل مضارع کو بمعنی مصدر کر دیتا ہے، لمن فعل مضارع کو نفی تاکید مستقبل کے معنی میں کر دیتا ہے، کنی سمیت کے لئے آتا ہے، اذن جواب اور جزا کے لئے آتا ہے اور ان مقدمہ بھی مضارع کو نصب دیتا ہے۔

سوال: درج ذیل جملوں کی ترکیب نحوی کریں۔ (۱) النوع السادس حروف تجزم الفعل المضارع، نعم الرجل زید۔ (۲) من یکرمنی اکرمہ۔ (۳) وهو لا یستعمل الا فی ذوی العتول۔ (۴) کم رجلا ضربتہ۔ (۵) عسی ان یخرج زید۔

جواب: النوع موصوف، السادس صفت یہ مرکب تو صیغی مبتدا ہے حروف موصوف تجزم فعل ضمیر مستتر فاعل، الفعل المضارع، مرکب تو صیغی مفعول، فعل اپنے فاعل و مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ ہو کر صفت بنا، موصوف صفت سے مل کر خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔ نعم فعل، الرجل فاعل فعل بفاعل جملہ فعلیہ خبر مقدم زید مخصوص بالمدح مبتدا، من شرطیہ مبتدا، یکرمنی جملہ فعلیہ شرط، اکرمہ خبر، شرط اپنی خبر سے مل کر یہ جملہ ہوا۔ واو عاطفہ لا ینستعمل نفی مضارع مجہول ضمیر مستتر نائب فاعل، الا استثناء فی جار ذوی العتول مرکب اضافی، جار مجرور مستثنیٰ مفرغ متعلق ہوا فعل کے، فعل اپنے نائب فاعل اور ظرف لغو سے مل کر جملہ خبریہ ہو کر خبر ہوا مبتدا کی۔ کم استفہامیہ میتر جلا تمیز سے مل کر مبتدا۔ ضربت فعل بافاعل ضمیر منصوب اس کا مفعول، جملہ فعلیہ خبر، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہوا۔ عسی فعل از افعال مقاربہ ان یخرج اسکی خبر اور زید

اسکا اسم، عسی اسم اور خبر سے ملکر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

سوال: والثامن مادام وهي لتوقیت شی بمدة ثبوت خبرها باسمها فلا بد من ان يكون قبلها جملة فعلية او اسمية نحو اجلس مادام زيد جالس زيد قائم مادام عمرو قائما۔

ترجمہ: اور آٹھواں مادام ہے اور یہ اپنے اسم کے لئے ثبوت خبر کی مدت کے ساتھ کسی چیز کے وقت کی تعیین کے لئے آتا ہے، پس ضروری ہے کہ اس سے قبل جملہ فعلیہ یا اسمیہ ہو جیسے اجلس مادام زيد جالس الخ۔



هداية النحو ۲۰۰۲ء

سوال: وهي منحصرة في ثلاثة اقسام - (۱) عبارت بالا کی روشنی میں بتائیں کہ 'ہی' کا مرجع کیا ہے؟ نیز بوجہ تصر قلمبند کریں؟ (۲) وتسمى اسما لسموه علی قسیمیه لالکونه وسماعلی السعنی ویسمى الثعل فعلا باسم اصله عبارت مذکورہ بالا کا ترجمہ کریں اور تشریح اس انداز سے کریں کہ اسم اور فعل میں سے ہر ایک کی وجہ تسمیہ واضح ہو جائے؟ (۳) وللحروف فی کلام العرب فوائد، ہدایہ انھو میں مذکور حرف کے فوائد لکھیں؟ (یہ حل ہو چکا ہے)

جواب ۱: - جز الف: کلمتین اقسام میں منحصر ہے 'ہی' ضمیر کا مرجع کلمہ ہے اور اقسام ثلاثہ سے مراد اسم فعل اور حرف ہے (بوجہ تصر قلمبند ہے) (۲) اور وہ نام رکھا جاتا ہے اسم بوجہ اس کے بلند ہونے کے اپنے قسیمین پر نہ اس کے اپنے معنی وسمی پر علامت ہونے کی وجہ سے اور فعل کا نام فعل اس کے اصل مصدر کے نام پر رکھا گیا ہے۔

تشریح: - مذکورہ بالا عبارت میں مصنف نے اسم اور فعل کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے اور اس کے ضمن میں سے اسم کی وجہ تسمیہ میں نجات بصرہ کوفہ کے اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ بصریوں کے نزدیک اسم سمو بمعنی بلندی سے ماخوذ ہے اور کلمہ کی اس قسم کو اسم اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے قسیمین یعنی فعل و حرف پر بلند ہے بایں صورت کہ اسم مسند اور مسند الیہ ہوتا ہے، اور فعل صرف مسند ہوتا ہے اور حرف نہ مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ، نجات کوفہ کہتے ہیں اسم وسمی بمعنی علامت سے ماخوذ ہے اور کلمہ کی اس قسم کو اسم اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے معنی وسمی پر علامت ہے، مصنف نے لالکونه وسماعلی سے نجات کوفہ کی تردید کی ہے کیونکہ فعل اور حرف بھی اپنے معنی پر

علامت ہے لہذا انکا نام بھی اسم ہونا چاہئے فعل کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ فعل اپنے اصل (مصدر) کے نام پر یہ نام رکھا گیا ہے کیونکہ حقیقت میں فاعل کا فعل یہی مصدر ہی ہوتا ہے۔

سوال ۲: - فَعَلِمَ انَ الْكَلَامِ لَا يَحْصُلُ الْاَمِنْ اَسْمِيْنَ اَوْ مِنْ فَعْلٍ وَاِسْمٍ، (۱) کلام کی تعریف اور مثال تحریر کریں اور بتائیں دو اسموں یا ایک فعل اور ایک اسم کے علاوہ سے کلام کیوں نہیں بنتا؟ (۲) وہو کل اسم ركب مع غيره ولا يشبه مبنى الاصل، هو كالمرجع بتائیں اور عبارت مذکورہ کا ترجمہ تشریح کریں؟ نیز بتائیں کہ مبنی الاصل کتنی اور کون کون سی چیزیں ہیں؟ (۳) اسماء ستہ مع معانی تحریر کریں نیز ان کے اعراب کی تشریح مع امثلہ سپرد قلم کریں؟

جواب: - (۳) **کلام کی تعریف:** کلام وہ لفظ ہے جو دو کلموں پر بطریق اسناد مشتمل ہو۔ جیسے زید قانم اور ضرب زید کلام صرف دو اسموں یا ایک فعل اور ایک اسم سے حاصل ہوتا ہے اس لیے کلام اسناد کے بغیر نہیں ہوتا اور اسناد صرف ان دو قسموں میں متصور ہے۔ (۲) هو كالمرجع معرب ہے یعنی معرب وہ اسم ہے جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہو اور مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو اور مبنی الاصل تین چیزیں ہیں ماضی، امر اور تمام حروف یعنی اگر کوئی اسم غیر کے ساتھ مرکب نہ ہو جیسے تنہا زید تو وہ معرب نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ اسم معرب ہوگا جو مبنی کے مشابہ ہو جیسے هو لاء، البتہ وہ اسم معرب ہوگا جو اپنے غیر کے ساتھ مرکب ہو اور مبنی الاصل کے مشابہ نہ ہو جیسے لفظ زید قائم زید میں۔ (۳) اسماء ستہ اب، باپ، اخ، بھائی، حم، دیور، ہن، شرمگاہ، فم، منہ، ذومال، مالدار۔

الاعراب: اسماء ستہ کا اعراب، رفع واؤ کے ساتھ نصب الف کے ساتھ اور جریاء کے ساتھ جیسے جاء نی ابوك، رأيت اباك، مررت بابيك۔

سوال: - (۳) الاسم المعرب على نوعين منصرف وهو مالميس فيه سببان او واحد يقوم مقامهما من الاسباب التسعة وغير منصرف وهو مالم فيه سببان او واحد منها تقوم مقامهما۔ (۱) عبارت بالا کا ترجمہ کریں اور اسم معرب کی قسموں کا حکم قلمبند کریں؟ (۲) اسباب تسعہ کون سے ہیں نیز ان اسباب کی نشاندہی کریں جو قائم مقام دو کے ہیں؟ (۳) عدل اور اسکی اقسام کی تعریف و تشریح مع امثلہ زینت قرطاس فرمائیں؟

جواب: - (۳) اسم معرب دو قسم پر ہے ایک منصرف، جس میں منع صرف کے دو سبب نہ ہوں یا ایسا ایک سبب نہ ہو جو دو کے قائم مقام ہوتا ہے۔ دوم غیر منصرف اور غیر منصرف وہ ہے کہ جسمیں دو سبب ہوں یا ایسا ایک سبب ہو جو دو کے قائم مقام ہوتا ہے۔ اس عبارت میں مصنف نے اسم معرب کی دو قسموں یعنی منصرف اور غیر منصرف کی تعریف کی ہے۔

حکم: منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر تینوں حرکتیں بمع تنوین آتی ہیں جیسے جاء نی، زید، رأیت زید، ومررت بزید غیر منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر نہ کسرہ آتا ہے اور نہ تنوین بلکہ کسرہ کی جگہ فتح آتا ہے جیسے جاء نی احمد، رأیت احمد، ومررت باحمد۔ (۲) **عدل کی تعریف:** اسم کے اصلی صیغہ (شکل) سے نکل کر دوسرے صیغہ کی طرف چلے جانے کو عدل کہتے ہیں۔ عدل کی دو قسمیں ہیں، اول عدل تحقیقی کہ جس کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ بھی اسکی اصل یعنی معدول عنہ پر کوئی دلیل ہو جیسے ثلث۔

دوم: عدل تقدیری کہ جس کے غیر منصرف پڑھے جانے کے علاوہ اسکی اصل یعنی معدول عنہ پر دلیل نہ ہو جیسے عمر۔ (ہم نے اس کا معدول عنہ عام فرض کر لیا ہے)

سوال: - اسما، مرفوعہ کتنے اور کون کون سے ہیں؟ (۲) فاعل کی تعریف کریں اور بتائیں کہ کس صورت میں فاعل کا فعل ہمیشہ واحد رہتا ہے اور کس صورت میں واحد، ثثنیہ، جمع آتا ہے مثال دے کر واضح کریں۔ (۳) مبتدا کی دونوں قسموں کی تعریف اور مثال تحریر کریں؟

جواب: - اسما، مرفوعہ آٹھ ہیں۔ (۱) فاعل (۲) نائب فاعل (۳) مبتدا (۴) خبر (۵) کان کا اسم (۶) ان کی خبر (۷) ان کے انھی جنس کی خبر اور (۸) ماوا المشابہ بلیس کا اسم۔

(۱) **فاعل کی تعریف:** فاعل وہ اسم ہے جس سے پہلے فعل یا شبہ فعل ہو جو اس اسم کی طرف مسند ہو بطریق قیام کے جیسے زید، ضرب زید میں۔ (۱) فاعل اگر اسم ظاہر ہو تو فعل ہمیشہ واحد رہتا ہے جیسے جاء زید، جاء الزیدان، جاء الزیدون۔

فاعل اگر ضمیر ہو تو فاعل واحد مفرد کے لیے فعل واحد آئے گا جیسے زید ضرب۔ اور فاعل ثثنیہ کے لیے فعل ثثنیہ آئے گا جیسے الزیدان ضرب اور فاعل جمع کے لیے جمع آئے گا جیسے الزیدون ضربوا۔

(۱۱) **مبتدا کی قسم اول:** مبتدا وہ اسم ہے جو عامل لفظی سے خالی ہو اور مسند الیہ ہو جیسے زید قائم میں لفظ زید۔

مبتدا کی قسم ثانی - مبتدا کی قسم ثانی وہ صفت کا صیغہ ہے جو حرف نفی یا الف استفہام کے بعد واقع ہو اور اسم ظاہر کو رفع دے جیسے ما قانم زید - ا قانم زید -

سوال: - درج ذیل اصطلاحات کی تعریف کریں، مفعول بہ، منادی، حال، اسم مضمّر، اسم موصول؟

جواب - مفعول بہ - اس چیز کا نام ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو۔ جیسے ضرب زید عمر میں عمرو۔

منادی: - وہ اسم ہے جس کو حرف ندا ملفوظ کے ساتھ بلایا گیا ہو، جیسے یا زید۔

حال: - وہ اسم نکرہ ہے جو فاعل یا مفعول بہ یا دونوں کی حالت بیان کرے۔ جیسے جاء نسی زید را کبہ،

ضربت زیداً مشدوداً، لقییت عمراً را کبین۔

اسم مضمّر: - اسم مضمّر ایسا اسم ہے جو متکلم یا مخاطب یا ایسے غائب پر دلالت کرنے کے لئے وضع کیا گیا ہو جو لفظاً یا معنی یا حکماً مذکور ہو۔

اسم موصول: - ایسا اسم ہے جو صلہ کے بغیر جملے کا جزو تام نہ بن سکے۔ جیسے الذی وغیر۔



شرح مائة عامل

سوال - حرف من اور الی کون سے حرف ہیں؟ کیا عمل کرتے ہیں؟ کن کن معنوں کے لیے آتے ہیں دونوں کے کسی دو دو معنوں کی مثالیں تحریر کریں؟

(۱۱) اسم فاعل کیا عمل کرتا ہے؟ نیز اس کے عمل کے لئے کیا شرائط ہیں۔ کسی دو کی مثال تحریر کریں؟

جواب - من اور الی دونوں حرف جر ہیں، یہ اسم پر داخل ہو کر اس کو جر کرتے ہیں، من ابتدائے غایت کے لئے

آتا ہے جیسے سرت من البصرة اور تبعیض کے لئے آتا ہے جیسے اخذت من الدراهم، الی انتہاء غایت

کے لئے آتا ہے، جیسے سرت من البصرة الی الکوفة۔ اور بمعنی مع کے جیسے الی المرافق، الی

بمعنی مع ای مع المرافق۔

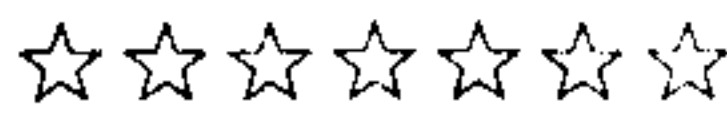
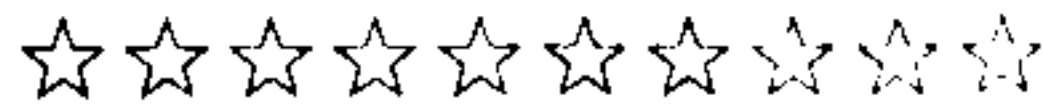
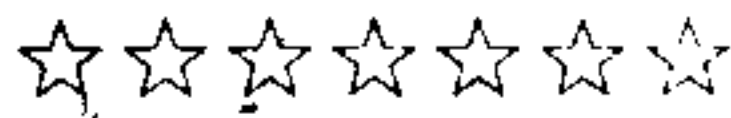
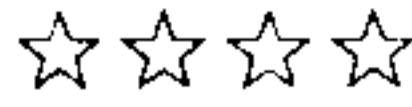
(۱۱) اسم فاعل اپنے فعل معروف والا عمل کرتا ہے اور بمعنی حال یا استقبال ہو اور چھ چیزوں میں سے کسی ایک پر اعتماد

کرتا ہو۔ وہ چھ چیزیں یہ ہیں، مبتدا، ذو الحال، موصول، موصوف، ہمزہ استفہام، حرف نفی، جیسے جاء نسی زید

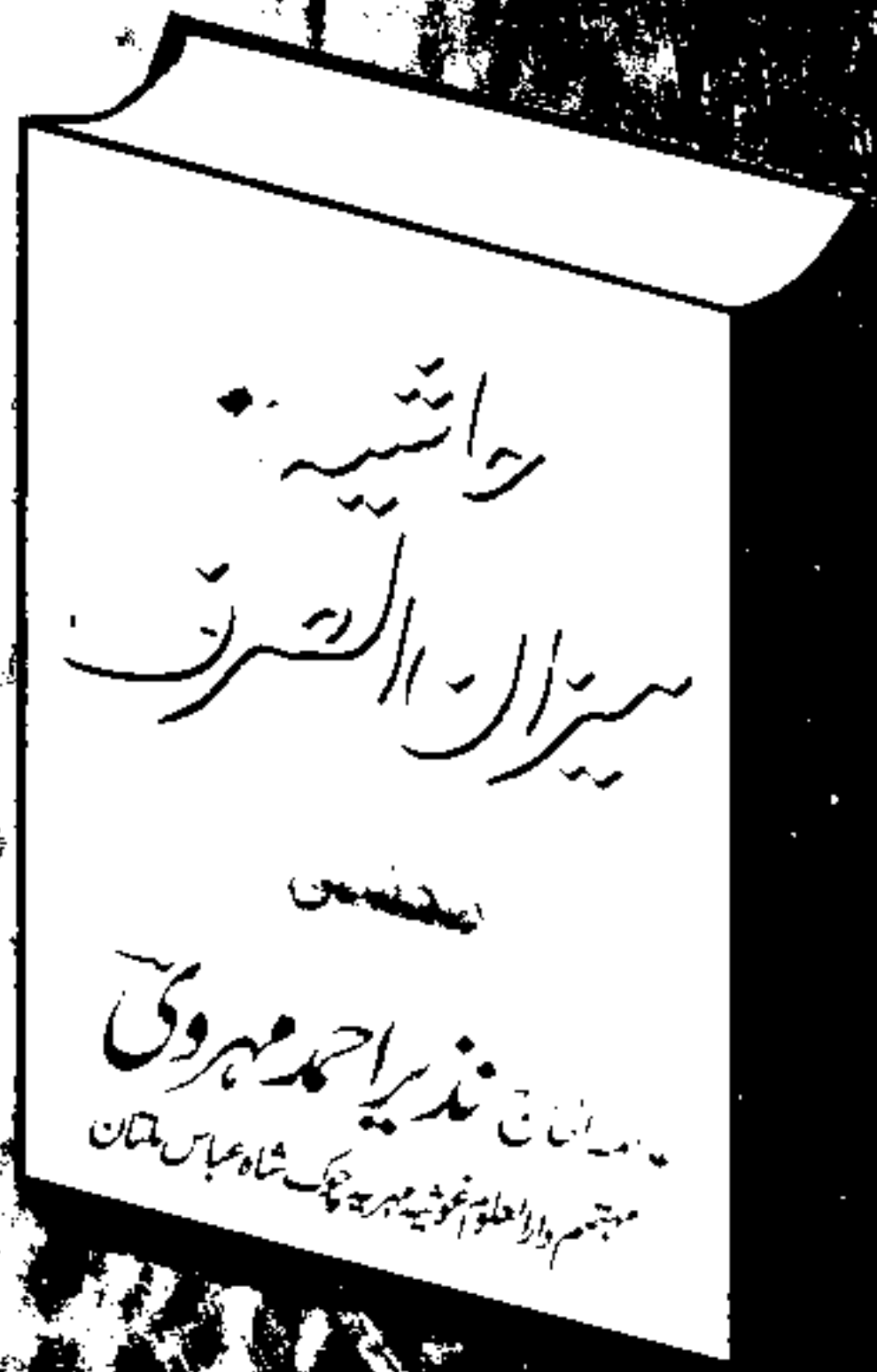
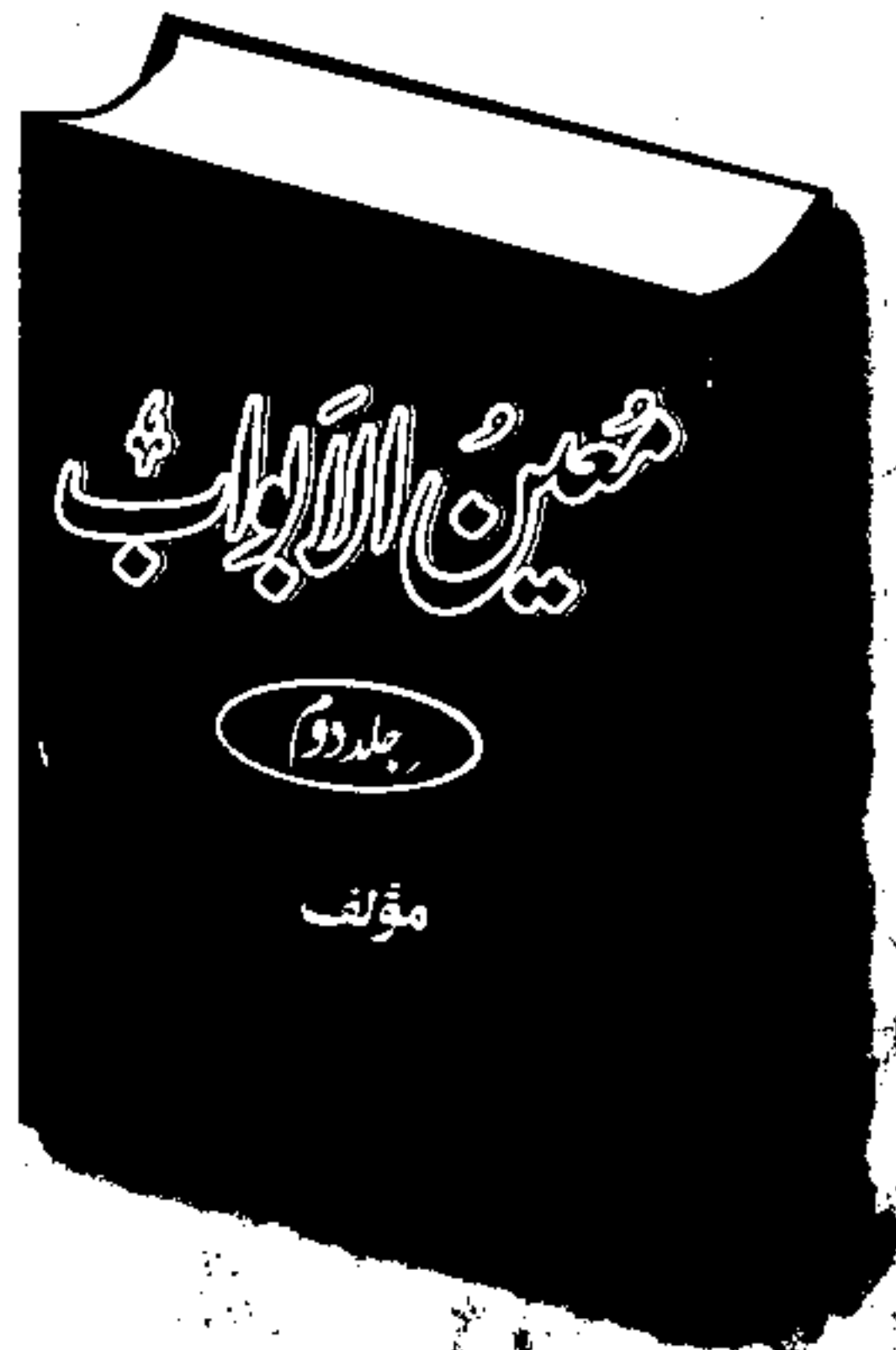
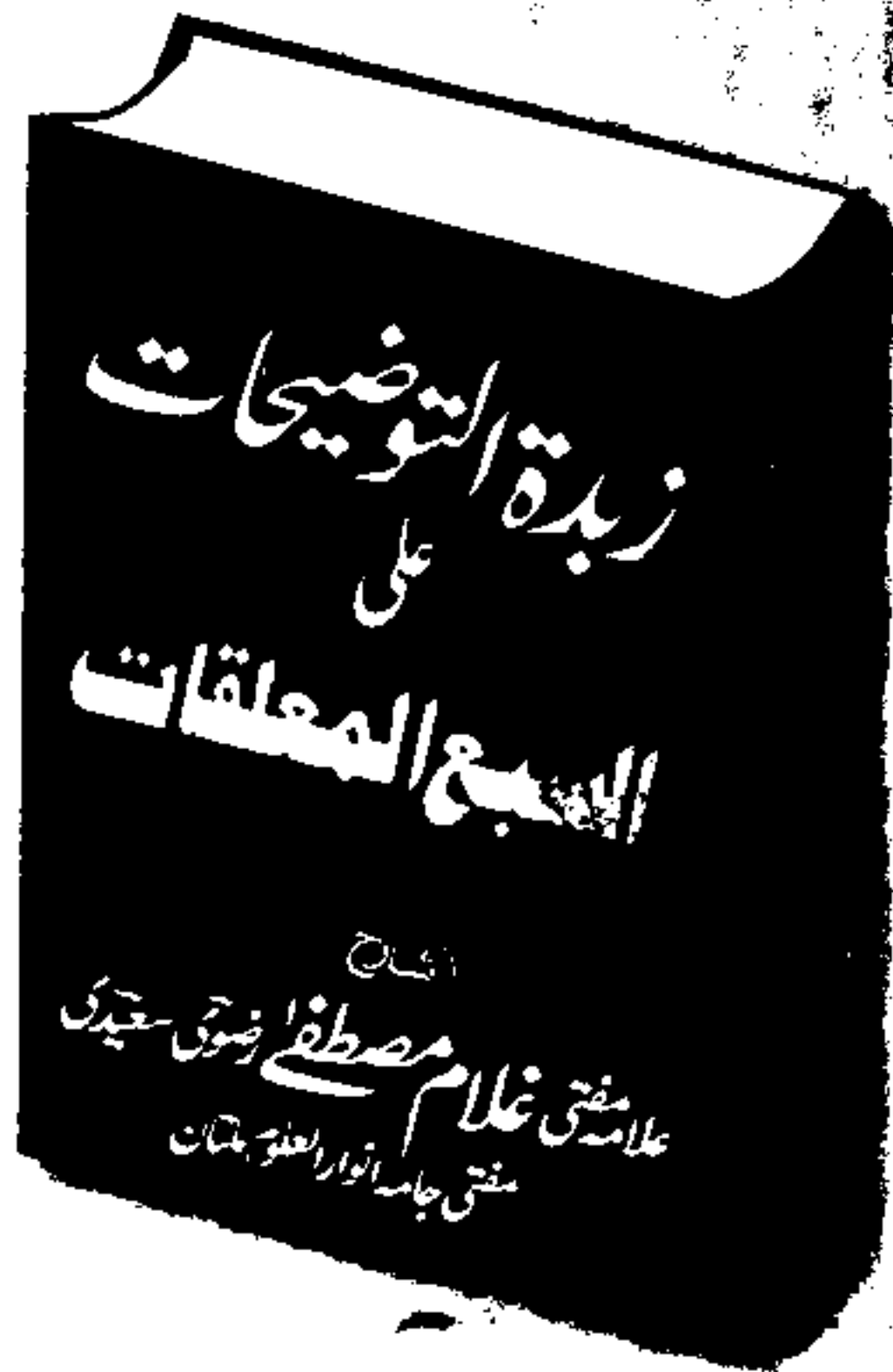
ضاربا ابوة عمرا، زيدًا قائم ابوه۔

سوال - درج ذیل جملوں کی ترکیب نحوی کریں، سقی اللہ ثراه وجعل الجنة مثواه، جاء نبي القوم الا زيدا، صار الطين خزنا، لا يجوز حذف الفاعل بخلاف المفعول، عندی احد عشر رجلا۔

جواب - سقی فعل اسم جلالت فاعل، ثراه مرکب اضافی مفعول، جملہ فعلیہ دعائیہ انشائیہ ہوا۔ واو عاطفہ جعل فعل ہو ضمیر مستتر فاعل، الجنة مفعول اول، ثراه مرکب اضافی مفعول ثانی، جملہ دعائیہ معطوفہ ہوا۔ جاء فعل، نون وقایہ، یائے متکلم مفعول، القوم مستثنیٰ منہ، الا حرف استثناء زیدًا مستثنیٰ، مستثنیٰ منہ مستثنیٰ سے ملکر فاعل، فعل اپنے فاعل سے مل کر جملہ فعلیہ خبریہ۔ صار فعل ناقص الطین اس کا اسم اور حذفًا خبر، صار اسم و خبر سے مل کر جملہ فعلیہ ناقصہ ہوا۔ لا يجوز فعل منفی، حذف الفاعل مرکب اضافی فاعل بقاء جارہ خلاف المفعول مرکب اضافی مجرور ہو کر کاننا کے متعلق ہو کر فاعل سے حال ہوا، یہ جملہ فعلیہ ہے، عندی مرکب اضافی خبر، احد عشر مینر رجلا تمیز مبتدا، مبتدا خبر سے مل کر جملہ اسمیہ خبریہ ہوا۔



وقایع التوحید



لئے کے ہے

مکتبہ مہریدین
دارالعلوم غوثیہ مہریدین چوک شاہ عباس ملتان
0300-6344297

مکتبہ مہریدین کاظمیہ
متصل جامعہ الفوار العلوم فیقو ملتان
560699